احوال و آثار

مولانا محمد زبیر الحسنؒ کاندھلویؒ

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسنؒ
کے فرزند ارجمند مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے
علمی، عملی احوال و آثار، دعوتی و تبلیغی جد و جہد و قربانیاں
اور آپ کی پاکیزہ حیات کے تابندہ نقوش



مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری
امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ناشر
مکتبہ یادگار شیخ محلہ مبارک شاہ سہارنپور یوپی

احوال و آثار

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسنؒ
کے فرزند ارجمند مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے
علمی، عملی احوال و آثار، دعوتی و تبلیغی جد و جہد و قربانیاں
اور آپ کی پاکیزہ حیات کے تابندہ نقوش

﴿تالیف﴾

سید محمد شاهد سهارنپوری
امین عام جامعه مظاهر علوم سهارنپور

ناشر
مکتبہ یادگار شیخ، محلّہ مبارک شاہ سہارنپور یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: احوال وآثار مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی

مؤلف: سید محمد شاہد سہارنپوری

سن تالیف: محرم الحرام ۱۴۳۹ھ/ستمبر ۲۰۱۷ء

باراول: مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ لاہور (نومبر ۲۰۱۷ء)

باردوم: مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور (دسمبر ۲۰۱۷ء)

کمپوزنگ: (قاری) سلیم احمد قاسمی دہرہ دون

طابع وناشر: مکتبہ یادگار شیخ، محلہ مبارک شاہ سہارنپور (یوپی)



عزیزم حافظ محمد زبیر سلمہ بعد الدعوات مسنونہ

تمہارا مشترک کارڈ شنبہ کو اور ان کے ابا کا

کا سہارنپور پہنچ کر مسرت ہوئی روضۂ اقدس کے بیچ

اسی وقت سلام اور دعا کی درخواست ابن جلیل کی

کی معرفت کرادی تھی، گزشتہ ہفتہ میں دو بار تمہارا

بیماری کا حال تم کو بھیج دیا اور گھر میں بھی

تمہارے خط سے تمہاری اماں کی خیریت کا حال معلوم ہو کر

خوشی ہوئی، ان کی وجہ سے بہت فکر تھا، گھر میں سب

سب ان کی خیریت کہہ دیں والسلام — الحمد للہ سب کا

اب اللہ کے فضل سے خیریت سے ہیں، دونوں کا حال

بدستور چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری اور انکو بھی اپنے

فضل و کرم سے صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرماوے

معلوم نہیں تمہارے پاس کون کون ہے

عزیز طلحہ تو غالباً ہی ہوگا

انکو بھی دعوات اور ... خالد

... صاحب کو بھی سلام مسنون

عزیزہ ... تو ساتھ ہی گیا ہوگا

حضرت الشیخ زکریا مدظلہم

۲۳ ج ۲ ۱۳۷۸ھ

۳ جنوری ۱۹۵۹ء

اس مکتوب کی نقل صفحہ (۵) پر ملاحظہ کریں

[illegible]

١٢ دسمبر ١٩٥٩ء

اس مکتوب کی نقل صفحہ (٦) پر ملاحظہ کریں

عزیزم حافظ محمد زبیر سلمہ　　　　　　بعد دعوات صالحہ

تمہارا مشترک کارڈ بندہ کے اور دادے ابا کے نام پہنچ کر مسرت ہوئی۔

حضرت اقدس سے بھی اسی وقت سلام اور دعا کی درخواست مولوی جلیل صاحب کی معرفت کرادی۔ شام کو بندہ بھی دوبارہ کہہ دے گا۔ بھائی اکرام صاحب کو بھی دکھادیا اور گھر میں بھی۔ تمہارے خط سے تمہاری آپا کی خیریت کا حال معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ اس کی طرف سے بہت فکر تھا۔ گھر میں سب سے یہاں کی خیریت کہہ دیں۔

والدہ شاہد، والدہ سلمان اب اللہ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ والدہ طلحہ کا حال بدستور چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ اس کو بھی اپنے فضل و کرم سے صحت کاملہ، عاجلہ، مستمرہ عطا فرمائے۔

معلوم نہیں تمہارے پاس کون کون ہیں؟ عزیز طلحہ کو غالباً ہو ہی گا اس کو بھی دعوات اور اپنی ماں خالہ اور نانی صاحبہ سے بھی سلام مسنون۔ غالباً عزیز ہارون تو ساتھ ہی گیا ہوگا۔

فقط والسلام　　　　زکریا مظاہر علوم ۲۲ر جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ/۳ر جنوری ۱۹۵۹ء

اس مکتوب میں دادے ابا کا مصداق حضرت مولانا اکرام الحسن اور حضرت اقدس کا مصداق مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ہیں۔ اسی طرح ماں اور خالہ کا مصداق علی الترتیب محترمہ ذاکرہ مرحومہ اور محترمہ راشدہ مرحومہ ہیں۔ جبکہ نانی صاحبہ کا مصداق محترمہ عطیہ صاحبہ ہیں۔ (مؤلف)

عزیزم حافظ زبیر احمد سلمہ   بعد سلام مسنون

اسی وقت تمہارا کارڈ پہنچا۔ ڈاک بہت لمبی ہے اور میں نے پرسوں سے پوری ڈاک پڑھی بھی نہیں۔ خاص خاص خط قلم پہچان کر الگ کر لیتا ہوں اور ان کے نمٹانے میں دو پہر کا وقت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ آج کل صبح کو بھی وقت بہت کم مل رہا ہے اور شام کو تو سبق ہے ہی۔

میں تمہارے خط سے بہت خوش ہوں۔ میں تمہارے اور شاہد کے لئے خاص طور سے دعا کرتا ہوں۔ اس کا بھی خط بہت دن سے نہیں آیا۔ اب اس کے بھائی جی (والد صاحب) اس کے پاس ہیں وہ کیوں لکھے؟

تم نے یہ نہیں لکھا کہ آنے جانے کا کیا ہو رہا ہے مولانا یوسف صاحب کے ساتھ شنبہ کو کون آرہا ہے، کون نہیں؟ والدہ شاہد تو آ ہی رہی ہوگی والدہ سلمان کا حال معلوم نہیں۔ ان دونوں سے اور اپنی آپا اور خالہ سے اور چچی جان سے سلام کہہ دیں۔

عزیزان یوسف، طلحہ، شاہد، خالد، محمد، ریحانہ، صادقہ، طاہرہ، ساجدہ کو دعا۔ مولانا یوسف صاحب، مولانا انعام صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب کی خدمت میں بعد سلام مسنون استدعاء دعا۔

تم نے میرے قدم بقدم چلنے کی دعا کو لکھا ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میری حالت بہت خراب ہے۔ مولانا یوسف کے قدم بقدم چلنے کی دعا کرو۔ فقط والسلام

زکریا۔ ۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ/۱۲ر دسمبر ۱۹۵۹ء شنبہ

اس مکتوب میں چچی جان کا مصداق والدہ حضرت مولانا محمد یوسف ہیں نیز (مولانا محمد) طلحہ سے قبل یوسف غالباً یہ سبقت قلم ہے اور صحیح ''ہارون'' ہے۔   (مؤلف)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

یہ تقدیرات الٰہیہ کی کارفرمائی ہے کہ آج سے بیس سال قبل ۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۱۶ھ ۱۰ رجون ۱۹۹۵ء میں عالمی دعوت وتبلیغ کے بین الاقوامی امیر، ایک عظیم روحانی مربی ومرشد اور خانقاہ الیاسیہ کے تربیت یافتہ ایک عالی قدر گوہر حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسنؒ کا حادثہ ارتحال پیش آنے پر ملک وبیرون ملک سے بلا مبالغہ صدہا احباب ذمہ داران تبلیغ اور اپنے اپنے علاقوں کے نمایاں دعوتی اصحاب کے اصرار پر احقر کے قلم سے حضرت موصوف مرحوم کی سوانح حیات مرتب ہوکر دنیا بھر میں پڑھی اور سنی گئی اور صاحب سوانح کی عظیم شخصیت ہونیکی وجہ سے ہندوستان اور پاکستان سے کتاب کے درجنوں ایڈیشن شائع ہوئے جوکہ وابستگان دعوت وتبلیغ اور حضرت جی ثالث کے لاکھوں محبین ومعتقدین اور مریدین ومسترشدین کے مطالعہ میں آکر ان کے دل حزیں کی تسلی وطمانینت کا ذریعہ بنے اور پھر ممالک عربیہ کے دعوتی وتبلیغی احباب اور قدما کی خواہش پر اس کا عربی ایڈیشن الشیخ محمدانعام الحسن الکاندھلوی حیاتہ وافکارہ وجھودہ الدعویۃ کے نام سے شائع کیا گیا۔

ان ہی احباب کے توجہ دلانے پر اس کتاب کا ایک باب ''دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک'' رجب المرجب ۱۴۱۹ھ میں پہلی مرتبہ مستقل طور پر کتابی شکل میں شائع ہوکر آج تک ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، ایران، امارات عربیہ وغیرہ سے محتاط اندازہ کے مطابق ایک لاکھ کی تعداد میں شائع ہو چکا اور اب بھی اس کی اشاعت کا تسلسل قائم ہے۔

یہ کتاب اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے عربی، فارسی، انگریزی، ہندی، بنگلہ، تمل، گجراتی اور فرانسیسی زبانوں میں مسلسل شائع ہورہی ہے۔عربی میں اس کے دوترجے

ہوئے پہلا ندوۃ العلماء لکھنؤ سے مولانا اقبال احمد ندوی نے کیا، جب کہ دوسرا ترجمہ شیخ لبیب صالح مقبل یمنی کے قلم سے ہوا ہے۔

تین جلدوں میں پندرہ سو صفحات پر مشتمل سوانح حضرت جی ثالث لکھتے وقت اس کا خیال اور احساس بھی نہیں تھا کہ وقت کی گردش اور زمانہ کے لیل ونہار اس احقر کو دوبارہ ایک ایسے موڑ پر لا کر کھڑا کردیں گے کہ پھر ان کے فرزند جلیل اور قرۃ العین مولانا محمد زبیر الحسن کے سوانح حیات ان کے احوال وآثار اور دعوت وتبلیغ کے حوالہ سے ان کے مجاہدات اور پھر اپنے والد مرحوم ومغفور کے انتقال کے بعد بیس سال تک صبر واستقامت کا پہاڑ بن کر اس عالمی محنت وجد وجہد کو مزید وسعت دینے کے لئے ان کے ملکی وغیر ملکی اسفار کو بھی کتابی شکل میں پیش کرنا پڑیگا مگر قضاء وقدر کے فیصلوں کو ہر حال میں انسان کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ اور بڑے سے بڑا شخص بھی اس کے دائرے سے نکل کر اور بچ کر نہیں جا سکتا چنانچہ ایسا ہونا تھا اور ہو کر رہا۔ ما شاء اللّٰہ کان ولم یشأ لم یکن.

حضرت جی ثالث کے حق میں ہونے والے اصرار کی طرح خود مولانا محمد زبیر الحسن کے مرحوم ومغفور ہو جانے کے بعد چہار جانب سے اس احقر پر ان کی سوانح لکھنے کے تقاضے اور مطالبے شروع ہوئے خاص کر مرکز نظام الدین دہلی کے وہ قدیم دعاۃ ومبلغین جو حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کے بعد وہاں کی اس عملی محنت کو بڑے توازن، اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ سنبھالے ہوئے ہیں اور اس کو اپنے نہج ومنہج پر باقی رکھنے کے لئے ہر طرح کی قربانی دے رہے ہیں۔ اس احقر کو یہ کہہ کر توجہ دلاتے رہے کہ مولانا زبیر الحسن کی سوانح لکھنے کا حق صرف تم ادا کر سکتے ہو۔ کیونکہ تمہارے پاس معلومات کا بیش قیمت ذخیرہ ہے اور تمہارا ان کا بچپن سے گہرا ربط وتعلق رہا ہے۔

ایسے ہی مرکز نظام الدین دہلی کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا محمد ابراہیم (دیولہ گجرات) نے بارہا یہ فرمایا کہ مولانا زبیر مرحوم کی سوانح کا حق صرف مولوی شاہد کے لکھنے ہی سے ادا ہوگا۔

راقم سطور کو اس نوع کے بہت سے جذبات وتاثرات کے ساتھ ساتھ خود مولانا مرحوم کے تینوں فرزندان گرامی (مولوی محمد زہیر الحسن، مولوی محمد صہیب الحسن، مولوی محمد خبیب الحسن حفظہم اللہ تعالیٰ ورقاہم اعلیٰ الدرجات) کی دل جوئی اور دل بستگی بھی ضروری تھی اسلئے یہ احقر ذہنی وفکری طور پر اپنے آپ کو اس کام کے لئے تیار کر چکا تھا کہ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ میں حرمین شریفین کا سفر پیش آ گیا۔

حسن تقدیر بلکہ عنایت الٰہیہ سے جو اپنی نااہلیت کے باوجود ہمیشہ شامل حال رہی، ادائیگی حج کے لئے منیٰ کے متبرک مقام میں ایک صاحب نسبت اور دعوت وتبلیغ کی راہ سے جان ومال اور اوقات کی قربانی دینے، نیز تعلیم وتعلم کے ذریعہ اسرار شریعت کو پھیلانے اور ذکر وفکر کی لائن سے انوار طریقت کو تقسیم کرنے والی مجموعی صفات وکمالات کی حامل شخصیت کے ساتھ اس احقر کو ملاقات اور گفتگو کے متعدد مواقع میسر آئے، ہر ملاقات کا اختتام موصوف کی جانب سے اس جملہ پر ہوتا تھا کہ ''دیکھئے مولانا زبیر صاحب کی سوانح لکھنا مت بھولئے'' اور یہ کہ حالات کا اس وقت تقاضا یہی ہے کہ اس عالی محنت کو اپنے بڑوں کے نہج پر قائم رکھنے کے لئے بھرپور جدوجہد کی جائے۔

اس سلسلہ کی آخری ملاقات میں اس تاکیدی جملہ پر یہ اضافہ بھی ہوا کہ!

''اس کام میں جلدی کیجئے یہ آپ کے ذمہ قرض ہے''۔

چنانچہ یہ احقر ہر مرتبہ اپنے مکرر اقرار کے ذریعہ ان کو مطمئن کرتا رہا، کیونکہ یہ کام ضروری ہونے کے ساتھ ساتھ خود میرے دل کی آواز بھی بن چکا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت موصوف کی اس محبت آمیز تاکید واصرار نے اسپ تازی پہ ایک اور تازیانہ کا کام کیا اور حج کے بعد مدینہ منورہ حاضری پر بنام خدا اس تالیف کا آغاز کر دیا گیا۔

اللہ جل شانہ وعم نوالہ اس کو قبولیت عطا فرما کر پڑھنے والوں کے لئے دینی نفع کا ذریعہ فرمائے اور جس عالی منزلت کام کے لئے مولانا مرحوم نے اپنی ہزاروں خواہشات کو

قربان کر دیا اس کام کیلئے بھی اس کتاب کو تقویت اور حفاظت کا ذریعہ بنائے۔

مخدوم العالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کا اپنی تصنیفات، تالیفات کے حوالے سے زندگی بھر معمول یہ رہا کہ اگر کوئی تالیف ہندوستان میں مکمل کرتے تو طباعت کے بعد اس کا پہلا نسخہ مدینہ منورہ میں مقیم کسی بزرگ شخصیت کے لئے نامزد کر کے رکھ لیتے اور اگر مدینہ منورہ میں آغاز کرتے تو حرم نبوی شریف پہنچ کر دو رکعت نماز نفل ادا کر کے اپنی اس تالیف کا افتتاح کرتے تا کہ آغاز کی طرح اختتام بھی صد تہنیت و تبریک ہو اپنے شیخ و مرشد اور مربی روحانی کے معمول پر عمل کرتے ہوئے یہ احقر بھی اپنی اس کتاب کا آغاز حرم نبوی شریف میں کر رہا ہے۔

مقام شکر ہے کہ اس مقدمہ کتاب کی ابتداء و انتہا آج حرم نبوی شریف میں دو نشست میں ہوگئی اور اب انشاء اللہ ہندوستان پہنچ کر کتاب کی تکمیل و ترتیب ہوگی۔

والله ولی التوفیق وهو خیر رفیق

بندہ محمد شاہد غفرلہ سہارنپوری

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

نزیل مدینہ منورہ ۲۰/ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ/۱۴/اکتوبر ۲۰۱۴ء

معذرت

تاریخ کے کلینڈر سے ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء کو منظرِ عام سے ہٹے ہوئے تین سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اس تاخیر در تاخیر پر اپنے ان قارئین اور محبین سے جو اس کتاب کو جلد سے جلد اپنے مطالعہ میں لانے کے خواہشمند تھے، اظہار تاسف کے ساتھ ساتھ معذرت کی جاتی ہے۔

اس تین سالہ تاخیر کی اصل وجہ راقم سطور کی یہ متعدد زیر تصنیف کتابیں تھیں جن کو اس عرصہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچایا گیا۔

(۱) عالم عرب میں حضرت شیخ کا مقام اور آپ کی تالیفات کی مقبولیت و اشاعت (اردو ایڈیشن)

(۲) الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی مکانتہ وقبول مولفاتہ ونشرہا فی العالم العربی (عربی ایڈیشن)

(۳) مظاہر علوم سہارنپور اور مملکت عربیہ سعودیہ۔ باہمی روابط اور تہذیبی وثقافتی نیز ذہنی وفکری تعاون کی سوسالہ تاریخ (اردو ایڈیشن)

(۴) جامعہ مظاہر علوم سہارنپور والمملکۃ العربیہ السعودیہ۔ تاریخ التبادل الثقافی والفکری عبر قرن کامل (عربی ایڈیشن)

(۵) تحریک آزادی ہند اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (۴ر جلدیں، ۱۴۰۰ر صفحات میں)

ان سب کتابوں کی ترتیب واشاعت سے فراغ کے بعد محرم ۱۴۳۸ھ/نومبر ۲۰۱۶ء میں مولانا زبیر الحسن مرحوم کی اس سوانح پر بہت تیزی کے ساتھ کام شروع کیا گیا اور اللہ جل شانہ کے لطف وکرم سے آج اس کتاب کی بھی تکمیل ہوگئی۔

اللہ جل شانہ پڑھنے والے اصحاب اور دعوت وتبلیغ سے وابستہ احباب کے لئے اس کو مفید اور نافع فرمائے۔

جن اصحاب کے علم میں آج پہلی مرتبہ یہ حقیقتیں اور سچائیاں آرہی ہیں اللہ کرے وہ صحیح کہنے اور صحیح سوچنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس لئے کہ ہر شخص کو بہر حال مرنا ہے اور اپنے مفادات واغراض دنیاویہ کو چھوڑنا ہے۔

اس کتاب کو حالات اور واقعات کے تناظر میں پوری دیانت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں ذکر کردہ تمام حقیقتیں اور سچائیاں ایسی ہیں جو یقیناً قارئین کے لئے ایک انکشاف کا درجہ رکھتی ہیں اور ان کا مطالعہ دل ودماغ کی گرہیں اور بند دریچے کھول دینے کے لئے بہت کافی ہے اور ایسے قارئین عدل وانصاف کی شاہ راہ پر چلنے کے لئے مجبور ہو جائیں گے۔

اور بہت سے احباب یقیناً وہ ہوں گے جن کو ان سے اتفاق نہیں ہوگا۔ اور اِن واقعات کے مطالعہ سے ان کی پیشانیوں پر ناگوار اثرات ظاہر ہوں گے اور شاید ان کی

جانب سے بالواسطہ یا بلا واسطہ یہ کہہ کر تنقید بھی ہو اور تردید بھی کہ اب گڑے مُردے اکھاڑنے سے کیا فائدہ؟

لیکن مدح وذم کے تمام جذبات سے بالاتر ہو کر ایک تاریخی امانت کی حیثیت سے دعوت وتبلیغ کے مستقبل کو سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی ہے، اس لئے نہ تو کسی کی تردید وتنقید سے کوئی احساس کمتری پیدا ہو سکتا ہے اور نہ کسی کی تنقیص وتحقیر سے ذرہ برابر کوئی احساس شکستگی۔

ایسے تمام احباب کے لئے مصنف کتاب کی جانب سے شاعر مشرق کا یہ شعر کافی ہے

وہ طائر جس کے سینے میں دلِ بیدار ہوتا ہے
وہاں قصداً چہکتا ہے جہاں صیاد ہوتا ہے

اس کم سواد کے لئے خود اپنے حق میں دل بیدار ہونے کا دعویٰ تو بہت مشکل ہے لیکن ایک طلبگار مغفرت اور محتاج شفاعت کے لئے ایک موثر جواب کے طور پر یہ شعر بہت کافی ہے۔

ان صفحات کی اب آخری سطور یہ ہیں کہ یہ کتاب **خذما صفا، ودع ما کدر** کے اصول پر نہیں بلکہ ''**الحق مر**'' اور **لایخافون فی اللہ لومة لائم** کی بنیاد پر لکھی گئی ہے اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے اس ضعیف بندہ کی ہمیشہ اُس مداہنت سے حفاظت فرمائی جس پر مصلحت کا پردہ ڈال دیا گیا ہو۔

بندہ محمد شاہد غفرلہ
یکم محرم الحرام ۱۴۳۹ھ
۲۲ ستمبر ۲۰۱۷ء
جمعہ

پہلا باب

☆......ولادت......والدین وجد محترم

☆......حفظ قرآن پاک اور دینی تعلیم

☆......حضرت شیخ اور والد محترم کی تربیت

ولادت

مولانا محمد زبیر الحسن ابن حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن ابن حضرت مولانا محمد اکرام الحسن کاندھلوی کی ولادت ۱۰ ر جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ/۳۰ ر مارچ ۱۹۵۰ء میں دولت کدۂ شیخ پر سہارنپور میں ہوئی۔

تاریخ کبیر میں حضرت شیخؒ نے اس تولد کی اطلاع ان الفاظ سے دے رکھی ہے!

''۱۰ ر جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ/ ۳۰ ر مارچ پنجشنبہ صبح ۵ ر بجکر ۳۰ ر منٹ پر تولد زبیر سلمہ ابن مولوی محمد انعام الحسن''

حسن تقدیر سے دو روز بعد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نواح مظفر نگر اور بجنور وغیرہ کا سفر فرماتے ہوئے ۱۲ ر جمادی الثانی، یکم اپریل کی شب میں ۱۱ ر بجے حضرت شیخ کے مکان کچے گھر تشریف لائے اور اس نومولود کی اطلاع ملنے پر مسرت کا اظہار فرما کر اپنی ادعیہ سے نوازا۔ (۱) ساتویں روز (۱۶ ر جمادی الثانی، ۱۵ ر اپریل چہار شنبہ) میں حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن مرکز تبلیغ حضرت نظام الدین دہلی سے صبح ۳ ر بجے روانہ ہو کر دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت مدنی کے ساتھ چائے ناشتہ کر کے ۹ ر بجے سہارنپور پہنچے اور نومولود کو دعائیں اور انکی والدہ کو مبارکباد دینے کے بعد اسی دن بعد عصر نظام الدین دہلی واپس ہو گئے۔

روزنامچہ شیخ میں اس موقع پر عقیقہ کا اندراج نہیں ہے تاہم قرائن سے یہ اندازہ

(۱) حضرت الحاج عبدالوہاب صاحب نے ایک مجلس میں بیان کیا کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی کسی بھی شخص کو اپنا ہاتھ چومنے نہیں دیتے تھے اور فوراً جھٹک کر کھینچ لیا کرتے۔ لیکن مولانا زبیر مرحوم بہت کم عمری میں حضرت مدنی کے سہارنپور تشریف آوری پر حضرت کا ہاتھ چومتے تو حضرت ان کو منع نہیں فرماتے تھے۔

ہوتا ہے کہ ان حضرات کی آمد پر تقریب عقیقہ بھی کر لی گئی اور اسی دن آپ کا نام محمد زبیر الحسن تجویز کیا گیا۔ آپ کے دو بڑے بھائی محمد انوار الحسن اور محمد معاذ الحسن تھے۔

محمد انوار الحسن ۲۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ/ ۱۱؍ جولائی ۱۹۳۹ء میں پیدا ہوئے، ان کی ولادت پر حضرت مولانا محمد الیاس نے حضرت شیخ نیز نومولود کی والدہ (محترمہ خالہ ذاکرہ صاحبہ) کو تہنیت ومبارکبادی کا خط (۱) تحریر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ!

''میری طرف سے بہت ہی کسی خوش کن پیرایہ سے جس طرح بھی ہو سکے عزیزہ ذاکرہ کے دل کو خوش کر دیجیو، دعاء کہہ دیجیو اور پیار کر دیجیو۔''

اور خود نومولود محمد انوار الحسن کو ان الفاظ کے ساتھ دعائیں تحریر فرمائیں۔

''حق تعالیٰ شانہ مولوی انعام الحسن صاحب کے فرزند کو سعید ورشید کرے اور حق تعالیٰ شانہ بہترین تربیت کے نتیجہ خیز سامان فرمادیں اور اپنے فضل سے خاندان کا چمکتا ہوا چراغ کر دیں اپنے خاندان کی دینی خصوصیات میں مخصوص فرمادیں حق تعالیٰ دارین کی کرامات سے مکرم فرمادیں۔''

محمد انوار الحسن نے ایک سال بعد ۱۹؍ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ/ ۲۶؍ جولائی ۱۹۴۰ء شب جمعہ میں انتقال کیا۔

دوسرے فرزند معاذ الحسن مرحوم ۷؍ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ/ ۱۱؍ جون ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے اور سات سالہ حیات کے بعد ۲۷؍ رجب ۱۳۶۹ھ/ ۱۶؍ مئی ۱۹۵۰ء میں وفات پاگئے۔ والد محترم حضرت مولانا محمد انعام الحسن اس حادثہ کے موقع پر میوات کے دعوتی وتبلیغی سفر پر گئے ہوئے تھے چنانچہ اس واقعہ کے چار دن بعد اجتماع سے فارغ ہو کر سہارنپور تشریف لائے۔

---

(۱) اس خط کی ابتدائی سطور میں حضرت شیخ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے ''از بندۂ ناچیز، ناکارۂ دوجہاں، خاکسار محمد الیاس عفی عنہ بمجمع احکام خداوندیہ ومخزن علوم ایزدیہ ومنبع فیض سرمدیہ متعنا اللہ بطول حیاتکم''

مولانا زبیر الحسن مرحوم کی ایک بڑی ہمشیرہ خولہ خاتون تھیں جنکی ولادت ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ/مارچ ۱۹۴۸ء میں کاندھلہ میں ہوئی اور مختصر سی حیات کے بعد رجب ۱۳۷۱ھ/اپریل ۱۹۵۲ء کو دہلی میں انتقال ہوا۔ اس موقع پر والد ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن حضرت مولانا محمد یوسف کی معیت میں پاکستان کے تبلیغی دورہ پر گئے ہوئے تھے۔

اس حادثہ پر حضرت شیخؒ اور مولانا اکرام الحسن نے دہلی کا سفر فرما کر سنت تعزیت ادا کی تھی۔

مولانا زبیر الحسن موصوف کی دوسری چھوٹی ہمشیرہ صادقہ خاتون کی ولادت ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ/دسمبر ۱۹۵۲ء یوم جمعہ کی ہے اور جو راقم سطور (محمد شاہد) کے نکاح میں ہیں۔

والد محترم

مولانا زبیر الحسن مرحوم کے والد ماجد حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کی پیدائش ۱۸/جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ/۲۰ فروری ۱۹۱۸ء میں آبائی وطن کاندھلہ میں ہوئی۔ حفظ قرآن پاک کے بعد ابتدائی عربی فارسی کتابیں اپنے نانا حکیم عبدالحمید سے پڑھیں۔

شوال ۱۳۵۱ھ/فروری ۱۹۳۳ء میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لیکر کتب متوسطہ شرح جامی، کنز الدقائق وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کرتے ہوئے ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۶ء میں دورہ حدیث شریف کی جماعت میں شامل ہوئے۔

تکمیل علوم کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس کی خدمت میں رہ کر دعوت و تبلیغ کے عملی کاموں میں شرکت کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا محمد الیاس سے بیعت وارشاد کے ذریعہ وابستگی حاصل کی۔ مولانا محمد یوسف کی معیت میں بکثرت جماعتوں میں اوقات لگائے اور پھر حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کے دور امارت میں انکے معین ورفیق، سفر وحضر کے ساتھی بلکہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں ''دل ودماغ'' بن کر رہے اور پھر ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء میں ان کے جانشین اور حضرت جی ثالث بنائے گئے۔

آپ مولانا محمد الیاس سے روحانی سلسلہ میں مجاز بیعت اور خلیفۂ باختصاص تھے۔

حضرت جی ثالث کے متعلق آپ کے بلند خیالات

ایک موقع پر آپ کے عالی مقام پیر و مرشد حضرت مولانا محمد الیاس نے آپ کے بارے میں یہ بلند کلمات حضرت شیخ کو لکھے تھے!

''میں عزیز (انعام) موصوف کو ایک گراں مایہ پونجی سمجھ رہا ہوں جس کے لئے اس وقت کی ابتداء اگر خراب ہوئی تو یہ سدا (ہمیشہ) کے لئے ابتداء ہے ویسی ہی انتہا ہوگی میں نہ انکے رتی بھر ضیاع پر تیار اور نہ تمہارے اس انشراح صدر والی صورت کے علاوہ میں ذرہ بھر بھی خیر کا احتمال سمجھتا ہوں لہٰذا آپ انکے لئے جو کچھ بھی طے فرما دیں میں بلا پس و پیش اسکے ماننے کو تیار ہوں'' (۱)

۹ رمحرم ۱۴۱۶ھ/ ۹ رجون ۱۹۹۵ء جمعہ کا دن گذار کر شب میں گیارہ بجے آپکی وفات کا سانحہ پیش آیا، اگلے روز بعد نماز عصر آپ کے فرزند مولانا زبیر الحسن کی امامت میں نماز جنازہ ہو کر حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کے پہلو میں اس مجسمۂ دعوت و تبلیغ کو رحمت الٰہیہ کے آغوش میں دیدیا گیا۔

محتاط اندازہ کے مطابق نماز جنازہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد چار لاکھ تھی۔ عاشورہ محرم کی تعطیل کی وجہ سے بہت سے ممالک میں سفارت خانے بند تھے جن کو حکومت ہند کے حکم سے فوری طور پر کھولا گیا اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے دہلی کے ویزے جارے کئے گئے۔ چنانچہ سعودی عرب، امارات عربیہ متحدہ، پاکستان، بنگلہ دیش، افریقہ اور برطانیہ وغیرہ سے متعدد ہوائی جہازوں اور چارٹر پلین کے ذریعہ خلق خدا مرکز نظام الدین پہنچ گئی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

---

(۱) حضرت مولانا الحاج انعام الحسن کا قلبی میلان اور رجحان ابتداً تما متر درس و تدریس کی طرف تھا جودت طبع اور عالی استعداد کی بناء پر خود حضرت شیخ کا بھی انکے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ درس و تدریس میں اہتمام سے لگیں اور پڑھائیں اس کے برخلاف حضرت مولانا محمد الیاس کی خواہش یہ تھی وہ ان کے پاس رہ کر اپنے اوقات کا بیشتر حصہ دعوت و تبلیغ پر خرچ کریں اور بقیہ اوقات میں پڑھائیں۔

اس مکتوب میں حضرت مولانا محمد الیاس نے حضرت شیخ سے اسی چیز کے متعلق مشورہ دریافت فرمایا ہے!! (افادہ حضرت شیخ)

کچھ لوگوں نے عین وقت پر اپنی عاقبت خراب کرنے کی غرض سے اس کی بھی کوشش کی کہ آپ کی تدفین حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کے پہلو میں نہ ہوکر عام قبرستان (پنج پیراں) میں ہوجائے لیکن اللہ غریق رحمت فرمائے جناب الحاج حافظ کرامت اللہ دہلوی کو کہ ان کی ایک مجاہدانہ للکار اور عزم وہمت کے سامنے ایسے اصحاب کے حوصلے پست ہوگئے اور وہ ناکام رہے۔

اس مذموم کوشش کے پس پردہ عامۃ الناس کو یہ باور کرانا تھا کہ حضرت جی ثالث کا مقام ایک عام مبلغ اور مقیم مرکز کا ہے اس لئے وہ حضرت مولانا محمد الیاس اور حضرت مولانا محمد یوسف کے پہلو میں دفن کئے جانے کے لائق نہیں ہیں۔ اس بدبختانہ ذہنیت کے لئے یہ عذر پیش کیا گیا کہ عربوں کو یہاں اس خطہ میں تدفین پر بڑا اعتراض ہوتا ہے۔ لیکن پھر یہ عذر لنگ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ/ ۱۲راگست ۱۹۹۶ء میں خودبخود ختم ہوگیا۔

وصیت نامہ اور اس کا عکس

اکابر اہل اللہ کے عام طرز وروش کے مطابق حضرت جی ثالث ؒ نے بھی اپنا وصیت نامہ مرتب فرماکر محفوظ رکھ لیا تھا۔ یہ انتقال سے دس سال قبل ۱۰رصفر ۱۴۰۴ھ/ ۱۶رنومبر ۱۹۸۳ء میں لکھا گیا تھا۔ اس وصیت نامہ کی آخری سطور مولانا زبیر الحسن مرحوم کی اجازت وخلافت سے متعلق ہیں اور ان میں یہ تصریح موجود ہے کہ یہ اجازت دعوت وتبلیغ کے تین روشن چراغ قاضی عبدالقادر، مولانا مفتی زین العابدین اور مولانا محمد عمر کے اصرار پر دی جارہی ہے۔

حضرت جی ثالث کے حوالہ سے تمام مطبوعہ کتب ورسائل اور تحریرات میں یہ وصیت نامہ شامل نہیں ہے اور اب اس کو پہلی مرتبہ پیش نظر کتاب میں شامل کیا جارہا ہے۔

راقم سطور کے ذاتی ذخیرہ میں اس کا عکس (فوٹو اسٹیٹ) محفوظ ہے۔

انعام الحسن عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین

اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم

بعد حمد [illegible] یہ وصیت نامہ ہے سب کے لیے حمد و ثنا خدا کی

اور درود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بندہ انعام الحسن گواہی دیتا ہے اس کی

کہ اللہ ایک ہے پاک ہے بے عیب ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی

اکیلا معبود حقیقی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول

اور پاک بندے ہیں وہ آخری رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ قیامت حق ہے اور جنت

حق ہے اور دوزخ حق ہے اور تمام عقائد میں اپنے سلف صالحین کے ساتھ

ہے اور اقرار کرتا ہے کہ تمام انبیاء کرام برحق ہیں

اور اپنے سب بچوں اپنے دوستوں کو اور عامۃ المسلمین کو وصیت کرتا ہے اتباع سنت کی

تاکید کرتا ہے کہ اس گنہگار کے لیے دعا کریں مغفرت کی صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی

بندہ کے ذمہ جہاں تک علم ہے کسی کا مالی حق ذمہ نہیں ہے اور اگر ہو تو

[illegible] انعام الحسن سے وصول کر لے

اجتماعی زندگی میں جو حقوق میں کوتاہیاں ہوئی ہیں ان سے بھی معافی چاہتا ہوں

اور سب سے معافی چاہتا ہوں خدا کرے وہ سب معاف فرما دیں

[illegible] تبلیغ [illegible] جتنا خرچ کیا ہے [illegible]

کہ الحمد للہ اس [illegible] تبلیغ میں [illegible] کے [illegible] کر دیا ہے [illegible] بندہ کا

جو سامان ہے [illegible] کر دیا ہے

عزیزی برخوردار [illegible] زبیر سلمہ کو وصیت کرتا ہوں کہ اتباع سنت کو لازم

پکڑے [illegible] کی کوشش کرے ان شاء اللہ [illegible] پر اعتماد رکھے

اور اس کو اجازت بیعت دیتا ہوں [illegible] اور مفتی [illegible] اور [illegible] کے

اصرار پر ان شاء اللہ [illegible] دین کا کام [illegible] اور بندہ کے لیے صدقہ جاریہ ہے

محمد انعام الحسن عفی عنہ
۱۴۰۶
۱۰ صفر [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین. اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید اما بعد

یہ وصیت نامہ ہے سب سے پہلے حمد وثنا خدا کی پھر درود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بندہ انعام الحسن گواہی دیتا ہے اس کی کہ اللہ ایک ہے پاک اور بے عیب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی تن تنہا معبود حقیقی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول اور پاک بندہ ہیں وہ آخری رسول ہیں اور گواہی دیتا ہے کہ قیامت حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور تمام عقائد میں اپنے سلف صالح کے ساتھ ہے اور اقرار کرتا ہے کہ تمام انبیاء کرام برحق ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے اپنے دوستوں کو اور عامۂ مسلمین کو وصیت کرتا ہے اتباع سنت کی۔

۲۔ تاکید کرتا ہے کہ اس گنہگار کے لئے دعا کریں مغفرت کی صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے۔

۳۔ بندہ کے ذمہ جہاں تک علم ہے کسی کا مالی حق ذمہ نہیں ہے اور اگر ہو تو ثبوت شرعی کے ساتھ برخوردار زبیر الحسن سے وصول کر لے۔

۴۔ اجتماعی زندگی میں حقوق میں کوتاہیاں ہوتی ہیں بندہ سے بھی یقیناً ہوئی ہوں گی اس کی معافی چاہتا ہے خدا کے واسطے اس کو معاف فرما دیں۔

بندہ نے تبلیغ اور مدرسہ کا جتنا خرچ کیا ہے بندہ کا تخمینہ ہے کہ انشاء اللہ اس سے زیادہ مدرسہ (اور) تبلیغ میں بلا نام کے داخل کر دیا ہے، پھر بھی بندہ کا جو سامان ہے اس کا چوتھائی مدرسہ اور تبلیغ میں داخل کر دیا جاوے۔

۵۔ عزیزی برخوردار زبیر سلمہ کو وصیت کرتا ہوں کہ اتباع سنت کو لازم پکڑے سب سے جوڑ کر چلنے کی کوشش کرے اور اللہ جل شانہ پر اعتماد رکھے اس کو اجازت بیعت دیتا ہوں، قاضی عبد القادر، مفتی زین العابدین اور مولوی

محمد عمر کے اصرار پر اللہ جل شانہ اس سے دین کا کام لے اور بندہ کے لئے
صدقہ جاریہ بنے۔ محمد انعام الحسن غفرلہ۔ ۱۰ر صفر ۱۴۰۴ھ/۱۶ر نومبر ۱۹۸۳ء

والدہ محترمہ، مختصر حالات ووفات

مولانا زبیر الحسن کی والدہ ماجدہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کی صاجزادی مسماۃ ذاکرہ خاتون تھیں، آپ کی تاریخ ولادت بعض قرائن سے محرم ۱۳۳۹ھ ستمبر ۱۹۲۰ء متعین کی جاسکتی ہے۔

خاندانی دستور کے مطابق قرآن مع ترجمہ اور تفسیر و دینیات پر مشتمل کتابیں اپنے والدین ماجدین سے پڑھیں۔ آپکی دینی تربیت بلندی اخلاق اور کردار سازی میں والد محترم (مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ) کا گہرا کردار رہا اور اس سچائی سے بھلا کون انکار کردیگا کہ والد محترم اپنی تقویٰ و پرہیزگاری اور صدق وصفا سے مالا مال زندگی گذارنے کی بنا پر آہنگ کو پارس سے بدلنے اور مٹی کو سونا بنادینے میں خداداد ملکہ رکھتے تھے اور پھر سونے پر سُہاگہ یہ کہ آپ کے پہلو بہ پہلو مزید تین مشائخ یعنی شیخ الاسلام حضرت مدنی شیخ طریقت مولانا عبد القادر رائے پوری اور امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کا اس تربیت کو جلا بخشنے میں گہرا اور وسیع حصہ تھا۔ ان چاروں حضرات مشائخ کی دعائیں اور فیوض وبرکات خالہ ذاکرہ صاحبہ مرحومہ کے لئے رشد وہدایت اور صلاح وفلاح کا ذریعہ بنے رہتے تھے خصوصیت کے ساتھ حضرت مولانا محمد الیاس کثرت کے ساتھ اپنے اصلاحی مکاتیب کے ذریعہ آپ اور دیگر بہنوں کی بڑے حکیمانہ انداز سے تربیت فرماتے رہتے تھے۔

یہاں تک کہ حرمین شریفین کے ہونے والے دعوتی وتبلیغی اسفار میں بھی آپ ان سب کو فراموش نہ کرتے ہوئے دعاؤں اور اپنی قیمتی نصائح سے نوازتے رہتے تھے۔

۳ر محرم ۱۳۵۴ھ/۷ار اپریل ۱۹۳۵ء میں آپ حضرت جی ثالث کے نکاح مسنونہ میں آئیں ایک سالہ مدت گذرنے پر ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۵۵ھ/۳ر جون ۱۹۳۶ء میں آپ

رخصت ہوکر اپنی بڑی ہمشیرہ خالہ زکیہ مرحومہ اور حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کی معیت میں اپنی سسرال کاندھلہ گئیں۔

زندگی میں ایک مرتبہ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں حج وزیارت سے مالامال ہوئیں۔

آپ نے شادی سے قبل ابتدائی عمر سہارنپور میں اور نکاح مسنونہ کے بعد چند سال قصبہ کاندھلہ اور زندگی کا آخری طویل حصہ مرکز تبلیغ حضرت نظام الدین دہلی میں گذار کر ۵ رشعبان ۱۴۰۸ھ/۲۲ رمارچ ۱۹۸۸ء میں عالم جاودانی کی راہ لی اور اسی دن شام میں حضرت جی ثالث نے مرکز سے متصل عمارت موسومہ چونسٹھ کھمبہ میں نماز جنازہ پڑھائی اور تمام اعزہ واقارب کی موجودگی میں آپکو مرکز تبلیغ کے عقبی حصہ میں پیوند خاک کردیا گیا۔

اسی خطہ میں آپ کی بڑی ہمشیرہ خالہ زکیہ یعنی اہلیہ اولی حضرت مولانا محمد یوسف، اور والدہ مرحومہ مولانا محمد یوسف، والدہ محترمہ مولانا محمد طلحہ نیز مولانا محمد ہارون اور خالہ راشدہ صاحبہ یعنی زوجہ ثانیہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ بھی آرام فرما ہیں۔ اللہ تعالی ان سب مرحومین کو غریق رحمت فرما کر اپنے آباء صالحین سے ملائے۔ (آمین)

مولانا زبیر کی ڈائری سے اقتباس

مولانا زبیر مرحوم نے اپنی والدہ مرحومہ کے حادثۂ وفات کی تفصیلات اپنی ڈائری میں اس طرح قلم بند کر رکھی ہیں!

''۲ رشعبان ۱۴۰۸ھ/۲۱ رمارچ پیر میں والدہ صاحبہ کو سر میں اور ہاتھوں میں بے چینی رہی اور ساری رات اسی بے چینی اور پریشانی میں گذری۔ ۴ رشعبان میں صبح ۷ ربجکر ۵۰ رمنٹ پر والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کاندھلہ، سہارنپور، مکہ مکرمہ، علیگڑھ، پاکستان وغیرہ سب جگہ اطلاعات کی گئی سہارنپور وکاندھلہ سے مستورات آئیں، ساڑھے ۳ ربجے بعد نماز ظہر بہ امامت والد صاحب ۶۴ رکھمبے میں نماز جنازہ ہوئی اور ۴ ربجے والدہ مولوی طلحہ کے

پاس تدفین عمل میں آئی، مجمع خوب تھا، چہرہ پر نور تھا، سکون تھا۔ رحمہا اللہ تعالیٰ

اس حادثہ کا اندراج راقم سطور کے روزنامچہ میں اس طرح ہے!

''۳ر شعبان ۱۴۰۸ھ/ ۲۳ر مارچ ۱۹۸۸ء بدھ بڑی اماں یعنی خالہ ذاکرہ صاحبہ طویل علالت کے بعد آج صبح نو بجے دہلی میں انتقال کر گئیں۔

حادثہ کی اطلاع ملتے ہی میری والدہ صاحبہ، اہلیہ مولانا عاقل، اہلیہ مولانا سلمان، اہلیہ مولانا طلحہ مع شاہد، چچا اسرائیل، قاری عمار بذریعہ ٹیکسی ۱۰ ر بجے دہلی کے لئے روانہ ہوکر پونے تین بجے وہاں پہنچے۔ ساڑھے تین بجے حضرت جی نے ۶۴ر کھمبہ میں نماز جنازہ پڑھائی اور مرکز کے عقبی حصہ میں دفن کی گئیں۔ چار روز شاہد کا دہلی قیام رہ کر پانچویں دن واپسی ہوئی۔''

راقم سطور کے والد ماجد مولانا سید محمد الیاس صاحب اس حادثہ کے وقت سہارنپور تھے اور اپنی علالت وضعف کی وجہ سے دہلی نہیں جا سکے تھے۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے موصوف کو اس حادثہ اور اس کی ضروری تفصیلات کی اطلاع دیتے ہوئے ذیل کا خط تحریر کیا۔

مکرم ومحترم جناب بھائی صاحب زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ کی طبیعت بعافیت ہو۔

والدہ صاحبہ کو ۲ر دن پہلے سے کچھ بےچینی سر میں اور ہاتھ میں ہوگئی تھی۔ بولنا، بات کرنا بھی بند ہوگیا تھا، کچھ کہنا تو چاہتی تھیں لیکن بولا نہیں جا رہا تھا۔ منگل کے دن ڈاکٹر محسن نے کئی انجکشن بھی لگائے، گلوکوز بھی چڑھایا، نمک کا پانی بھی دیا اس سے بھی طبیعت نہیں سنبھلی، بدھ کی رات بھی بڑی بےچینی تھی۔ ایک منٹ کو بھی آنکھ نہیں لگی، پھر پرسوں سات بجکر پچاس منٹ پر رخصت ہوگئیں۔

ایک دن پہلے اتنا تو سمجھ میں آتا تھا جو زبان سے کہتی تھی کہ جلدی کرو جلدی کرو، اور دو دن پہلے سے سب جانے والوں کے نام لے کر کہتی تھیں کہ دیکھ یہ آیا یہ فلاں آیا۔

شیخ ابا، ماموں یوسف، مولوی ہارون، والدہ مولوی طلحہ اور بھی اپنی والدہ اور اپنی بہنوں کو سب کو کہتی تھیں کہ سب آگئے، انتقال کے وقت ایسا سکون اور ایسے چہرے پر بشاشت تھی کہ چہرہ دیکھ دیکھ کر جی خوش ہوتا تھا۔ والدہ صالح پر تو بہت ہی اثر ہے اور چھوٹی اماں سعد کی ہمشیرہ ان پر بھی خوب اثر ہے۔ ان میں سب سے زیادہ کمزور دل اور اختلاج والا میں ہی ہوں، لیکن اللہ نے اس وقت کچھ ایسی ہمت دی کہ بیان سے باہر ہے۔

الحمدللہ سارا کام اکثر میں نے ہی کیا۔ جناب کی طبیعت کے اضمحلال کا بہت فکر لگا ہوا ہے، ہمت کر کے تشریف لے آتے تو ایک طرح کا اطمینان رہتا۔ کل عزیزی راشد کو آپ کی وجہ سے بھیج دیا تھا۔ امید ہے کہ خیریت سے پہنچ گیا ہوگا۔ خواب میں تو ابھی تک کسی نے دیکھا نہیں لیکن ان کی بیماری و تکالیف اور مہمانوں کی خدمت وغیرہ اور ساری چیزوں کی وجہ سے امید ہے کہ انشاء اللہ خیر سے ہی ہوں گی، ویسے سکون بہت تھا اور اب بھی خوب ہے، نہ کسی قسم کی وحشت ہے نہ بحرانی کیفیت ہے۔ بس ایک خلا ضرور ہو گیا ہے۔ دعا تو انشاء اللہ آپ کر رہی رہے ہوں گے مزید کی درخواست ہے۔

رمضان سے پہلے انشاء اللہ ایک رات کے لئے حاضری کا ارادہ ہے آپ میں ہمت نہ ہو تو بالکل تکلیف نہ فرمائیں، صبر و سکون کے لئے دعا فرما دیں۔ یہاں بھی سب آپ کی صحت کے لئے دعا گو ہیں، اگر بسہولت ممکن ہو تو بڑی آپا کی خدمت میں بندہ کا سلام اور میری طرف سے ان کو تسلی بھی دے دیں اور دعا کے لئے بھی کہہ دیں۔

محمد زبیر الحسن غفرلہ۔ نظام الدین

جد محترم (مولانا محمد اکرام الحسن)

مولانا محمد انعام الحسن کے والد ماجد یعنی مولانا محمد زبیر الحسن (صاحب سوانح کے) جد محترم حضرت مولانا اکرام الحسن کاندھلوی گوناگوں صفات کی ایک بھاری بھرکم شخصیت نیز مولانا شاہ محمد الیاس کے حقیقی بھانجے اور حضرت شیخ کے پھوپھا زاد بھائی تھے،

آپ کی ولادت ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ/ ۳۰ نومبر ۱۸۹۱ء میں آبائی وطن کاندھلہ ہوئی۔ حفظ قرآن پاک کے بعد دینی تعلیم حاصل کی اور پھر عصری تعلیم کے لئے جولائی ۱۹۰۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لے کر جون ۱۹۱۷ء میں علی گڑھ سے بی،اے،ایل،ایل،بی کا امتحان دے کر ڈگری حاصل کی، چند سال سہارنپور اور کیرانہ ضلع کی عدالتوں میں وکالت کی، لیکن توفیق الٰہی سے جب یہ محسوس ہوا کہ اس پیشے میں دین ودیانت کے تقاضے مجروح ہونے کا خطرہ ہے تو وکالت ختم کر کے کاندھلہ واپس ہو گئے اور وہیں رہائش اختیار کر کے اپنی وسیع متروکہ جدی جائیداد زمین وباغ کی نگہداشت کرتے ہوئے اسی کو ذریعہ معاش بنالیا۔

شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے عشق کی حد تک تعلق تھا، بہت کثرت کے ساتھ نیازمندانہ ملاقات وزیارت کے لئے دیوبند اور رائے پور جاتے رہتے تھے۔

آپ ۲۵ شوال ۱۳۵۰ھ/ ۴ مارچ ۱۹۳۲ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء سہارنپور میں حضرت مولانا محمد الیاس کی موجودگی میں مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت ہوئے تھے۔

حضرت مولانا محمد الیاس کو آپ سے بہت تعلق خاطر تھا چنانچہ بکثرت آپ کو نظام الدین بلاتے اور طویل طویل عرصہ تک اپنے پاس رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ تو پورے سولہ (۱۶) ماہ حضرت مولانا نے آپ کو اپنی خدمت میں رکھا تھا، ایسے ہی آپ کے مرض الوفات میں بھی اپنے طویل قیام میں حضرت کے علاج ومعالجہ اور تیمارداری کی تمام ذمہ داریاں مولانا اکرام الحسن موصوف نے پوری کیں۔

جد محترم کو مولانا زبیر مرحوم سے بہت اہی انسیت تھی بلکہ ہمارے علاقہ کے محاورہ کے مطابق ''ان کو دیکھ دیکھ کر جیتے تھے'' اس میں بہت زیادہ دخل اس بات کو بھی تھا کہ مولانا مرحوم کئی بہن بھائیوں کی وفات، کے بعد ان کی نشانی تھے۔ چنانچہ دادا جان آپ سے بہت زیادہ لاڈو پیار کا معاملہ کرتے، نہ کبھی ڈانٹتے اور نہ کبھی سخت لب ولہجہ میں تنبیہ فرماتے بلکہ

ان کی ظریفانہ اور بچپن کی عمر میں کی جانے والی باتوں کا جواب بھی ظریفانہ طریقہ پر یاد کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا مرحوم نے ان سے دریافت کیا کہ ابا! آپ کی بجی میں کیا گھڑا ہے (آپ کی گھڑی میں کیا بجا ہے) دادا جان نے اسی لب ولہجہ میں فوراً جواب دیا لونے پو (پونے نو)۔

آپ ۲۱ رشعبان ۱۳۹۱ھ/۱۲/۱۰ اکتوبر ۱۹۷۱ء میں حضرت شیخ سے ملاقات کیلئے کچے گھر آئے پھر واپس اپنی قیامگاہ (دفتر مدرسہ قدیم) پہنچ کر نماز ظہر کے لئے وضو کر کے ظہر کی سنتیں ادا کرنے مسجد پہنچے، پہلی رکعت کا پہلا سجدہ اطمینان سے کر کے دوسرے سجدہ میں گئے اور وہیں روح پرواز کر گئی۔

حادثہ کی اطلاع ملنے پر حضرت مولانا انعام الحسن حضرت نظام الدین مرکز سے سہارنپور تشریف لائے نماز جنازہ کی امامت کی اور بعد نماز عشاء سپرد خاک کردئے گئے۔ مولانا اکرام الحسن مرحوم کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا محمد یحییٰ اور حضرت مولانا محمد الیاسؒ (بانی دعوت وتبلیغ) کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ انکا نام حمیرا خاتون تھا، حضرت مولانا اکرام الحسن ان ہی حمیرا خاتون کے فرزند تھے۔

حضرت جی ثالثؒ اپنے والد ماجد کے سانحہ وفات کا اندراج ان الفاظ کے ساتھ اپنی ڈائری میں کرتے ہیں!

> حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ ۱۲/۱۰ اکتوبر ۱۹۷۱ء/۱۲/۲۱ رشعبان ۱۳۹۱ھ بروز سہ شنبہ ڈیڑھ دو بجے کے درمیان ظہر کی سنت کی پہلی رکعت کے مابین السجدتین اس کلفت کدہ سے راحت کدہ کی طرف منتقل ہوئے۔
>
> عشاء کی نماز کے بعد نماز جنازہ بندہ نے ادا کرائی اور حاجی شاہ میں یہ سایہ عاطفت ہمیشہ کے لئے سپرد خاک کردیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.
>
> غفر اللہ لہ وارحمہ وادخلہ جنات الفردوس.

ذیل میں خانوادۂ کاندھلہ کی اس شاخ کا شجرہ پیش کیا جاتا ہے جس کو دیکھ کر معلوم ہو جائیگا کہ حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن اور آپ کی موجودہ آل واولاد جس میں مولانا زبیر الحسن مرحوم اوران کے تینوں فرزند (مولوی محمد زہیر الحسن، مولوی محمد صہیب الحسن، مولوی محمد خبیب الحسن شامل ہیں) مرکز تبلیغ حضرت نظام الدین دہلی میں کسی نووارد یابن بلائے مہمان کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ انکا خونی رشتہ اور حسب ونسب حضرت مولانا محمد الیاسؒ سے غیر منقطع بھی ہے اور مضبوط بھی ہے۔ یہ شجرہ علیحدہ صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

حفظ قرآن پاک اور تعلیم وتربیت

مولانا زبیر الحسن مرحوم نے اپنے نانا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے گھر میں آنکھ کھولی، بچپن کے لیل ونہار یہیں گزارے، زندگی میں رمضان المبارک کا پہلا روزہ بھی مولانا مرحوم اور راقم سطور نے یہیں پر رکھا تھا۔

چارسال کی عمر میں حفظ قرآن پاک کا آغاز کیا، جس کی بسم اللہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں خانقاہ قادریہ میں ہوئی۔

روزنامچہ شیخ کے اندراج کے مطابق ۵/ جمادی الاولی ۱۳۷۴ھ/ یکم جنوری ۱۹۵۴ء میں آغاز قرآن پاک کی یہ مجلس رائے پور منعقد ہوئی تھی۔

مزید تفصیل روزنامچہ کے حوالہ سے پڑھے تحریر فرماتے ہیں......!

> "آج (۵/ جمادی الاولی/ یکم جنوری شنبہ) ایک بجے دوپہر مولوی محمد یوسف، مولوی انعام، ہارون، زبیر دہلی سے آئے اور یکشنبہ کی شام کو ۷/ بجے مع زکریا برادر اکرام وطلحہ رائے پور گئے۔
>
> منگل ۸/ جمادی الاولی کی صبح کو حضرت نے زبیر کی بسم اللہ کرائی۔ ۱۱/ بجے کھانے سے فراغت پر شاہ مسعود حسن صاحب کی کار میں سب کی واپسی سہارنپور ہوئی اور بدھ کی صبح کو ۱۱/ بجے عزیزان دہلی واپس ہو گئے۔"

مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی

- مولانا محمد یحییٰ
  - حضرت مولانا محمد زکریا
    - مولانا محمد طلحہ
- حمیرا خاتون، زوجہ مولانا حکیم رضی الحسن
  - امۃ الودود (زوجہ حاجی محمد حسن)
    - مولانا محمد حسن
  - امۃ المعبود (زوجہ مولانا لطیف الرحمٰن)
    - مولوی سعید الرحمٰن (داماد حضرت شیخؒ)
    - رقیہ خاتون (زوجہ حضرت مولانا محمد افتخار الحسن)
  - مولانا محمد اکرام الحسن
    - مولانا محمد انعام الحسن
      - انوار الحسن — کم عمری میں انتقال ہوا
      - معاذ الحسن — کم عمری میں انتقال ہوا
      - خولہ خاتون — کم عمری میں انتقال ہوا
      - مولانا محمد زبیر الحسن
        - عائشہ (زوجہ مولوی محمد جعفر سلمہ)
        - حفصہ (زوجہ مولوی محمد نعمان سلمہ)
        - مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ
        - مولوی محمد صہیب سلمہ
        - مولوی محمد خبیب سلمہ
        - عاصمہ خاتون
      - صادقہ خاتون
        - عائشہ صدیقہ
        - مولوی مفتی محمد صالح سلمہ
        - سودہ خاتون
        - سمیہ خاتون
        - مولوی محمد یاسر سلمہ
- مولانا محمد الیاس
  - مولانا محمد یوسف
    - مولانا محمد ہارون
      - مولوی محمد سعد سلمہ

آغاز قرآن پاک کی اس تقریب سعید کے پورے بیس ماہ بعد ۱۹؍ذی الحجہ ۱۳۷۵/ ۲۸؍جولائی ۱۹۵۶ء بروز شنبہ خانقاہ قادریہ رائے پور میں ایک دوسری مجلس راقم سطور (محمد شاہد) کے آغاز قرآن پاک کی منعقد ہوئی۔ جس کے شرکاء میں حضرت شیخ اور جد امجد مولانا حکیم سید محمد ایوب، نیز مولانا محمد یوسف اور مولانا انعام الحسن شامل تھے۔

حضرت شیخؒ نے اس کا بھی ذکر اپنے روزنامچہ میں ان الفاظ کے ساتھ کر رکھا ہے!

"آج ۱۹؍ذی الحجہ/ ۲۸؍جولائی شنبہ میں ۴؍بجے شام مولوی یوسف، مولوی انعام، ہارون وغیرہ آکر یکشنبہ کی صبح کو لاری سے گندیوڑا اور وہاں سے پیدل رائے پور گئے۔ شنبہ کی شام کو بعد عصر مولوی یوسف نے شاہد کا عم پارہ شروع کرایا۔ اگلے دن دوشنبہ میں ۱۲؍بجے چودھری صاحب کے ٹریکٹر سے بہٹ آکر ۳؍بجے لاری سے چل کر ساڑھے ۴؍بجے سہارنپور پہنچے"

ہم دونوں کا حفظ کلام پاک اگرچہ الگ الگ تاریخوں میں شروع ہوا تھا لیکن یہ حضرت شیخؒ کی عنایات خصوصیہ تھیں کہ ہمیں کسی مکتب یا حفظ کی درسگاہ میں نہ بھیج کر ایک خصوصی استاذ کا انتظام کر کے گھر پر ہی حفظ کرایا۔

کچے گھر کے مردانہ حصہ میں صبح اور شام ہمارا یہ دونفری مکتب چلتا تھا۔ متعدد مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ جب مولانا زبیر مرحوم اپنی والدہ مرحومہ کی معیت میں مرکز نظام الدین جاتے تو حضرت شیخ، راقم سطور، اور مولانا زبیر مرحوم اور ہمارے حفظ کے استاذ کو بھی یہ فرما کر نظام الدین بھیج دیتے تھے کہ دونوں وہیں مولوی انعام کی نگرانی میں پڑھ لینا۔ ہم دونوں گاہ بگاہ نظام الدین دہلی سے حضرتؒ کو خطوط اور پیغامات کے ذریعہ اپنی تعلیمی کیفیات سے مطلع کرتے ہوئے نصائح اور دعاؤں کے طلب گار رہتے تھے۔

ایک مرتبہ قیام نظام الدین کے زمانے میں مولانا زبیر الحسن مرحوم نے حضرت شیخؒ کو لکھا تھا کہ آپ میرے لئے اس کی دعا کریں کہ مجھے آپ کے قدم بقدم چلنے کی توفیق مل جائے۔

اس پر حضرت شیخؒ نے جواباً تحریر فرمایا!

''میں تمہارے خط سے بہت خوش ہوں۔ میں تمہارے اور شاہد کے لئے خاص طور سے دعا کرتا ہوں اس کا بھی خط بہت دن سے نہیں آیا۔ اب اس کے بھائی جی (والد صاحب) اس کے پاس ہیں۔ وہ (مجھے خط) کیوں لکھے؟

تم نے میرے قدم بقدم چلنے کی دعا کو لکھا ایسا ہرگز نہ کرنا، میری حالت بہت خراب ہے (البتہ) مولانا یوسف کے قدم بقدم چلنے کی دعا کرو۔''(۱)

ان ہی ماہ وسنین کا واقعہ ہے کہ سہارنپور کے زمانہ قیام میں جب کہ حضرت شیخ صبح کے وقت زنان خانہ میں تشریف فرما اور مولانا محمد یوسف، مولانا محمد انعام الحسن کا ذکر خیر فرما رہے تھے تو دفعتہً مولانا زبیر مرحوم نے حضرت شیخ سے دریافت کرلیا کہ!

''ابا جی! آپ کو ماموں یوسف سے زیادہ محبت ہے یا میرے بھائی جان (والد مرحوم) سے زیادہ محبت ہے؟''

اس سوال پر حضرت شیخ کو بڑی حیرت ہوئی لیکن فوراً جواب میں ارشاد فرمایا کہ!

''مولوی یوسف سے تو محبت زیادہ ہے اور مولوی انعام کی عظمت دل میں زیادہ ہے۔''

ایسے ہی ایک مرتبہ صبح کے وقت کی مجلس میں حضرتؒ اپنی صاحبزادیوں سے فرما رہے تھے کہ''آج بچوں کے آنے کی خبر ہے کوئی چیز اچھی سی پکا لینا۔''

مولانا مرحوم نے دریافت کیا کہ کون بچے آرہے ہیں؟ حضرتؒ نے جواباً فرمایا کہ''یوسف وانعام آرہے ہیں۔ اس پر مولانا مرحوم بڑے تعجب سے بولے کہ ہائے اتنے بڑوں بڑوں کو بچہ کہہ دیا۔ اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ''ارے چاہے وہ کتنے ہی بڑے ہو جائیں لیکن میرے تو بچے ہی رہیں گے۔''

---

(۱) اقتباس مکتوب حضرتؒ مورخہ ۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ/ ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۹ء

اپنی نوعمری کے باوجود ہم دونوں نے کلام پاک کافی ذوق وشوق سے حفظ کیا اور اس کے لئے اپنی صلاحیت اور استعداد کے لحاظ سے محنت بھی کی۔ حضرت شیخؒ بھی اپنے مشاہدہ کی بنا پر اس کو محسوس فرمایا کرتے تھے کہ دونوں بچے بڑی محنت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء میں جب حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن پاکستان کے تبلیغی ودعوتی دورے پر تھے تب حضرتؒ نے ان دونوں کو ہم دونوں کے متعلق اپنے تأثرات اس طرح تحریر فرمائے!

''اطفال بدستور بڑی محنت سے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں مگر ابتدائی کچائی بڑی بری طرح ان پر مسلط ہے جس سے غریب رونے لگتے ہیں تاہم محنت خوب کر رہے ہیں۔''

یاد رہے کہ یہ مکتوب ۱۵ر ربیع الاول ۱۳۷۷ھ/ ۱۰را کتوبر ۱۹۵۷ء میں بلال پارک تبلیغی مرکز لاہور بھیجا گیا تھا۔

راقم سطور کو اب تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ مولانا مرحوم کا کلام پاک کس تاریخ اور کس مجلس میں کب اور کہاں مکمل ہوا۔ تاہم یہ یقینی بات ہے کہ میرے اختتام (۱) حفظ سے قبل ان کا حفظ مکمل ہو گیا تھا۔ اور انکا حفظ میرے حفظ کے مقابلہ میں زیادہ پختہ اور زیادہ مضبوط تھا۔

حضرت شیخ کی عنایات اور انداز تربیت

حضرت شیخؒ جن بہت سی خداداد صفات سے متصف تھے ان میں ایک اہم ترین صفت عمدہ تربیت کے ساتھ رجال سازی کی بھی تھی۔ اللہ کا شکر اور مالک کا فضل وکرم ہے

---

(۱) راقم کا حفظ کلام پاک ۲۸ر شعبان ۱۳۷۹ھ/ ۲۶ر فروری ۱۹۶۰ء بروز جمعہ سہارنپور میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں اور روزنامچہ شیخ کے اندراج کے مطابق حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کے ذریعہ ہوا تھا اور اسی موقع پر حضرتؒ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی مسماۃ خدیجہ خاتون (زوجہ مولانا محمد سلمان) کی تفسیر کلام اللہ کا اختتام اور میری ہمشیرہ مسماۃ طاہرہ خاتون (زوجہ مولانا محمد زبیر الحسن مرحوم) کے پارہ عم کا افتتاح بھی ہوا تھا۔

کہ ہم دونوں کو بھی اس رجال سازی اور تربیت کے بہت سے خوشگوار جھونکے میسر آئے۔ ان میں سے چند نمونے کے طور پر یہاں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) ہم دونوں کے ذمہ تھا کہ صبح وشام حضرتؒ کے دستر خوان پر آنے والوں کو کھانا کھلائیں اور ان کی میزبانی کرتے ہوئے زنان خانہ سے کھانا اور گرم گرم روٹیاں لائیں۔ مہمانوں کے کھانے سے فراغ پر پھر ہمارے کھانے کا نمبر آتا اور اس موقع پر حضرتؒ ہمارے اٹھنے، بیٹھنے کے انداز، کھانے پینے کے طور وطریقے پر بھی نگاہ رکھتے تھے۔

(۲) راقم سطور کو اسی زمانے کا یہ واقعہ خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ہم دونوں چمچے سے پلاؤ کھا رہے تھے، حضرتؒ نے یہ دیکھ کر گرجدار آواز میں فرمایا!

''یہ صاجزادگان چمچے سے کیوں کھا رہے ہیں ہاتھ سے نہیں کھایا جاتا''

اور یہ ڈانٹ سنتے ہی ہمارے ہاتھ سے چمچے چھوٹ کر گر گئے۔

ہم دونوں کے حق میں حضرتؒ کی جانب سے اصلاح وتربیت اور خیالات و احساسات کی صفائی ودرستی کا معمول آخر آخر وقت تک قائم رہا۔ اگر چہ اس کے انداز اور طور وطریقے بدلتے رہے۔ حضرتؒ کی نگاہ تمام رذائل اور عیوب میں بطور خاص حب جاہ اور حب مال پر رہتی تھی اور ہر قیمت پر حضرتؒ اس کو ختم کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔

چنانچہ آخری عمر شریف کا واقعہ ہے کہ قیام مدینہ منورہ کے زمانہ میں ایک موقع پر حضرتؒ مدرسہ علوم شرعیہ کے صحن میں نماز ظہر کے لئے وضو فرما رہے تھے۔ مولانا زبیر الحسن مرحوم اور راقم سطور آپ کے سامنے چند قدم کے فاصلہ پر مؤدب کھڑے ہوئے تھے۔ حضرتؒ نے دفعتہً چہرہ مبارکہ اوپر اٹھا کر مولانا زبیر مرحوم سے دریافت کیا کہ تو زبیر ہے؟ انہوں نے جواباً کہا کہ جی میں زبیر ہوں۔ تین دفعہ متواتر اس سوال وجواب کے بعد راقم سطور سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو شاہد ہے؟ جواب میں کہا گیا کہ جی میں شاہد ہوں۔ تین دفعہ مسلسل یہی سوال وجواب مکرر ہونے کے بعد بہت زور سے فرمایا!

سنو! تم دونوں کو بہت سفر کرنے پڑیں گے۔ میری نصیحت یاد رکھنا کہ جہاں بھی جاؤ واپسی کا کرایہ جیب میں ڈال کر جانا۔ ہم دونوں کی جانب سے اس کا وعدہ ہو گیا۔ حضرتؒ وضو فرما کر حرم نبوی تشریف لے گئے۔ بعد میں احقر نے اس مجلس اور اس میں ہونے والی گفتگو کا تذکرہ عالی جناب صوفی محمد اقبال مرحوم سے کر کے اس نصیحت کا راز اور اس کی حکمت دریافت کی، تو انہوں نے رہنمائی کرتے ہوئے بتلایا کہ!

''شیخ کی جانب سے آپ دونوں کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ کسی کی جیب اور مال پر نگاہ مت رکھنا۔''

والد مرحوم کی اصلاح و تربیت میں سختی

گذشتہ صفحات میں قارئین جد محترم مولانا اکرام الحسنؒ کی محبتوں اور شفقتوں کا حال پڑھ چکے ہیں لیکن اس کے مقابلہ میں والد محترم حضرت جی ثالث کا انداز سراسر اصلاح و تربیت اور تہذیب نفس کا رہا۔ غلطی خواہ معمولی ہوتی یا غیر معمولی خوب ڈانٹتے اور سخت لب ولہجہ میں نکیر و تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔ لیکن یہ مولانا کی کسر نفسی اور سعادت تھی کہ کبھی اس کا نہ برا اثر لیا اور نہ کوئی منفی تاثر چہرہ پر آنے دیا بلکہ ڈانٹ ڈپٹ سننے کے بعد دعاء خیر دینے کا معمول رہا۔

تاریخ کی تعیین کے ساتھ مولانا مرحوم نے اپنی مختلف سالوں کی ڈائریوں میں اس کے بہت سے نمونے محفوظ بھی کر رکھے ہیں۔ یہاں چند نمونے اس کے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ۷/اگست ۱۹۷۴ء/ ۱۷/رجب ۱۳۹۴ھ بدھ میں لکھتے ہیں!

آج فجر کے بعد والد صاحب مدظلہ نے دعا میں سنت کے خلاف ہاتھ اٹھانے پر خوب ڈانٹا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور مجھے اتباع سنت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

(۲) ۲۶/اگست ۱۹۷۴ء/ ۷/شعبان ۱۳۹۴ھ کا اندراج یہ ہے!

آج کھانے سے قبل ایک صاحب (۱) نے تخلیہ میں مولوی احمد لاٹ اور زبیر کی شکایت کی، جس پر حضرت جی نے دستر خوان پر بہت زور دار ڈانٹ پلائی اور اس میں حضرت جیؒ کا ایک جملہ یہ بھی تھا کہ!

''نکال دوں گا کان پکڑ کر دونوں کو''

ان صاحب کو چونکہ اپنی شکایت کے اس قدر شدید ردعمل کا اندازہ نہیں تھا اس لئے وہ بھی سہم گئے اور اگلے دن انہوں نے مولانا زبیر مرحوم سے عذر و معذرت کی۔ مولانا مرحوم نے بھی ''اللہ ہم سب کے حال پر رحم فرمائے'' کہہ کر بات ختم کر دی۔

(۳) ۲۶ر محرم ۱۳۹۵ھ/ ۸ر فروری ۱۹۷۵ء میں لکھتے ہیں!

صبح ساڑھے چھ بجے (بھوپال اجتماع میں) حضرت جی مدظلہ کی ڈانٹ زبیر پر پڑی، لیموں نہ لے جانے کی وجہ سے۔ اس کے بعد اولاً دو تہی (بستر کی چادر) نہ لے جانا اور پھر بستر کی چادر میلی لے جانے کی وجہ سے تیسری مرتبہ ڈانٹ پڑی اور بھی مختلف اوقات میں ڈانٹ پڑتی رہی۔

(۴) ۹ر ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ/ ۲ر دسمبر ۱۹۷۶ء (جمعرات) کا اندراج یہ ہے!

خطبہ میں چند غلطیوں کی بناء پر والد صاحب مدظلہ کو ناگواری ہوئی، کافی رنج و قلق اور غصہ کا اظہار فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عید کا مزہ ہی ختم ہو گیا۔ اللہ ہی رحم فرمائے۔

(۵) ۶ر محرم الحرام ۱۳۹۷ھ/ ۲۸ر دسمبر ۱۹۷۶ء سہ شنبہ میں ایک ناراضگی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں!

فجر بعد والد صاحب مدظلہ زبیر پر خوب ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اٹھو مولانا زبیر صاحب کل تمہارا ذکر سنا بہت ہی اوپرے دل سے کر رہے تھے جمائی آتی ہوئی۔ دل میں شیطان بھرا پڑا ہے۔ کئی منٹ تک ناراض رہے۔

---

(۱) ڈائری میں مولانا مرحوم نے ان صاحب کے نام کی وضاحت بھی کر رکھی ہے۔

(۶) ۲۷رذی الحجہ ۱۳۹۸ھ/ ۲۹رنومبر ۱۹۷۸ء میں جب کہ آپ آنکھوں کی تکلیف اور اس کے علاج ومعالجہ کی وجہ سے مضمحل تھے۔ والد ماجد مرحوم کی ناراضگی اور ڈانٹ سنی پڑی۔ اپنی ڈائری میں اس کا مختصر ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

حضرت جی مدظلہ کو زبیر سے ناگواری ہورہی ہے۔ فجر بعد حضرت جی بندہ پر خوب ناراض ہوئے۔ جس کا طبیعت پر کافی اثر ہوا۔

مولانا مرحوم نے جابجا اپنی متعدد یادداشتوں میں جس طرح والد مرحوم کے انقباض اور ناگواریوں کا تذکرہ کیا ہے (جس کا منشاء خالص اصلاح اور تہذیب نفس تھا) اسی طرح انبساط اور مسرات کا بھی جابجا حوالہ دے رکھا ہے۔

اس کا ایک نمونہ ۲۹ راگست ۱۹۷۴ء/ ۱۰رشعبان ۱۳۹۴ھ میں تحریر کردہ یہ جملہ ہے،

بندہ سے مغرب بعد حضرت جی مدظلہ نے بہت خوش وخرم ہوکر باتیں فرمائیں۔

دوسرا نمونہ ۱۷رصفر ۱۴۰۰ھ/ ۶رجنوری ۱۹۸۰ء کی تاریخ کا یہ ہے، لکھتے ہیں!

"والد صاحب کی طبیعت الحمدللہ اچھی ہے۔ ہشاش بشاش ہیں۔ زبیر کی طرف سے بھی الحمدللہ کچھ انقباض کم ہوا ہے۔

اگلے روز کی تاریخ میں لکھتے ہیں!

الحمدللہ ثم الحمدللہ زبیر کی طرف سے حضرت جی مدظلہ پر سے انقباض ختم ہوا۔

اصلاح نفس اور تہذیب اخلاق کے ان عظیم الاثرات واقعات کا یہ نتیجہ نکلنا لازمی تھا کہ اللہ جل شانہ نے آخر حیات تک ان کی حب جاہ حب مال عہدوں کی کشش اور منصبوں کے حصول کی علانیہ اور درپردہ کوششوں سے پوری پوری حفاظت فرمائی۔ اور صحیح معنی میں ان کا قلب اور قالب ان سب الائشوں سے پاک وصاف ہوگیا تھا اور یہ ہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہ تو کبھی امارت کے خواب دیکھے اور نہ وہ کبھی اس دھوکہ میں رہے کہ عام وابستگانِ دعوت کو اپنی اطاعت پر لانا اور اس کے لئے راستے اور طریقے تلاش کرنا بہت

ضروری ہے۔

ان سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی تربیت سے عقیدہ اور مسلک نیز قرآن وسنت کی تشریحات وتعبیرات میں اس قدر مضبوط اور پختہ تھے کہ کسی قسم کا زیغ وضلال اور من مانی تفسیرات کا ان کے بیانات وتقاریر میں گذر بھی نہیں ہوتا تھا۔ گویا والد مرحوم کی حسن تربیت سے جو کانٹے ان کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنے تھے اُن سے انہوں نے زندگی بھر لطفِ بہاراں کا مزہ لیا۔ سچ ہے!

اُن ہی کلیوں کو حق ہے لذتِ لطفِ بہاراں کا
جو کلیاں ابتدائے عمر سے کانٹوں میں پلتی ہیں

دھلی کے سفروں میں تعلیم کا اھتمام

جیسا کہ اوپر لکھا گیا حفظ کلام پاک کے سالوں میں بارہا ایسا ہوا کہ مولانا زبیر مرحوم اور احقر راقم سطور کی والدہ مرحومہ کے نظام الدین کے اسفار ہونے پر ہم دونوں بھی ساتھ ہوا کرتے تھے، وہاں پہنچ کر بھی ہمارے حفظ قرآن پاک کا تسلسل قائم رہتا تھا۔ اور اس کے لئے ہمارے استاذ بھی ہمارے ساتھ ہی دہلی جایا کرتے تھے اور جس طرح سہارنپور میں حضرتؒ براہ راست ہماری تعلیمی نگرانی فرماتے ایسے ہی دہلی کے سفروں میں حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسن کو پوری پوری نگرانی کا حکم دے رکھا تھا اور اس سلسلہ میں باربار کبھی تنبیہی وتاکیدی اور کبھی ادعیہ صالحہ پر مشتمل خطوط ارسال فرماتے رہتے تھے۔

یہاں اس سلسلہ کے پانچ خط پیش کئے جاتے ہیں......

ان میں پہلا مکتوب جو تنبیہی ہے ۱۳ رصفر ۱۳۷۸ھ/ ۲۹ ر اگست ۱۹۵۸ء کا تحریر فرمودہ یہ ہے۔

مکرم ومحترم مولانا انعام الحسن صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون۔ حافظ ہاشم کے کارڈ سے معلوم ہوا کہ زبیر وشاہد وہاں بچوں میں بیٹھ کر ادھر اُدھر دیکھنے میں مشغول رہتے ہیں جس سے سبق اور پارہ

سنانے میں بہت دیر کرتے ہیں اگر کوئی علیحدہ جگہ تمہارے ذہن میں بہتر نہ ہو تو پھر کم از کم مولوی یوسف صاحب کے معتکف میں ان کے لئے معمولی سا پردہ ڈال دیں، وہ کونہ آپ کے حجرے کے قریب ہونے کی وجہ سے آپ کی بھی زیر نظر رہے گا، یا کوئی اور جگہ (جہاں آپ مناسب سمجھیں)

عزیزان زبیر و شاہد سلمہما کو دعوات۔ زکریا

(۲) دوسرا مکتوب جو ادعیہ صالحہ پر مشتمل ہے۔ ۱۱ ر جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ کا تحریر فرمودہ یہ ہے!

عزیزم حافظ زبیر سلمہ بعد سلام مسنون

اسی وقت تمہارا کارڈ پہنچا۔ ڈاک بہت لمبی ہے اور میں نے پرسوں سے پوری ڈاک پڑھی بھی نہیں۔ خاص خاص خط قلم پہچان کر الگ کر لیتا ہوں اور ان کے نمٹانے میں دوپہر کا وقت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ آج کل صبح کو بھی وقت بہت کم مل رہا ہے اور شام کو تو سبق ہے۔ میں تمہارے خط سے بہت خوش ہوں میں تمہارے اور شاہد کے لئے خاص طور سے دعا کرتا ہوں اس کا بھی خط بہت دن سے نہیں آیا۔ اب اس کے بھائی جی اس کے پاس ہیں وہ کیوں لکھے؟ تم نے یہ نہیں لکھا کہ آنے جانے کا کیا ہو رہا ہے۔ مولانا یوسف صاحب کے ساتھ شنبہ کو کون آ رہا ہے کون نہیں؟ والدہ شاہد تو آ ہی رہی ہوگی۔ والدہ سلمان کا حال معلوم نہیں۔ ان دونوں سے اور اپنی آپا اور خالہ سے اور چچی جان سے سلام کہہ دینا۔ عزیزان ہارون، طلحہ، شاہد، خالد، محمد، ریحانہ، صادقہ، طاہرہ، ساجدہ کو دعا۔ مولانا یوسف صاحب، مولانا انعام صاحب، مولانا عبید اللہ کی خدمات میں بعد سلام مسنون استدعائے دعا۔

تم نے میرے قدم بقدم چلنے کی دعا کو لکھا ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میری حالت

بہت خراب ہے۔ مولانا یوسف کے قدم بقدم چلنے کی دعا کرو۔ فقط والسلام

زکریا۔ ۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ/ ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۹ء شنبہ

(۳) تیسرا مکتوب ۱۵ر جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ/ ۱۶ر نومبر ۱۹۵۹ء کا ہے۔ جو ہم دونوں کی جانب سے لکھی جانے والی اپنی تعلیمی کیفیت کے جواب میں دہلی تحریر فرمایا گیا تھا۔

عزیزان حافظ محمد زبیر و حافظ محمد شاہد سلمہما

بعد سلام مسنون! تم دونوں کے پرچے بھی پہنچے جو اسی وقت دونوں کی ماؤں کو دے دیئے گئے جو موجود تھیں۔ سب کو پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ والدہ طلحہ کا کئی دن سے اصرار ہے کہ طلحہ کو بلاؤں مگر مجھے یہ اشکال ہے کہ دو ماہ تو اس کے پہلے ضائع ہو چکے اور اب اور وقت ضائع ہوگا کوئی خاص کام یہاں ہے نہیں۔

زکریا۔ ۱۵ر جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ/ ۱۶ر نومبر ۱۹۵۹ء

(۴) چوتھا مکتوب ۲۵ر صفر ۱۳۸۱ھ/ ۸ر اگست ۱۹۶۱ء میں اس وقت (مرکز نظام الدین دہلی) تحریر کیا گیا تھا جب ہماری ابتدائی عربی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا اس مکتوب کا متن یہ ہے....

عزیزان زبیر و شاہد سلمہ　　　　بعد سلام مسنون

آج کی ڈاک سے زبیر کا کارڈ اور شاہد کا لفافہ پہنچے، خیریت سے مسرت ہوئی، اللہ جل شانہ تم دونوں کو خوش وخرم رکھے، علم و عمل میں ترقیات عطا فرمائے، اپنی مرضیات پر چلنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے، نامرضیات سے حفاظت فرمائے۔ گھر میں سب مستورات سے نام بنام سلام اور خیریت، مولانا یوسف صاحب کی خدمت میں بعد سلام استدعاء دعا۔ فقط

محمد زکریا۔ بقلم محمد شمیم

(۵) ذیل میں پڑھے جانے والے پانچویں مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ ذی الحجہ

۱۳۸۱ھ میں بھی ہم دونوں مرکز نظام الدین میں مقیم رہ کر حصول علم میں مصروف تھے۔

عزیزان زبیر و شاہد سلمہما بعد سلام مسنون

آج صبح کی چائے میں حاجی امام صاحب نے ڈاک کا ایک پلندہ دیا۔ جس میں تم دونوں کے اور والدہ شاہد، والدہ سلمان کے خطوط تھے۔ ہارون طلحہ تو سبق میں جا چکے تھے لیکن ہارون کے نام جو خطوط وہاں کے لوگوں کے تھے وہ حاجی امام نے اس کو براہ راست آتے ہی دے دیئے تھے۔ بقیہ سب خطوط تائے ابا اور عزیز سلمان کی موجودگی میں سب نے الگ الگ خوب مزے لے لے کر پڑھے۔ شاہد کا خط اس کے بھائی کے نام کا اسی وقت سلمان کے ہاتھ بھیج دیا اور سلمان کے نام کا خط اپنی والدہ کا وہ خود لے گیا۔

تمہارے سب کے خطوط سے بہت زیادہ مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ تم سب کو خوش و خرم رکھے اور دارین کی ترقیات سے نوازے، علم و عمل کی دولت سے نوازے۔

والدہ سلمان کے خط میں جو ہارون طلحہ کی یاد کا بتنگڑ لکھا گیا وہ پسند نہ آیا۔ ایسی حالت میں جب کہ ان کو خود کو وہاں کی یاد ستا رہی ہو، یاد کو بڑھانے والی باتیں لکھنا مناسب نہیں بلکہ نہایت اہتمام سے یاد نہ کرنے کے زور کے ساتھ علم میں مشغولی کا اہتمام اور کسی کو بالکل یاد نہ کرنے کی ترغیب ہونی چاہئے۔

والدہ شاہد سے بعد سلام مسنون۔ صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کی نماز کے بعد بسم اللہ سمیت الحمد شریف، آیۃ الکرسی، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس تین تین مرتبہ اول آخر درود شریف تین تین مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کرے۔

عزیز زبیر نے تو اپنے پڑھنے، سونے وغیرہ سب کی تفصیل خوب لکھی مگر عزیز شاہد نے پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں لکھا۔ یہاں بھی طلحہ کی دونوں بہنیں

بالخصوص چھوٹی ہمشیرہ نظام الدین کو خوب یاد کرتی ہے اور چونکہ گھر میں تین نفر صرف ہیں اس لئے وہ گھبراتی ہے۔ میری بھی سمجھ میں نہ آیا کہ جب سب وہاں جارہی تھیں تو والدہ طلحہ اپنی بیماری کے باوجود تنہا کیوں آگئی ہیں؟

ماؤں خالاؤں سے کہنا کہ مولانا یوسف صاحب کے پاس رہنے کو اپنے لئے زیادہ غنیمت سمجھیں، ہر وقت وہاں جانا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ تم سب کو مولانا یوسف صاحب کی برکات سے مالا مال فرمائے۔ فضول باتوں میں ہرگز وقت ضائع نہ کرنا۔ ایک دوسرے کے عیوب کو ہرگز نہ خیال کرنا۔ یہ سب خیالات لغو ہیں۔ مولانا یوسف صاحب سے میرے لئے بھی دعاؤں کا تقاضہ کرتے رہنا۔ عزیز سلمان خوش وخرم ہے۔ تین وقت تو اس کے متعین ہیں صبح کی چائے کھانا اور بعد عصر چوتھے وقت بعد عشاء میں کہہ دیتا ہوں تو آجاتا ہے۔

مولانا یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن صاحب کی خدمات میں سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست۔

زکریا۔ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ سہ شنبہ

پتہ: عزیزان حافظان زبیر وشاہد سلمہما

بواسطہ مولانا الحاج انعام الحسن صاحب مدفیوضہم مسجد بنگلہ نئی دہلی

ہمارے تعلیمی منازل خوش اسلوبی اور کامیابی کے ساتھ طے ہوتے رہیں اس کے لئے حضرت شیخؒ کی جانب سے جتنا اہتمام دہلی کے سفروں میں کیا جاتا اتنا ہی انتظام سہارنپور کے زمانہ قیام میں بھی ہوا کرتا تھا، چنانچہ بارہا ایسا ہوا کہ حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن اپنے طویل سفروں پر روانہ ہو جاتے تو حضرت شیخؒ بڑے اہتمام سے نہ صرف ہم دونوں بلکہ مولانا محمد ہارون مرحوم اور مولانا محمد طلحہ زید مجدہ کی تعلیم کا پورا نظم ونسق سہارنپور میں اس انداز سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم چاروں کے دہلی کے استاذ اور ان کے ساتھ ہمارے رفقاء

تعلیم کو بھی سہارنپور بلالیا کرتے تھے، گویا حضرت پورا مدرسہ ہی سہارنپور اٹھوالیا کرتے تھے۔
چنانچہ ۱۰/۱۱/۱۲/ربیع الاول ۱۳۷۷ھ/ ۵/۶/۷/ اکتوبر ۱۹۵۷ء میں جب حضرات دہلی رائیونڈ کے تبلیغی اجتماع میں شرکت کے لئے پاکستان چلے گئے تب حضرت شیخ نے ہم چاروں کے ساتھ ہمارے استاذ اور رفقائے تعلیم سب کو دہلی سے سہارنپور طلب فرمالیا تھا۔
روزنامچہ حضرت شیخ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات دہلی کے روانہ ہونے سے چھ یوم قبل میوات کے مشہور عالم دین مولانا منیر الدین میواتی دہلی سے سہارنپور مع شرکاء درس آگئے تھے اور پورے ایک ماہ قیام کے بعد ان کی دہلی واپسی ہوئی تھی۔
اس موقعہ پر حضرت جی ثالث، مولانا محمد انعام الحسن نے ۲۱/ربیع الاول ۱۳۷۷ھ/ ۱۶/ اکتوبر ۱۹۵۷ء میں جو مکتوب مکی مسجد کراچی سے ہم سب کے نام تحریر فرمایا تھا وہ شامل کتاب کیا جاتا ہے اس میں بھی اس کا ذکر ہے!

"عزیزان ہارون وطلحہ وزبیر، شاہد سلمہم دعوات

معلوم نہیں کہ مولوی منیر الدین صاحب واپس آئے ہیں یا نہیں، مولوی عبید اللہ صاحب کو پہلے سے خیال تھا کہ رائیونڈ سے واپس کر دیا جائے گا لیکن مولانا یوسف صاحب کو چونکہ پہلے روز بخار ہو گیا تھا اس بنا پر بولنے کے لئے اعانت کی ضرورت سمجھ کر روک لیا گیا۔

از مولانا محمد یوسف صاحب بعد سلام مسنون۔ مضمون واحد محمد انعام الحسن

دوسرا باب

☆......عربی وفارسی تعلیم کا آغاز

☆......جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ اور فراغت

☆......حضرت شیخ مہاجر مدنی سے حدیث شریف پڑھنا

☆......نکاح اور اولاد

آغاز فارسی وعربی

تکمیل حفظ کے بعد مولانا مرحوم اور راقم سطور کی اردو فارسی تعلیم شروع کرائی گئی اس موقع پر بھی حضرت شیخ" کی عنایات خسروانہ سے ہم دونوں کی یہ ابتدائی تعلیم ایک ہی وقت میں شروع ہوئی اس تعلیم کے لئے بھی مستقل طور پر استاذ متعین کئے گئے تھے۔

چنانچہ اردو فارسی کی پہلی کتاب سے لے کر صرف میر، نحو میر، تواریخ حبیب الٰہ، کافیہ وہدایۃ النحو مع مشق تحریر واملا کچے گھر کے پیوند لگے ہوئے ٹاٹ پر بیٹھ کر حاصل کی گئی۔

اس زمانہ میں وہاں خوشخط قلم سے ایک ایسا شعر لکھا ہوا دیوار پر آویزاں تھا جس پر بلا مبالغہ صبح سے شام تک درجنوں مرتبہ نگاہ پڑتی تھی وہ شعر اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے آج آنکھوں کے راستہ سے دل پر نقش ہو چکا ہے۔ یہ شعر آپ بھی پڑھ لیجئے!

ہم غریبوں کی یہی ہے کائنات   بوریہ حاضر ہے شاہوں کے لئے

یہ شعر حضرت" کے لئے تو اس وقت قال اور حال دونوں بنا ہوا تھا لیکن ہمارے لئے صرف قال تھا۔ اللہ کرے کہ کسی وقت وہ حال بھی بن جائے۔

کافیہ ہدایۃ النحو وغیرہ میں جامعہ مظاہر علوم کے ایک استاذ مولانا محمد یامین سہارنپوری ہمارے لئے متعین کئے گئے تھے وہ مظاہر علوم کا تعلیمی وقت ختم ہونے کے بعد ہم دونوں کو کچے گھر آکر پڑھاتے تھے اور اس سے قبل کے اوقات کے لئے حضرت" کا حکم یہ تھا کہ دونوں اوپر آپ کے دار التصنیف میں آجائیں اور وہیں حضرت" کی نگاہوں کے سامنے بیٹھ کر اپنا سبق یاد کیا کریں۔ ظہر سے عصر تک کے لئے یہ حکم تھا کہ دفتر مدرسہ قدیم میں حضرت مولانا اکرام الحسن صاحب کی نگرانی میں رہ کر پڑھا کریں پھر مغرب سے عشاء تک کا تعلیمی وقت حضرت شیخ کے سامنے کچے گھر میں گذرتا تھا۔

حضرتؒ روزانہ صبح کے وقت اپنے زنان خانہ کے بالائی کمرہ (دار التصنیف) میں کم وبیش چار گھنٹے تشریف فرما رہ کر آمدہ خطوط کے جوابات اور اپنی حدیثی تالیف وتصنیف میں مصروف رہتے تھے۔ جس کی ترتیب یہ ہوتی تھی کہ صبح کے ابتدائی دو گھنٹوں میں مولانا عبد الرحیم متالا مرحوم یا حاضر باش کاتبین میں سے کسی کاتب سے حضرتؒ اہم اہم خطوط کے جوابات لکھوایا کرتے اور چونکہ مولانا متالہ مرحوم حضرتؒ سے تھوڑے فاصلے پر ہوتے تھے اس لئے حضرتؒ قدرے بلند آواز سے خطوط کے جواب لکھواتے، آپ کی آواز ہم دونوں کو دار التصنیف سے باہر بیٹھے ہوئے صاف سنائی دیتی تھی۔ اب اس کو ہم دونوں کی ذہانت اور ہوشیاری سمجھا جائے یا اللہ جل شانہ کی طرف سے توفیق وسعادت کہ جو خطوط حضرتؒ لکھواتے وہ ہم باہر بیٹھے بیٹھے سنتے رہتے اور اس کو اپنی کاپی میں لفظ بہ لفظ نقل کرتے رہتے تھے۔ اس طرح ایک بڑی تعداد میں حضرتؒ کے خطوط ہم دونوں کے پاس محفوظ ہو گئے۔

راقم سطور کے پاس آج بھی ان خطوط کے تین مجموعے مجلد ومکمل محفوظ ہیں۔ ایک موقع پر ہماری یہ چوری حضرتؒ پر کھل گئی لیکن کمالِ شفقت ومحبت سے اس پر تعجب اور حیرت کا اظہار فرماتے ہوئے تحسین فرمائی۔

یاد رہے کہ اس وقت ہم دونوں اپنی اپنی عمر کے چودھویں، پندرھویں سال میں تھے۔

حضرت جی ثانی کی وفات
اور حضرت جی ثالث کی امارت کا اعلان

حضرت مولانا محمد یوسف کا سانحہ وفات ۲۹ رذی قعدہ ۱۳۸۴ھ/۱۲ر اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ لاہور پاکستان میں پیش آیا تھا۔ جنازہ وہاں سے لا کر مرکز کے ایک گوشہ میں دفنایا گیا۔ آپ کی تدفین سے قبل ہی تمام علماء ومشائخ اور دعوتی وتبلیغی احباب کے اتفاق رائے سے مخدومنا حضرت شیخؒ نے حضرت مولانا انعام الحسنؒ کی امارت وجانشینی کا اعلان فرمایا اور اس میں وسعت اور ہمہ گیری پیدا کرنے نیز اسلامیان ہند کے دو بڑے علمی اور ملی اداروں کی تائید

وحمایت حاصل کرنے کے لئے حضرت شیخؒ نے مرکز نظام الدین میں اس کا اعلان حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنیؒ سے اور دار العلوم دیوبند میں حضرت مولانا فخر الحسنؒ سے کرایا تھا۔

راقم سطور کا وجدان یہ ہے کہ حضرت شیخؒ کی اس حکمت عملی سے دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے آپ کی اس امارت اور جانشینی کو ایک طرح سے ''اجماع'' کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔

اس اعلان کے فوری بعد آپ حضرت جی ثالث اور امیر جماعت ہونے کی حیثیت سے ان تمام اجتماعات میں تشریف لے گئے جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اپنی حیات میں تقریباً دو سال بعد تک کے لئے ملک کے مختلف علاقوں اور صوبوں میں طے فرما گئے تھے۔

جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ

اپنی عمر کے پندرھویں سال میں مولانا زبیر مرحوم کا داخلہ درجۂ متوسطہ میں ۱۵رشوال ۱۳۸۵ھ/ ۶رفروری ۱۹۶۶ء میں ہوا۔

اس پہلے سال میں یہ کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔ بحث اسم، قطبی تصدیقات، شرح وقایہ، اصول الشاشی، میر قطبی، تلخیص المفتاح اور فن مناظرہ میں رشیدیہ۔

راقم سطور کا داخلہ بھی انہیں کتابوں میں ان کے ساتھ ساتھ ہوا اور عجیب بات یہ ہے کہ ان تمام کتابوں میں امتحان سالانہ دینے پر ہم دونوں کے مجموعی نمبرات ایک ہی رہے جو عددی اعتبار سے ایک سو ننانوے تھے۔

حضرت جی ثالث کا ادعیہ پر مشتمل مکتوب

مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور نے اس اولین سال کے درسی کوائف اور تعلیمی حالات ایک مشترکہ خط میں حضرت جی ثالث کو تحریر کئے تو دوران سفر ٹری وینڈرم (مدراس) سے بیش قیمت ادعیہ صالحہ پر مشتمل مشترکہ جواب یہ موصول ہوا!

عزیزان حافظ محمد زبیر و حافظ محمد شاہد سلمکما ربکما

تم دونوں کے خطا ٹری وینڈرم میں بنگلور سے ہوکر پہنچے، اللہ جل شانہ تم
سب کو علم نافع، عمل صالح، ایمان کامل، رضائے تام نصیب فرماویں۔
محمد انعام الحسن غفرلہ (۸؍مئی ۱۹۶۵ء، ۶؍محرم ۱۳۸۵ھ)

مظاہر علوم میں داخلہ کا اولین سال بخیر وخوبی ختم ہوکر جب شوال ۱۳۸۶ھ/ جنوری ۱۹۶۷ء میں دوسرے تعلیمی سال کا آغاز ہوا تب مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور مرکز حضرت نظام الدین دہلی میں مقیم تھے اور وہیں سے ہم دونوں نے داخلہ کی کارروائی کا آغاز خط کے ذریعہ کیا، لیکن حضرت شیخؒ کا ایک تنبیہی وتاکیدی خط ہمیں مرکز نظام الدین میں موصول ہوا جس میں مدرسہ کے قاعدہ قانون اور داخلہ کے ضوابط کی وضاحت کرتے ہوئے یہ تاکید فرمائی تھی کہ تم دونوں فوراً سہارنپور چلے آؤ تاکہ قواعد مدرسہ کے احترام میں سہارنپور رہتے ہوئے داخلہ کی تکمیل ہوسکے۔

خوش قسمتی سے حضرتؒ کے اس مکتوب کی مکمل نقل میری ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۷ء کی ڈائری میں (جب کہ میری عمر اس وقت ۱۵/۱۶ سال تھی) موجود ہے اور وہ یہ ہے!

داخلہ سے متعلق حضرت شیخ کا ایک مکتوب

عزیزان حافظان زبیر وشاہد سلمہم۔ بعد سلام مسنون

میں نے تمہیں کئی پرچے اس مضمون کے لکھے کہ تمہیں آنے میں تاخیر ہو تو ایک پرچہ دفتر میں لکھ دو، مگر اسی وقت مولوی یامین صاحب نے کہا کہ مدرسہ کا اعلان کئی سال سے یہ ہے کہ خطوط سے کتابیں نہیں لکھی جاتی۔

مجھے تو قدیمی قواعد ہی یاد ہیں اس لئے تم دونوں بھائی اکرام صاحب کا انتظار کئے بغیر ۱۹ (شوال) کی شام تک پہنچ جاؤ اگر چہ یہ ظاہر ہے جیسا کہ قاری مظفر صاحب نے بھی پیام بھیجا ہے کہ تمہارا داخلہ ہو ہی جائے گا مگر مجھے یہ گوارا نہیں کہ کسی بے ضابطگی میں تم لوگ نظر میں آؤ۔

۱۳۳۰ھ سے آج تک میں نے اس کی کوشش کی ہے کہ کسی چیز میں بھی مجھ پر بے ضابطگی کا الزام نہ آئے، آئندہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیشہ اس کا اہتمام کریں کہ کسی بے ضابطگی کا الزام تم پر نہ آئے یا تمہارا کوئی فعل دوسروں کے لئے نظیر بنے۔ فقط والدعا۔

زکریا بقلم عبدالرحیم ۱۶ رشوال ۱۳۸۶ھ

اسی ڈائری کے اندراج کے مطابق اگلے روز ۱۹ رشوال ۱۳۸۶ھ/ ۳۱ رجنوری ۱۹۶۷ء میں مولانا مرحوم اور یہ احقر کاتب سطور حضرت مولانا اکرام الحسن کی معیت میں سہارنپور پہنچے۔

ڈائری میں اس کا بھی اندراج ہے کہ حضرت جی ثالثؒ نے دہلی سے چلتے وقت راقم سطور کو ایک روپیہ مرحمت فرمایا تھا۔

بہر حال حضرت شیخؒ کی ہدایت کے مطابق ہم دونوں نے بذات خود مظاہر علوم پہنچ کر اپنی کارروائی مکمل کرتے ہوئے مختصر المعانی، کنز الدقائق وغیرہ کتابوں میں داخلہ لیا۔

فراغت اور اساتذۂ و رفقاء

سال بہ سال تعلیمی منازل طے کرتے ہوئے ہم دونوں نے شوال ۱۳۸۹ھ/ دسمبر ۱۹۶۹ء میں دورہ حدیث میں داخلہ لے کر شعبان ۱۳۹۰ھ/ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں کتب صحاح پڑھ کر فراغت حاصل کی۔

ہمارے اس وقت کے رفقاء حدیث میں آج جو شخصیات نمایاں و ممتاز ہیں ان کے اسماء گرامی اس طرح ہیں......

۱۔ مولانا وسیم احمد ولد مولانا بشیر احمد سنسار پوری شیخ الحدیث اشرف العلوم رشیدی گنگوہ
۲۔ مولانا ثمیر الدین ولد محمد عثمان پورنوی (بہار)
۳۔ مولانا ثناء اللہ ولد خدا بخش ہزاری باغ (جھارکھنڈ)
۴۔ مولانا حبیب اللہ ولد قربان علی چمپارنی (مقیم مدینہ منورہ)

۵۔ مولانا ظہیر انور ولد عبد الجبار بستوی

ہماری فراغت سے دو سال قبل یعنی ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں حضرت شیخؒ نزول آب (یعنی موتیا آنکھوں میں آجانے) کی وجہ سے درس بخاری شریف موقوف فرما چکے تھے اس لئے صحاح ستہ پڑھنے میں ہمارے اساتذہ کی ترتیب یہ تھی۔

بخاری شریف، مسلم شریف، حضرت مولانا محمد یونس جونپوری سے، ابوداؤد و نسائی حضرت مولانا محمد عاقل سے، ترمذی حضرت مولانا مفتی مظفر حسین سے، طحاوی حضرت مولانا اسعد اللہ اور چند ماہ بعد ان کی علالت کی بناء پر حضرت مولانا مفتی مظفر حسین سے پڑھی گئی۔

علوم حدیث کی تکمیل کے بعد حضرت شیخ اور حضرت جی ثالث کی منشاء اور خواہش پر ہمارا مزید ایک سال مختلف علوم وفنون کی کتابیں بیضاوی شریف، تفسیر مدارک، درمختار ملاحسن، دیوان متنبی وغیرہ پڑھنے میں صرف ہوا۔ اس طور پر ہماری علوم ظاہرہ سے ظاہری تکمیل شعبان ۱۳۹۱ھ/ اکتوبر ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔

ان علوم وفنون سے تکمیل کے صرف چار ماہ بعد یکم محرم ۱۳۹۲ھ/ ۱۳ر فروری ۱۹۷۲ء میں حضرت جی ثالث کا مختلف ممالک تھائی لینڈ، ملیشیا، سنگاپور اور برما وغیرہ کا طویل سفر شروع ہوکر ۲۹ محرم/ ۱۶ر مارچ میں پورا ہوا۔ اس عرصہ میں مولانا زبیر مرحوم سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں رہے، وہ یہاں کے قیام میں سہارنپوری احباب تبلیغ کی دعوت پر قرب وجوار کے اجتماعات میں بھی شریک ہوا کرتے تھے۔

ایک ایسے ہی اجتماع میں شرکت کی اطلاع حضرت شیخؒ، حضرت جیؒ کو اپنے ۱۷ محرم/ ۴ر مارچ ۱۹۷۲ء کے تحریر کردہ مکتوب (بقلم مولانا مظہر عالم مظفر پوری مقیم حال کناڈا) میں اس طرح دیتے ہیں!

"مولوی یعقوب صاحب سہارنپور کے قریب ایک گاؤں کے اجتماع کے لئے

منگل کو آئے تھے اور اجتماع کے ختم کے بعد دوسرے دن سہارنپور آ گئے۔
اس اجتماع میں عزیزان زبیر وشاہد بھی یہاں کے احباب کی درخواست پر گئے
تھے۔ظہر کے بعد روانہ ہوئے تھے اور دوسرے دن عصر کے بعد واپس آ گئے۔''

حضرت شیخؒ سے درس حدیث لینا

جیسا کہ اوپر لکھا گیا کہ ہمارے دورہ حدیث تک پہنچنے سے دو سال قبل حضرتؒ درس حدیث موقوف فرما چکے تھے، اس لئے ایک موقعہ پر ہم دونوں نے عرض کیا کہ ہم آپ سے حدیث شریف پڑھنے سے محروم رہ گئے، یہ جملہ سن کر بھرپور شفقت کے ساتھ فرمایا کہ نہیں تم دونوں مجھ سے حدیث کی کوئی کتاب پڑھو۔ چنانچہ حضرتؒ نے ہم دونوں کو فن حدیث میں علامہ صغانی کی مشہور کتاب مشارق الانوار سبقاً سبقاً پڑھائی۔

یہ درسی مجلس عام طور سے کچے گھر میں بعد نماز مغرب ہوا کرتی تھی لیکن کبھی کبھی مہمانوں کی آمد یا کسی دیگر مشغولیت کی وجہ سے عشاء کے بعد بھی اس کا درس ہوا کرتا تھا۔ ہم دونوں میں سے ایک عبارت پڑھتا اور حضرتؒ حدیث سے متعلق مختصر تشریح فرمادیا کرتے تھے۔ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی بھی اس درس میں شامل رہتے تھے۔ ان کے علاوہ اہل علم میں سے ایک دو حضرات حضرتؒ سے اجازت لے کر درس میں شامل ہوجایا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ کوئی عمومی درس نہیں تھا۔

نکاح مسنونہ

مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کا اپنی صاحبزادیوں اور نواسوں ونواسیوں کے نکاح مسنونہ کے متعلق زندگی بھر اصول اور قانون یہ رہا کہ انتہائی سادگی کے ساتھ نوعمری میں ہی حضرت موصوف اس فریضہ سے سبکدوش ہوجایا کرتے تھے اور اپنے مخصوص احباب و متعلقین کو بھی یہی ترغیب دیا کرتے تھے۔

چنانچہ آپ کے اسی اصول وقانون کے مطابق مولانا زبیر الحسن کا نکاح مسنون اٹھارہ

سال کی عمر میں مسماۃ طاہرہ خاتون سے کر دیا گیا تھا، جو حضرتؒ کی دوسری صاحبزادی مسماۃ شاہدہ خاتون مرحومہ کی بیٹی (اور راقم سطور کی حقیقی ہمشیرہ) ہیں۔ اور اسی مجلس میں کاتب سطور کا عقد مسنون مولانا زبیر الحسن مرحوم کی ہمشیرہ (مسماۃ صادقہ خاتون) سے کیا گیا۔

دونوں نکاحوں کی مجلس جامعہ مظاہر علوم میں ۲۵ رشوال ۱۳۸۸ھ/ ۱۵ رجنوری ۱۹۶۹ء میں منعقد ہوئی تھی۔ حضرت جی ثالثؒ نے مہر فاطمی پر یہ نکاح پڑھائے تھے۔

حضرت شیخ کے قلم سے تاریخ کبیر میں اس تقریب نکاح کا اندراج اس طرح کیا گیا ہے!

''۲۵ رشوال ۱۳۸۸ھ چہار شنبہ کی صبح ۸ ربجے دارالطلبہ جدید کی دارالحدیث کا افتتاح ہوا اور افتتاح بخاری کے بعد عزیزان زبیر، شاہد کا نکاح ہر ایک کا دوسرے کی بہن سے بعبارت مولانا انعام الحسن صاحب مہر فاطمی پر ہوا۔''

آپ بیتی میں حضرتؒ ان دونوں نکاحوں کا تذکرہ قدرے وضاحت کے ساتھ اس طرح قلم بند فرماتے ہیں۔

''شوال ۱۳۸۸ھ میں مولوی انعام، ہارون وغیرہ کا سفر حج متعین تھا اور اس ناکارہ کے حج کا مسئلہ ہمیشہ ہی بیم ورجا (امید وناامیدی) میں رہتا ہے۔ اس وقت بھی میرے حج کا مسئلہ تھا۔ عزیز مولوی انعام نے مجھے دہلی سے لکھا کہ اگر آپ کا ارادہ سفر حجاز کا ہو گیا ہو تو عزیزان زبیر، شاہد کا نکاح پڑھتے آویں، میری شرکت کی وجہ سے تاخیر نہ کریں، آپ کی شرکت میری شرکت کا نعم البدل ہے۔

لیکن اس وقت تک اس سیاہ کار کا سفر پختہ نہ ہو سکا تھا اور بعد میں نظام الدین کی بعض ضروریات کی بناء پر جب اس ناکارہ کا سفر ملتوی ہو گیا تو مولانا انعام الحسن صاحب الوداع کے لئے تشریف لائے، ان کی آمد پر حکیم ایوب صاحب کی رائے ہوئی کہ دارالطلبہ جدید کی دارالحدیث کا افتتاح بھی اس وقت ہو جائے۔

چنانچہ ۲۵؍شوال ۱۳۸۸ھ یوم چہار شنبہ کی صبح کو اول اس سیاہ کار نے بخاری کا سبق شروع کرایا اور اس کے بعد عزیز مولوی انعام الحسن سلمہ نے دونوں نواسوں کا نکاح دونوں نواسوں کی بہنوں سے مہر فاطمی پر پڑھ دیا۔ خیال تو یہ تھا کہ رخصت بھی اسی وقت کردیں مگر چونکہ دونوں طلب علم میں مشغول تھے، مولوی انعام صاحب کا خیال ہوا کہ مبادا رخصتی تعلیم میں حارج ہو، میں نے کہا کہ تمہارا اور عزیز یوسف مرحوم کا تو طالب علمی میں نکاح ہوا اور طالب علمی کے زمانہ میں ہی رخصتی ہوئی تھی مگر عزیز مولوی انعام الحسن سلمہ نے یوں کہا کہ اب دور بدل گیا، اور صحیح کہا۔ (آپ بیتی)

تکمیل علوم سے فراغت کے بعد ایک ہی تاریخ اور وقت میں رخصتی ہوکر دعوت ولیمہ ہوئی۔ اور جب ہم دونوں پہلی مرتبہ اپنی اپنی ''بیگمات'' کے ساتھ دہلی آئے تو حضرت جی ثالثؒ نے تقریب نکاح کی خوشی میں مرکز تبلیغ میں بہت سے احباب اور مخصوصین کو کھانے پر مدعو کیا۔ ان خصوصی احباب میں جناب الحاج محمد شفیع مرحوم (پیکارڈ واچ کمپنی دہلی) بھی شامل تھے۔ وہ جب آئے تو اپنے ساتھ دو قیمتی اور خوبصورت گھڑیاں بھی ہم دونوں کے لئے لائے اور خود اپنے ہاتھ سے ہمارے ہاتھوں پر باندھ دیں۔ ہم ان کو لے کر بہت خوش تھے۔ کیونکہ زندگی میں پہلی مرتبہ ہمارے پاس یہ تحفہ آیا تھا۔ حضرت جیؒ کو جب اس کا علم ہوا تو ہمیں حاجی صاحب کے پاس بلا کر تقریباً آدھ گھنٹہ تک ان کی یہ کہہ کر خوشامد کرتے رہے کہ حاجی صاحب آپ یہ گھڑیاں واپس لے لیں، ہمارے بچے خراب ہو جائیں گے، بگڑ جائیں گے، لیکن حاجی صاحب مسلسل یہ کہہ کر انکار کرتے رہے کہ حضرت کیسے خراب ہوجائیں گے؟ یہ تو ایسوں کی تربیت میں ہیں کہ خراب ہو ہی نہیں سکتے۔

اولاد

ان دونوں نکاحوں میں اللہ جل شانہ نے بڑی خیر و برکت فرما کر ایسی اولاد مرحمت

فرمائی کہ جن کی تعلیم وتربیت خالص دینی اوراخلاقی بنیادوں پرکی گئی۔ چنانچہ تمام بیٹے حافظ قرآن، عالم دین بنے اور بچیوں نے گھریلو دینی اورقرآنی تعلیمات حاصل کیں۔
اب اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے تمام اولادمیں دینی تعلیم وتربیت کے اثرات وثمرات نمایاں نظر آتے ہیں۔

اس نکاح مسنونہ سے مولانا مرحوم کے یہاں تین فرزنداورتین صاجبزادیاں تولد ہوئیں۔ بڑے فرزند مولوی حافظ محمد زہیر الحسن سلمہ، دوسرے مولوی حافظ محمد صہیب الحسن سلمہ اور تیسرے مولوی حافظ محمد خبیب الحسن سلمہ ہیں۔

(۱) عزیز مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ۔ ۲۵ر ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ/ ۱۸ر نومبر ۱۹۷۶ء بروز پنجشنبہ بوقت صبح نو بجے بر مکان حضرت شیخؒ سہارنپور تولد ہوئے۔

اس ولادت سے چند گھنٹے قبل حضرت شیخؒ بذریعہ طیارہ بہ نیت حرمین شریفین روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت جی ثالثؒ کو بذریعہ تار (ٹیلی گرام) اس کی اطلاع سہارنپور سے دہلی بھیجی گئی۔

یکم ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ/ ۲۴ر نومبر ۱۹۷۶ء چہارشنبہ میں بموجودگی حضرت جی ثالث عقیقہ ہو کر محمد زہیر الحسن نام تجویز ہوا۔

۷ر محرم ۱۴۰۵ھ/ ۳ر اکتوبر ۱۹۸۴ء میں جب کہ عزیز موصوف کی عمر نو سال تھی حضرت جی ثالث کی موجودگی میں ناظرہ کلام اللہ شریف ختم ہوا۔ حضرت جیؒ نے مسجد میں دعا کرا کر تمام موجودین میں مٹھائی تقسیم کرائی۔ راقم سطور کے فرزند عزیزم محمد صالح سلمہ کا بھی اسی تاریخ اور اسی مجلس میں ناظرہ ختم ہوا تھا۔

راقم سطور کی جانب سے ۱۳ر شعبان ۱۴۰۶ھ/ ۲۳ر اپریل ۱۹۸۶ء بدھ میں عزیزان مولوی زہیر، مولوی صالح اور (میرے چھوٹے بھائی) مولوی ساجد سلمہم اللہ تعالیٰ کے ناظرہ کلام پاک تکمیل کی خوشی میں سہارنپور میں دعوت طعام ہوئی۔ خاندان کے تمام

افراد اور دیگر اہل تعلق بڑی تعداد میں اس تقریب میں موجود تھے اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ حضرتؒ کے دو بافیض اجل خلفاء یعنی حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی اور حضرت الحاج حافظ صغیر احمد لاہوری بھی اس وقتِ سعید میں شریک مجلس تھے۔

مولانا زبیر مرحوم اس دعوت طعام کا ذکر اپنی ڈائری میں اس طرح کرتے ہیں!

''آج صبح ساڑھے پانچ بجے بھائی کرامت اللہ کی گاڑی میں زبیر، سعد، عائشہ، حفصہ، صہیب وخبیب اور والدہ عاصمہ دہلی سے روانہ ہوکر ساڑھے نو بجے بخیریت سہارنپور پہنچے۔

مولوی شاہد نے ختم قرآن کی دعوت کر رکھی تھی۔ ایک بجے کھانا کھایا جملہ مستورات اور خاندان کو جمع کیا گیا تھا۔ مردوں کا تقریباً پانچ سو افراد کا مجمع تھا۔ اگلے دن دہلی واپسی ہوئی۔''

اس اختتام کے فوری بعد دونوں کا حفظ کلام پاک کا آغاز ہوکر ۲۲ر رجب ۱۴۰۸ھ/ ۱۲ر مارچ ۱۹۸۸ء میں حضرت جی ثالثؒ کی مجلس میں اس کا اختتام ہوا۔

رمضان ۱۴۱۰ھ میں ہر دو عزیزان نے پہلی مرتبہ مدرسہ کاشف العلوم کے درجۂ حفظ میں تراویح پڑھائی۔ ۱۰/۱۲ ر مقتدی شریک جماعت رہتے تھے۔

رمضان ۱۴۱۱ھ کی تراویح جدید عمارت، کے کمرہ ۴ر میں پڑھائی۔ اس قرآن پاک کا اختتام حضرت جیؒ کی طویل رقت آمیز دعا پر ہوا تھا۔

تکمیل حفظ کے بعد قدیم خاندانی دستور اور معمول کے مطابق دونوں عزیزان عربی، فارسی، دینیات کی تعلیم میں مشغول ہوگئے اور بتدریج درسِ نظامی کی تکمیل کرتے ہوئے شوال ۱۴۱۶ھ/ فروری ۱۹۹۶ء میں فن حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ شریف مدرسہ کاشف العلوم (تبلیغی مرکز) دہلی میں پڑھی۔

شوال ۱۴۱۷ھ/ فروری ۱۹۹۷ء میں عزیز مولوی زہیر موصوف نے جامعہ مظاہر علوم

سہارنپور میں داخلہ لے کر کتب صحاح ستہ میں بخاری، مسلم اور موطا امام محمد حضرت مولانا محمد یونس سے، ترمذی، شمائل ترمذی، ابوداؤد حضرت مولانا محمد عاقل سے، طحاوی حضرت مولانا مفتی مقصود احمد سے، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک حضرت مولانا محمد سلمان سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

شعبان ۱۴۱۸ھ/ دسمبر ۱۹۹۷ء میں عزیز موصوف امتحان سالانہ سے فارغ ہو کر دہلی واپس ہو گئے۔

جامعہ مظاہر علوم میں دورہ حدیث شریف پڑھنے کا کیا داعیہ پیدا ہوا؟

کاتب سطور کے روزنامچہ سے اس کا جواب معلوم ہو سکتا ہے.......... پڑھئے!

''۲۲ر فروری ۱۹۹۷ء/ ۱۴ر شوال ۱۴۱۷ھ کی صبح مولانا زبیر صاحب نے بتلایا کہ صاحبزادہ صاحب چار دن سے اس پر اصرار کر رہے ہیں کہ اس سال سے مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں دورہ حدیث بند کر دیا جائے کہ دعوت و تبلیغ سے اس کا کچھ جوڑ نہیں لگتا۔ مولانا زبیر نے بتلایا کہ میں نے اور دیگر اہل شوری نے اس کی مخالفت کی مگر صاحبزادہ صاحب کے ذہن میں یہ ہے کہ رائیونڈ میں بھی نہیں ہوتا، لہٰذا یہاں بھی کوئی ضرورت نہیں۔

یہ تمام تفصیلات سنا کر مولانا مرحوم نے کاتب سطور سے مشورہ لیا تو بندہ نے یہ رائے دی کہ مولانا یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن صاحب نے حضرت شیخ سے بڑی اہمیت کے ساتھ مشورہ کر کے کاشف العلوم میں دورہ شروع کرایا تھا اس لئے آپ اس کے بند کرنے کی تو ہرگز رائے نہ دیں اور اصرار بھی نہ کریں بلکہ رائے دے کر یکسو ہو جائیں۔

اس کے بعد انہوں نے عزیزان زہیر اور صہیب کے دورہ حدیث کے متعلق رائے معلوم کی اور کہا کہ میرا ارادہ ان کو مظاہر علوم میں داخل کرنے کا

ہے۔ احقر نے اس کی تائید کی جس پر یہ عزیزان اتوار ۲۳؍شوال میں دہلی سے سہارنپور آئے اور اپنے داخلہ کی کارروائی مکمل کرا کر دہلی لوٹ گئے۔

"کاتب سطور کو یہ خیالات معلوم ہو کر جہاں ذہنی وفکری کجروی کا اندازہ ہوا وہیں دوسری طرف اس کی خوشی اور مسرت بھی ہوئی کہ منجانب اللہ تعالیٰ غیبی نظام کے تحت حضرت جی ثانی وثالث اور مولانا اظہار الحسن، مولانا محمد ہارون مرحوم نیز مولانا زبیر الحسن مرحوم کی طرح عزیزان زبیر، صہیب بھی اپنے علمی سفر کی تکمیل کے لئے سہارنپور بھیجے جارہے ہیں اور جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ اور کتب صحاح ستہ پڑھ کر مظاہری بن رہے ہیں۔"

حصول علم سے فراغ پر عزیز موصوف نے اپنے والد ماجد مرحوم کے ساتھ دعوتی اسفار اور تبلیغی اجتماعات میں شرکت شروع کی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ان کا اولین تبلیغی سفر ۲۶؍شوال ۱۴۱۸ھ/ ۲۴؍فروری ۱۹۹۸ء میں اُری (مظفر نگر) کے ایک روزہ تبلیغی اجتماع سے ہوا تھا۔

اسی طرح عزیز موصوف اپنے برادران (مولوی صہیب الحسن، مولوی خبیب الحسن سلمہما) کے ساتھ اپنے والد مرحوم کی سرپرستی ونگرانی میں آخری وقت تک مختلف چھوٹے بڑے اجتماعات اور اسفار میں شرکت کرتے رہے۔ کچھ وقت گذرنے پر احباب اور اہل تعلق کے متوجہ کرنے سے ان کے دل میں اصول وضوابط کے ساتھ اللہ جل شانہ کے راستے میں وقت لگانے کا داعیہ اور تقاضہ پیدا ہونے پر ماہِ صفر ۱۴۱۹ھ کی ابتدائی تاریخوں میں وہ پہلی مرتبہ جماعت میں نکلے۔

اس اولین آمد ورفت کی تفصیلی تاریخ اور اس کے اثرات وثمرات کا تذکرہ راقم سطور کے روزنامچہ میں ان الفاظ کے ساتھ لکھا ہوا ہے!

"۵؍صفر ۱۴۱۹ھ/ یکم جون ۱۹۹۸ء پیر میں بعد مغرب عزیز زبیر کا فون آیا کہ میرا جماعت میں جانا طے ہوا ہے اس لئے میں کل بیس دن کے لئے باغپت اور

اس کے اطراف میں جارہاہوں۔ مولانا احمد مرڈھی اور مولانا یٰسین میواتی میرے ساتھ ہوں گے۔ عزیز موصوف کا یہ پہلی مرتبہ جماعت میں نکلنا ہوا ہے اس سے پہلے اجتماعات ہی میں شرکت ہوتی رہی۔

۱۰؍صفر شنبہ میں کاتب سطور باغپت پہنچ کر عزیز زہیر اور ان کی جماعت سے ملاقات کرتے ہوئے دہلی پہنچا۔''

(۲) اس سلسلہ کا دوسرا اندراج یہ ہے!

''۱۸؍صفر ۱۴۱۹ھ/ ۱۴؍جون ۱۹۹۸ء اتوار میں مولانا زبیر مع اپنی اہلیہ واطفال عزیز زہیر سے ملنے باغپت آئے۔ معلوم ہوا کہ ان کی جماعت قصبہ بڑوت میں ٹھہری ہوئی ہے وہ اسی وقت بڑوت کے لئے روانہ ہوگئے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ روایت غلط تھی۔ جماعت باغپت ہی میں ٹھہری ہوئی ہے اس لئے وہ اسی وقت باغپت واپس آکر ملاقات کرکے دہلی واپس ہوئے۔''

(۳۔۴) نیز اسی سلسلہ کا تیسرا اور چوتھا اندراج اس طرح ہے!

''۴؍ربیع الاول ۱۴۱۹ھ/ ۳۰؍جون منگل میں بمعیت مولانا زبیر کاتب سطور اور جناب بھائی خالد علیگڑھی، مولانا یونس پالنپوری، مولوی زہیر اور ان کی جماعت سے ملاقات کے لئے بڑوت پہنچے اور مشورہ میں طے کیا کہ ہم سب کو بھی اس جماعت کے ساتھ تین دن لگانے ہیں۔ چنانچہ سنہری مسجد میں ہم سب کا سہ روزہ قیام ہوا۔

۱۶؍ربیع الاول ۱۴۱۹ھ/ ۱۲؍جولائی ۱۹۹۸ء اتوار میں عزیز زہیر سلمہ کا پہلا اربعینہ پورا ہوکر نظام الدین واپسی ہوئی۔ اس پورے چلہ میں اس جماعت کی محنت سے تقریباً چالیس جماعتیں ایک چلہ، تین چلہ اور چار ماہ کی تیار ہوکر نکلیں۔

☆ایک سال بعد عزیز موصوف ۲۴؍جمادی الاول ۱۴۲۰ھ/ ۶؍ستمبر ۱۹۹۹ء پیر

میں چالیس دن کی جماعت لیکر بھوپال کے لئے روانہ ہوئے۔عزیز صالح سلمہ بھی اپناسب سے پہلا اربعینہ لگانے کے لئے ان کے ساتھ گئے۔

حضرت مولانا محمد عاقل کے فرزند مفتی محمد عمیر بھی اس قافلہ کے شرکاء میں تھے۔

کاتب سطور ہر دو عزیزان کو رخصت کرنے کے لئے دہلی جا کر ۲۹ / جمادی الاول کو واپس ہوا اور پھر ۱۸/ جمادی الثانی/ ۲۹ / ستمبر ۱۹۹۹ء میں مولانا زبیر مرحوم کی تحریک اور خواہش پر عزیزان مولوی زہیر و مفتی صالح سے ملاقات کے لئے بھوپال کا سفر کیا گیا۔

پہلے دن مسجد شکور خاں میں قیام کر کے اسی دن شام کو تاج المساجد منتقل ہو گئے۔

رفقائے سفر میں مولانا محمد یعقوب دہلوی، مولانا محمد یونس پالنپوری وغیرہ حضرات تھے۔

اس سہ روزہ سفر نے ایک اچھے خاصے اجتماع کی شکل اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ متعدد بیانات اور مولانا یونس پالنپوری کی روانگی کی ہدایات کے بعد مولانا زبیر مرحوم کی دعا اور مصافحہ پر جماعتیں روانہ ہوئیں۔ پھر نواب سکندر میاں کے یہاں کھانا کھا کر مولانا مرحوم تو دہلی اور یہ کاتب سطور پہلے سے طے شدہ نظام کے مطابق بذریعہ کار اندور روانہ ہو گیا۔ یہاں حضرت مولانا ابوالبرکات کے مدرسہ ریاض العلوم کھجرانہ میں ہونے والے سالانہ جلسہ میں شرکت کر کے دہلی واپس ہوا۔

☆ اس کے بعد بھی متعدد مرتبہ جماعتوں میں عزیز موصوف کی آمد و رفت اور چلت پھرت ہوتی رہی۔ چنانچہ راقم سطور کے روزنامچہ میں ۳۰/ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ میں ہونے والے ان کے ایک دعوتی اور تبلیغی سفر کا اندراج اس طرح ملتا ہے۔

۳۰/ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ/ ۲۷/ جولائی ۲۰۰۶ء جمعرات کی صبح عزیز مولوی زہیر سلمہ ایک پندرہ نفری جماعت کو لے کر بنگلور روانہ ہوئے۔ بھوپال، حیدرآباد وغیرہ اسٹیشنوں پر اہل تعلق اور دعوت و تبلیغ سے وابستہ شخصیات ملاقات کے لئے آتی رہیں۔

راقم سطور نے متعدد مرتبہ مولانا زبیر صاحب کو تقاضہ کیا تھا کہ عزیز زبیر سلمہ کو جماعت میں بھیجیں۔

۱۲؍شعبان ۱۴۲۷ھ/ ۶؍ستمبر ۲۰۰۶ء، بدھ کی صبح عزیز زبیر سلمہ جو ایک چلہ کے لئے بنگلور گئے ہوئے تھے، مرکز دہلی واپس ہوئے۔ عزیز موصوف اپنے ساتھ دوسو آدمیوں کا قافلہ جماعت میں نکلنے والوں کا لیکر واپس ہوئے تھے۔ اسٹیشن پر ان کو لینے کے لئے کاتب سطور مع عزیزان مولوی صالح، مولوی عثمان، مولوی نعمان نیز الحاج بھائی نعمت اللہ، مولانا یحییٰ میوات اور بھائی سلمان مدراسی وغیرہ تھے۔

عزیز مولوی زبیر سلمہ کا نکاح مسنونہ ۲۵؍رجب ۱۴۲۲ھ/۱۳؍ا اکتوبر ۲۰۰۱ء میں راقم سطور کی بیٹی عزیزہ سودہ سلمہا کے ساتھ منعقد ہو چکا۔ یہ رشتہ مناکحت حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ اپنی حیات ہی میں طے فرما گئے تھے۔

عزیزان محمد حارث سلمہ، محمد معاویہ سلمہ اور عزیزہ زہرہ سلمہا آپ کے بیٹے اور بیٹی ہیں محمد حارث سلمہ جامعہ مظاہر علوم کے شعبہ قرآن مجید میں داخل ہو کر اپنے حفظ کی تکمیل کر رہے ہیں۔

راقم سطور حضرت جی ثالث کی وفات کے بعد سے ان کو کسی شیخ و مرشد سے بیعت ہونے کی ترغیب دے رہا تھا۔ کیونکہ حضرت امام غزالیؒ کے الفاظ میں......

> ''نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی اور نور نہیں کہ جس سے روشنی حاصل کی جائے۔''

اور پھر راقم سطور کے اس مشورہ پر کہ حضرت مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی زیدمجدہ اس وقت تمام خاندان کے بڑے ہیں اور نمونۂ اسلاف ہیں۔ عزیز موصوف ان کے دست حق پر بیعت ہوگئے۔ باہمی مشورہ سے عزیز موصوف ایک تاریخ طے کر کے دہلی سے کاندھلہ آگئے اور راقم سطور سہارنپور سے کاندھلہ پہنچ گیا۔ خوش قسمتی سے مولانا محمد طلحہ زیدمجدہ

اس زمانہ میں وہاں مقیم تھے ان کے علم میں جب یہ بات لائی گئی تو انہوں نے خود عزیز موصوف کو اپنے ساتھ لے جا کر بیعت کرایا۔

فراغت بیعت کے بعد مولانا طلحہ صاحب نے مشورہ دیا کہ آپ نے مولوی زبیر مرحوم کو بھی اجازت بیعت دی تھی، زہیر کو بھی اسی طرح اجازت وخلافت دے دیں۔ مولانا موصوف نے اس مشورہ پر عمل کر کے ان کو اجازت بھی مرحمت فرمادی۔

ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ حضرت مولانا افتخار الحسن موصوف کی طرف منسوب ایک گرامی نامہ عزیز موصوف کو دہلی میں دستی ملا۔ جس میں تحریر تھا کہ!

"آپ آئندہ پانچ سال تک کسی کو بیعت نہ کریں"

عزیز مولوی زہیر سلمہ نے جب یہ منسوب خط مجھے سنا کر مشورہ لیا تو راقم سطور نے ان کو رائے دی کہ اپنے والد مرحوم کی طرح اس واقعہ کو بھی پی جاؤ، توجہ بھی مت دو اور تمہارے پاس تو حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی جانب سے حضرت شیخ ؒ کے سلسلہ کی اجازت وخلافت پہلے سے موجود ہے اسی کو اعمال واشغال اور اذکار کے ذریعہ مضبوط کرنے میں لگے رہو۔

عزیز موصوف کے والد اور جد مرحوم نے جس انداز سے ان کی تربیت کی اس کو سمجھنے اور دیکھنے کے لئے ذیل کے یہ تین واقعے بہت کافی ہیں۔

ان میں پہلا واقعہ عزیز موصوف کی تواضع وانکساری اور اپنے بڑوں کی عزت واحترام سے تعلق رکھتا ہے جبکہ دوسرا واقعہ حالات کو سمجھ کر اپنا قدم اٹھانے اور تیسرا واقعہ ان کے قوت فیصلہ کی نشان دہی کرتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ تینوں واقعے ان کے والد ماجد کی وفات کے بعد اس وقت پیش آئے جب مرکز میں بادسموم بڑی شدت اور قوت کے ساتھ چل رہی تھی۔

اب پڑھئے تینوں واقعات......

(۱) مولانا مرحوم کی وفات کے بعد محرم الحرام ۱۴۳۶ھ/ نومبر ۲۰۱۴ء میں رائیونڈ (پاکستان) کا پہلا تبلیغی اجتماع منعقد ہوا۔ اجتماع کی اختتامی دعا پر اکابر ثلاثہ حضرت مولانا محمد الیاس، حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کی جانب سے دعوت وتبلیغ میں قائم کردہ خطوط ونقوش یعنی تواضع، عبدیت، فنائیت اور اپنی ذات کی نفی کے برخلاف ایک واقعہ (بلکہ صحیح الفاظ میں ایک المیہ) یہ پیش آیا کہ وہاں کے اہل شوریٰ اور اصحاب حل وعقد نے متفقہ طور پر طے کیا کہ جماعتوں کے مصافحے منبر (اسٹیج) پر مولوی محمد سعد سلمہ اور مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ مشترکہ طور پر کریں گے۔

مشورہ ختم ہونے پر مولوی محمد سعد نے اہل شوریٰ کو پیغام بھیجا کہ!

"میرے ساتھ مولوی زہیر مصافحہ نہیں کریں گے، میں تنہا مصافحہ کروں گا"

تمام اہل مشورہ کو اس پیغام سے ناگواری ہوئی اور انہوں نے قاعدہ ضابطہ کے مطابق جواباً کہلوایا کہ ہمارے یہاں مشورہ میں جو طے ہوتا ہے اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس لئے مصافحے دونوں کے ہوں گے۔

صاحبزادہ صاحب کا یہ مطالبہ اور یہ سوال وجواب بہت سے لوگوں کے علم میں بھی آ گیا اور اس کا خطرہ پیدا ہو گیا کہ عین وقت پر کوئی بدمزگی نہ پیدا ہو جائے۔

اس وقت حضرت حاجی صاحب نے اپنے خداداد تحمل وبصیرت سے کام لے کر مولوی زہیر سلمہ کو اپنے کمرہ میں بلا کر مشفقانہ انداز میں فرمایا کہ!

میرے چاند! مولانا انعام الحسن صاحب مجھے مصافحہ کے لئے بیرون کے حلقہ میں بھیجا کرتے تھے۔ میری رائے ہے کہ تم وہاں جا کر مصافحہ کر لو۔

اس پر عزیز موصوف نے بغیر کسی تامل کے یہ جواب دے کر کہ، میں تو آپ کا چھوٹا ہوں، جیسا فرمائیں گے ویسا ہی کروں گا، بیرونی حلقہ میں مصافحہ کے لئے چلے گئے۔

(۲) مولانا مرحوم کی وفات کے بعد جب امارت کا شور وغوغا بلند ہوا اور اس کی

وجہ سے ہر ملک میں دعوت وتبلیغ کی اجتماعیت ختم ہوتی چلی گئی تو اس وقت کچھ ضرورت سے زائد عقل مندوں نے اس سارے قضیہ کا رخ بدل کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ درحقیقت یہ دو صاحبزادوں کا آپسی اختلاف ہے کہ ان میں سے ہر ایک امیر وقت بننا چاہتا ہے۔ یہ عقلائے زمانہ اس تدبیر کے ذریعہ عوام وخواص میں پھیلنے والی ناگواری اور غم وغصہ کو دو حصوں میں بانٹنا چاہتے تھے۔

عزیز موصوف کے علم میں جب یہ بات آئی تو انہوں نے فوراً دوراندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے تحریری اور تقریری طور پر اس کی تردید کی اور بتلایا کہ میں امارت کی اس دوڑ میں شامل نہیں ہوں اور جب میرے والد مولانا زبیر مرحوم ہی امیر جماعت نہیں تھے تو میں کیسے اس کا دعوی اور کیسے اس کا مطالبہ کر سکتا ہوں۔

اس تحریر کا مکمل متن واٹس اپ اور دیگر ذرائع سے پوری دنیا میں پڑھا گیا اور اب اس کتاب میں بھی اس کو شامل کیا جاتا ہے۔

باسمہ تعالیٰ

مکرمین ومحترمین جملہ احباب تبلیغ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کام کرنے والے مختلف احباب نے مختلف اوقات میں بندہ سے یہ سوال کیا اور وضاحت چاہی کہ کیا بندہ امیر (تبلیغ) بننے کی خواہش رکھتا ہے اور امارت کا طلبگار ہے اور کیا نظام الدین کے موجودہ نزاع کا سبب طلبِ امارت ہے؟

اس سلسلہ میں بندہ یہ عرض کرتا ہے کہ میں نے نہ تو امارت چاہی اور نہ اس کا کبھی مطالبہ کیا اور میں یہ کیسے کر سکتا ہوں جب کہ میرے والد مرحوم حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب نے زندگی بھر کبھی نہ امارت کا دعویٰ کیا اور نہ اس کا مطالبہ کیا بلکہ وہ ہمیشہ مقامی مشورہ اور عالمی شوریٰ کے تابع رہے تو پھر میں یہ

جرأت کیسے کرسکتا ہوں؟

میں تو اپنے بزرگ ساتھیوں کا ایک رفیق ہوں اور شوری کے ماتحت ان کے مشورہ سے کام کرنا اور زندگی اس کام میں گذارنا چاہتا ہوں اور اپنے بزرگ ساتھیوں کی طرح یہ چاہتا ہوں کہ دعوت کا یہ مبارک کام شوری کے ماتحت ہو اور بزرگوں کے نہج پر یہ چلے۔ اللہ مجھے اس کی توفیق مرحمت فرمائے اور تمام احباب کو قبول فرمائے۔ آمین   والسلام

بندہ محمد زہیر الحسن۔ ۱۲ر شوال المکرم ۱۴۳۷ھ/ ۱۸ر جولائی ۲۰۱۶ء بروز پیر

تبلیغی مرکز بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳

اس مکتوب کے عام ہوتے ہی فضا صاف ہوتی چلی گئی اور اپنے اغراض کے لئے پیدا کی جانے والی غلط فہمیاں خود بخود ختم ہوتی چلی گئیں اور کیا عوام کیا خواص سب کو معلوم ہو گیا کہ معاملہ دو طرفہ نہیں بلکہ یک طرفہ ہے اور پھر اللہ جل شانہ نے عالمی شوری کے ذریعہ اس فتنۂ امارت سے عزیز موصوف کی پوری پوری حفاظت بھی فرمادی۔

(۳) حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن اور حضرت مولانا زبیر الحسن کا معمول یہ رہا کہ وہ ایک طے شدہ اصول ونظام کے مطابق ایک سال درمیان میں چھوڑ کر حج کے لئے جاتے رہے ہیں۔ مولانا زبیر مرحوم کے بعد جب بد قسمتی سے دعوت وتبلیغ کا پورا نظام ان اکابر کے نہج سے ہٹ گیا تو اس متعینہ اصول اور نظام پر بھی زد پڑی اور یہ بھی حوادث زمانہ کا شکار ہو گیا۔

تاہم اس کا ہلکا سا امکان تھا کہ ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ کا حج معمول کے مطابق ہو جاتا لیکن اندرون مرکز پیش آنے والے مسلسل حوادث اور فتن کی وجہ سے یہ امکان بھی ختم ہو گیا اس تسلسل کے ختم ہونے اور حوادث وفتن کے مسلسل ہونے کا اندازہ عزیز موصوف سلمہ کے اس مکتوب سے ہوسکتا ہے جو انہوں نے حضرت مولانا محمد ابراہیم اور صاحبزادہ صاحب کی

خدمت میں ۲۷؍شوال ۱۴۳۷ھ/۲؍اگست ۲۰۱۶ء میں تحریر کیا تھا۔

اس مکتوب کے ذریعہ احوال اور واقعات کی خطرناکی اور فساد کی تہہ تک بہت آسانی کے ساتھ پہنچا جاسکتا ہے۔

مکرمین ومحترمین حضرت مولانا ابراہیم وحضرت مولانا سعد صاحبان دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ میں اب تک تو ترتیب کے مطابق حج کے سفر کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اب میرا ارادہ ملتوی ہو گیا ہے اور اس کی وجہ مرکز کے موجودہ حالات ہیں ابھی دو روز قبل کا واقعہ ہے کہ مولوی خبیب الحسن سلمہ کے ساتھ چلہ میں وقت لگائے ہوئے میوات کے چار ساتھی از راہ محبت میرے سے ملاقات کے لئے آئے تھے۔ ملاقات کے بعد جب وہ میرے کمرہ سے نکلے تو دو مہینہ کی ترتیب میں موجود بعض لوگوں نے ان چاروں کو مجھ سے ملاقات کرنے کے جرم میں تہ خانہ میں لے جاکر بہت گالیاں دیں، بے پناہ بدسلوکی کی اور انہیں اتنا مارا کہ وہ لہولہان ہو گئے اور نتیجتاً اسپتال میں داخل کرائے گئے ان لوگوں نے مجھ سے نہ ملنے اور نہ آنے کی توبہ پر انہیں بہ مشکل چھوڑا تھا۔

پچھلے حالات تو اپنی جگہ، اس حالیہ واقعہ نے مجھے اور میرے اہل خانہ کو مزید تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اب والدہ محترمہ کی بھی رائے نہیں رہی لہٰذا اب میرا اس سال حج کا بالکل ارادہ نہیں رہا۔ میں نے مفتی شہزاد سے بھی کہہ دیا تھا کہ ہمارے پاسپورٹ واپس منگوالو۔ میں صبح ہی چونکہ دو دن کے لئے سہارنپور جارہا ہوں۔ لہٰذا تحریراً اطلاع دے رہا ہوں۔ فقط والسلام

محمد زہیر الحسن۔ ۲۷؍شوال ۱۴۳۷ھ/۲؍اگست ۲۰۱۶ء

نقل برائے مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا احمد لاٹ صاحب

(۲) عزیز مولوی محمد صہیب الحسن سلمہ ۴ر محرم ۱۳۹۸ھ/ ۱۶ر دسمبر ۱۹۷۷ء بروز جمعہ سہارنپور میں حضرت شیخؒ کے مکان پر آپ کی ولادت ہوئی۔

راقم سطور کے والد ماجد مولانا حکیم محمد الیاس صاحب کی دعوت پر حضرت جی ثالثؒ ۲۸ر صفر ۱۳۹۸ھ/ ۷ر فروری ۱۹۷۸ء میں سہارنپور تشریف لاکر تقریب عقیقہ میں شریک ہوئے۔

مولوی محمد صہیب الحسن سلمہ کی تمام تعلیم مدرسہ کاشف العلوم دہلی کی ہے۔ اکثر و بیشتر کتابیں آپ نے اپنے والد ماجد مرحوم سے پڑھیں۔

دورہ حدیث شریف پڑھنے کے لئے وہ اپنے بڑے بھائی عزیز مولوی زہیر الحسن سلمہ کے ساتھ ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور آئے۔ ابھی باضابطہ طور پر داخلہ لے کر تعلیم شروع ہی کی تھی کہ علیل ہوگئے۔ چنانچہ نظام الدین واپس جاکر وہیں والد ماجد سے بخاری شریف اور دیگر اساتذہ سے کتب حدیث پڑھ کر تکمیل کی۔

۱۲ر صفر ۱۴۲۴ھ/ ۱۵ر اپریل ۲۰۰۳ء منگل میں جامعہ مظاہر علوم میں مولانا سید محمد خالد مظاہری سہارنپوری کی صاحبزادی مسماۃ عائشہ خاتون سے آپ کا نکاح مسنونہ ہوا۔

عزیزان محمد رافع و محمد نافع و محمد انعام الحسن آپ کے تین فرزند ہیں۔ اول الذکر دونوں حفظ قرآن پاک میں مشغول ہیں۔

تقریب نکاح سے قبل اور بعد نکاح شرکتِ ولیمہ کے لئے راقم سطور کی آمد و رفت دہلی ہوتی رہی۔ اس نکاح اور ولیمہ کی تقریب کے سلسلہ میں راقم سطور کی آخری آمد دہلی سے سہارنپور ۱۹ر اپریل/ ۱۶ر صفر میں ہوئی تھی۔

عزیز موصوف اپنے والد مرحوم کے ساتھ بکثرت سفروں میں رہے اسفار حج میں بھی آپ کا ساتھ رہا۔ صفر ۱۴۱۹ھ/ مئی ۱۹۹۰ء میں پہلی مرتبہ تبلیغی اصول وضوابط کے مطابق آپ دس دن کے لئے جماعت میں نکلے۔ مولانا احمد لاٹ اور عربوں میں شیخ غانم (امارات عربیہ متحدہ) عزیز موصوف کے ساتھ جماعت میں شامل تھے۔ اس کے بعد سے

جماعتوں میں آمد ورفت کا سلسلہ قائم ہے۔

(۳) عزیز مولوی محمد خبیب الحسن سلمہ ۳ رذی الحجہ ۱۴۰۰ھ/ ۱۳راکتوبر ۱۹۸۰ء دوشنبہ میں مولانا مرحوم کے یہ تیسرے فرزند سہارنپور میں تولد ہوئے۔

حضرت شیخؒ سے ملاقات کی غرض سے حضرت جی ثالث مع مولانا محمد عمر ومولانا زبیر الحسن مرحوم دو یوم قبل سے سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے لیکن مرکز کے تقاضوں کی وجہ سے دوشنبہ کی صبح میں دہلی لوٹ چکے تھے۔ چنانچہ چوتھے روز ان حضرات کی دوبارہ سہارنپور آمد ہوئی۔

۱۸ر ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/ ۲۶ رفروری ۱۹۷۸ء میں پہلی مرتبہ موصوف کی والدہ ان کو لے کر دہلی مرکز نظام الدین گئیں۔

۳۰ر جمادی الثانی ۱۴۰۶ھ/ ۱۲ر مارچ ۱۹۸۶ھ میں داداجان حضرت جی ثالثؒ نے مسجد بنگلہ والی میں جماعتوں کی روانگی سے قبل عزیز موصوف کے آغاز قرآن پاک کی بسم اللہ کرائی۔

۱۱ر رمضان ۱۴۱۰ھ/ ۸راپریل ۱۹۹۰ء میں عزیز موصوف سلمہ اور راقم سطور کی چھوٹی بیٹی عزیز سمیہ سلمہا نے نظام الدین دہلی میں پہلا روزہ رکھا اور افطار میں دہلی وبستی حضرت نظام الدین کی بہت سی مستورات اور بہت سے معززین نے شرکت کی۔

مولوی خبیب سلمہ نے اپنی دینی تعلیم مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں پوری کی۔ ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۱۳ء میں وہیں دورہ پڑھا۔ آپ نے بخاری شریف جلد اول والد مرحوم کے پاس اور جلد دوم مولانا محمد یعقوب کے پاس پڑھی۔ بقیہ کتب احادیث ابوداؤد اور مسلم شریف مولانا محمد الیاس بارہ بنکوی، ترمذی وطحاوی مولانا محمد یعقوب سہارنپوری کے پاس تھیں۔

اپریل ۲۰۰۷ء/ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ میں آپ کا نکاح مسنونہ مولانا قاری سید محمد عمار سہارنپوری کی صاحبزادی مسماۃ حامدہ خاتون سے ہوا۔ عزیزان محمد خباب، محمد عدی

اور محمد علی آپ کے فرزند ہیں۔ موصوف اپنے والد ماجد کی حیات میں اور اُن کے بعد دعوت و تبلیغ میں اپنا وقت لگاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا پہلا چلہ راجستھان میں دوسرا کرناٹک میں لگایا تھا۔

مولانا زبیر مرحوم کی تین صاحبزادیوں کے نام علی الترتیب یہ ہیں۔

عاتکہ خاتون، حفصہ خاتون اور عاصمہ خاتون۔

☆ عاتکہ خاتون کی ولادت ۲۵ر ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ/ ۸ر جون ۱۹۷۲ء بروز پنجشنبہ ہے۔ ۹ر ربیع الاول ۱۳۹۹ھ/ ۷ر فروری ۱۹۷۹ء میں حضرت جیؒ کے ذریعہ قرآن پاک شروع ہوا۔

۲ر ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ/ ۱۳ر دسمبر ۱۹۸۰ء شنبہ میں موصوفہ کا قرآن سہارنپور میں حضرت شیخ اور حضرت جیؒ کی موجودگی میں ختم ہوا۔ مولانا زبیر مرحوم اس کی تفصیلات میں لکھتے ہیں!

"صبح سات بجے دہلی سے روانہ ہوکر ساڑھے دس بجے بخیریت حضرت شیخ مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عصر بعد موجودگی علی میاں (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) مولانا مفتی زین العابدین حضرات اکابرین عزیزیان عاتکہ، صدیقہ، عثمان، نعمان، سہیل، عمیر، سعد سلمہم اللہ تعالیٰ کے قران پاک ختم ہوئے اور حضرت جی مدظلہ نے دعا کرائی۔ مٹھائی امرتی سب کو تقسیم کی گئی۔ جو حضرت جی مدظلہ کے حساب میں آئی۔ اگلے دن بچوں کے ختم قرآن پاک پر کھانے کی دعوت حضرت جی مدظلہ کی طرف سے سب کی کی گئی۔ نان گوشت، پلاؤ میں سب رشتہ داروں کو دعوت دی گئی۔ کچھ کے لئے گھروں پر بھیجا گیا اور کچھ گھر پر آ گئے۔"

مولانا سید محمد عاقل کے فرزند مولوی سید محمد جعفر سلمہ سے آپ کا عقد مسنون

مؤرخہ ۱۶؍شوال ۱۴۰۹ھ/۲۲؍مئی ۱۹۸۹ء میں مرکز نظام الدین میں ہوا۔

☆حفصہ خاتون ۱۰؍رجب ۱۳۹۳ھ/ ۱۰؍اگست ۱۹۷۳ء بروز جمعہ آپ کی تاریخ ولادت ہے۔ حضرت شیخؒ ان ایام میں مدینہ منورہ اور والد و دادا مرحوم اس موقعہ پر سری لنکا کے دعوتی و تبلیغی سفر پر تھے۔

آپ مولانا سید محمد سلمان کے فرزند مولوی سید محمد نعمان مظاہری کے عقد مسنون میں ہیں۔

عزیزہ حمنہ سلمہا عزیزہ کبشہ سلمہا اور عزیز عفان آپ کی اولاد ہیں۔

☆عاصمہ خاتون ۹؍رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ/ ۲۰؍جون ۱۹۸۳ء بروز پیر سہارنپور میں پیدا ہوئیں۔ ۲۶؍شوال ۱۴۰۳ھ/ ۶؍اگست ۱۹۸۳ء میں دہلی گئیں۔ یہ ولادت کے بعد اپنے والدین کے ساتھ ان کا پہلا سفر تھا۔

۲۱؍محرم ۱۴۲۵ھ/۱۳؍مارچ ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ راقم سطور کے بڑے فرزند مفتی سید محمد صالح مظاہری سے آپ کا عقد مسنون ہوا۔ جو مولانا مرحوم نے مرکز میں جماعتوں کی روانگی کے موقعہ پر مہر فاطمی سے خود پڑھا۔ عزیزان محمد عروہ، محمد حسن، محمد زکریا اور عزیزہ دانیہ آپ کی اولاد ہیں۔

تیسرا باب

☆......مرکز تبلیغ دہلی روانگی

☆......دعوتی زندگی کا آغاز

☆......حضرت رائے پوری سے بیعت

☆......حضرت شیخ سے رجوع اور ذکر وفکر

☆......اجازت بیعت اور خلافت نامہ

حصول علم کے بعد مرکز تبلیغ دہلی روانگی

شعبان ۱۳۹۱ھ/ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں جامعہ مظاہر علوم سے فراغت کے بعد آپ کی مرکز تبلیغ حضرت نظام الدین دہلی واپسی ہوئی۔ وہاں پہنچ کر آپ اپنے والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن کی تربیت وخدمت میں رہ کر آہستہ آہستہ علمی مشاغل اور درس وتدریس میں مصروف ومنہمک ہوتے چلے گئے۔ اس ابتدائی دور میں مولانا مرحوم کی وہاں یومیہ ایک التزامی خدمت یہ تھی کہ وہ ان خواص حضرات کو صبح کے وقت چائے بنا کر پلایا کرتے تھے جو نو بجے کے قریب حجرہ میں اسی مقصد سے جمع ہوا کرتے تھے۔

حضرت مولانا انعام الحسنؒ بھی اسی وقت ان خواص کے ساتھ چائے ناشتہ کیا کرتے تھے۔ مولانا مرحوم سے پہلے برسہا برس تک چائے پلانے کی یہ خدمت مولانا محمد ہارون مرحوم اور مولانا محمد طلحہ زید مجدہ کے سپرد بھی رہی ہے۔

دعوتی زندگی کا آغاز

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسنؒ کو چونکہ اس دعوتی محنت اور اس عملی جدوجہد میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے ابتداء ہی سے اپنے ساتھ شریک فرمالیا تھا اور ان کی وفات پر حضرت جی ثانی حضرت مولانا محمد یوسفؒ اور حضرت جی ثالث دونوں ایک جان دو قالب ہوکر اس دعوتی محنت کو مسلسل ترقی دینے میں آخری سانس تک منہمک رہے، اس لئے ناممکن تھا کہ مولانا زبیر الحسن مرحوم کی اس محنت اور جدوجہد سے ذہنی وفکری اور عملی طور پر وابستگی نہ ہوتی، چنانچہ آپ بھی زندگی بھر ان کے نقوش پا کے سہارے چلتے رہے اور یہ آپ کی سعادت اور نصیبہ وری تھی کہ اس مبارک محنت کا آغاز سہارنپور میں حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے اپنی موجودگی میں کرادیا تھا۔ چنانچہ دعوت وتبلیغ کے سلسلہ کی

سب سے پہلی تقریر حضرتؒ کے حکم سے آپ نے ۱۹؍رجب ۱۳۹۴ھ/ ۹؍اگست ۱۹۷۴ء بعد نماز جمعہ مسجد مدرسہ قدیم مظاہر علوم میں کی تھی۔

اس تقریر میں آپ نے اپنے سادہ لفظوں میں چھ نمبر بیان کئے تھے۔ والد ماجد بھی اس موقعہ پر مسجد میں موجود تھے لیکن آغاز تقریر سے قبل آپ حضرت شیخؒ کے ساتھ مسجد سے اپنی قیامگاہ (کچے گھر) تشریف لے آئے تھے تاکہ مولانا زبیر موصوف کسی تکلف اور حجاب کے بغیر تقریر کرسکیں۔

ایک بزرگ شخصیت کی پیشین گوئی

مولانا زبیر مرحوم کو منجانب اللہ یہ شرف اور عزت بھی حاصل ہے کہ ان کے مستقبل کا فیصلہ حضرت شیخؒ نے اپنی خانقاہِ خلیلیہ موسومہ کچا گھر میں ایک صاحب دل، صاحب جذب وسلوک حضرت مولانا منور حسین پورنوی (بہار) کی موجودگی میں بڑے عجیب وغریب انداز میں کردیا تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ کچے گھر میں ایک بہت مختصر اور بہت مخصوص مجلس چار پانچ حضرات پر مشتمل جمی ہوئی تھی حضرت شیخؒ اپنی چارپائی پر تشریف فرماتے اور حضرت مولانا منور حسین قریب ہی میں گردن جھکائے کسی گہری سوچ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرتؒ اپنی گردن گھما کر اچانک ان کی طرف متوجہ ہوئے اور تیز لہجہ میں فرمایا! ’’ارے منور کچھ بول دے‘‘ وہ خاموش رہے پھر دوسری اور تیسری مرتبہ بھی حضرت نے یہی جملہ ’’ارے منور کچھ بول دے‘‘ زیادہ قوت کے ساتھ دہرایا تو اس پر مولانا موصوف نے حضرت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ!

’’حضرت! یوں سمجھ میں آتا ہے کہ زبیر کو تبلیغ دے دی جائے، شاہد کو مظاہر علوم دے دیا جائے اور بھائی طلحہ کو دونوں جگہ کی سرپرستی دے دی جائے۔‘‘

یہ سن کر حضرتؒ نے تیز آواز میں اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ارشاد فرمایا!

"ارے منور چپ رہو، چپ رہو"

حضرتؒ نے اس وقت ان کو تو خاموش کر دیا لیکن بعد میں دنیا نے دیکھ لیا کہ ان کی پیشین گوئی کے تین حصے تو سو فیصد وجود میں آ چکے، چوتھا حصہ (یعنی مولانا طلحہ صاحب کی) تبلیغی سرپرستی، انشاءاللہ وہ بھی پوری ہو جائے گی۔

دعوتی مشاغل اور اسفار

اس مبارک آغاز کے بعد مولانا مرحوم پوری زندگی اپنے والد ماجد کی بھرپور نگرانی اور تربیت میں رہتے ہوئے دعوتی مشاغل اور اسفار میں ایسے مصروف و منہمک ہوئے کہ ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء سے ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء تک مسلسل ۲۶ رسال سفر و حضر میں کسی بھی وقت والد ماجد مرحوم کی نگاہ تربیت سے اوجھل نہیں ہوئے اور جس طرح ان کے والد مرحوم نے براہ راست حضرت مولانا محمد الیاسؒ سے تبلیغی اصول و آداب سیکھے اور اس کی حکمتوں اور باریکیوں کو سمجھا، اسی طرح مولانا زبیر الحسن مرحوم نے بھی بغیر کسی واسطہ کے اپنے والد ماجد سے تبلیغی اصول و آداب براہ راست سیکھے۔

یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیائے تبلیغ و دعوت اس اعتراف پر بلکہ صحیح الفاظ میں ان کو یاد کر کے رونے پر مجبور ہے کیونکہ مولانا زبیر الحسن مرحوم دعوت و تبلیغ کے اسی نہج و منہج پر جمے رہے جو ان کے آباء صالحین قائم کر گئے تھے اور پھر اپنی حیات کے آخری بیس سالوں میں اپنوں کا حسد و شقاوت اور غیروں کی کجروی و ضلالت نیز حالات کی سختی اور ماحول کی تنگی ان کو ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا سکی اور نہ ہٹا سکی۔

تعلیم ظاہری سے تعلیم باطنی کی طرف

اسلام کی پندرہ صدیوں کی تاریخ میں ہمیشہ ظاہری اور باطنی تعلیم کے حصول کی اہمیت رہی ہے اور یہ ایک ناقابلِ فراموش حقیقت ہے کہ اس پورے عرصہ میں ارشاد نبوی ماانا علیہ واصحابی کو سامنے رکھتے ہوئے جس قدر دینی، علمی اور دعوتی و تبلیغی محنتیں کی

گئی ہیں وہ سب سے زیادہ انہیں کے ذریعہ ہوئیں جو ظاہری اور باطنی محاسن سے آراستہ اور ظاہر شریعت کے ساتھ ساتھ باطن طریقت سے مالا مال اور بیک وقت شریعت وطریقت کے تلازم کو قرآن وسنت کی روشنی میں دیکھنے اور پڑھنے والے تھے۔

ہندوستان کی اسلامی اور مذہبی تاریخ بھی شریعت وطریقت کے باہمی تلازم کے ساتھ چلی آرہی ہے اور اگر یہاں مزید یہ لکھ دیا جائے کہ دعوت اور عزیمت کی اصل تاریخ انہیں علماء اور مشائخ کی ہے جو بیک وقت علم وعمل، ذکر وفکر اور سلوک واحسان کی جامعیت اپنے اندر رکھتے تھے تو کچھ غلط نہیں ہوگا۔

یہی وہ وجوہات اور اسباب ہیں جنکے پیش نظر تمام دینی دعوتوں اور تحریکوں میں وہی دعوت اور وہی تحریک سب سے زیادہ موثر اور خلق خدا کیلئے سب سے بڑھ کر مفید اور نافع ثابت ہوئی۔ جنہوں نے دماغوں پر محنت کے ساتھ ساتھ دلوں پر بھی محنت کی اور جنہوں نے **ادع الی سبیل ربک بالحکمه** اورارشادنبوی **الاحسان ان تعبد اللّٰه کانک تراه** کا سبق ایک ہی وقت میں مخلوق خدا کو سمجھایا اور بتلایا۔

انہیں جامع صفات شخصیتوں میں حضرت مولانا شاہ محمد الیاسؒ بھی تھے جو اپنی تمام خداداد صلاحیتوں کے باوجود حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی کے دست گرفتہ ہوکر ان سے بیعت اور مجاز بیعت ہوئے اور پھر احسانی کیفیات کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے راستے سے پوری زندگی مخلوق خدا کی رہبری ورہنمائی فرماتے رہے۔

اس کے بعد کے دوسرے دور میں حضرت شیخؒ کی تحریک بلکہ تنبیہ پر مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن اپنی اصلاح وتربیت اور روحانی کمالات کے حصول کیلئے حضرت مولانا محمد الیاس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر باقاعدہ بیعت ہوئے اور قرآن وسنت کے دائرہ میں رہ کر اعمال واشغال میں معروف رہے۔

حضرت رائے پوری سے بیعت
اور حضرت شیخ سے اس کی تجدید

پھر اپنے تیسرے دور میں مولانا محمد ہارون، مولانا محمد طلحہ اور مولانا محمد زبیر الحسن حضرت شیخ کی معیت میں خانقاہ قادریہ رائے پور پہنچے اور اپنے اپنے ہاتھ حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری کے ہاتھوں میں دے کر اور آپ سے اصلاح نفس کا سبق لے کر واپس آئے۔

حضرت رائے پوری کی وفات پر ان تینوں حضرات نے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی سے تجدید بیعت کی۔ اور پھر اس احسانی راہ اور سلوک طریقت کی بقیہ منزلیں آستانہ خلیلیہ سہارنپور میں حضرت شیخ" کی زیر ہدایت وزیر تربیت رہ کر پوری فرمائیں اور پھر اصلاح وتربیت کے بہت سے مراحل بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں بہت سی دھلائیوں اور رگڑائیوں کے بعد یہ تینوں حضرات آپ کے ممتاز ومشہور خلفاء اور مجازین بیعت میں شامل ہوئے۔

حضرت اقدس رائے پوری کی وفات کے بعد چونکہ یہ تینوں اصحاب حضرت شیخ" کے دامن اصلاح وتربیت سے وابستہ ہو گئے تھے اس لئے حضرت" نے ایک صاحب ارشاد پیر ومرشد کی حیثیت سے جس طرح مولانا محمد ہارون (۱) اور مولانا محمد طلحہ کی تربیت فرمائی

---

(۱) مولانا محمد ہارون مرحوم سے حضرت شیخ" کو بڑی محبت تھی۔ حضرت ان کی بہت مضبوط انداز سے تربیت کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس کو اپنے مرحوم باپ کی جگہ پر آنا ہے اس لئے اخلاق وعادات کی درستی بہت ضروری ہے لیکن عالم جوانی میں ان کی وفات ہو جانے پر گہرے رنج وغم کے ساتھ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ!

"اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ یہ اتنی جلدی چل دیگا تو ہرگز اتنی سختی نہ کرتا۔ میں تو یہ سوچ کر تربیت میں سختی کرتا تھا کہ اس کو اپنے باپ اور دادا کے کام کو سنبھالنا ہے۔"

ان کے حق میں حضرت کی تربیت کی باریک بینی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ دہلی سے سہارنپور آئے حضرت جب از راہ محبت وشفقت ان کو اپنے سینے سے لگا کر معانقہ کر رہے تھے تو دفعۃً حضرت کی نگاہ ان کے گریبان پر ٹھہر گئی جہاں چمکدار بٹن سنہری زنجیروں میں لگے ہوئے تھے۔ حضرت نے وہ بٹن دیکھ کر شفقت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ!

"پیارے ہارون ہمارے چمکنے کی چیزیں یہ نہیں ہیں" رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ

بقیہ اگلے صفحہ پر

اسی طرح مولانا زبیر الحسن مرحوم کی قدم بقدم نگرانی فرمائی، اذکار تلقین فرماتے، ذکر بارہ تسبیح بتلا کر اس پر مواظبت کا حکم دیا اور تاکید فرمائی کہ اپنے تمام علمی اور دعوتی مشاغل کے ساتھ ساتھ اشغال سلوک اور احسان میں کسی طرح کی کمی اور کمزوری نہ آنے دی جائے۔

اندرونی طور پر مضبوطی اور پختگی پیدا ہونے کے لئے آپ مولانا زبیر موصوف کو وقت وقت پر مختلف حوالوں سے سہارنپور بھی بلاتے اور طویل قیام کی ترغیب دے کر ان کے اعمال اور اوقات کا محاسبہ فرماتے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک ماہ رمضان المبارک میں اسی مقصد سے آپ کو مرکز نظام الدین سے طلب کر کے اپنے معتکف (مسجد دار جدید مظاہر علوم) میں تراویح میں کلام پاک سنانے کے لئے متعین فرماتے رہے اور جس کو موصوف پورے ذوق وشوق کے ساتھ ایک عشرہ میں سنایا کرتے تھے۔

حضرتؒ کی جانب سے آپ کی ایک آزمائش وامتحان

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ حضرت شیخ مولانا زبیر مرحوم کے اوقات ومعمولات کی سخت نگرانی فرماتے ہوئے وقتاً فوقتاً مختلف عنوانات سے ان کو سہارنپور بلا کر اپنی تربیت میں رکھتے تھے۔ لیکن اسی زمانہ تربیت ونگرانی میں ایک ایسا واقعہ بھی پیش آیا جو اس کے بالکل برخلاف تھا یعنی وہ حضرت شیخ کے پاس رہنا چاہتے تھے اور حضرت انکار فرماتے تھے۔

وضاحت اس کی یہ ہے کہ جب اپریل ۱۹۷۳ء/ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ میں حضرت حرمین شریفین جانے لگے تب اس موقعہ پر مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور نے بہت ہی عاجزانہ منکسرانہ لہجہ میں حضرت سے اپنے ساتھ حرمین شریفین جانے کی اجازت چاہی۔

حضرت راقم سطور کو تو اپنی معیت میں حرمین شریفین لے گئے لیکن مولانا مرحوم کو انکار فرمادیا وہ جیسے جیسے عاجزی کے ساتھ اجازت طلب کرتے حضرتؒ اتنی ہی سختی سے انکار

حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی وفات کے بعد حضرت شیخ کی بھرپور تربیت اور مضبوط نگاہوں نے ایک بڑی حد تک ان کو سنبھالا دیا۔ کاش کہ حضرت شیخ حضرت جی ثالث کی وفات کے بعد تک حیات رہتے۔

فرمادیتے۔ یہاں تک کہ حضرت حرمین شریفین پہنچ گئے۔ اور اس میں کوئی مبالغہ یا عبارت آرائی نہیں ہے کہ وہ اولاً اپنے نہ جانے پر دوسرے یادِ شیخ میں مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے اور ان کا ذہن ودماغ اس سے سخت متاثر ہوا اور وہ جیسے تیسے بڑی مشکلات کے ساتھ نظام الدین مرکز میں اپنا وقت پورا کرنے لگے۔ لیکن اپنے نہ جانے کی خلش اور کڑھن ان کو مسلسل ستاتی رہی اور وہ اس دردِ فرقت کے ہاتھوں ایسے مجبور وبے بس ہوئے کہ تین ماہ بعد حضرت شیخ کو اپنے جذبات واحساسات بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں اپنے دل کے پھپھولے اور سینہ کے داغ ایک طویل مکتوب میں لکھ کر مدینہ منورہ بھیج دیئے۔

اول تو یہ پورا مکتوب ہی ان کی محبت شیخ کا مظہر بلکہ سلسلۂ چشتیہ کے مشہور اصول جذب وانجذاب کا شاہکار ہے لیکن اس میں لکھے گئے بعض جملے تو ایسے گہرے اور دل میں اتر جانے والے ہیں جو یقیناً وہی لکھ سکتا ہے جو طالب صادق اور اپنی اصلاح کا سچے دل سے طلب گار ہو اور جس کے مقدر میں پہلے مرید بن کر بعد میں مراد بننا لکھا ہوا ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے اپنی حیات میں جس قدر مکاتیب اپنے پیرومرشد حضرت شیخؒ کو لکھے وہ سب ایک طرف ہیں اور یہ مکتوب ایک طرف، ان کے بس میں نہیں تھا ورنہ وہ اس دوری اور فرقت ومہجوری کا علاج وہی اختیار کر لیتے جو کسی کے سوال پر وصالِ محبوب سے محروم بلبل نے کر دکھایا تھا۔ یعنی

پوچھا بلبل سے کسی نے دردِ فرقت کا علاج
شاخِ گل سے گر پڑی، تڑپی، تڑپ کر مرگئی

اس ضروری تمہید اور تفصیل کے بعد اب وہ مکتوب ملاحظہ فرمائیں۔

مخدوم مکرم معظم ومحترم حضرت اقدس نانے اباجی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج اقدس بعافیت ہوں گے۔ الحمدللہ بندہ بھی بعافیت ہے۔

جب سے آپ کی تشریف بری ہوئی ہے اس وقت سے خدمت اقدس میں عریضہ ارسال کرنے کو سوچ رہا ہوں مگر مجھ پر آپ کے ہمراہ نہ جانے کا رنج وقلق اور حسرت وافسوس اس قدر ہے کہ یہی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا لکھوں؟ اور یہ بھی سمجھ میں نہ آیا کہ کن الفاظ کے ساتھ اپنے رنج وقلق کا اظہار کروں۔

جناب والا کو تشریف لے گئے ہوئے تقریباً تین ماہ سے کچھ زائد ہو گئے ہیں اور مجھ کو اب تک اس قدر حسرت ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا اور اندازہ یہ ہے کہ یہ حسرت اور افسوس مجھے ہمیشہ رہے گا معلوم نہیں کہ یہ کس جرم کی سزا ملی،

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس دوران میں سہارنپور کئی مرتبہ جانا ہوا اور ہر مرتبہ دل میں یہ حسرت اور افسوس اور اپنے نہ جانے کی ٹھیس ہر مرتبہ سے زیادہ لے کر آیا۔ مجھ سے زیادہ محروم القسمت اور بدبخت کون ہوگا کہ جس کو حضرت اقدس جیسا مشفق ومحترم سرپرست ملے اور کوئی مانع نہ ہو اور کسی چیز کی اس کو فکر اور پریشانی نہ ہو، پھر بھی وہ ان مقامات مقدسہ سے ان ساری صورتوں کے باوجود ایسے مبارک شخص اور مبارک وقت میں محروم کردیا جائے تو اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ اپنی ہی حالت پر روؤں اور دل ہی دل میں کڑھتا رہوں۔

ان سب پر مزید یہ کہ جوں جوں رمضان المبارک قریب آتا جارہا ہے۔ آپ کی واپسی کی کوئی خیر خبر کوئی ذکر تذکرہ ابھی تک کانوں میں نہیں پڑا ہے اس سے اور بھی دل پر اثر اور چوٹ لگ رہی ہے۔ میں سعادت مندی ہی میں مارا گیا۔ جناب کے قیامِ (سہارنپور) کے وقت تو بندہ نے سعادت مندی میں آکر کہہ دیا تھا کہ جیسا طے ہوگا اس پر انشاء اللہ عمل کروں گا مگر اس کے بعد جو مجھ پر گذری اور گذر رہی ہے اور ابھی اور گذرے گی اس کو میں ہی جانتا ہوں۔

کسی وقت بھی یہ خیال دل ودماغ سے نہیں اترتا ہے۔ ہر وقت یہی حسرت وافسوس سوار ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔

القصہ مختصر بندہ اپنی کڑھن اور حسرت کے ساتھ ذکر میں بہت پابندی کر رہا ہے۔ الحمد للہ کسی دن بھی چاہے سفر ہو یا حضر ناغہ نہیں ہوتا ہے۔ دعا اور توجہ کا سخت محتاج ہوں۔ والد صاحب مدظلہ، والدہ صاحبہ، خالہ صاحبہ، اہلیہ ہارون بھائی ہارون صاحب سلام مسنون کے بعد دعا کی اور صلوٰۃ وسلام کی بھی درخواست کرتے ہیں۔

اہلیہ مولوی شاہد، ہمشیرہ مولوی سلمان کی رخصتی کے سلسلہ میں والدہ سلمان کے اصرار پر سہارنپور گئی ہوئی ہے۔

جملہ پرسان حال بالخصوص حضرت قاضی صاحب، مفتی صاحب، مولوی محمد شاہد صاحب سے خاص طور سے سلام مسنون کے بعد دعا کی اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست۔ فقط والسلام

از طرف محروم شدہ وغمزدہ: محمد زبیر الحسن غفرلہ

آج اس مکتوب کو پڑھ کر خیال بلکہ یقین ہوتا ہے کہ مرشدِ برحق کی طرف سے یہ سفر کی رکاوٹ اور ممانعت اور اس پر مولانا مرحوم کی یہ آہ وفغاں اور گریہ وزاری مولانا مرحوم کے قلب میں سوز وگداز کی ایک خاص کیفیت پیدا کرنے کی کوشش اور عملی مشق تھی۔ جس میں اس راہ کے اصحاب بصیرت اور فنی ماہرین نے ''دوری'' کو ''ضروری'' بتلایا ہے اور اسی کی عکاسی مولانا روم نے اپنے ایک شعر میں اس طرح کر رکھی ہے!

نہ دوری دلیلِ صبوری بود   کہ بسیار دوری ضروری بود

اور اس امکان کو تو نظر انداز ہی نہیں کیا جا سکتا کہ مستقبل میں دعوتی وتبلیغی راہ سے پیر ومرشد کی نگاہ میں ان کے عرب وعجم، افریقہ وامریکہ کے طویل طویل سفر تھے۔ اس لئے

وہ چاہتے تھے کہ ابھی سے مرحوم کی استعداد اور اندرونی صلاحیت مضبوط و مستحکم ہو جائے اور ان کی پوشیدہ قوتوں میں مزید نکھار اور جلاء پیدا ہو جائے اور وہ اس عالمی دعوتی کام کو محض زبانی جمع وخرچ کے بجائے اندر کی طاقت وقوت سے کرنے والے بن جائیں۔

خود ان کے والد ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن مرحوم (جو اپنے دور کے عظیم عالم دین، عظیم داعی، قرآن وسنت پر گہری نگاہ رکھنے والے اور اپنے وقت کے مستند ومعتمد مرشد ومربی تھے) کا وجدان اور فکر وسوچ بھی یہی تھی کہ یہ دعوتی کام زبان کے چٹخاروں، ظاہری تدبیروں اور لمبی لمبی تقریروں سے نہیں بلکہ اندر کی قوت اور کشش سے چلتا ہے۔

چنانچہ ایک مجلس میں بڑے ناصحانہ لہجہ اور گلوگیر انداز میں فرماتے ہیں!

بھائی! یہ دعوت والا کام جوڑ توڑ، تدبیروں اور اسکیموں سے نہیں آتا بلکہ یہ تو ایک جگہ پڑ کر اللہ جل شانہ سے مانگتے رہنے اور روتے رہنے سے آتا ہے۔

اور اس حقیقت سے آج کون انکار کردے گا کہ ان کے والد ماجد کی وفات کے بعد ساری دنیا نے ان کے اندر کی طاقت وصلاحیت کا مشاہدہ کیا اور پھر خود ان کی وفات کے بعد ساری دنیا میں دعوت وتبلیغ کے مراکز کی جگ ہنسائی انتشار وخلفشار اور شکست وریخت کو دیکھ کر عوام وخواص ان کے قوت تحمل اور بے پناہ صبر وضبط کا اعتراف کرتے ہوئے آج ان کے بیس سالہ دورِ مشاورت پر خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔

اجازت بیعت وخلافت

جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا مولانا زبیر الحسن مرحوم علوم ظاہریہ کی تکمیل کے بعد اصلاح نفس، اور تہذیب اخلاق کی طرح متوجہ ہوئے اور اس کے لئے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری اور ان کے بعد حضرت شیخ مولانا محمد زکریا سے بیعت ہوئے، حضرتؒ نے آٹھ سال کامل ان کی اصلاح وتربیت کے بعد ان کو اجازت بیعت وخلافت سے سرفراز کیا۔

یہ اجازت آپ کو ۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/ ۱۰ فروری ۱۹۷۸ء یوم جمعہ میں مدینہ منورہ

میں دی گئی تھی اور اس کے لئے حضرت شیخؒ نے آپ کو حضرت جی ثالث کی معیت میں کئے جانے والے طویل دعوتی سفر سے واپسی پر پوری یکسوئی کے ساتھ کچھ عرصہ مدینہ منورہ کی روحانی ونورانی فضاؤں میں رہنے کا حکم بطور خاص دے کر اپنی نگاہوں کے سامنے رکھا اور حکم دیا کہ میرے ساتھ حرم نبوی شریف میں جا کر خاص طور پر مغرب وعشاء کے دمیان میرے پاس بیٹھ کر نوافل اور تلاوت کلام اللہ میں مشغول رہیں چنانچہ آپ نے ان ہدایات پر پورا پورا عمل فرمایا اور ایسے شاد کام ہوئے کہ پہلے حضرتؒ کے مرید ہوئے اور پھر مراد بن گئے۔

حضرتؒ نے جو خلافت نامہ آپ کو تحریری طور پر مرحمت فرمایا وہ مولانا مرحوم کے لئے تو زریں ہدایات اور بیش قیمت نصائح پر مشتمل ہے ہی، باقی تمام مسافران راہ سلوک کے لئے بھی سرچشمۂ بصیرت ہے، یہاں اس کو پیش کیا جاتا ہے۔

عزیزم الحاج مولوی زبیر سلمہ.............. بعد سلام مسنون

میں مولانا انعام صاحب کے جانے کے وقت نہ معلوم کس غلط فہمی میں یوں سمجھا کہ تمہارا ایک ماہ کا ویزا ہے اور ایک ماہ بعد ایک ماہ کا اور، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ خروج تھا اور اس میں دو دفعہ کے بعد اضافہ بھی نہیں ہو سکتا اور کل یہ خبر سن کر کہ تمہارے جانے میں تو ایک دو ہی دن رہ گئے ہیں بہت قلق ہوا۔

اس وقت بہ ضرورت تبلیغ توکلا علی اللہ تعالیٰ تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے میرے حسنِ ظن اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کو پورا فرمائے البتہ چند امور پر ضروری تنبیہ کرتا ہوں۔

(۱) مولانا انعام الحسن صاحب کی حیات تک میوات اور نظام الدین میں کسی کو بیعت نہ کرنا، البتہ اگر مولانا انعام الحسن صاحب کے بغیر تمہارا میوات کے علاوہ کہیں کا سفر ہو اور کوئی درخواست کرے تو ضرور کر لینا۔

معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے، جتنی پابندی کرو گے اتنی ہی

انشاء اللہ تعالیٰ ترقیات ہوں گی، میں نے اپنے بڑوں میں حضرت گنگوہی اور حضرت مدنیؒ اور چچا جان کو اخیر تک ذکر بالجہر اہتمام سے کرتے پایا۔ مرض الوفات میں تینوں نے چھوڑا۔ ہر دو اعلیٰ حضرت رائے پوریان طویل بیمار رہے اس لئے ان کا دور ذکر بالجہر کا تو میں نے نہیں دیکھا، البتہ حضرت گنگوہیؒ کا صبح کی نماز کے بعد دو گھنٹے کواڑ بند کرنا اور ظہر کے بعد ایک گھنٹہ، اور حضرت رائے پوری ثانی کا ظہر سے عصر تک نہایت اہتمام سے کواڑ بند رکھنا تو اخیر تک دیکھا کہ ان اوقات میں کوئی خاص سے خاص بھی اندر نہیں جا سکتا تھا۔

اگر بیماری یا ضعف کی وجہ سے جہر نہ ہو سکے تو بالسر معمول کو پورا کرنا بہت ضروری ہے۔ ارشاد الملوک، اکمال الشیم اور صوفی اقبال کا اکابر کا سلوک تمہیں تو پڑھنا مشکل ہے کوئی ایسا شخص جو سلوک سے کچھ دلچسپی رکھتا ہو، اس سے کوئی وقت مقرر کر کے دس پندرہ منٹ ضرور سن لیا کرو۔ اور اگر مولانا عبید اللہ صاحب وقت دے سکیں تو پھر کیا ہی پوچھنا کہ ان کے سنانے میں ان کے انوار بھی شامل ہوں گے۔

ام الامراض تکبر سے بہت ہی بچنا، سلوک میں یہ سم قاتل ہے، میرے والد صاحب کی پٹائی کے قصے تو ضرب المثل ہیں اور یہ میں نے ان کی زبان سے ان سے مخفی خود میں نے بھی سنا کہ میں بعض دفعہ اس مصلحت سے مارتا ہوں کہ صاحب زادگی کا سورا خیر تک نہیں نکلتا۔

تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اول تو تم صاحبزادے ہو، اور اس کے ساتھ مشیخت بھی مل گئی۔ اپنے کو بہت ذلیل دل سے سمجھنا، ہم لوگ زبان سے تو اپنے کو حقیر فقیر بہت لکھتے ہیں مگر دل سے ایسا نہیں سمجھتے، اس کا بہت

زیادہ خیال رکھیں، مجھے چچا جان نور اللہ مرقدہ نے وصال سے تین دن پہلے ایک بہت اہم نصیحت کی تھی کہ اتباع سنت کا بہت زیادہ اہتمام کرنا۔ میں اپنے دوستوں کو اس کی بہت تاکید کرتا ہوں تم نے اس دفعہ سنا ہوگا۔

میرا لکھنے کو تو بہت جی چاہ رہا ہے مگر تمہیں میری حالت معلوم ہے نہ دماغ نہ حافظہ اتنے ہی پر قناعت کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری سعادت سے امید ہے کہ میرے تھوڑے لکھنے کو بہت اہتمام سے یاد رکھو گے عمل بھی کروگے۔ اللہ وفقنی وایاک لما یحب ویرضی۔ فقط والسلام

(حضرت شیخ الحدیث بقلم حبیب اللہ۔ ۳ر ربیع الاول ۱۳۹۸ھ، مدینہ منورہ)

اس اجازت نامہ کے ساتھ حضرت شیخ کا جو گرامی نامہ مولانا انعام الحسن صاحب کے نام آیا اس کی چند سطور یہ ہیں!

"میں نے بمصلحت تبلیغ جیسا ہارون کو اجازت دی تھی تو کلاً علی اللہ اس کو بھی اجازت دی ہے، بہت ہی دعا کریں اللہ تعالیٰ استقامت ترقیات سے نوازے، آپ بھی توجہ اور دعاء سے مدد فرمائیں۔ کچھ وقت میرے پاس زیادہ گذر جاتا تو اچھا تھا مگر آپ کے پاس رہنا انشاء اللہ میرے پاس رہنے کا نعم البدل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہت ہی ترقیات سے نوازے۔"

(مکتوب محررہ۔ ۲۴ر فروری ۱۹۷۸ء۔ از مدینہ منورہ)

یہ اجازت وخلافت مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ میں دی گئی تھی۔

اس سفر سے آپ کامیاب وبامراد ہو کر ۱۸ر ربیع الاول/ ۲۵ر فروری شنبہ میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے، حضرت شیخ کے حکم سے حضرت مولانا قاضی عبدالقادر مشائیعت کے لئے مکہ مکرمہ تک آئے تھے۔ مکہ مکرمہ اور کراچی ایک ایک یوم قیام کے بعد ۲۱ر ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/ ۲۸ر فروری ۱۹۷۸ء سہ شنبہ میں آپ دہلی واپس ہوئے۔

مدینہ منورہ کے اس پورے سفر میں حضرتؒ نے مولانا مرحوم کی بڑی دلداری فرمائی اور کھانے پینے میں ان کی مرغوبات کا خاص خیال رکھا۔ چنانچہ یہ معلوم ہونے پر کہ ان کو سموسے بہت مرغوب ہیں حضرتؒ نے ایک خادم کو متعین فرمادیا تھا کہ وہ روزانہ ان کے لئے بازار سے خرید کر لایا کرے۔

اس اجازت وخلافت کے بعد حضرت جی ثالث نے ذکر وشغل اور احسان وسلوک سے وابستہ افراد کو آپ کی طرف مراجعت کا حکم فرمادیا تھا اور آپ ہی ان کو ذکر بالجہر اور دیگر اوراد ووظائف تلقین کیا کرتے تھے۔

روزنامچہ شیخ سے ایک اقتباس

اس اجازت وخلافت کے حوالہ سے حضرت شیخؒ کے روزنامچہ کا اندراج اس طرح ہے!

''آج قبیل جمعہ مسجد نبوی میں زبیر سلمہ دہلوی کو بیعت کی اجازت دی، اجازت نامہ شب میں عبدالحفیظ سے لکھوالیا تھا وہی اس کو دیا، عبدالحفیظ نے علی الصبح حاضری روضۂ اقدس میں دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ نے زبیر کو اپنے دست مبارک سے مشلح پہنایا اور وہ خود اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھ رہا تھا آپ نے اس کو اوپر کر کے دست مبارکہ اس کے سر پر پھیرا۔ بارک اللہ لہ''

حضرت جی ثالث کی ڈائری سے ایک اندراج

والد محترم حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ نے اس یادگار اجازت بیعت کا اندراج اپنی ڈائری میں ان الفاظ کے ساتھ کر رکھا ہے!

۱۰ر فروری ۱۹۷۸ء جمعہ، آج مدینہ منورہ میں باب مجیدی کے سامنے عزیز زبیر سلمہ کو حضرت شیخ نے بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی، اللھم تقبل وفقه لما تحب وترضیٰ۔ مولوی نجیب اللہ کے خط میں یہ زیادتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے ۳ر ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/۱۰ر فروری یوم جمعہ

قبیل اذان ۵ بجکر ۳۰ منٹ پر اپنے اکابر کی دولت اجازت بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

اپنے قلم سے اجازت کا ذکر

خود مولانا مرحوم نے اس اجازت وخلافت کا ذکر اپنی ڈائری میں مختصر الفاظ میں اس طرح کرر کھا ہے!

''یکم ربیع الاول/ ۱۰ رفروری جمعہ میں میرے آقا ومرشد نے جمعہ کی نماز سے قبل مسجد نبوی میں باب مجیدی کے سامنے بندہ کو بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی اور ہدایت نامہ بقلم مولوی عبدالحفیظ صاحب مرحمت فرمایا۔''

راقم سطور کے روزنامچہ میں اس حوالہ سے کچھ جزئیات کا مزید اضافہ ہے اس لئے یہاں اس کا بھی اندراج پیش کرتا ہوں!

آج مدنی تاریخ کے مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/ ۱۰ رفروری ۱۹۷۸ء یوم جمعہ قبیل اذان جمعہ ۵ ربج کر ۳۰ رمنٹ پر شیخ ابا جی مدظلہ نے بھائی زبیر سلمہ کو اجازت بیعت وخلافت مرحمت فرمائی۔ جب حضرت مسجد نبوی تشریف لے جانے لگے تو مولانا زبیر صاحب سے فرمایا کہ زبیر ساڑھے پانچ بجے مجھ سے حرم میں ملنا۔

چنانچہ حضرت اپنے معمول کے مطابق نئے حرم میں باب عمر پر تشریف فرما ہوئے جاتے ہی مولانا عبدالحفیظ صاحب سے فرمایا کہ دو رکعت پڑھ لو اور پھر جب تک بھائی عبدالحفیظ نماز سے فارغ ہوئے مولانا زبیر تشریف لا چکے تھے، حضرت نے بلا کر اجازت دی اس کے بعد مولانا عبدالحفیظ کے بدست بھائی زبیر کو ایک لفافہ جس میں اس سلسلہ کی کچھ چیزیں حضرت نے پہلے سے لکھوا کر رکھی تھیں حوالہ فرمائیں۔

اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے بعد ۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/ ۲۸ فروری ۱۹۷۸ء سہ شنبہ میں مولانا مرحوم نے دہلی کے لئے مراجعت فرمائی۔

اللہ، اللہ! آج سے چالیس سال قبل حرم نبوی شریف کا وہ پُرسکون نورانیت، روحانیت سے معمور ماحول، مخدوم العالم حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا بارش کی طرح برستا فیض کرم، مولانا عبدالحفیظ مکیؒ جیسے عاشق رسول اور مزاج شناس شیخ کے ہاتھوں اعطائے خلافت اور نصائح سے بھرپور دستاویز اور خود مولانا زبیر الحسن کی ذاتی صفات اخلاق و کردار ان سب کے مجموعہ سے جو تصویر ابھر کر سامنے آرہی ہے اور جو تصور و تاثر نظروں میں گھوم رہا ہے اس کی ترجمانی شاعران اشعار کے ذریعہ بہت پہلے کر چکا ہے۔

کر غور ذرا دل میں، کچھ جلوہ گری ہوگی　　یہ شیشہ نہیں خالی، دیکھ اس میں بھری ہوگی
ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا　　جب تو نے یہ مے ظالم شیشہ میں بھری ہوگی

حصول اجازت وخلافت کے بعد مکہ مکرمہ سے کراچی اور کراچی سے دہلی تک پہنچنے کی جو سرگذشت آپ نے حضرت شیخ کی خدمت میں مدینہ منورہ تحریر فرمائی وہ راقم سطور کے قدیم معمول ''داشتہ بکار آید'' کے مطابق آج تک محفوظ ہے۔

اس طویل مکتوب میں کراچی کے مطار پر مشائخ اور اکابر تبلیغ (پاکستان) کی تشریف آوری، دہلی کے مطار پر اعزہ واقارب کی موجودگی وطن پہنچ کر مدینہ منورہ کی یاد اور معمولات کی پابندی اس کا اہتمام نیز مولانا عبید اللہ بلیاوی کو ایک اہم ہدایت وغیرہ کی تفصیلات قابل دید اور لائق مطالعہ ہیں۔

روضۂ اقدس پر دست بستہ صلوٰۃ وسلام کی درخواست

مخدوم مکرم معظم ومحترم حضرت اقدس نانے اباجی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

منگل کے دن بھائی کلام صاحب کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے ایک عریضہ ارسال

خدمت کیا تھا امید ہے کہ نظر مبارک سے گذرا ہوگا۔

منگل کے دن شام کو عصر کی نماز حرم شریف میں پڑھ کر صولتیہ میں مختصر سی دعا ہوئی اور پھر بھائی سعدی کے گھر جا کر دس منٹ ملاقات کرتے ہوئے مولوی عبدالحفیظ کے گھر پہنچے۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ بہت ہی مشغول تھے پونے بارہ بجے مکہ سے روانہ ہو کر راستہ میں ایک لب سڑک مسجد میں نماز مغرب پڑھ کر پونے ایک بجے جدہ ایئرپورٹ پر سیدھے پہنچے۔ ڈیڑھ بجے نماز عشاء پڑھی، کھانا مولوی عبدالحفیظ صاحب اپنے گھر سے پکوا کر ہمراہ لے گئے تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر سیدھے مطار پر پہنچے۔ جہاز کا وقت عربی ساڑھے پانچ بجے شب تھا۔ تین بجے سامان وغیرہ تلوا کر اندر روانہ کر دیا گیا اور سب سے ملاقات کے بعد ہم لوگ ایک کمرہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ پندرہ منٹ بعد ہاتھ کا سامان لے کر راستہ میں اس کو ایک جگہ دکھلاتے ہوئے پانچ بجے جہاز میں جا کر بیٹھ گئے۔ ساڑھے پانچ بجے عربی طیارہ نے پرواز کی اور تین گھنٹہ بیس منٹ میں کراچی کے ایئرپورٹ پر اترے۔ کسٹم ہاؤس میں حافظ فریدالدین صاحب، بھائی یوسف رنگ والے اور باہر گاڑیوں کے پاس مفتی زین العابدین صاحب، بھائی عبدالوہاب صاحب، بھائی محمد افضل صاحب موجود تھے۔ بھائی یوسف کی گاڑی میں ان کے گھر گئے، نماز فجر پڑھی اور ان ہی کے گھر ناشتہ کیا اور مختلف کاروں میں مکی مسجد گئے اور جاتے ہی سو گئے۔ بارہ بجے اٹھ کر ڈیڑھ بجے نماز ظہر پڑھ کر کھانا کھایا۔ بھائی زکریا کا مدار صاحب ہمارے سب کے ٹکٹ لے گئے تھے۔ ساڑھے تین بجے ٹکٹوں کا سب کام مکمل کرا کر آئے۔ مکی مسجد سے چار بجے ہم لوگ روانہ ہو کر ایئرپورٹ پہنچے۔ سامان وغیرہ اندر جہاز پر روانہ کر دیا اور ہم لوگوں نے نماز عصر پڑھی۔ ماشاء اللہ حافظ

فرید الدین صاحب اور بھائی زکریا صاحب نے ساری دوڑ دھوپ کی اور ہم سب اطمینان سے بہت آرام سے عربی گیارہ بجے اور کراچی کے ٹائم سے چھ بجے بخیریت جہاز میں بیٹھ گئے۔ ساڑھے چھ بجے طیارہ نے پرواز کی۔ مغرب کی نماز جہاز روانہ ہونے کے بعد پڑھی۔ ایک گھنٹہ دس منٹ کا اعلان تھا مگر دہلی میں بادل اور بارش کی بنا پر دس منٹ لیٹ اترا۔ دہلی کے ائیر پورٹ پر خوب بادل اور بارش اور خوب ٹھنڈی ہوائیں اور اچھی خاصی سردی تھی۔ کسٹم ہاؤس میں بھائی نعمت اللہ موجود تھے اور باہر ماموں اظہار صاحب، ماموں افتخار صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا عمر صاحب، ماموں طلحہ صاحب اور بہت سے احباب موجود تھے۔ پاسپورٹ کے جملہ مراحل سے تو بہت جلدی فراغت ہوگئی تھی۔ مگر جہاز سے سامان آنے میں بہت ہی دیر لگی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد جہاز سے سامان کسٹم ہاؤس میں پہنچا۔ مسافرین پریشان حال تھے، سب غصہ میں بھرے ہوئے تھے مگر کوئی کیا کرسکتا تھا، سب خاموش تھے۔ سردی خوب ہورہی تھی بہت ہی موسلا دھار بارش ہورہی تھی۔ والد صاحب مدظلہ سردی کی وجہ سے تشریف نہیں لے گئے۔ حافظ کرامت اللہ کی مساعی سے بندہ ان کے ہمراہ ایک گاڑی میں جلدی سے آگیا۔ مولانا عبدالحفیظ اور ان کے بھائی سامان لے کر آئے اور گیارہ بجے کے قریب مرکز نظام الدین پہنچے۔ والد صاحب شدید انتظار میں تشریف فرما تھے اور تاخیر کی بنا پر بہت ہی متفکر تھے۔ بہت ہی خوش ہوئے اور کافی دیر تک سینے سے لگائے رکھا اور بہت ہی دعاؤں سے نوازا۔

جمعرات کے دن شام کو بس سے مولوی شاہد صاحب اور دہرہ ایکسپریس سے مولوی سلمان صاحب آکر جمعہ کی صبح ماموں افتخار صاحب کے ہمراہ ماموں طلحہ وشاہد سلمان کاندھلہ گئے۔ شاہد تو اسی دن شام کو سہارنپور چلا گیا۔

جمعہ کی شام کو بابو جی کے جونگہ میں حضرت جی مدظلہ، مولوی محمد عمر، مولوی محمد سلیمان، مولوی یعقوب اور بندہ روانہ ہوئے۔ مغرب راستہ میں باولی میں پڑھتے ہوئے کاندھلہ پہنچے۔ آج کل جملہ سہار نپور والیاں سوائے والدہ شاہد واہلیہ خالد اور اہلیہ مولانا عاقل کے سب جاوید کی شادی کے ذیل میں کاندھلہ آئی ہوئی ہیں۔ ۱۵/ یوم تو سب کو آئے ہوئے ہوگئے ہیں۔ ابھی تک تو واپسی کا ارادہ نہیں ہے آگے کو معلوم نہیں کہ کب تک کاندھلہ شریف قیام رہے گا۔ ماشاء اللہ خوب جمی ہوئی ہیں۔

شب شنبہ کاندھلہ گذار کر صبح کو ۸/ بجے کاندھلہ سے چل کر پونے دس بجے سہار نپور شریف پہنچے۔ ساڑھے گیارہ بجے حاجی محمد شفیع صاحب، مولوی محمد عامر اور مولوی عبدالحفیظ وغیرہ پہنچے اور ظہر بعد سے اجتماع سرپرستان شروع ہوگیا۔ کاندھلہ سے ہمارے ہمراہ ماموں افتخار صاحب اور مولوی طلحہ و مولوی سلمان کا بھی اضافہ ہوا۔ سہار نپور پہنچتے ہی مولوی نصیر صاحب کے نام کا پیکٹ ان کو روضۂ اقدس کی خاک شریف کا ڈبہ حکیم الیاس صاحب کے نام کا ان حضرات کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ والد صاحب مدظلہ کی خدمت میں یہاں کے لئے جو پتھر حجرہ شریفہ کا ارسال فرمایا تھا وہ دے دیا گیا ہے۔ نیز والدہ سعد کے لئے حلاوہ طحینیہ کا ڈبہ اور بچوں کی ٹافیاں بھی سب کو دے دی گئی ہیں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

مولانا عبیداللہ صاحب کی خدمت میں آپ کا پیام کہ اپنے پرانے کام کرنے والوں میں مکاتیب حضرت جیؒ و ملفوظات و سوانح کے سنانے کا کوئی نظم بن جائے عرض کر دیا، وہ اگلے دن جمعہ کو گودھرا کے اجتماع کے ذیل میں وہاں والوں کے شدید اصرار ۸/ یوم پہلے چلے گئے ہیں، واپسی پر ایک عشرہ کے لئے گھر جائیں گے، اس کے بعد انشاء اللہ اس کے سنانے کا نظم بنا دیں گے۔

یہاں واپسی پر ہر ایک نے جناب والا کی خیریت اور ماہ مبارک میں تشریف آوری کے متعلق پوچھا۔ میں ہر ایک سے کہتا رہا کہ دعا کرتے رہو انشاء اللہ آہی جائیں گے۔

الحمدللہ پورے سفر میں کسی قسم کی کوئی دقت اور پریشانی نہیں ہوئی، بہت ہی راحت وآرام سے سفر ہوا۔ خیال تھا کہ آتے ہی خدمت اقدس میں عریضہ ارسال کروں گا مگر معلوم ہوا کہ ۳،۴ ریوم کے بعد بھائی ابرار صاحب مدینہ پاک جارہے ہیں۔ ان کے ہمراہ جلدی پہنچنے کے خیال سے خط لکھنے میں تاخیر ہوئی۔

یہاں آئے ہوئے تقریباً ۸ ریوم ہوگئے ہیں مگر ایک منٹ کو بھی دل نہیں لگا ہر وقت وہاں کے خیالات تصورات اور حضرت والا کی شفقتیں اور محبتیں یاد آآ کر بہت ہی رلاتی ہیں۔

الحمدللہ بندے کے معمولات پورے ہورہے ہیں ذکر فجر کے بعد اپنے حجرہ میں تہجد، اشراق، چاشت، اوابین ان سب نفلوں میں ایک منزل قرآن پاک کی ایک منزل حزب الاعظم کی اور ذکر کے بعد پاس انفاس بھی بہت ہی اہتمام سے کرتا ہوں، دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے استقامت بھی نصیب فرمائے اور قبول بھی فرمائے۔

پرسوں ۲۹ رربیع الاول ۱۳۹۸ھ/ ۱۰ رمارچ ۱۹۷۸ء جمعہ کے دن گودھرا کے اجتماع کے لئے روانگی ہے، جمعرات کو واپسی ہوگی انشاء اللہ، سہارنپور سے مولوی محمد سلمان، مولوی محمد طلحہ وشاہد بھی گودھرا کے لئے کل جمعرات کو آئیں گے۔

حضرت قاضی صاحب مدظلہ، بھائی کلام صاحب، مولانا نجیب اللہ صاحب ،مولوی محمد افریقی، مولانا اسماعیل صاحب، بھائی زبیر پا کی کی خدمات میں بعد

سلام مسنون دعا اور صلوٰۃ وسلام کی بہت ہی لجاجت سے درخواست ہے۔

فقط والسلام   محمد زبیر الحسن غفرلہ

روزنامچہ شیخ اور آپ بیتی میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ ۲۵ر فروری میں مولانا عبدالحفیظ مکی، مولانا زبیر مرحوم کو لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے تا کہ وہ بنفس نفیس ان کو دہلی پہنچائیں۔ چنانچہ حسب تحریر حضرت شیخ!

"عزیز عبدالحفیظ نے دہلی پہنچانے کا وعدہ کرلیا تھا وہ ۲۸ر فروری کو دہلی پہنچے اور ۲۸ر اپریل کو مولوی عبدالحفیظ جو زبیر کو نظام الدین پہنچانے گئے تھے دو ماہ کے بعد مکہ مکرمہ واپس آئے۔"

ادب اور تعمیل حکم شیخ کا ایک اعلی نمونہ

یہ بات جگ ظاہر ہے کہ مولانا مرحوم کو شروع سے ہی راقم سطور سے بے انتہا تعلق، گہرا لگاؤ اور دلی انسیت تھی۔ اور یہ تعلق لگاؤ اور انسیت یکطرفہ نہیں تھی یہاں تک کہ عام دیکھنے والے بھی اس سے نہ یہ کہ متاثر تھے بلکہ اس کو عربی کے ایک محاورہ کندمانی جزیمہ سے تعبیر کرتے تھے۔

پیش نظر کتاب میں بھی جا بجا اس کے نمونے قارئین کے سامنے آ چکے ہیں۔ لیکن ادب اور تعمیل حکم شیخ کا یہ اعلی نمونہ پڑھ کر سب ہی کو تعجب اور خوشگوار حیرت ہوگی کہ ان کے اسی سفر حجاز میں جب راقم سطور نے ان کو ایک دستی گھڑی خرید کر لانے کی فرمائش کی تو انہوں نے بڑی صفائی کے ساتھ یہ جواب بھیجا کہ "حضرت شیخ کی جانب سے کسی کی فرمائش لے جانے کی ممانعت ہے۔ اس لئے سخت معذوری ہے۔"

ان کے مکتوب کے پورے الفاظ یہ ہیں!

"دوسری بات جو اس سے بھی اہم ہے وہ یہ ہے کہ تمہارے خط کی آمد سے دو، تین یوم قبل حضرت نے بہت اہتمام سے بہت ہی محبت آمیز اور شفقت

کے لہجہ میں فرمایا کہ ''اگر تیرے سے کوئی آدمی کوئی بھی چیز منگائے تو ہرگز ہرگز
لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر کوئی پوچھے کہ کیوں نہیں لایا تو کہہ دینا
کہ زکریا نے منع کر دیا ہے۔ اس لئے بھی لانے سے سخت معذوری ہے۔''

طریقت واحسان کی راہ پر گامزن حضرات سمجھ سکتے ہیں کہ اس خط کی اصل روح اور اصلی جوہر وہی ہے جو چشتیت کی جڑ اور بنیاد ہے۔ یعنی اتباع شیخ، انقیادِ شیخ، محبت شیخ اور ربط شیخ کہ شاہد جیسے کو بھی تعمیل حکم شیخ میں گھڑی لانے سے انکار کر دیا۔

رحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة

الیاسی سلسلہ کی دوسری اجازت

جیسا کہ معلوم ہے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسنؒ کو حضرت مولانا محمد الیاسؒ سے چاروں سلاسل میں اجازت بیعت حاصل تھی۔ آپ کو یہ اجازت حضرت مولانا الیاسؒ نے اپنی حیات کے آخری دن ۲۲/جون ۱۹۴۴ء/ یکم رجب ۱۳۶۳ھ میں علماء ومشائخ کی موجودگی میں یہ کہہ کر دی تھی کہ!

''مولوی انعام بھی بہت اچھے ہیں، انہوں نے بھی ذکر وشغل بہت کیا ہے
یہ بھی اسی قبیل سے ہیں البتہ علم کا احترام زیادہ ہے۔''

حضرت جی ثالث نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات میں صرف چند افراد کو ہی بیعت کیا تھا، لیکن دعوتی امارت کا بار عظیم سنبھالنے کے بعد مشرق ومغرب اور شمال وجنوب سے خلق خدا کا زبردست رجوع آپ کی طرف ہوا جس کی وجہ سے بیعت وارشاد کا سلسلہ روز بروز وسیع ہوتا چلا گیا۔ دنیا کے تقریباً تمام ہی ممالک میں آپ کے مسترشدین اور دست گرفتہ موجود تھے لیکن آپ کی جانب سے مولانا زبیر الحسن مرحوم کے علاوہ کسی دیگر شخص کو اجازت بیعت وخلافت ملنا راقم سطور کے علم میں نہیں ہے۔

مولانا زبیر موصوف کو آپ نے یہ اجازت دعوت وتبلیغ کے تین عظیم قائدین مولانا

مفتی زین العابدین (فیصل آباد پاکستان) مولانا قاضی عبدالقادر (جھاوریاں پاکستان) اور مولانا محمد عمر پالنپوری کے مسلسل اصرار پر ۱۶ر نومبر ۱۹۸۳ء/۱۰ر صفر ۱۴۰۴ھ میں مرحمت فرمادی تھی۔

قادری سلسلہ میں دو مزید اجازتیں

قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری اپنے دور کے اولیاء کبار اور خاصان خدا میں تھے آپ کا روحانی سلسلہ بڑی عمومیت اور بڑی وسعت کے ساتھ پھیلا۔ بہت سے خلفاء اور اجازت یافتہ علماء آج بھی آپ کے سلسلہ سلوک واحسان کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اُن میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی نے اپنی امتیازی صفات کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کی۔ مولانا زبیر الحسن مرحوم کو ان دونوں شخصیات کی جانب سے بھی اجازت اور خلافت حاصل تھی۔

اس کتاب کے قارئین پچھلے چار پانچ صفحات سے دعوت وتبلیغ میں بیعت کی اہمیت اور اس کے مقام کو بہت واضح اور مضبوط انداز میں مستند ومعتمد تاریخی حوالوں کے ساتھ مسلسل پڑھتے چلے آرہے ہیں اور اب یہاں تک پہنچ کر قارئین پر یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ دعوت وتبلیغ میں پورے خلوص واخلاص کے ساتھ جانی اور مالی قربانیاں دینے کے باوجود حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کے نائبین مولانا محمد یوسف، مولانا محمد انعام الحسن اور پھر ان کے اخلاف مولانا محمد ہارونؒ، مولانا محمد طلحہ زید مجدہ اور مولانا محمد زبیر الحسنؒ ایک لحظہ اور لمحہ کے لئے بھی نہ تو دعوت وتبلیغ میں سلوک واحسان اور طریقت وشریعت کے باہمی التزام کی نفی کرسکے اور نہ ہی اس کی اہمیت وافادیت کا انکار کرسکے۔

اب ایسی حالت میں جو شخص بھی اس بات کا دعوی کرے کہ ہمارا یہ دعوتی کام ہی پیر ومرشد ہے۔

تو ایسا شخص نہ صرف اپنے اکابر اور اپنے خاندانی مشائخ کے نقش قدم سے ہٹ چکا ہے بلکہ سلوک واحسان کے مخالفین اور معاندین کی منشا اور ضرورت کو بھی پورا کررہا ہے۔

چوتھا باب

☆......علمی و درسی مصروفیات

☆......درس حدیث کا آغاز

☆......منصب شیخ الحدیث پر فائز ہونا

☆......آپ کے بعض غیر ملکی تلامذہ

☆......آپ کے بعض ممتاز ملکی تلامذہ

علمی و درسی مصروفیات

تعلیم ظاہری سے فراغت اور تعلیم باطنی کے آغاز کے ساتھ ساتھ آپ مرکز نظام الدین پہنچنے پر علمی مشاغل اور درس و مطالعہ میں بھی مصروف ہوئے۔ چنانچہ مرکز تبلیغ کے تحت قائم مدرسہ کاشف العلوم میں کئی سال تک درجہ ابتدائی عربی، فارسی میں حمد باری، میزان الصرف، نحومیر، پنج گنج وغیرہ چھوٹی بڑی متعدد کتابیں پڑھاتے ہوئے کتب متوسطہ کنز الدقائق، الادب المفرد، ریاض الصالحین، نور الانوار وغیرہ آپ کو سونپی گئیں۔ یہ کتب متوسطہ آپ نے کئی سال تک پڑھائیں۔

۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ کی ڈائری میں لکھی گئی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کم از کم اسی سن میں مدرسہ کاشف العلوم کے استاذ متعین کر دیئے گئے تھے اور اس پہلے سال میں علم فقہ کی مشہور کتاب نور الایضاح آپ کے زیر درس تھی۔

نصائح پر مشتمل حضرت شیخ کا ایک مکتوب

مدرسہ کاشف العلوم پہنچ کر آپ کے درس و تدریس کی ابھی شروعات ہی تھی۔ جس میں آپ ابتدائی بنیادی کتابوں کا درس دے رہے تھے کہ آپ کے شیخ و مرشد اور مربی روحانی کا سہارنپور سے بہت سی قیمتی نصیحتوں پر مشتمل مکتوب آپ کے نام پہنچا۔

اس مکتوب تک تو راقم سطور کی رسائی نہیں ہو سکی لیکن اس کے جواب میں آپ نے جو مکتوب سہارنپور بھیجا وہ موجود ہے اور اس کا متن یہ ہے!

مخدوم مکرم معظم و محترم حضرت قبلہ نانے اباجی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج اقدس بعافیت ہوں گے۔ اسی وقت عصر کی نماز کے بعد

مولوی موسیٰ صاحب بخیریت پہنچ گئے۔ان کے ہمراہ گرامی نامہ ملا۔

اسباق میں لگ گیا ہوں اور نصیحتوں پر عمل شروع کردیا ہے۔اللہ تعالیٰ استقامت سے نوازے۔

ہر آن دعا اور توجہ کا محتاج ہوں۔الحمد للہ بندہ خیریت سے اور خوش وخرم ہے۔ ابھی تک تو جی لگ رہا ہے، آئندہ کی خبر نہیں۔اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ سب ہی احباب سلام مسنون اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔فقط والسلام

محمد زبیر الحسن غفرلہ

درس حدیث کا آغاز

مختلف سالوں کی یادداشتوں اور ڈائریوں میں آپ نے اپنی کتابوں کے آغاز واختتام کی جو تاریخیں درج کررکھی ہیں ان سے آپ کے درس وتدریس کی درج ذیل تفصیلات سامنے آئی ہیں۔

☆ ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء میں نور الایضاح، ریاض الصالحین، مشکوۃ شریف جلد ثانی ۲۱رشوال/ ۲۱رجولائی کے ہونے والے تعلیمی مشورہ میں آپ کے لئے متعین ہوئیں۔ ۲۳رشوال/ ۲۳رجولائی میں حضرت جی ثالث کی دعا اور افتتاح سے اس کا آغاز ہوا تھا۔

☆ ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں فقہ کی مشہور کتابیں منیۃ المصلی، نور الایضاح اور علم حدیث کی مشہور کتابیں مشکوۃ شریف جلد ثانی وریاض الصالحین آپ کے زیر درس رہیں۔ اور جو ماہ رجب المرجب میں اختتام کو پہنچیں۔

یہ مولانا مرحوم کا درس مشکوۃ شریف کا دوسرا سال تھا۔جو کہ مولانا محمد الیاس بارہ بنکوی کے یہاں سے منتقل ہوکر آپ کے پاس آیا تھا اور جس کو آپ نے باب المعاشرت سے شروع کیا تھا۔

☆ ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء کے تعلیمی سال کے آغاز میں مشکوۃ شریف مکمل اور نور الایضاح

آپ کے لئے متعین ہوئی۔ ۲۳ر شوال ۱۴۰۶ھ/ ۲ر جولائی ۱۹۸۶ء بروز بدھ بعد نماز عصر حضرت جی ثالثؒ نے دیگر اساتذہ کی کتابوں کے ساتھ آپکی ان دونوں کتابوں کی بھی شروعات کے طور پر بسم اللہ کرا کر دعا فرمائی اور پھر دو یوم بعد شنبہ سے آپ نے اسباق پڑھانے شروع کئے۔ اور پھر درمیان سال میں دعوتی سفر پیش آجانے پر عارضی طور سے مشکوۃ شریف کا یہ سبق مولانا محمد الیاس بارہ بنکوی کے یہاں منتقل ہوا۔

اس سال کا سلسلہ تعلیم و تعلم ۲۸ر رجب ۱۴۰۶ھ/ ۱۹ر اپریل ۱۹۸۶ء بدھ میں ختم ہوا۔ مولانا زبیر مرحوم اپنی ڈائری میں اس کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں۔

''ظہر کے بعد دہلی کے مدارس کے طلبہ دورہ حدیث کے تقریباً ۶۰ر ۷۰ آئے مولانا محمد عمر کی بات ہوئی سوا چار بجے حضرت جی کی بات ہوئی، عصر کے بعد اپنے مدرسہ کی جملہ کتب حدیث کا ختم حضرت جیؒ نے کرایا۔ سات بچوں کا قرآن پاک حفظ ختم کرایا۔ خوب رقت آمیز دعا کرائی۔''

☆ شوال ۱۴۰۷ھ/ جون ۱۹۸۷ء میں بھی مشکوۃ شریف کا اہم سبق آپ کے پاس رہا۔ مولانا کے اندراج کے مطابق یہ ۱۸ر رجب جمعرات میں اختتام کو پہنچی۔ جناب الحاج بھائی عبد الوہاب، مولانا مفتی زین العابدین اور جناب الحاج محمد افضل صاحبان بھی اس اختتامی مجلس میں موجود تھے۔

☆ ۱۴۰۸ھ کے شوال میں افتتاح تعلیم کے موقعہ پر مشکوۃ شریف اور کتب صحاح میں مسلم شریف آپ کے لئے متعین کی گئیں۔

۲۲ر شوال بدھ میں حضرت جی ثالثؒ نے ان کتابوں کا افتتاح فرما کر خیر و برکت اور علم مع العمل کے حصول کی طویل دعا کرائی۔ دیگر اساتذہ کے پاس ہونے والی درس نظامی کی بقیہ کتابوں کی شروعات بھی اسی مجلس میں ہوئیں۔

مولانا مرحوم کے اس سال حضرت جیؒ کے ہمراہ سفر حج پر جانے کی وجہ سے وقتی

طور پر مشکوۃ شریف مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ کی طرف منتقل ہوگئی تھی اور پھر ۱۸ر ذی الحجہ میں حج سے واپسی کے صرف دو یوم بعد دوبارہ مولانا مرحوم کے یہاں اس کا درس شروع ہو کر ۲۲ر رجب/۱۲ر مارچ میں نماز عصر سے قبل یہ اختتام کو پہنچی۔

حضرت جیؒ نے بطور درس اس کی آخری حدیث پڑھ کر اس کے مطلب و معانی کی توضیح و تشریح فرما کر دعا کرائی۔

☆۱۴۰۹ھ میں بھی یہ دو کتابیں (مشکوۃ/مسلم) آپ کے حوالہ کی گئیں۔

فن حدیث کی ان دو کتابوں کے ساتھ ساتھ پورے سال آپ کے دعوتی و تبلیغی اسفار بھی ہوتے رہے اور آپ اس کی کوشش کرتے رہے کہ تعلیم اور تبلیغ کا باہمی رشتہ ٹوٹنے نہ پائے اور اس کا اندازہ مرحوم کا اس موقعہ پر اپنی ڈائری میں لکھے ہوئے اس جملہ سے ہوتا ہے کہ!

''۱۷ر جمادی الاول/ ۲۸ر دسمبر بدھ کی صبح میں اجتماع بھوپال سے دہلی پہنچے اور اسی دن مسلم شریف اور مشکوۃ شریف کا سبق پڑھایا۔''

اس طرح ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء کے اجتماع رائیونڈ سے فراغ پر دہلی آئے تو اگلے ہی دن اسباق شروع کرا دیئے اور سفر کی وجہ سے ہونے والے حرج کے دفعیہ کے لئے دو وقت (بعد ظہر اور بعد مغرب) درس دینا شروع کیا۔

آپ کا منصب شیخ الحدیث پر فائز ہونا

مرکز تبلیغ نظام الدین میں قدیم زمانے سے ایک تعلیمی درسگاہ مدرسہ کاشف العلوم کے نام سے قائم ہے۔ جس میں درجہ فارسی سے درجہ مشکوۃ شریف تک تعلیم کا اکابر کے دور میں بڑا اہتمام رہا۔ شیخین جلیلین (مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن) کی دیرینہ خواہش تھی کہ یہاں دورہ حدیث شریف کا آغاز بھی کر دیا جائے۔

چنانچہ حضرت شیخؒ سے مسلسل مشوروں کے بعد یہاں صحاح ستہ کا آغاز ہوا اور ۴ر ربیع الاول ۱۳۷۴ھ/ یکم نومبر ۱۹۵۴ء جمعہ بعد نماز عصر مولانا محمد یوسف نے ابو داؤد اور

۷ر ربیع الاول دوشنبہ میں مولانا محمد انعام الحسن نے بخاری شریف اور مولانا عبید اللہ بلیاوی نے ترمذی شریف شروع کرائی۔

مسند انعامی سے درس بخاری کا یہ سلسلہ سالہا سال چلتا رہا، ماہ وسنین بدلتے رہے اور کاشف العلوم کی علمی وتدریسی تاریخ اپنے اوراق پلٹتی رہی یہاں تک کہ مولانا عبید اللہ بلیاوی مرحوم کی وفات (رجب ۱۴۰۹ھ) پر صحیح بخاری شریف کا درس مولانا زبیر مرحوم کی طرف منتقل ہوا اور پھر باضابطہ طور پر مولانا زبیر الحسن مرحوم اس دعوتی گہوارہ میں منصب شیخ الحدیث پر فائز ہوکر بخاری شریف کا درس فنی مہارت کے ساتھ اپنی زندگی کے آخری سال تک دیتے رہے۔

راقم سطور کے روزنامچہ میں اندراج کے مطابق مولانا زبیر مرحوم نے اولین مرتبہ مدرسہ کاشف العلوم میں بخاری شریف ۱۴۱۰ھ میں پڑھائی ہے۔ ۲۶ر رجب/ ۲۳ر فروری ۱۹۹۰ء جمعہ میں بعد نماز عشاء آپ نے بخاری ختم کرا کر اس کی مختصر دعا کرائی اور پھر ایک روز بعد یعنی ۲۷ر رجب ہفتہ کی شام بعد عصر حضرت جیؒ نے کتب احادیث کی آخری حدیثیں پڑھ کر تمام طلبہ واساتذہ کو اجازت حدیث دے کر طویل اور مؤثر دعا کرائی۔

ایک سال گذرنے پر اسی طرح ۲۵ر رجب ۱۴۱۱ھ/ ۱۱ر فروری ۱۹۹۱ء میں انہوں نے دوسری مرتبہ بخاری ختم کرا کر حضرت جی ثالث سے اختتامی دعا کرائی۔

خوش قسمتی سے راقم سطور بھی اس دعا میں شریک تھا۔ چنانچہ اس شرکت کی تفصیل اپنے روزنامچہ سے یہاں پیش کرتا ہے!

''۲۳ر رجب/ ۹ر فروری ۱۹۹۱ء شنبہ میں شاہدرہ ۱۲ربجے کی بس سے چل کر شب میں ۸ربجے نظام الدین پہنچا۔ ۲ر گھنٹے بڑوت میں جام میں پھنسا رہا۔ کیونکہ وہاں وزیراعظم چندر شیکھر اور دیوی لال وغیرہ آئے ہوئے تھے۔ اگلے دن سہارنپور واپسی کی نیت تھی مگر مرکز میں اتوار کی شام بعد عصر ختم بخاری اور قرآن

پاک کی دعا ہوئی تھی، اس لئے اس میں شامل ہونے کی نیت کر لی گئی اور پھر منگل کی صبح مع برادر عزیز راشد سلمہ بذریعہ بس سہارنپور واپسی ہوئی۔''

بعد کی حاصل شدہ معلومات یہ ہیں کہ اس کے بعد آپ آخر حیات تک صرف بخاری شریف کامل کا درس دیتے رہے اور جیسے جیسے یہ مدت بڑھتی رہی آپ کا فن حدیث سے لگاؤ بڑھتا گیا اور درسی استعداد میں نکھار پیدا ہوتا گیا اور اسی کے ساتھ طالبان علوم حدیث کی تعداد میں دوچند بلکہ سہ چند کا اضافہ ہوتا گیا۔

کم وبیش تیس سال تک بخاری شریف پڑھانے میں آپ کا ذوق یہ رہا کہ قدیم وجدید علماء کی بخاری شریف کی عربی واردو شروحات بڑے اہتمام سے مہیا کر کے اپنے مطالعہ میں رکھتے اور اگر وہ غیر مطبوعہ ہوتیں یا تقریری مسودات ہوتے تو گراں قیمت دے کر ان کا عکس (فوٹو اسٹیٹ) حاصل کرتے اور ان سے خوب خوب فائدہ اٹھاتے۔ چنانچہ آج بھی آپ کی ذاتی لائبریری میں بخاری شریف کی درجنوں شروحات اور حواشی موجود محفوظ ہیں اور جا بجا ان پر آپ کی یادداشتیں، مفید اشارات وحدیثی نکات تحریر ہیں۔

اس درس وتدریس کے ساتھ آپ کے یہاں مدرسہ کاشف العلوم میں زیر تعلیم طلباء کے ششماہی وسالانہ امتحانات بھی ہوتے اور جن میں چھوٹی بڑی سب کتابیں شامل ہوتیں۔ آج تک کی حاصل معلومات کے اعتبار سے صفر ۱۳۹۵ھ/فروری ۱۹۷۵ء میں پہلی مرتبہ آپ نے حمد باری، نفحۃ العرب، قصص النبیین کا امتحان لیا تھا۔ کچھ سال بعد حدیث شریف کی بڑی کتابوں کے بھی آپ کے پاس امتحانات آنے لگے۔

چنانچہ آپ کی محرم ۱۴۰۶ھ/اکتوبر ۱۹۸۵ء کی ڈائری میں شمائل ترمذی، نفحۃ العرب، محرم ۱۴۰۷ھ/ستمبر ۱۹۸۶ء کی ڈائری میں مسلم شریف، شمائل ترمذی، الادب المفرد اور محرم ۱۴۰۸ھ/ستمبر ۱۹۸۷ء کی ڈائری میں مسلم شریف کے ساتھ دیگر متعدد کتابوں کا امتحان لینا لکھا ہوا ہے۔

اسی طرح حاصل شدہ معلومات کے مطابق شعبان ۱۳۹۴ھ/ اگست ۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ آپ نے درجہ حفظ کے طلباء کا امتحان لیا تھا۔

چونکہ والد ماجد مرحوم کی طرح ہمیشہ علم ومطالعہ سے تعلق ورابطہ رہا اس لئے آپ کی لائبریری ہندوستان، پاکستان، مصر، امارات اور سعودی عرب سے شائع ہونے والی نئی نئی کتابوں سے معمور رہتی تھی۔ چنانچہ اپنے والد ماجد کی طرح تمام دعوتی اور درسی مشاغل کے ساتھ ساتھ آپ کے یہاں بھی مطالعہ کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

یہ آپ کے علمی ذوق کی دلیل سمجھی جائے گی کہ ہر سال رائیونڈ کے اجتماع میں آپ جاتے تو وہاں سے بھی ایک اچھا خاصہ ذخیرہ کتابوں کا خرید کر لاتے تھے۔ راقم سطور کو بھی تاکید کرتے تھے کہ تم جب بھی اجتماع کے کتب خانوں سے یا لاہور وغیرہ سے کوئی کتاب خرید کر لاؤ مجھے بھی دکھلایا کرو۔

حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ کے ذاتی ذخیرہ (غیر مطبوعہ) سے بھی انہوں نے بہت سے علمی افادات اور تقاریر کی نقولات اہتمام سے تیار کرا کر آخر تک ان کو اپنے مطالعہ میں رکھا۔

آپ کے بعض غیر ملکی تلامذہ

جیسے جیسے وقت گذرتا گیا ملک وبیرون ملک سے بڑی تعداد میں طلبائے علوم نبویہ آپ سے بخاری شریف کا درس لینے کے لئے مرکز نظام الدین آنے لگے۔ خصوصیت کے ساتھ غیر ممالک کے طلبا میں بڑی تعداد انگلینڈ، آئس لینڈ، امریکہ، کناڈا، پنامہ، ڈنمارک، ویسٹ انڈیز، سری لنکا، افریقہ سے آنے والوں کی ہوتی تھی۔

کاتب سطور کی درخواست پر انگلینڈ سے ایک کرم فرمانے ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء سے ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء تک آٹھ سالہ عرصہ میں آپ سے درس بخاری لینے والے طلبا کی جو فہرست ارسال کی ہے وہ مجموعی لحاظ سے ستانوے (۹۷) علماء پر مشتمل ہے۔

یادرہے کہ یہ فہرست ناتمام ہے اور اس میں ہر وقت اضافہ کی گنجائش ہے۔
یہاں مختصر نشان دہی کے ساتھ ان کے اسماء گرامی لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ مولانا منیر احمد ولی، بلیک برن یوکے۔ خطیب مرکزی مسجد بلیک برن یوکے
۲۔ مولانا یوسف راجا، باٹلی۔ استاذ دارالعلوم ڈیوزبری یوکے
۳۔ مولانا عبداللہ بن حضرت حافظ محمد پٹیل صاحب (مرحوم) ڈیوزبری
۴۔ مولانا ظہور (مرحوم)۔ بریڈفورڈ
۵۔ مولانا فاروق بشیر۔ مقیم آئس لینڈ
۶۔ مولانا عمران لونٹ۔ باٹلی یوکے
۷۔ مولانا مشتاق۔ باٹلی یوکے
۸۔ مولانا ایاز قریشی۔ بریڈفورڈ یوکے
۹۔ مولانا رشید راجا۔ ولورہامپٹن یوکے
۱۰۔ مولانا فاروق عزیر۔ ڈیوزبری
۱۱۔ مولانا عبدالغفور بن حاجی عبدالحق صلو، امام وخطیب مسجد سٹوک آن ٹرینٹ یوکے
۱۲۔ مولانا اسماعیل بن حاجی آدم مایت، باٹلی۔ استاذ دارالعلوم ڈیوزبری یوکے
۱۳۔ مولانا مکین بن حافظ احمد سعید صلو۔ امام وخطیب مسجد ریڈیچ یوکے
۱۴۔ مولانا خلیل بن حاجی ایوب پٹیل۔ امام وخطیب مسجد غازی لیسٹر یوکے
۱۵۔ مولانا غالب بن حاجی مصری خان، کرولی یوکے
۱۶۔ مولانا وسیم بن حاجی عمر فاروق، لندن یوکے
۱۷۔ مولانا عبداللہ بن حاجی ابراہیم پٹیل، بریڈفورڈ یوکے
۱۸۔ مولانا عبدالرحیم شبیب، امام وخطیب مسجد ایسٹبوڈن یوکے
۱۹۔ مولانا محمود ساچا، استاذ دارالعلوم ڈیوزبری یوکے امام مرکزی مسجد ڈیوزبری

۲۰۔ مولانا یوسف ساچا، استاذ دار العلوم ڈیوز بری یو کے امام مرکزی مسجد ڈیوز بری

۲۱۔ مولانا نعیم ساچا، استاذ دار العلوم ڈیوز بری یو کے امام مرکزی مسجد ڈیوز بری

۲۲۔ مولانا شعیب نواب (مرحوم) ڈیوز بری یو کے

۲۳۔ مفتی خالد پٹیل ۔امام وخطیب مرکزی مسجد لیسٹر یو کے

۲۴۔ مولانا قاسم پٹیل، امام جامع مسجد واستاذ حدیث تفسیر دار العلوم لنکاسٹر

۲۵۔ مولانا طاہر حسین ۔ برمنگھم یو کے

۲۶۔ مولانا یوسف بن حضرت حافظ محمد پٹیل صاحب استاذ دار العلوم بریڈفورڈ یو کے

۲۷۔ مولانا خورشید۔ گلاسگو یو کے

۲۸۔ مولانا صادق۔ استاذ دار العلوم بریڈفورڈ یو کے

۲۹۔ مولانا سلیمان راجہ۔ مہتمم مدرسہ محمودیہ باٹلی یو کے

۳۰۔ مولانا بلال۔ برمنگھم یو کے

۳۱۔ مولانا نجم العالم ۔امام مسجد لندن یو کے

۳۲۔ مولانا مجیب الرحمٰن ۔لندن یو کے

۳۳۔ مولانا عبد القیوم ۔لندن یو کے

۳۴۔ مولانا قاسم دیوبندی۔ یو کے

۳۵۔ مولانا عمر عالم۔ مانچسٹر یو کے

۳۶۔ مولانا شبیر۔ شیفیلڈ یو کے

۳۷۔ مولانا زاہد پٹھان ۔ پریسٹن یو کے

۳۸۔ مولانا اسجد۔ امریکہ

۳۹۔ مولانا زکریا بڈات ۔امام وخطیب مسجد امریکہ

۴۰۔ مولانا انجم بٹ۔ بریڈفورڈ یو کے

۴۱۔ مفتی جاوید پٹھان۔ پرنسپل مسلم گرلز ہائی اسکول، پریسٹن یوکے

۴۲۔ مولانا امتیاز کمال۔ امام وخطیب مسجد صالحین پریسٹن یوکے

۴۳۔ مولانا محمد منگیرا۔ کناڈا

۴۴۔ مولانا عبدالرحمٰن کیات۔ استاذ دارالعلوم بریڈفورڈ یوکے

۴۵۔ مولانا شعیب صادق۔ استاذ دارالعلوم بولٹن یوکے

۴۶۔ مولانا یحیٰ بوڈی۔ استاذ دارالعلوم لیسٹر یوکے

۴۷۔ مولانا یوسف بوڈی۔ استاذ دارالعلوم لیسٹر یوکے

۴۸۔ مولانا محمد اصوات۔ استاذ دارالعلوم ڈیوزبری یوکے

۴۹۔ مولانا سمیع اللہ۔ باٹلی یوکے

۵۰۔ مولانا ابوبکر ملاں۔ لندن یوکے

۵۱۔ مولانا صادق ملاں۔ لندن یوکے

۵۲۔ مولانا اخلاق الرحمٰن۔ لندن یوکے

۵۳۔ مولانا ابراہیم تلاڈیا۔ برمنگھم یوکے

۵۴۔ مولانا محسن تلاڈیا۔ برمنگھم یوکے

۵۵۔ مولانا ہارون ہانس۔ ڈیوزبری یوکے

۵۶۔ مولانا ہاشم ساچا۔ چیئرمین رابطۃ العلماء برطانیہ یوکے

۵۷۔ مولانا صفدر خان۔ ڈیوزبری یوکے

۵۸۔ مولانا شوکت کاچیلیا۔ پنامہ

۵۹۔ مولانا احمد وشانی۔ فرانس

۶۰۔ مولانا عمر تلاڈیا۔ برمنگھم یوکے

۶۱۔ مولانا عارف پولی۔ امام مسجد عرفان پریسٹن یوکے

۶۲۔ مولانا زبیر راجہ۔ڈیوز بری یوکے

۶۳۔ مولانا اختر حسین۔لندن یوکے

۶۴۔ مولانا شعیب واوڈا۔امام وخطیب ومبلڈن مسجد

۶۵۔ مولانا آصف بھام۔استاذ دارالعلوم پاناما

۶۶۔ مولانا رضوان کوکھڑ۔امریکہ

۶۷۔ مولانا زکریا رضا قاضی۔کناڈا

۶۸۔ مولانا سلیمان کڑیا۔استاذ دارالعلوم ڈیوز بری یوکے

۶۹۔ مفتی ناظم منیگرا۔کناڈا

۷۰۔ مولانا عبدالرحمٰن موسیٰ آکوڈی۔باٹلی

۷۱۔ مولانا طلحہ ہارون۔امام وخطیب مرکزی مسجد بلیک برن یوکے

۷۲۔ مولانا عقیل ہارون۔امام وخطیب مسجد عرفان بلیک برن یوکے

۷۳۔ مولانا عبدالودود ہانڈ۔یوکے

۷۴۔ مولانا ابوالکلام امام وخطیب مسجد لندن یوکے

۷۵۔ مولانا عمر ایوب کیکا۔امام وخطیب مسجد فیض الاسلام برمنگھم یوکے

۷۶۔ مولانا عمران قاسم ہانسروٹ۔امام وخطیب مدینہ مسجد سٹوک آن ٹرینٹ یوکے

۷۷۔ مولانا قاسم محمد۔لوٹن یوکے

۷۸۔ مولانا اقبال شیر علی۔برمنگھم یوکے

۷۹۔ مولانا ابراہیم واجی۔باٹلی یوکے

۸۰۔ مولانا ساجد کلنگ۔والسال یوکے

۸۱۔ مولانا ہاشم گوڑا۔باٹلی یوکے

۸۲۔ مولانا بلال غلام توڑاوا۔امام وخطیب مسجد انوار بلیک برن یوکے

۸۳۔ مولانا عثمان قاضی۔بولٹن یوکے

۸۴۔ مولانا افضل پٹیل۔استاذ دار العلوم پنامہ

۸۵۔ مولانا احمد چوتھیا۔باربڈوز

۸۶۔ مولانا زبیر واوڈا۔بولٹن یوکے

۸۷۔ مولانا الیاس کولا۔باٹلی یوکے

۸۸۔ مولانا ہارون لوڑگٹ۔لیسٹر یوکے

۸۹۔ مولانا زکریا بھانا۔استاذ دار العلوم پنامہ

۹۰۔ مولانا شاہد مہدی۔ڈنمارک

۹۱۔ مولانا رفیق احمد۔باربڈوز

۹۲۔ مولانا ادریس پیراوالا۔باربڈوز

۹۳۔ مولانا ہارون اسماعیل ساگا۔ڈیوزبری یوکے

۹۴۔ مولانا عاشق حسین۔لندن

۹۵۔ مولانا رفیق احمد۔ویسٹ انڈیز

۹۶۔ مولانا حسین فہمی۔سری لنکا

۹۷۔ مولانا صلّو۔افریقہ

آپ کے بعض ممتاز ملکی تلامذہ

۱۔ مولانا علی محمد سنگار

۲۔ مولانا عرفان گھولو کانگہ

۳۔ مولانا عمر کھروڑ

۴۔ مولانا خلیل مدرسہ کامیڈہ

۵۔ مولانا یونس ڈہاڈولی

۶۔ مولانا عمار چھائسہ

۷۔ مولانا زکریا نکھلہ

۸۔ مولانا عبدالحمید اوٹاوڈ

۹۔ مولانا یٰسین ترہیڑہ

۱۰۔ مولانا طلحہ امام نگر

۱۱۔ مولانا شاہد مڑھی

۱۲۔ مولانا طاہر مڑھی

۱۳۔ مولانا اشرف آنکیڑہ

۱۴۔ مولانا محمد سعد کاندھلوی (مقیم مرکز حضرت نظام الدین دہلی)

۱۵۔ مولانا عبدالعظیم بلیاوی

۱۶۔ مولانا عبداللہ جھانجھی، گجرات

۱۷۔ مولانا بدرالحسن کاندھلوی

۱۸۔ مولانا محمد ساجد سہارنپوری

۱۹۔ مولانا محمد سہیل مرحوم سہارنپوری

۲۰۔ مولانا محمد صہیب الحسن کاندھلوی

۲۱۔ مولانا محمد خبیب الحسن کاندھلوی

۲۲۔ مولانا محمد صالح سہارنپوری

۲۳۔ مولانا محمد ابراہیم بن مولانا محمد یعقوب دہلوی

۲۴۔ مولانا جلال انصاری بستی حضرت نظام الدین دہلی

پانچواں باب

☆......والد ماجد کی معیت میں ہونے والے چند ملکی اسفار

☆......والد ماجد کے بعد آپ کے چند اہم ملکی اسفار

والد ماجد کی معیت میں ہونے والے چند ملکی اسفار

ذیل میں آپ کے اہم اہم دعوتی اسفار کو دو حصوں میں منقسم کر کے ان کی قدرے ضروری تفصیلات سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

ان میں پہلا حصہ وہ ہے جو آپ کی فراغت تعلیم (۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) سے شروع ہو کر والد ماجد کی وفات محرم ۱۴۱۶ھ/ جون ۱۹۹۵ء پر جا کر ختم ہوا، اور دوسرا حصہ اس کے بعد شروع ہو کر خود مولانا مرحوم کی وفات جمادی الاول ۱۴۳۵ھ/ مارچ ۲۰۱۴ء پر اختتام کو پہنچا،

حاصل شدہ معلومات نیز روزنامچہ شیخ کے اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ فراغت تعلیم کے بعد والد ماجد کی معیت میں علاقہ میوات میں آپ کا پہلا سفر ۷ر ربیع الاول ۱۳۹۲ھ/ ۲۱ر مئی ۱۹۷۲ء میں ہوا تھا۔

اس تین روزہ سفر میں مولانا محمد عمر پالنپوری اور جناب منشی بشیر احمد کی معیت آپ کو حاصل تھی یہ سفر ایسے وقت پر ہوا تھا کہ شدید گرمی اور لو کے زمانے میں موسم کی سختی اور خشکی کی وجہ سے وہاں بہت سے کنوؤں کا پانی خشک ہو گیا تھا۔ لیکن والد ماجد کی برکت سے یہ سفر بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ پورا ہوا۔

اس سفر کی مزید تفصیلات راقم سطور کی دیگر کتاب سوانح حضرت مولانا انعام الحسن (جلد دوم صفحہ ۳۶) پر پڑھی جا سکتی ہیں۔

اس کے بعد علاقہ میوات کے تقریباً تمام ہی اسفار میں آپ حضرت جی ثالث کے ہمرکاب رہے۔

والد مرحوم کی معیت میں آپ کا آخری سفر میوات ۲۳ر شوال ۱۴۱۵ھ/ ۲۵ر مارچ

۱۹۹۵ء میں نوح اور مالب دو مقامات کا ہوا تھا، چنانچہ حضرت جی ثالث نے نوح میں مدرسہ معین الاسلام تشریف لاکر کتب حدیث مشکوۃ شریف وغیرہ کا افتتاح فرمایا اور پھر مالب کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہاں جناب قاری سلیمان صاحب کے مکان پر قیام ہوا اور ہونے والے اجتماع میں شرکت فرماکر اگلے روز دہلی واپس ہو گئے۔

اس ہونے والے آخری سفر میں راقم سطور بھی ہمرکاب تھا، اس لئے اس سفر کی دو باتیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔

پہلی یہ کہ میوات کا یہ سفر معمول کے خلاف فوری طور پر ایک روز قبل طے ہونے پر حضرت جی ثالثؒ نے مولانا زبیر الحسن مرحوم سے دریافت کیا کہ شاہد تو سہارنپور میں ہے اس کو ہمارے جانے کی خبر کیسے ہوگی؟ مولانا زبیر نے اس کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتے ہوئے فوری طور پر مجھے مطلع کیا اور یہ احقر اسی وقت روانہ ہو کر شب میں دہلی پہنچا اور اگلی صبح نماز فجر میں جب حضرت جی کو راقم کی آمد کا علم ہوا تو بیحد مسرور ہوئے۔

دوسرا واقعہ اس سفر میں یہ پیش آیا کہ حضرت جی ثالث مغرب بعد نوافل سے فارغ ہو کر خاموش اور متفکر ہو کر کافی دیر تک قبلہ رخ بیٹھے رہے اس وقت کے حزن و تفکر کو دیکھ کر بندہ نے صحت اور طبیعت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ الحمد للہ ٹھیک ہے کچھ توقف کے بعد بندہ نے پھر صحت کے بارے میں دریافت کیا تو بہت ٹھنڈا سانس بھر کر فرمایا کہ!

> ''بھائی اب اعداء اسلام اور معاندین تبلیغ نے طے کیا ہے کہ دعوت و تبلیغ کے اونچی سطح کے افراد میں اختلاف پیدا کئے جائیں تا کہ کام کو نقصان پہنچے۔ مجھے اس وقت اسی کا فکر سوار ہے۔''

یہ وضاحت اوپر آ چکی کہ فراغت تعلیم کے بعد سے والد ماجد کی وفات تک آپ نے بلا مبالغہ صدہا سفر خالص دعوت و تبلیغ کی نسبت پر کئے جن کے نتیجہ میں دعوتی مزاج واسلوب اور تبلیغی آداب واصول بڑی حد تک آپ کی زندگی میں داخل ہو گئے تھے۔

اب ذیل میں ایسے ہی بعض اہم اہم اسفار کی مختصر تاریخ لکھی جاتی ہے۔

اجتماع حیدرآباد، مدراس

☆رجب ۱۳۹۳ھ/ اگست ۱۹۷۳ء میں والد ماجد کی نگرانی میں مولانا مرحوم کا حیدرآباد اور مدراس کا سفر ہوا اور چونکہ اجتماع سری لنکا بھی اس میں شامل ہوگیا تھا اس لئے ایک ماہ سے زائد وقت اس میں لگا اور ۸رشعبان/ ۶ردسمبر کو دہلی واپسی ہوئی۔

اجتماع سہارنپور

☆۱۲/۱۳/۱۴رشعبان ۱۳۹۴ھ/ ۳۱راگست، یکم و۲رستمبر ۱۹۷۴ء میں سہارنپور کا سہ روزہ اجتماع شرکاء کی تعداد اور جماعتوں کی روانگی کے لحاظ سے بہت اہم تھا۔

خصوصیت کے ساتھ اس اجتماع میں حضرت شیخ ؒ کی مدینہ منورہ سے تشریف آوری کی وجہ سے اس کی اہمیت اور خیر وبرکت میں کئی گنا اضافہ ہوگیا تھا۔

اس اجتماع میں مولانا زبیر الحسن مرحوم نے ذکر اللہ کے فضائل اور اس کی اہمیت پر بیان کیا اور حضرت جیؒ نے بذات خود تعلیمی حلقہ میں شریک ہوکر پہلے فضائل صدقات کی چند احادیث سنا کر پھر حیاۃ الصحابہ پڑھی۔

حضرت شیخؒ بھی اس تعلیمی حلقہ میں شروع سے آخر تک تشریف فرما رہے۔

اجتماع گیاری (بہار)

☆۱۶/۱۷/۱۸رشوال ۱۳۹۴ھ/۲/۳/۴رنومبر ۱۹۷۴ء میں حضرت جی ثالث دہلی سے روانہ ہوکر گیاری (بہار) کے اجتماع میں پہنچے۔ مشورہ کے مطابق فضائل ذکر پر عصر بعد کے بیانات مولانا زبیر الحسن مرحوم کے ہوئے۔

اجتماع پانولی (گجرات)

☆۱۵/۱۶/۱۷رذیقعدہ ۱۳۹۴ھ/ ۳۰رنومبر یکم و۲ردسمبر ۱۹۷۴ء میں پانولی (گجرات) کا عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا جس میں ہندوستان بھر کے تمام ذمہ دار احباب شریک تھے۔

اس اجتماع کے لئے ۱۳ر ذیقعدہ/ ۲۸ر نومبر جمعرات کو دہلی سے روانگی عمل میں آئی۔ اگلے دن سورت شہر پہنچ کر مولانا مرحوم نے وہاں جامع مسجد میں نماز جمعہ کی امامت کی اور اسی دن بعد عصر آپ نے ذکر کی اہمیت اور ترغیب پر بیان بھی کیا۔

اسی سفر میں حضرت جیؒ کا اپنے پورے قافلہ کے ساتھ سورت میں ایک روزہ قیام جناب الحاج بھائی عبد الحفیظ منیار کی کوٹھی پر ہوا تھا اور نماز جمعہ کی امامت جامع مسجد سورت میں مولانا زبیر مرحوم کی ہوئی تھی۔

۸ر دسمبر ۱۹۷۴ء/ ۲۳ر ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ میں دہلی واپسی ہوئی۔

اجتماع اجمیر شریف

☆۱۲/۱۳/۱۴/۱۲ر محرم ۱۳۹۵ھ/ ۲۵/۲۶/۲۷ر جنوری ۱۹۷۵ء میں مشہور روحانی بستی اجمیر سے متصل گاؤں اونترا میں ایک سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ حضرت جیؒ کے اس قافلہ دعوت وتبلیغ میں مولانا مرحوم کے ساتھ حضرت مولانا محمد طلحہ اور راقم سطور (محمد شاہد) بھی شامل تھے اجتماع سے فراغت پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ میں ان کے مرقد پر فاتحہ خوانی کے لئے بھی جانا ہوا۔

بھوپال کے اجتماعات

☆آج تک کی حاصل معلومات کے مطابق فراغت کے بعد مولانا زبیر الحسن مرحوم نے بھوپال کے اُس سالانہ اجتماع میں پہلی مرتبہ شرکت کی جو ۲۶/۲۷/۲۸ر محرم ۱۳۹۵ھ/ ۸/۹/۱۰ر فروری ۱۹۷۵ء میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجتماع میں بائیس جماعتیں بیرون کی نکلی تھیں۔

اس قافلہ میں مولانا محمد طلحہ اور راقم سطور محمد شاہد بھی شامل تھے۔ اس اجتماع کے پہلے دن پہلی مرتبہ بعد عصر مولانا مرحوم کا بیان ہوا۔ نیز دوسرے دن مولانا طلحہ، مولانا زبیر اور راقم سطور، حضرت قاری رضا حسن مرحوم ومغفور کے مکان پر گئے اور حضرت مولانا شاہ محمد الیاسؒ

کی نسبت پر ان کے اہل خانہ کو نقد ہدایا پیش کر کے واپسی میں قاری صاحب مرحوم کے مزار پر جا کر فاتحہ پڑھی۔

اس کے بعد ہونے والے تمام ہی اجتماعات بھوپال میں آپ کی شرکت اور موجودگی رہی اور تقریباً ہر اجتماع میں بعد عصر ذکر اللہ کے فضائل پر آپ کے بیانات ہوتے رہے تاہم ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/فروری ۱۹۷۸ء میں ہونے والے اجتماع میں اس لئے شریک نہ ہو سکے کہ آپ اس وقت مدینہ منورہ حضرت شیخ کی خدمت میں اصلاح و تربیت کی غرض سے مقیم تھے۔ تاہم مولانا محمد طلحہ اور راقم سطور شریک سفر رہے۔

اجتماع بنگلور، مدراس، حیدرآباد

☆۲۶/ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ/۱۶/اپریل ۱۹۷۷ء میں حضرت جیؒ نے چھ مقامات کنانور، بنگلور، مدراس، شولاپور، حیدرآباد، بھوپال کا عزیمت اور مشغولیت سے بھرپور طویل بیس روزہ دعوتی دورہ فرمایا۔ مولانا مرحوم اس پورے سفر میں آپ کے ہمراہ رہے۔

اجتماع بھوپال

اس سال کے اجتماع بھوپال میں بھی وہاں کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر حضرت جیؒ تشریف لے گئے۔ رفقاء کی ایک جماعت بشمول مولانا زبیر مرحوم ساتھ تھی۔ راقم سطور اور مولانا محمد طلحہ صاحب کو بھی مولانا مرحوم کی شفقت سے اس سفر میں معیت حاصل رہی۔

آمد و رفت اور اجتماع کی تمام تفصیلات راقم سطور کے روزنامچہ کے اس اندراج میں موجود ہیں۔

۲/ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/۱۰/فروری ۱۹۷۸ء جمعہ کی صبح بندہ مع مولانا محمد طلحہ اجتماع بھوپال میں شرکت کی غرض سے سہارنپور سے دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ نماز جمعہ قصبہ بڑوت میں ادا کر کے عصر کے قریب دہلی مرکز پہنچ کر بعد مغرب آٹھ بجے بھوپال کے

لئے روانہ ہوئے۔ جم غفیر ساتھ تھا۔ شنبہ کی صبح ساڑھے آٹھ بجے بھوپال آگئے۔ شنبہ، یکشنبہ دوشنبہ میں اجتماع ہوا۔ یکشنبہ بعد عصر ماموں جان (حضرت جی ثالث) کا مختصر بیان نکاحوں کی اہمیت وفضیلت اوران کے سادگی پر ہوا۔ ستر کے قریب نکاح ہوئے۔

بعد عصر عمومی مجمع میں بندہ کے بیان کی تجویز پیش ہوئی مگر اکابر کی موجودگی کی وجہ سے اس کی ہمت نہ ہوسکی۔ البتہ اس کا بدل یہ تجویز کیا کہ اہل مدارس کے حلقہ میں ایک گھنٹہ تقریر کی اور ساتھ ہی ساتھ اس کا ترجمہ تمل وغیرہ میں بھی ہوتا رہا۔

اختتامی تقریر ودعا ماموں جان مدظلہ کی ہوئی۔ زبردست ہجوم تھا۔ اس اجتماع سے تین سو جماعتیں اندرون وبیرون کی نکلیں۔

بعد عصر اچپل گئے، وہاں ماموں جان نے بیعت پر تقریر کرکے مردوں اور عورتوں کی بیعت لی۔ بعد مغرب مولانا محمد عمر اور ماموں جان کے مسجد میں بیانات ہوئے۔ وہاں بھی جماعتیں بنیں۔ شب تاج المساجد میں گذار کر اگلی صبح بھائی سعید میاں کے مکان پر گئے، وہاں بھی بیان وبیعت کے بعد نواب صاحب کے یہاں پہنچے۔ غسل، کھانا اور نماز ظہر سے فارغ ہوکر اسٹیشن آئے۔ سوا چار بجے گاڑی روانہ ہوکر اگلے دن نظام الدین اسٹیشن پہنچے۔ جناب الحاج کرامت اللہ دہلوی کی گاڑی اسٹیشن پر موجود تھی۔ عافیت کے ساتھ نماز فجر سے قبل گھر پہنچے اور اسی دن شام کو پانچ بجے حضرت نظام الدین سے چل کر شب میں ڈیڑھ بجے سہارنپور پہنچ گئے۔

اجتماع گودھرا (گجرات)

☆۱/۲/۳/ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ/۱۱/۱۲/۱۳/مارچ ۱۹۷۸ء میں گودھرا (گجرات) کا ہونے والا اجتماع اپنے زبردست اثرات وثمرات کے اعتبار سے ہمیشہ ایک یادگار سفر بنا رہے گا یہ اجتماع صرف ایک اجتماع نہیں بلکہ اہل قلوب اور خاصان خدا کا مشاہدہ اور تاثر یہ تھا کہ اللہ جل شانہ نے حضرت جیؒ ثالث کے ذریعہ بحر وبر میں توحید ورسالت کی ایک آواز

لکوائی اور خلق پر اتمام حجت کرایا۔

اس اجتماع میں شرکاء کا اندازہ سات آٹھ لاکھ کے درمیان تھا، جبکہ بی، بی، سی لندن نے دس لاکھ کا مجمع بتلایا تھا۔

اجتماع سنبھل (مرادآباد)

☆۲۷/۲۸/۲۹/شوال ۱۳۹۸ھ/۳۰/ستمبر یکم و۲/اکتوبر ۱۹۷۸ء میں سنبھل مرادآباد روڈ پر دریا گاگن کے مغربی کنارے ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔

مولانا زبیر مرحوم نے اپنی یادداشت (ڈائری) میں اس اجتماع کی جو تفصیلات تحریر فرما رکھی ہیں، اس کے مطابق مولانا عبید اللہ بلیاوی، مولانا محمد عمر پالنپوری، میاں جی محراب صاحب وغیرہ آپ کے ہمراہ تھے۔ نیز مولانا زبیر الحسن مرحوم کی ترغیب پر مولانا طلحہ اور راقم سطور (محمد شاہد) بھی آپ کے ہمرکاب رہے۔

اس اجتماع میں بعد عصر مولانا مرحوم نے بھی اپنے متعینہ موضوع فضائل ذکر اور روزمرہ کی تسبیحات کے اہتمام پر بیان کیا تھا۔

سفر دیوبند بسلسلہ ملاقات اکابر

☆۲۲/صفر ۱۳۹۹ھ/۲۲/جنوری ۱۹۷۹ء میں مولانا زبیر مرحوم کا ایک سفر بمعیت حضرت جی ثالث، علماء ومشائخ دیوبند سے ملاقات کے لئے، دیوبند کا ہوا۔

اس سفر کی پوری تفصیل مولانا زبیر الحسن مرحوم اپنی ڈائری میں ان الفاظ سے درج کرتے ہیں!

”صبح ۷ بج کر ۴۰ منٹ پر حافظ کرامت اللہ صاحب کی گاڑی میں حضرت جی مدظلہ، مولانا سعید خاں صاحب، مولانا محمد عمر، مولوی سلیمان (مولانا) زبیر نظام الدین سے روانہ ہو کر ۱۰ بج کر ۵۰ منٹ پر دارالعلوم دیوبند مسجد چھتہ حضرت مفتی محمود صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، سامان رکھ کر ضروریات

سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مہتمم صاحب اور حضرت مدنیؒ کے مکان پر حاضری دیتے ہوئے ۱۲ ربجے مفتی صاحب کے کمرہ میں آئے، کھانا کھا کر آرام کر کے نماز ظہر پڑھی۔ سوا دو بجے دیوبند سے روانہ ہو کر ساڑھے تین بجے بکچے گھر پہنچے۔ مولوی شاہد کے گھر چائے پی، بعد عصر حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ (ناظم مدرسہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ سخت علیل تھے۔

مغرب بعد کچے گھر میں کھانا کھایا۔ مولوی شاہد، مولانا عاقل، مولانا سلمان، مولانا نصیرالدین اور شیخ عالم کے گھروں سے کھانا آیا۔ مولانا سعید خاں کا چونکہ بعد مغرب دارالطلبہ جدید میں بیان تھا اس لئے انہوں نے بعد عشاء مولوی شاہد کے گھر کھانا کھایا۔ اگلے دن صبح سہارنپور سے روانہ ہو کر ساڑھے دس بجے کاندھلہ پہنچے۔ یہاں ۱۲ ربجے کھانا، آرام کر کے دو بج کر ۴۰ رمنٹ پر کاندھلہ سے روانہ ہو کر ۵ ربجے بخیریت حضرت نظام الدین پہنچے۔

سفر دیوبند بسلسلہ جشن صد سالہ

جمادی الاول ۱۴۰۰ھ / مارچ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند میں ایک عظیم الشان تاریخ ساز صد سالہ اجتماع منعقد ہوا۔ اس میں شرکت کے لئے مولانا زبیر الحسن مرحوم اپنے والد ماجد کی معیت میں دیوبند پہنچے۔ اس آمد ورفت اور قیام دیوبند کی یادداشت حضرت جی ثالثؒ نے اپنی ڈائری میں اس طرح درج کر رکھی ہے!

''۴ رجمادی الاول ۱۴۰۰ھ / ۲۲ رمارچ ۱۹۸۰ء ہفتہ نو بجے عبدالحفیظ کی گاڑی میں روانہ ہو کر ساڑھے دس بجے باولی پہنچے۔ ضروریات وغیرہ سے فارغ ہو کر روانہ ہوئے ساڑھے بارہ بجے براہ نانوتہ دیوبند پہنچے۔ شاہ مہرولی مسجد میں اپنی جماعت کے ساتھ ٹھہرے، اپنے ہمراہ کھانا تھا، وہ ساتھیوں کے ہمراہ کھایا۔ ظہر کی نماز کے بعد آرام کیا پھر پنڈال میں جا کر مولانا سالم سے

ملاقات ہوئی۔ راج نرائن کی تقریر ہو رہی تھی پھر قاری صاحب و مولانا اسعد کی ملاقات کی نیت سے چلے مگر معلوم ہوا کہ وہاں تک رسائی مشکل ہے تو سہارنپور روانہ ہو گئے۔ راستہ میں عصر پڑھی۔ مدرسہ پہنچ کر نماز مغرب پڑھی گئی۔"

اور خود مولانا مرحوم کی ڈائری کا اندراج اس طرح ہے۔

"صبح نو بجے عبدالحفیظ کی گاڑی میں حضرت جی، زبیر، مولانا محمد عمر، ماموں اظہار، مولوی سلیمان روانہ ہوئے۔ بارہ بجے دیوبند پہنچے۔ شاہ مہرولی کی مسجد میں کھانا اور اس کے بعد آرام کر کے نماز ظہر پڑھی۔ بعدہ جلسہ گاہ گئے۔ راج نرائن کی تقریر کچھ دیر سن کر گاڑی میں سوار ہوئے۔ عصر راستہ میں اور مغرب بخیریت سہارنپور پڑھی۔"

اجتماع بھاگل پور (بہار)

☆ ۱۰/۱۱/۱۲/ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ/ ۲۶/۲۷/۲۸/ اپریل ۱۹۸۰ء میں ایک سہ روزہ اجتماع بھاگلپور (بہار) میں منعقد ہوا۔ دیگر قدیم رفقاء کے علاوہ اس اجتماع میں حضرت الحاج عبدالوہاب صاحب (رائیونڈ پاکستان) بھی شریک تھے۔

داناپور اسٹیشن پر مولانا زبیر مرحوم کی زیر امامت ایک بڑے مجمع نے نماز جمعہ ادا کی۔

اجتماع بھوپال

☆ ۱۹/ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ/ ۷/ مارچ ۱۹۸۰ء جمعہ کی شام کو آپ والد مرحوم اور دیگر احباب دعوت کے ساتھ دہلی سے بھوپال کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔ بھوپال اسٹیشن پر زبردست ہجوم تھا۔ دعا سے فارغ ہو کر تاج المساجد پہنچے۔

بعد عصر مولانا زبیر مرحوم کا فضائل ذکر پر ترغیبی بیان ہو کر بعد مغرب مولانا محمد عمر پالن پوری اور حضرت جیؒ کے بیانات ہوئے۔

دوسرے روز مولانا احمد لاٹ اور مولانا عبید اللہ بلیاوی کی تقریریں ہوئیں۔

اس سفر میں حضرت جیؒ سے ایک جرمن پادری نے اسلام اور احکام اسلام پر گفتگو کی مولانا زبیر مرحوم اس گفتگو میں موجود تھے۔

۲۲ ربیع الثانی / ۱۰ مارچ میں دعا پر یہ اجتماع ختم ہوا۔

اجتماع مظفر نگر

☆ ۹ / ۱۰ / ۱۱ ر رجب ۱۴۰۰ھ / ۲۴ / ۲۵ / ۲۶ ر مئی ۱۹۸۰ء ہفتہ، اتوار، پیر کو مظفر نگر میں سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں شرکت کے لئے حضرت جی ثالث، جناب حافظ کرامت اللہ کی ٹیوٹا گاڑی میں دہلی سے روانہ ہو کر کھتولی حاجی شاہد منظور کے والد حاجی منظور احمد صاحب کے کارخانہ میں کچھ دیر ٹھہرتے ہوئے ساڑھے آٹھ بجے اجتماع گاہ پہنچے۔ مغرب کے بعد پہلے مولانا محمد عمر پالنپوری کا اور بعد عصر حضرت جی ثالث کا بیان ہوا۔ دوسرے دن بعد عصر آپ نے نکاحوں کی اہمیت پر بیان کر کے بڑی تعداد میں ایجاب وقبول کرائے۔ تیسرے دن حضرت جیؒ کا آخری بیان ہو کر اختتامی دعا ہوئی۔ جماعتوں کی روانگی اور رخصتی مصافحوں کے بعد منصور پور کے لئے روانہ ہوئے۔ یہیں کھانا کھایا گیا اور پھر عشاء کے وقت بخیر وعافیت مرکز نظام الدین پہنچے۔

چونکہ دو ماہ قبل (۲۲ ر مارچ ۱۹۸۰ء میں) دار العلوم دیوبند کا جشن صد سالہ منعقد ہو چکا تھا اور اس کے اچھے اور برے اثرات سامنے آچکے تھے۔ اس لئے مدینہ منورہ میں مقیم حضرت شیخؒ کو اس اجتماع مظفر نگر کی بیحد فکر وتشویش تھی، اور آپ اس اجتماع کے ظاہری پہلوؤں سے کہیں بڑھ کر باطنی اور اندرونی پہلوؤں پر نگاہ رکھے ہوئے تھے، اس لئے متعدد مرتبہ اہل دعوت وتعلق کو سختی کے ساتھ تنبیہ فرمائی کہ خبردار کسی قسم کا عجب وپندار نہ آنے پائے اور کسی کے بھی حاشیۂ خیال میں جشن صد سالہ سے بڑھ کر اس اجتماع کو منعقد کرنے کا خیال نہ آئے۔ اسی فکر وتردد اور تنبیہ وممانعت میں حضرت شیخؒ نے مدینہ منورہ سے مولانا زبیر مرحوم کو خط لکھا کہ اجتماع مظفر نگر کی تفصیلات مع جزئیات تم اپنے قلم سے لکھ کر مجھے مدینہ منورہ ارسال کرو۔

حضرتؒ کا یہ مکتوب مولانا زبیر مرحوم کو اس وقت موصول ہوا جب وہ اپنے دعوتی و تبلیغی سفر پر انگلینڈ پہنچ چکے تھے چنانچہ انہوں نے وہیں سے حضرتؒ کو اس اجتماع کی تمام تفصیلات اپنے قلم سے تحریر کر کے مدینہ پاک بھیجیں۔

خدا معلوم حضرتؒ کے ذہن مبارک میں اس خط کی کیا اہمیت رہی ہوگی کہ عام معمول کے برخلاف اس کو اپنے روزنامچہ میں اس عنوان کے ساتھ پورے طور پر نقل کرا رکھا ہے

"نقل خط مولوی زبیر بہ سلسلہ روداد اجتماع مظفر نگر"

اور اب وہیں سے مستعار لے کر اس کو شامل کتاب کیا جا رہا ہے، موصوف لکھتے ہیں!

یہاں (لندن) آکر قاضی صاحب مدظلہ نے جناب والا کا گرامی نامہ بنام حضرت جی مدظلہ دیا، جس میں سفر مظفر نگر کے متعلق بندہ سے تفصیل طلب کی تھی، اس کی تفصیلات تو ہر چہار طرف سے خدمت والا میں پہنچ چکی ہوں گی، لیکن پھر بھی تعمیل حکم میں ارسال ہیں۔ تقریباً سال بھر پہلے اس کی تاریخیں دی جا چکی تھیں اور اسی وقت سے حضرت جی مدظلہ نے اس کی محنت کے لئے اور اس کے اثرات اچھے ظاہر ہونے اور لوگوں میں دین کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے شہر شہر، محلّہ محلّہ، مسجد مسجد، گھر گھر، فرد فرد پر محنت اور کوشش کرنے کو فرمایا۔ چنانچہ وہاں کے احباب نے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ ہوتے ہوتے مارچ کے مہینہ میں دیوبند شریف کا جشن صد سالہ آگیا جس کی شہرت بہت پہلے سے تھی۔ اس کے فراغ پر اس کا انتظام اور مجمع کی زیادتی اور پنڈال وغیرہ کی ترتیب دیکھ کر مظفر نگر والوں میں یہ جوش وخروش پیدا ہوا کہ ہم کو اس سے بڑا اجتماع کرنا چاہئے۔ حضرت جی مدظلہ کو جب اس کی اطلاع اور خبر ملی کہ یہ (دارالعلوم دیوبند سے) آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس کو نیچا کرنے کی تدبیر میں ہیں تو بہت سختی سے منع فرمایا اور جناب والا کے خط میں

اس کی تاکید کے بعد اور بھی سختی سے منع فرمایا، مگر اس کے ساتھ ہی فکر بھی سوار ہوگئی کہ ہر قسم کا طبقہ اور ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ مقابلہ کی سی شکل پیدا ہو جائے۔ بار بار خطوط کے ذریعہ اور اپنے کام کرنے والے احباب کے ذریعہ جو مختلف اوقات میں بھیجے جارہے تھے مزید تاکید اور مفید مشورے بھی دیتے رہے لیکن اس سب کے باوجود فکر اور سہم خوب تھا۔ گھر میں اور باہر مسجد مدرسہ میں پڑھنے پڑھانے اور دعاؤں اور ختمات کا اہتمام بھی شروع فرمایا، ان لوگوں نے حضرت جی کی باتوں پر اور مشوروں پر عمل کیا جس سے بہت ہی فائدہ ہوا۔

جب اجتماع کا وقت قریب آیا اور پنڈال بنوانے کا مسئلہ آیا تو اسی دیوبند کے پنڈال بنانے والے سے بات کی کہ لمبائی اور چوڑائی کے اعتبار سے دیوبند سے بھی چھوٹا باندھے، اس نے یہ بات منظور کی اور اس پر عمل کیا۔

اسی طرح لاؤڈ اسپیکر والا بھی وہیں کا بلایا گیا اس سے بھی یہی بات کی گئی اس نے بھی یہ بات منظور کرلی، فرق اتنا تھا کہ دیوبند میں پنڈال چاروں طرف سے بند تھا اور مظفر نگر میں چاروں طرف سے کھلا ہوا تھا، اس لئے بجائے چھوٹا ہونے کے بڑا معلوم ہوتا تھا، مجمع بھی بہت زیادہ تھا، بیت الخلاء وغیرہ کا بھی بہت معقول انتظام تھا۔ تقریباً دو ہزار کے قریب بیت الخلاء بنائے گئے، اس کے علاوہ وضو، نماز اور لوگوں کے ٹھہرنے کا انتظام بھی اچھا تھا۔ جب اجتماع کے انتظامات ہو رہے تھے اور بیت الخلاء وغیرہ بنائے جارہے تھے تو لوگوں نے بڑے اچھے اچھے خواب بھی دیکھے اور بشارتیں بھی ہوئیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک صاحب نے جو اسی علاقہ کے رہنے والے تھے خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور بہت خوش ہیں،

سارے انتظامات بالخصوص پنڈال کو دیکھ کر بہت ہی مسرت اور خوشی کا اظہار فرماکر ارشاد فرمایا کہ اس اجتماع کو مدینہ کی کاپی بنانا۔

دوسرے صاحب نے دیکھا کہ آسمان سے فرشتوں کی ایک بہت بڑی جماعت اتری اور کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ اجتماع میں شرکت اور اس کی محنت کے لئے آئے ہیں۔ ایک اور صاحب نے یہ دیکھا کہ سارے ہی اولیاء اللہ اس اجتماع میں شریک ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

ان منامات اور مبشرات کی وجہ سے ایک طرف دل کو اطمینان اور تسلی تھی اور دوسری طرف الیکشن کا دور دورہ اور اس کی ہماہمی اور اس کا بھوت لوگوں پر سوار تھا جس کی وجہ سے کچھ فکر بھی تھی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اجتماع کے دوسرے دن اندرا گاندھی کا بھی مظفر نگر میں دوسرے محلہ میں پروگرام تھا جس کی وجہ سے وہاں کے ذمہ دار احباب گھبرائے ہوئے تھے کہ کہیں یہاں اجتماع میں نہ آجائے، مگر الحمد للہ تعالیٰ اس کی نوبت نہ آئی، نہ اس کے آنے کی خبر ہوئی نہ اس کے جانے کی، بہت سوں کو اس کے چلے جانے کے بعد ہی خبر ہوئی جس سے اطمینان ہوا اور بہت سا بوجھ ہلکا ہوا۔

باوجود اس کے کہ شدید گرمی اور خوب لوتھی پھر بھی مجمع خوب آیا اور خوب جما رہا اور بہت ہی اطمینان سے تقریریں سنیں اور سب الحمد للہ تعالیٰ خوش بھی خوب رہے اور ایک عمومی اثرات اس اجتماع کے سارے ہی علاقہ میں اچھے ظاہر ہوئے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ دیوبند شریف کے طلباء کی بھی کافی تعداد شریک تھی اور اکابرین میں سے حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ تو تین دن مکمل ساتھ رہے ساتھ ہی کھانا، ساتھ آرام اور ساتھ اٹھنا بیٹھنا۔ مولانا معراج الحق صاحب، مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری اور مولانا ہاشم بخاری بھی شریک ہوئے، اور

صبح کو تشریف لا کر یہ حضرات شام کو بخیریت واپس دیوبند تشریف لے گئے۔
حضرت مفتی محمود صاحب کا بیان بھی تقریباً ۴۰ منٹ کے قریب دوسرے دن بعد مغرب متصلاً ہوا اس کے بعد مولانا عبید اللہ صاحب کا بیان تقریباً ۲ گھنٹے ہوا۔ سہارنپور سے مولانا یونس صاحب، مولانا عاقل صاحب، پیرانِ پیر مولانا طلحہ صاحب، مولانا سلمان صاحب، مولوی شاہد و خالد اور ماشاء اللہ تعالیٰ بہت سے بچے حکیم اسرائیل، جعفر، راشد، حماد، محمد سہیل، عمیر، نعمان، ساجد سب موجود تھے۔

ایک انتہائی تکلیف دہ اور رنج دہ واقعہ یہ پیش آیا کہ دیوبند سے طلبہ کی ایک بڑی جماعت دوسرے دن اجتماع میں شرکت کی غرض سے بذریعہ ریل آ رہی تھی، ان میں سے چند طلبہ بجائے اندر ڈبہ میں بیٹھنے کے ریل کے اوپر کی چھت پر جا بیٹھے اور ان میں تین طالب علم بجائے بیٹھنے کے کھڑے ہو کر نعرہ بلند کرتے ہوئے آ رہے تھے کہ ایک دم مظفر نگر کے قریب بجلی کے تاروں سے الجھ کر زمین پر دھڑام سے گرے، ایک کا تو اسی وقت سر پھٹ گیا، دوسرے دو بھی بہت شدید زخمی ہوئے۔ گاڑی رکی اور ان کو پلیٹ فارم پر لا کر فوراً بذریعہ ایمبولینس گاڑی ہسپتال پہنچایا گیا لیکن تینوں یکے بعد دیگرے ایک ایک، دو دو گھنٹوں کے فاصلوں سے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

حادثہ کی اطلاع کے بعد یہاں سے ماموں اظہار صاحب، مولانا طلحہ صاحب، مولانا یعقوب صاحب تینوں حضرات بغرض تعزیت ہسپتال گئے، وہاں پر مولانا معراج الحق صاحب اور مولانا سالم صاحب اور مولانا اسلم صاحب سے ملاقات اور بات کر کے یہ حضرات واپس آ گئے۔ حضرت جی مدظلہ کثرت مشاغل کی بنا پر نہ جا سکے اور مظاہر علوم کی طرف سے مولانا یونس صاحب، مولانا

عاقل صاحب، مفتی عبدالعزیز صاحب اور مولوی سلمان صاحب بھی بعد تعزیت ہسپتال گئے، اور ان حضرات سے ملاقات کے بعد واپس اجتماع گاہ میں آ گئے۔

اس اجتماع کے بعد بھی اس کے اثرات خوب اچھے رہے اور خوب لوگوں میں دین سیکھنے اور اس پر چلنے کا جذبہ اور تڑپ اور شوق اور امنگیں اور اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی امیدیں پیدا ہو گئیں۔ شہر کے لوگوں نے اپنے شوق سے جگہ جگہ ٹھنڈے پانی اور شربت کے پلانے اور خوشامد کر کے لوگوں کو کھانا کھلانے کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔ ہوٹل والے یہاں والوں کے یہ حوصلے دیکھ کر بہت ہی متاثر ہوئے اور انہوں نے خوشامد کی کہ ایسا مت کرو ہمارا بہت نقصان ہو رہا ہے اور ہمارا پکا پکایا کھانا خراب ہو رہا ہے، مگر ان لوگوں نے کسی کی پرواہ نہیں کی اور جتنا جتنا لوگوں کو منع کیا گیا ان لوگوں نے اور بھی شوق اور جذبہ دکھایا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

تیسرے دن صبح ۹ بجے حضرت جی مدظلہ نے تقریر کی اور پھر دعا تقریباً ایک گھنٹہ کی کر کے یہ اجتماع مبارک الحمدللہ ثم الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے بخیریت پورا فرمایا۔ دعا سے اور اجتماع سے فراغت کے بعد اسی دن پیر کی دوپہر کو تقریباً ۴ بجے شام کو بعد ظہر منصور پور مولوی راشد کاندھلوی کے سسرال میں جا کر کھانا کھایا، آرام کیا اور عصر اول وقت پڑھ کر روانہ ہوئے اور مغرب کی نماز راستہ میں پڑھی اور عشاء سے قبل اللہ تعالیٰ نے بخیریت حضرت نظام الدین پہنچا دیا۔

پہلے سے خیال تھا کہ اجتماع سے فراغ پر سہارنپور اور کاندھلہ ایک ایک شب کے لئے حاضری ہوگی مگر مشورہ والوں نے کہا کہ آج تو دہلی چلا جائے کیونکہ یہ سارا مجمع اور ہجوم وہاں پہنچے گا، وہاں اہم مسائل پیش آئیں گے اس لئے طبیعت کے خلاف مشورے کے ماتحت سب دہلی چلے گئے۔ اس کے بعد اگلے

ہفتے دونوں جگہ ایک ایک شب گذارنے کے لئے سفر کرنا پڑا جو بخیر پورا ہوا۔

محمد زبیر الحسن غفرلہ

اجتماع کولہا پور (مہاراشٹر)

☆۶/۷/۸/جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ/ ۱۱/۱۲/۱۳/ اپریل ۱۹۸۱ء میں یہ سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا اور اس میں مولانا زبیر الحسن مرحوم اپنے والد ماجد کی معیت میں حیدرآباد، بنگلور، کیرالہ اور مالابار کے اجتماعات کرتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔اس اجتماع سے چلہ تین چلہ کی ۳۱۳/جماعتیں راہ خدا میں نکلیں۔

حضرت جی ثالث کی ڈائری کے مطابق امریکہ، انگلینڈ، فرانس، بلجیم، تھائی لینڈ، مراکش، آسٹریلیا، موریشش، پاکستان اور بنگلہ دیش سے دوسو جماعتی احباب اجتماع میں شریک تھے۔ان تمام اسفار میں بھی مولانا زبیر مرحوم کو اپنے والد ماجد کی رفاقت اور تربیت حاصل رہی۔ نیز بعد عصر فضائل ذکر پر ان تقریریں ہوتی رہیں اور وہ پنجوقتہ نمازوں کے امام اور جمعہ کے خطیب بھی رہے۔

۱۶/اپریل/۱۰/جمادی الثانی جمعرات میں دہلی پہنچنے پر یہ طویل سفر ختم ہوا۔

اجتماع بیلور

☆۲۳/صفر ۱۴۰۳ھ/ ۱۱/دسمبر ۱۹۸۲ء سے شروع ہونے والے بیاور کے اجتماع میں مولانا مرحوم اپنے والد ماجد کی معیت میں شریک اجتماع تھے۔ یہ اجتماع اس علاقہ کے مخصوص حالات کی وجہ سے انتظامیہ (پولس) کی زبردست نگرانی ونگہداشت میں اس طرح ہوا تھا کہ اعلیٰ افسران کی گاڑیاں حفاظتی نقطۂ نظر سے آپ کی گاڑی کے آگے آگے رہتی تھیں۔

اجتماع بھوپال

☆۸/۹/۱۰/ربیع الاول ۱۴۰۳ھ/ ۲۵/۲۶/۲۷/دسمبر ۱۹۸۲ء میں ہونے والے اجتماع بھوپال میں بھی آپ کی شرکت رہی، راقم سطور کے ساتھ ساتھ عزیزان مولوی حافظ

محمد زہیر الحسن سلمہ اور مولوی حافظ محمد صالح سلمہ بھی پہلی مرتبہ شریک اجتماع ہوئے۔

اجتماع جھانسی

☆۲۹؍۳۰؍ربیع الثانی وکیم جمادی الاول ۱۴۰۳ھ/۱۲؍۱۳؍۱۴؍فروری ۱۹۸۳ء میں جھانسی شہر میں ایک بڑا اجتماع منعقد ہوا جس کے لئے ۱۱؍فروری جمعہ میں مولانا مرحوم اپنے والد ماجد کی معیت میں دہلی سے روانہ ہوئے۔

اس موقعہ پر اللہ جل شانہ کے فضل وکرم اور اس اجتماع کی برکت سے احقر راقم سطور کو حضرت جیؒ کی بہت سی دعائیں سمیٹنے اور ان پر آمین کہنے کا موقعہ ملا۔

قصہ اس کا یہ پیش آیا کہ حضرت شیخؒ کے حادثۂ وصال کے بعد پہلی مرتبہ مولانا محمد طلحہ زید مجدہ مدینہ منورہ سے اپنی والدہ ماجدہ کو لیکر جمعہ ۱۱؍فروری میں بذریعہ طیارہ دہلی واپس لوٹ رہے تھے اور یہی وقت اور تاریخ حضرت جیؒ کے جھانسی روانہ ہونے کی تھی۔

احقر راقم سطور نے جب دہلی اسٹیشن پر رخصتی معانقہ کیا تو فرمایا کہ مولوی طلحہ کے نظام الدین پہنچنے کے بعد مستورات کی خیریت اگر مجھے معلوم ہو جائے تو بہت اطمینان ہو۔ چنانچہ یہ احقر بہت عجلت کے ساتھ نئی دہلی اسٹیشن سے مرکز پہنچ کر اور مستورات کی خیریت معلوم کر کے حضرت نظام الدین اسٹیشن پر واپس پہنچا اور آپ کو خیر وعافیت کی اطلاع دی، جس سے آپ کو نہ صرف بشاشت ہوئی بلکہ ایک طبعی بوجھ بھی آپ کا ختم ہوا۔

اس واقعہ کا اندراج کاتب سطور کے روزنامچہ میں اس طرح موجود ہے!

"آج ۲۵؍ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ/ ۱۰؍فروری ۱۹۸۳ء جمعرات میں بھائی طلحہ صاحب کی آمد کے سلسلہ میں دہرہ دون ایکسپریس سے شاہد دہلی گیا۔ مولوی عمار، حافظ صدیق، عزیز راشد وغیرہ ساتھ تھے۔ دس بجے نظام الدین پہنچے۔ جمعہ کے دن بعد مغرب مطار پر جانا ہوا اور یہی وقت حضرت جی کے جھانسی روانگی کا تھا اس لئے تجویز کے مطابق بندہ، بھائی طلحہ و بھائی عبد الحفیظ کو مطار

سے سیدھا اسٹیشن لے گیا۔ وہاں حضرت جی اور رفقاء سے ملاقات ہوئی، تقریباً نصف گھنٹہ یہ حضرات ٹرین میں رہے۔

۹ بج کر ۲۵ رمنٹ پر حضرت جی سے بندہ نے مصافحہ کیا تو فرمایا کہ اگر نظام الدین اسٹیشن پر گھر کی خیریت معلوم ہو جائے تو اطمینان ہو جائے، اس پر بندہ نے دہلی اسٹیشن سے گھر وہاں سے نظام الدین اسٹیشن پہنچ کر خیریت کی اطلاع دی۔"

حضرت جیؒ نے اپنی یادداشت (ڈائری) میں اس واقعہ کا اندراج ان الفاظ سے کر رکھا ہے......

"عزیز طلحہ ملک عبدالحفیظ و عزیز شاہد مطار دہلی سے سلامت اللہ کی گاڑی میں نو بجے سیدھے دہلی اسٹیشن پہنچے ان سے ملاقات ہوئی۔ ساڑھے نو بجے اسٹیشن سے عزیز شاہد کو گھر بھیجا کہ والدہ طلحہ کے گھر پہنچنے پر گھر کی کیفیت نظام الدین اسٹیشن پر آ کر بتائیں۔ چنانچہ ۹ ربج کر ۴۵ رمنٹ پر جب کہ گاڑی اسٹیشن نظام الدین پر کھڑی تھی عزیز شاہد نے آ کر خیریت بتائی"۔

اُس زمانہ میں تو اِس واقعہ کی گہرائی تک پہنچنے کی سمجھ نہیں تھی لیکن آج غور کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ ماثورہ دعا میں وارد ایک جملہ واطوِ عنا بُعدہ کی یہ حقیقی اور واقعاتی تفسیر اور آپ کے لئے وقت کے ٹھہر جانے اور گھڑی کی سوئیاں منجمد ہو جانے کی یہ کھلی کرامت تھی کہ نئی دہلی اسٹیشن سے مرکز نظام الدین اور پھر وہاں سے خیریت لیکر اسٹیشن نظام الدین پر کھڑی ہوئی ٹرین پر پہنچنے کے تمام مراحل صرف پندرہ منٹ میں پورے ہو گئے۔

اس واقعہ کو پڑھ کر اگر قارئین اپنے اندر مزید حلاوت اور بشاشت پیدا کرنا چاہیں تو یہ شعر پڑھ لیں!

تو چنیں خواہی، خدا خواہد چنیں
می دہد یزداں مراد متقیں

اجتماع گودھرا (گجرات)

☆۲۷/۲۸/۲۹/جمادی الاول ۱۴۰۳ھ/۱۳/۱۴/۱۵/مارچ ۱۹۸۳ء میں حضرت جیؒ کی حیات اور دورِ امارت کا دوسرا عظیم الشان اجتماع شہر گودھرا میں منعقد ہوا۔

معمول کے مطابق یہاں بھی مولانا زبیر الحسن شریک سفر تھے، تینوں دن حضرت جیؒ کے بیانات مختلف عنوانات سے ہوئے، پہلے دن ہونے والا آپ کا بیان آج کل کے دعوتی اور تبلیغی ماحول کی زہرناکی میں چونکہ تریاق کا کام دے گا۔ اس لئے اس کا ایک اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

اس تقریر میں آپ نے اپنی ذات کی بے حیثیتی بلکہ نفی اور استقبال کے زمانے میں شدید خطرات کا ہونا اس طرح بیان فرمایا تھا!

"جب آدمی زینہ پر چڑھتا ہے تو احتیاط سے چلتا ہے اور اگر توازن برقرار نہ رکھے تو گر جاتا ہے۔ یہ بہت نازک دور ہے ہم ذرا پھسلیں گے تو معلوم نہیں کہاں گریں گے۔

آج خطرہ کی بات یہ ہے کہ اغراض والوں کی جہاں تک اپنی غرض پوری ہوتی نظر آتی ہے وہاں تک وہ ساتھ چلتے ہیں اور جب قربانی دینے کا وقت آتا ہے تو کھسک جاتے ہیں، ہم پُر خطر دور سے گذر رہے ہیں۔ جب اغراض والے ہمارے ساتھ مل جائیں گے اور ان کی کثرت ہو جائے گی تو کام کے ختم ہونے کا خطرہ ہے۔"

اغراض والوں کی کثرت اور کام کے ختم ہونے کا خطرہ یہ حضرت جیؒ کے وہ الہامی الفاظ ہیں جو چوتھائی صدی گذرنے کے بعد آج ایک حقیقت اور واقعہ بن کر سامنے آچکے ہیں۔

۲۹/اپریل ۱۹۸۳ء جمعہ ۸/بجے شب میں دکشن ایکسپریس سے بھوپال، حیدرآباد، مدراس اور سری لنکا کے قصد سے روانہ ہوئے۔ یہ طویل سفر ۲/جون ۱۹۸۳ء میں

دہلی پہنچ کر ختم ہوا۔ رفقاء سفر میں مولانا محمد عمر، مولانا محمد ابراہیم، مولانا احمد لاٹ، مولانا زبیر الحسن اور راقم سطور محمد شاہد وغیرہ تھے۔

اس پورے سفر میں نماز جمعہ کی خطابت اور پنجوقتہ نمازوں کی امامت اکثر وبیشتر مولانا زبیر مرحوم کے ذمہ رہی اور وہ بعد عصر فضائل ذکر بھی بیان کرتے رہے۔

اجتماع سیتاپور

☆۲۲/۲۳/۲۴/جمادی الاولی ۱۴۰۳ھ/۲۵/۲۶/۲۷/فروری ۱۹۸۴ء میں خیرآباد (سیتاپور) کے سہ روزہ اجتماع میں حضرت جی کے ساتھ آپ کے دیگر رفقاء میں مولانا زبیر الحسن بھی شامل تھے۔

خوش قسمتی سے مولانا محمد طلحہ اور راقم سطور (محمد شاہد) کو بھی معیت حاصل تھی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سید ابرارالحق ہردوئی بھی اس اجتماع میں تشریف فرماتھے اور پھر یہیں سے ارریا کوٹ بہار کے اجتماع میں شرکت کے لئے یہ پورا قافلہ روانہ ہوگیا تھا۔

اجتماع دھلی کالج

☆۱۷/رجب ۱۴۰۷ھ/ ۱۸/مارچ ۱۹۸۷ء میں دہلی کالج کا سہ روزہ اجتماع ہوا مولانا زبیر مرحوم نے بھی اس میں شرکت کر کے فضائل ذکر پر بیان کیا، نیز رخصتی جماعتوں کے وقت حضرت جیؒ نے عربوں سے اور بقیہ جماعتوں سے مولانا مرحوم نے معانقے کئے تھے۔

اجتماع گودھرا

☆۱۸/شعبان ۱۴۰۷ھ/ ۱۸/اپریل ۱۹۸۷ء میں اپنے وقت کے اس مشہور اور عظیم الشان اجتماع کے لئے حضرت جی ثالث دہلی مرکز سے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد عمر، مولانا احمد لاٹ، میانجی محراب، مولانا محمد یعقوب اور مولانا زبیر الحسن مرحوم آپ کی ہمرکابی میں شریک قافلہ تھے۔ نیز مولانا احمد مرغی، الحاج نعمت اللہ اور الحاج شرافت اللہ اور

کاتب سطور (محمد شاہد) بھی شریک سفر تھے۔

اجتماع کے آغاز پر مولانا زبیر مرحوم نے فضائل ذکر پر اپنی ترغیبی تقریر کی۔

۲۱؍شعبان میں یہ اجتماع حضرت جی کے بیان اور دعا پر ختم ہوا۔اس موقعہ پر نکلنے والی تمام جماعتوں کے مصافحے مولانا زبیر مرحوم نے کئے تھے۔۲۲؍شعبان/۲۲؍اپریل منگل میں بخیر وعافیت یہ سفر مرکز نظام الدین پہنچ کر پورا ہوا۔

مولوی محمد سعد کا فراغت علم کے بعد یہ پہلا تبلیغی سفر تھا۔

اجتماع عید گاہ دلی

☆۴؍رجب ۱۴۰۸ھ/۲۳؍فروری ۱۹۸۸ء منگل میں ہونے والے اجتماع عید گاہ دہلی میں آپ تینوں یوم حضرت جی ثالث کے ساتھ شریک اجتماع رہے اور بعد عصر ذکر اللہ کے فضائل اور ترغیب پر اپنا متعینہ بیان بھی کیا۔

حضرت جیؒ احباب دہلی کی خاطر طبع کے لئے ہمیشہ عید گاہ اور دہلی کالج کے اجتماعات میں شرکت کا اہتمام فرماتے اور مولانا زبیر مرحوم بھی ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔

اجتماع ماہی (بناس کانٹھا)

☆۳/۴/۵؍دسمبر ۱۹۸۹ء/۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ میں ماہی ضلع بناس کانٹھا میں سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا۔مولانا زبیر صاحب مرحوم بھی شریک سفر تھے۔

اس اجتماع کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس موقعہ پر دنیا کے پانچ براعظموں میں بیک وقت جماعتیں بھیجنے کا فیصلہ لیا گیا اور دعوتی احباب نے اس کا طریقہ کار تجویز کرکے جب حضرت جیؒ ثالث کے سامنے رکھا تو آپ نے اس کو پسند فرما کر جماعتیں بھیجنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔چنانچہ امریکہ،افریقہ،یورپ،آسٹریلیا اور روس جانے کے لئے جماعتیں تیار ہو کر روانہ ہو گئیں۔

اجتماع رتناگیری (مہاراشٹر)

☆ ۱۴/۱۵/۱۶/شعبان ۱۴۱۱ھ/۲/۳/۴/ مارچ ۱۹۹۱ء میں ایک عالمی تبلیغی اجتماع رتنا گیری (مہاراشٹر) میں کیا گیا۔ معمول کے مطابق اس سفر میں بھی مولانا زبیر مرحوم جمعہ اور پنجوقتہ نمازوں کے امام متعین رہے اور بعد عصر ذکر کے فضائل پر بھی آپ کے بیانات ہوتے رہے۔ راقم سطور بھی اس اجتماع میں شریک تھا۔

اجتماع احمد آباد

☆ ۲/ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ/ ۲۹/ اکتوبر ۱۹۹۲ء جمعرات میں مولانا زبیر الحسن مرحوم کا حضرت جی ثالث کی معیت میں ایک اہم دعوتی سفر احمد آباد (گجرات) کا ہوا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اجتماع کی تمام تر تفصیلات راقم سطور اپنے روزنامچہ سے نقل کردے، کیونکہ وہ مختصر بھی ہے اور جامع بھی۔

روزنامچہ میں یہ اندراج اس طرح ہے!

"یکم جمادی الاول ۱۴۱۳ھ/ ۲۸/ اکتوبر ۱۹۹۲ء بدھ کی شام دہرہ ایکسپریس سے سہارنپور سے چل کر شب میں ۱۰/ بجے شاہ نظام الدین پہنچا۔

جمعہ کی شب میں سوا آٹھ بجے جموں توی ایکسپریس سے حضرت جی مدظلہ کی معیت میں احمد آباد روانگی ہوئی۔ مختلف اسٹیشنوں پر مجمع ملتا رہا لیکن گودھرا پر مجمع خوب تھا۔ حضرت جی مدظلہ کی دعائیں بھی متعدد اسٹیشنوں پر ہوئیں، ایک بجے احمد آباد اسٹیشن پہنچے اور فوراً ہی قیام گاہ پہنچ کر قریب کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ نماز کے بعد کھانے وغیرہ سے فراغت ہوئی، یہاں سے شب میں ۹/ بجے چھوٹی لائن سے اجتماع گاہ سیہور گئے، صبح ۵/ بجے اسٹیشن سیہور پہنچ کر اجتماع گاہ جا کر آرام کیا۔ بار، اتوار، پیر تین دن اجتماع رہا۔ ۱۱/ بجے حضرت جی مدظلہ کا بیان ہو کر دعا ہوئی۔ اس پورے عرصہ میں ضعفِ طبیعت کے ساتھ وقتاً فوقتاً

سینہ میں چبھن بھی رہی۔ دعا کے لئے جانے سے پیشتر بھی تکلیف ہوئی۔

اتوار کے دن بعد عصر حسب معمول مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ سب سے پہلے مولانا محمد عمر صاحب کی پوتی (بنت مولانا یونس صاحب) کا نکاح ہوا بعد مغرب مولانا زبیر مرحوم نے بقیہ نکاحوں کے ایجاب وقبول کرائے۔ مجموعی طور پر ایک سو چھیانوے نکاح ہوئے، جن میں ایک سو بانوے نکاح مولانا مرحوم نے پڑھائے۔ اس اجتماع سے تین چلے کی بیرون ملک کی پانچ جماعتیں، تین چلے کی اندرونِ ملک کی ستائیس اور ایک چلہ کی تین سو پندرہ جماعتیں روانہ ہوئیں۔

یہ علاقہ ہمیشہ سے اہل بدعت کا مرکز رہا، اب پہلی مرتبہ یہاں یہ اجتماع اور اتنی بڑی دینی محنت ہوئی، اتوار کے دن اس پر مشورہ ہوتا رہا کہ عمومی بیعت کرائی جائے یا نہیں کہ بعض اعتبار سے مفید اور بعض اعتبار سے مضر ہے، طے ہوا کہ عمومی کے بجائے بعد مغرب قیام گاہ پر ہی بہتر ہے۔

پیر کی شام بعد نماز عصر اجتماع گاہ سے چل کر قریبی قصبہ میں پہنچے، وہاں حضرت جی نے مستورات میں بیان وبیعت کی، پھر فوراً مولانا غلام محمد وستانوی کے مدرسہ میں گئے۔ نماز مغرب کے بعد بچوں کے حفظ کی فراغت ودعا کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر بھاونگر پہنچے۔ بعد نماز عشاء کھانے سے فراغ پر اسٹیشن سے بذریعہ ٹرین روانہ ہوکر منگل کی صبح اول وقت احمد آباد آئے۔ یہاں سے ۱۲ ربجے روانہ ہوکر بدھ کی صبح سوا پانچ بجے بعافیت نظام الدین پہنچنا ہوا۔

۱۰ ربجے یہ احقر بذریعہ بس روانہ ہوکر بدھ کی شام کو ۴ ربجے سہارنپور پہنچا۔

اجتماع گیا (بہار)

☆ ۱۵/۱۶/۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ/۲/۳/۴ راکتوبر ۱۹۹۳ء میں بہار میں واقع شہر گیا میں یہ اجتماع منعقد ہوا۔ مولانا محمد عمر، مولانا محمد ابراہیم، مولانا احمد لاٹ، مولانا

زبیر الحسن، مولوی محمد بن سلیمان جھانجھی، مولوی محمد سعد اور کاتب سطور شریک قافلہ تھے۔

اجتماع عیدگاہ، دھلی و میوات

☆ ۲۹؍ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ/ ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۹۳ء اتوار میں عیدگاہ دہلی کا سالانہ تبلیغی اجتماع بار، اتوار، پیر تین دن رہا، اس میں شرکت کے لئے احقر اتوار کی شام کو دہرہ ایکسپریس سے دہلی گیا۔

مولانا زبیر مرحوم نے اسٹیشن پر گاڑی بھیج دی تھی، اس لئے وہیں سے سیدھا عیدگاہ چلا گیا۔ پیر کے دن بعد دعا حضرت جی مدظلہ کے ساتھ واپسی ہوئی اور دہلی میں ایک دن قیام کے بعد منگل کی صبح میوات جانا ہوا۔ جانے والوں میں حضرت جی، مولانا زبیر الحسن، مولانا محمد عمر، مولانا احمد لاٹ، مولانا احمد مڑھی، حافظ امیر الدین، حافظ ہارون میرٹھی اور بھائی سراج الدین میرٹھی تھے۔ نوح مالب وغیرہ ٹھہرتے ہوئے ۱۱ ربجے اجتماع گاہ پہنچے۔ یہ ایک دن رات کا اجتماع تھا، اگلے دن صبح ۹ ربجے دعا کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر مدرسہ نوح میں کھانا اور نماز ظہر پڑھ کر ۳ ربجے حضرت نظام الدین پہنچے اور یہ احقر جمعرات کی صبح سہارنپور لوٹ آیا۔

اجتماع دھولیہ (مہاراشٹر)

☆ ۱۸/۱۹/۲۰؍ جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ/ ۴/۵/۶؍ دسمبر ۱۹۹۳ء میں ایک عظیم الشان اجتماع دھولیہ (مہاراشٹر) میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں بھی نماز جمعہ اور بقیہ اوقات کی امامت مولانا مرحوم کے ذمہ رہی، نیز بعد عصر کا بیان بھی آپ ہی کا مشورہ میں طے رہا۔ اس سفر میں حضرت جیؒ پر دعوتی کام کے استقبال و عروج اور ایسے نازک موقع پر اخلاص وللّٰہیت کی حفاظت پر بڑا ہی فکر و سہم سوار تھا، چنانچہ ایک نجی مجلس میں دوران گفتگو فرمایا کہ!

”میں نے بھائی عبدالوہاب کو لکھا ہے کہ یہ استقبال کا دور ہے جو کہ کام اور کام کرنے والوں کے لئے بہت نازک مرحلہ ہے، اس میں اہتمام سے دعائیں

کی جائیں، میں تو بڑے اہتمام سے چپکے چپکے دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ کام کی اور کام کرنے والوں کی حفاظت فرمائیں''۔

اجتماع بھوپال

☆۱۰/۱۱/۱۲/رجب ۱۴۱۴ھ/ ۲۵/۲۶/۲۷/دسمبر ۱۹۹۳ء کے اجتماع بھوپال میں بھی مولانا مرحوم والد ماجد کی معیت میں شریک اجتماع ہوئے۔ شیخ عبدالعزیز بوقس جدہ، شیخ غسان زارع مدینہ منورہ اور شیخ عبداللہ ربوعی نیز راقم سطور جماعت خدام میں شامل تھے۔

نماز جمعہ کی امامت مولانا زبیر الحسن نے کی اور اسی دن بعد نماز عصر مرحوم نے ذکر اللہ کی اہمیت اور اس کے فضائل بیان کئے۔

اس اجتماع میں ہونے والے نکاحوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد تھی۔ اس لئے ایک بڑی تعداد میں یہ ایجاب وقبول مولانا زبیر الحسن کے ذریعہ بھی ہوئے۔

حضرت جیؒ کے طبیعت میں ضعف اور صحت کی ناہمواری کی بنا پر تمام جماعتوں سے رخصتی مصافحہ مولانا زبیر الحسن مرحوم کا ہوا تھا۔

اس کے ایک سال بعد ۷/۸/۹/رجب ۱۴۱۵ھ/ ۱۱/۱۲/۱۳/دسمبر ۱۹۹۴ء میں حضرت جی ثالث کی حیات مستعار کا جو آخری اجتماع بھوپال میں ہوا اس میں بھی مولانا زبیر الحسن نہ صرف شریک رہے بلکہ اپنی ذمہ داریوں اور امور مفوضہ کو بھی بخوبی انجام دیا۔

اجتماع کوئیلون (جنوبی ہند)

☆۲۶/۲۷/۲۸/مارچ ۱۹۹۴ء/ ۱۳/۱۴/۱۵/شوال ۱۴۱۴ھ میں جنوبی ہند کے شہر کوئیلون اور ایروڈ میں دو بڑے اجتماعات منعقد ہوئے۔ ۲۵/مارچ جمعہ کے دن ارناکلم اسٹیشن پر اتر کر قافلہ کے تمام حضرات نے مولانا زبیر مرحوم کی امامت میں نماز جمعہ ادا کی پھر اگلے دن سے شروع ہونے والے اجتماع کوئیلون میں مولانا مرحوم نے ذکر اللہ کے فضائل پر بیان کر کے تمام شرکاء اجتماع کی تسبیحات پوری کرائیں۔

اس اجتماع میں حضرت جیؒ ثالث کی طبیعت میں بہت زیادہ ضعف تھا اس لئے اہل مشورہ نے جماعتوں سے رخصتی مصافحہ مولانا زبیر الحسن مرحوم کا طے کیا تھا، چنانچہ تمام اندرونی، بیرونی جماعتوں نے آپ سے رخصتی مصافحہ کیا۔

اجتماع حیدرآباد

☆ ۱۷/۱۸/۱۹/شوال ۱۴۱۴ھ/ ۳۰/۳۱/مارچ و یکم اپریل ۱۹۹۴ء میں یہ اجتماع سرزمین حیدرآباد میں منعقد ہوا۔ طویل مسافت اور شدید گرمی کی بنا پر مستورات میں بیان اور بیعت کرتے ہوئے حضرت جیؒ کو چکرآ کر دفعتاً بیہوشی کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔

اسی دن بعد عصر مجلس نکاح تھی جس میں آپ کا بیان و نکاح خوانی طے تھی، مگر علالت کی وجہ سے مولانا محمد عمر پالنپوری کا بیان ہوکر مولانا زبیر مرحوم نے چوراسی نکاحوں کے ایجاب وقبول کرائے۔ نیز اجتماع گاہ میں جمعہ کی امامت مولانا زبیر صاحب نے کی۔ حضرت جیؒ نے اپنی قیام گاہ پر نماز جمعہ ادا کی اور اس کی امامت کی سعادت راقم سطور کے حصہ میں آئی۔

اجتماع بیلگام (کرناٹک)

☆ ۲۷/۲۸/۲۹/ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ/ ۳/۴/۵/دسمبر ۱۹۹۴ء میں بیلگام کرناٹک میں منعقد ہونے والا اجتماع اس اعتبار سے غالباً پہلا اجتماع تھا کہ اس میں سالہا سال کے معمول کے خلاف مولانا زبیر الحسن اپنی علالت کی وجہ سے شریک نہیں ہوسکے تھے چنانچہ احقر راقم سطور کو مولانا مرحوم نے اس تاکید بلکہ تنبیہ کے ساتھ شریک سفر کیا تھا کہ والد صاحب کی خوب خدمت کرنا اور پوری پوری خیر وخبر رکھنا چنانچہ اللہ کے فضل وکرم سے امکانی حد تک حاضری اور حضوری رہی۔

بیلگام کے اجتماع سے فراغت پر ترنل ویلی کے اجتماع میں شرکت کے لئے مولانا زبیر الحسن مرحوم دہلی سے ہوائی جہاز سے شریک سفر ہوئے۔

اسی سفر میں آپ نے مدراس میں جدید تعمیر شدہ مرکز کا افتتاح اپنی تقریر و دعا سے اور مولانا زبیر الحسن مرحوم نے نماز جمعہ کی امامت و خطابت سے کیا تھا۔

والد ماجد کے بعد آپ کے چند اہم ملکی اسفار

گذشتہ صفحات میں مولانا زبیر مرحوم کے اندرون ملک ہونے والے ان اہم اسفار کی تاریخ لکھی جا چکی ہے جو آپ نے والد ماجد مرحوم کی معیت و سرپرستی میں کئے تھے۔

اب ایسے چند اہم دعوتی و تبلیغی اسفار کی نشاندہی کی جاتی ہے جو آپ نے والد موصوف کی وفات کے بعد کئے۔

سفر سہارنپور

حضرت جی ثالث کی وفات کے بعد مولانا زبیر مرحوم سے یہ احقر متعدد مرتبہ سہارنپور آنے کا تقاضہ کر چکا تھا مگر مہمانوں کی آمد، تعزیتی وفود اور مرکز میں متواتر جوڑ ہونے کی بنا پر آنے میں تاخیر ہو رہی تھی۔

۲۵ر ستمبر/ ۲۸ر ربیع الثانی میں عزیز محمد صالح سلمہ کا دہلی سے فون آیا کہ اب کچھ فرصت ملی ہے اس لئے مولانا زبیر موصوف کل منگل کی صبح سہارنپور آ رہے ہیں۔ چنانچہ ۲۶ر ستمبر ۱۹۹۵ء/ ۲۹ر ربیع الثانی کی صبح ۱۱ر بجے ان کی آمد ہوئی۔

مولانا احمد لاٹ، عزیزان مولویان زہیر، صہیب، خبیب، صالح سلمہم ان کے ساتھ آئے۔ بدھ کی صبح رائے پور جانا طے ہوا۔ کیونکہ مولانا احمد لاٹ صاحب آج تک رائے پور نہیں گئے تھے۔ اس لئے ان کی خواہش اور ترغیب پر خانقاہ قادریہ رائے پور حاضری ہو کر دوپہر ایک بجے وہاں سے واپسی ہوئی۔

جمعرات کی صبح سات بجے یہ سب حضرات دہلی واپس چلے گئے۔

مولانا زبیر احقر کے مکان پر ہی اترے۔ بدھ کی شب میں بعد عشاء مولانا احمد لاٹ کا مظاہر علوم میں بیان ہو کر تشکیل و دعا ہوئی۔

حضرت جی کی وفات کے بعد یہ مولانا زبیر مرحوم کی سہارنپور پہلی آمد تھی۔

اجتماع بھوپال

۲۱؍رجب ۱۴۱۶ھ/ ۱۵؍دسمبر ۱۹۹۵ء میں آپ بھوپال کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے دہلی سے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد عمر، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد سلیمان جھانجھی، مولانا احمد مڑھی، راقم سطور محمد شاہد اور مولوی محمد سعد وغیرہ آپ کے رفقائے سفر تھے۔

اجتماع سے فراغ پر مولانا محمد عمر صاحب دعوتی تقاضوں کے پیش نظر وہیں سے بمبئی روانہ ہو گئے تھے۔

یہ حضرت جی ثالث کی وفات کے بعد پہلا اجتماع بھوپال تھا۔ اس موقعہ پر ایک مرحوم نے اجتماع کی آخری دعا کا معاملہ بڑے جارحانہ انداز میں اٹھایا۔ جس سے ماحول میں بڑی گرمی اور تلخی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن مولانا مرحوم کے صبر اور سکوت نے اس گرمی اور تلخی کو اپنے دائرہ سے باہر نہیں نکلنے دیا۔

اجتماع بھروچ (گجرات)

۹؍جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ/ ۳؍نومبر ۱۹۹۵ء میں بعد نماز جمعہ بمعیت مولانا زبیر مرحوم بھروچ (گجرات) کے اجتماع کے لئے مرکز دہلی سے روانہ ہوئے۔ اجتماع کی تاریخیں ۶/۵/۴؍نومبر/ ۱۲/۱۱/۱۰؍جمادی الثانی تھیں۔

۱۳؍جمادی الثانی / ۷؍نومبر منگل میں دہلی واپسی ہوئی۔ راقم سطور بھی شریک سفر تھا۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے جناب الحاج شیخ محمود منیارؒ (سورت) کو کہ انہوں نے بڑی محبت وشفقت فرما کر قیام وطعام اور تمام راحتوں وسہولتوں کا پورا نظم کر رکھا تھا۔

شیخ صاحب مرحوم چونکہ ماحول کی کشاکشی سے خوب واقف تھے اس لئے انہوں نے سب کے لئے الگ الگ قیام گاہ کا نظم کر رکھا تھا۔

اجتماع مرغوب پور

یکم شعبان ۱۴۱۶ھ/ ۲۵ر دسمبر ۱۹۹۵ء میں مرغوب پور میں ایک تبلیغی اجتماع منعقد ہوا۔ اس کی تفصیلات راقم سطور کے روزنامچہ میں اس طرح درج ہیں۔

مرغوب پور کے اجتماع میں شرکت کے لئے مولانا زبیر سہارنپور پہنچے، بعد عصر مولانا مرحوم مع مولانا محمد طلحہ زید مجدہ اور شاہد وغیرہ مرغوب پور روانہ ہوگئے۔ شنبہ میں وہاں قیام رہا۔ اگلے دن بعد فجر ہم سب مع مولانا محمد طلحہ صاحب کلیر شریف مزار پر گئے اور نو بجے واپس اجتماع گاہ پہنچ کر اجتماع سے فراغ پر واپس سہارنپور آئے۔

۲۶ر دسمبر منگل میں حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کی دو صاحبزادیوں مسماۃ زینب اور حمیرہ سلمہما کے نکاح بعد مغرب مظاہر علوم کی مسجد میں ہوئے۔ مولانا عاقل صاحب کی خواہش پر دونوں نکاح مولانا زبیر مرحوم نے پڑھائے۔

سفر دیوبند

۲۱ر جنوری ۱۹۹۶ء/ ۲۸ر شعبان ۱۴۱۶ھ اتوار میں دیوبند میں جدید تبلیغی مرکز کے افتتاح کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید خلیل حسین نظام الدین تشریف لے گئے۔ اور مولانا زبیر وغیرہ کو اس افتتاح کے لئے دیوبند آنے کی دعوت دی۔ چونکہ سید صاحب موصوف کو حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی سے نسبت اختصاص حاصل تھی اس لئے مولانا زبیر مرحوم نے اس دعوت کو قبول کر کے راقم سطور کو اپنے دیوبند آنے کی اطلاع دی۔ جس پر ۲۱ر جنوری اتوار کو بذریعہ بس راقم سطور سہارنپور سے دیوبند گیا اور مولانا زبیر مرحوم، جناب بھائی نادر علی خاں، مولانا احمد مرغی وغیرہ دیگر احباب دعوت وتبلیغ دہلی سے دیوبند پہنچ گئے۔

وہاں بیانات اور جماعتوں کی تشکیل کے بعد دعا کی گئی۔

دیوبند سے واپسی پر مولانا مرحوم ایک شب کے لئے سہارنپور آ کر اگلے دن دہلی واپس ہوگئے۔

اجتماع ٹانڈہ بادلی

۲۷/۲۸/۲۹ ستمبر ۱۹۹۷ء/ ۲۴/۲۵/۲۶ جمادی الاولی ۱۴۱۸ھ میں ٹانڈہ بادلی کا سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ صاحبزادہ سلمہ چونکہ اس زمانہ میں بڑے زوروں پر تھے اس لئے راقم سطور نے مخالفت اور ٹکراؤ سے بچنے کے لئے یہ طے کیا تھا کہ سہارنپور سے سیدھا ٹانڈہ بادلی پہنچ کر اجتماع میں شرکت کروں گا۔ وہاں کے متعدد علماء اور ذمہ داران مدارس کے خطوط اور فون بھی اجتماع میں شرکت کے تقاضوں کے آچکے تھے۔

چنانچہ کاتب سطور صبح بارہ بجے ٹرین سے لکسر گیا۔ وہاں سے دوسری ٹرین دوپہر ایک بجے تھی جو لیٹ ہوگئی۔ مجبوراً لکسر اسٹیشن کی مسجد میں رکنا پڑا۔ شام کو چھ بجے ٹرین آئی اس سے مرادآباد تک سفر ہوا۔ وہاں مسافر خانہ میں نماز عشاء پڑھ کر اور کھانا کھا کر راقم سطور بذریعہ ٹرک ٹانڈہ بادلی پہنچا اور شریک اجتماع ہوا۔ اجتماع گاہ پہنچتے پہنچتے رات کا اکثر حصہ گذر چکا تھا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالشُّکْر

وہاں ایک خیمہ میں جناب بھائی نادر علی خاں (علی گڑھ) مولانا احمد لاٹ اور مولانا محمد یونس پالنپوری کا قیام تھا۔ بھائی نادر صاحب نے آمد پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ میری آنکھیں صبح سے تمہیں تلاش کر رہی تھیں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مولانا رشید الدین حمیدی ملاقات کے لئے تشریف لائے، ان کے جانے کے بعد احقر نے مولانا زبیر مرحوم کو مشورہ دیا کہ وہ مولانا کے نوجوان فرزند کی تعزیت میں بحق شیخ الحدیث اور بحق شیخ الاسلامؒ مرادآباد ضرور جائیں۔ چنانچہ وہ تیار ہوگئے اور پھر مولانا مرحوم اور یہ کاتب سطور حضرت مولانا رشید الدین سے ملاقات اور تعزیت کے لئے مرادآباد پہنچے۔ اماں جی صاحبہ (والدہ حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی) بھی وہاں تشریف لائی ہوئی تھیں۔ ان سے بھی ادعیہ کی درخواست کی گئی۔

مرادآباد سے احقر کا ارادہ ٹرین سے واپس سہارنپور آنے کا تھا مگر جب اللہ کے

فضل سے یہ ترتیب بن گئی تو پھر مولانا زبیر مرحوم نے مشورہ دیا کہ بس اب تم دہلی چلے چلو وہاں سے سہارنپور آجانا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور پھر اگلے دن سہارنپور واپسی ہوئی۔

ٹانڈہ بادلی کے اس اجتماع میں ملیشیائی نوجوانوں کی ایک جماعت جو جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) میں پڑھتی ہے۔ راقم سطور سے ملاقات کے لئے آئی۔ دوران ملاقات ان سب کو مدارس عربیہ ودینیہ کا علمی ماحول دیکھنے اور سمجھنے کے لئے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ ان میں سے پندرہ طلبا ۵؍جمادی الثانی / ۸؍اکتوبر میں دو یوم کے لئے مظاہر علوم آئے اور بہت شاداں وفرحاں واپس گئے۔

سفر سہارنپور

۱۴؍ستمبر ۲۰۰۰ء/۱۴؍جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ میں مولانا مرحوم کی سہارنپور آمد بہ سلسلہ عقد مسنون برادر عزیز مولوی محمد ساجد سلمہ ہوئی۔ اگلے روز آپ عزیز واقارب اور دولہا کے ساتھ خانجہاں پور (کھتولی) گئے۔ وہاں حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی نے نکاح مسنونہ پڑھایا۔ ۱۶؍ستمبر شنبہ میں دعوت ولیمہ سے فارغ ہوکر آپ دہلی واپس ہوگئے۔

سہارنپور میں آپ کے بہت سے اعزاء، ہمشیرہ اور صاحبزادیاں رہتی ہیں اس لئے کثرت سے یہاں کی آمدورفت رہتی تھی۔ اور یہاں کے قیام میں اس کی کوشش کرتے تھے کہ ان ہی کے درمیان زیادہ وقت گزرے اس کے لئے بسا اوقات جامع مسجد یا تبلیغی مرکز سہارنپور میں بھی جانے سے یہ کہہ کر انکار کردیا کرتے تھے کہ حضرت جی فرمایا کرتے تھے کہ!

''ہم تو یہاں اعزاء واقارب کے حقوق ادا کرنے آتے ہیں''

سفر ناگپور

۲۵؍محرم ۱۴۲۳ھ/ ۹؍اپریل ۲۰۰۲ء منگل میں مولانا زبیر مرحوم کا فون راقم سطور کو سہارنپور میں ملا، جس میں انہوں نے ناگپور اجتماع میں جانے یا نہ جانے کے متعلق دریافت کیا تھا۔ میری یادداشت میں چونکہ یہ اجتماع لکھا ہوا نہیں تھا اس لئے کہا گیا کہ

انشاء اللہ تعالیٰ کل شام تک دہلی پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ اگلے روز صبح مظفرنگر، خانجہاں پور اور کھتولی میں مختصر قیام کرتے ہوئے شام تک دہلی پہنچ کر اگلے روز ۲۸ر محرم ۱۴۲۳ھ / ۱۲ر اپریل ۲۰۰۲ء جمعہ سے قبل حضرت نظام الدین ریلوے اسٹیشن سے ناگپور اجتماع میں شرکت کے لئے روانگی ہوئی۔

مولانا زبیرالحسن مرحوم کے رفقائے سفر جناب الحاج نادر علی خاں، جناب بھائی خالد صدیقی علی گڑھ، مولانا محمد یونس پالنپوری، میانجی عظمت میواتی، مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی نیز راقم سطور اور عزیزان مولوی عثمان مولوی زہیر سلمہما تھے۔ اگلے دن صبح ناگپور پہنچ کر وہاں سے کامٹی اجتماع گاہ پہنچے۔ مشورہ میں تینوں دن کے امور بیانات وتقاریر اور اجتماع کا نظم طے ہوا۔

اجتماع کے دوسرے دن بعد نماز عصر مولانا زبیر مرحوم کا بیان ہونا تھا لیکن مرحوم نے اپنی جگہ مولانا یونس پالنپوری کو بھیج دیا کیونکہ مشورہ میں چار مرتبہ مولانا زبیر مرحوم کے رائے دینے اور بہت سے حضرات کی تائید کے باوجود مولانا یونس موصوف کا کوئی بیان اجتماع میں طے نہیں ہونے دیا گیا تھا۔ مولانا پالنپوری کے بیان کے بعد اسی مجلس میں مولانا مرحوم نے خطبہ نکاح پڑھا کر اسّی اصحاب کے ایجاب وقبول کرا کر دعا کرائی۔

سفر سہارنپور

۳ر فروری ۲۰۰۴ء / ۱۱ر ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ بروز منگل مولانا مرحوم عیدالاضحیٰ کی ملاقات اور مبارکباد دینے کے لئے مع اہلیہ واطفال سہارنپور پہنچے اور اگلے روز زکریا منزل (جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) کی زیر تعمیر عمارت میں راقم سطور اور مرحوم نے مشترکہ طور پر ایک اونٹ کی قربانی کی۔

عام طور پر ہمارے قرب وجوار میں اونٹ کی قربانی نہیں ہوتی اس لئے یہ قربانی جامعہ مظاہر علوم کے طلبہ اور اپنے اعزہ واقارب کے لئے ایک تفریحی چیز بھی بن گئی تھی۔

دو یوم قیام کے بعد آپ دہلی واپس ہو گئے۔

سفر سہارنپور و دیوبند

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ/۱۲ رجون ۲۰۰۴ء میں مولانا زبیر مرحوم مع اہلیہ واطفال سہارنپور آئے۔ شام کو انہوں نے راقم سطور سے حضرت مولانا اسعد مدنی سے ملاقات کے لئے دیوبند جانے کا تذکرہ کیا۔ جس کی احقر نے بہت زور سے تائید کی اور پھر احقر ہی نے حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کو فون کر کے موصوف کا نظام اور آمد کی اطلاع کی۔ اور پھر ۲۴ ربیع الثانی کی صبح دس بجے حضرت مولانا محمد طلحہ، مولانا زبیر الحسن مرحوم اور کاتب سطور محمد شاہد نیز مولوی عمار و مولوی جعفر، مولوی صالح وغیرہ گیارہ بجے دیوبند پہنچے۔

پہلے سے چونکہ اطلاع تھی اس لئے مولانا نے بہت پر تکلف کھانا جو بہت سے انواع پر مشتمل تھا، کھلایا۔ بعدازاں کچھ دیر مجلس رہی، پھر مولانا آرام فرمانے تشریف لے گئے۔ ہم نے بھی ایک گھنٹہ آرام کیا اور ڈیڑھ بجے وہاں سے حضرت مولانا سید ارشد مدنی زید مجدہ کے مکان پر آئے اور ان کے ساتھ چائے پی کر تھوڑی دیر مزارِ قاسمی پر حاضر ہو کر چار بجے بعافیت سہارنپور واپسی ہوئی۔ راقم نے اس سفر میں ان دونوں حضرات کو ایک ایک نسخہ اپنی نئی تالیف حیات شیخ (جلد اول) پیش کیا اور اسی موقع پر ایک نسخہ مشہور و معروف اسلامی شاعر ڈاکٹر نواز دیوبندی کو بھی ہدیہ کیا گیا۔

مولانا زبیر مرحوم کو حضرت مولانا اسعد مدنی مرحوم سے ہمیشہ قلبی وابستگی رہی کیونکہ انہوں نے حضرت مولانا اور حضرت شیخ کا دلی تعلق اور باہمی ربط بارہا سہارنپور میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اسی بنیاد پر وہ غمی وخوشی کے موقعہ پر اور گاہ بگاہ صرف ملاقات کی غرض سے دیوبند پہنچ جایا کرتے تھے۔

چنانچہ ۲۱ رجمادی الاول ۱۴۲۱ھ/ ۲۳ راگست ۲۰۰۰ء میں جب ان کو مولانا مدنی کی اہلیہ اور ۶ رفروری ۲۰۰۶ء/ ۷ رمحرم ۱۴۲۷ھ میں خود مولانا مدنی کے وصال کی اطلاع دہلی

میں ملی تو وہ اپنی تمام مشغولیتوں اور اعذار کو پس پشت ڈال کر فوراً دیوبند پہنچے اور مرحومین کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔

اجتماع عیدگاہ دھلی

۱۶ر صفر ۱۴۲۶ھ/ ۲۷ر مارچ ۲۰۰۵ء میں دہلی عیدگاہ کا سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا اور سالہا سال کے معمول کے مطابق مولانا مرحوم نے ذمہ دارانہ حیثیت سے اس کے مشوروں اور بیانات میں شرکت کی۔ اور بعد عصر ایک سو پچاس نکاح پڑھا کر ایجاب وقبول کرائے۔

۲۹ر مارچ منگل کی صبح آپ کے مختصر بیان اور طویل دعا پر یہ اجتماع بخیروخوبی ختم ہوا۔ راقم سطور بھی اس میں شریک تھا۔

اجتماع بھوپال

۸ر محرم ۱۴۳۳ھ/ ۲۳ر نومبر ۲۰۱۲ء کی شام میں حبیب گنج ایکسپریس سے مولانا زبیرالحسن کی معیت میں اجتماع بھوپال میں شرکت کے لئے اصحاب دعوت وتبلیغ کا قافلہ دہلی سے روانہ ہوا۔ بار، اتوار، پیر مطابق ۹/۱۰/۱۱ر محرم/ ۲۴/۲۵/۲۶ر نومبر میں یہ سہ روزہ اجتماع ہوا تھا۔

مرکز کے دیگر احباب ومقیمین کے ساتھ ساتھ راقم سطور (محمد شاہد)، مولانا احمد مرغی مولوی معاذ احمد کاندھلوی، مولوی محمد عثمان سہارنپوری، عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن اور ان کے فرزند حافظ محمد حارث اور مولوی محمد صالح آپ کی معیت میں اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ یہ عزیزم حافظ محمد حارث سلمہ کا اجتماع بھوپال میں شرکت کا پہلا موقعہ تھا۔

اختتامِ اجتماع پر شام کا کھانا جناب الحاج محمد میاں صاحب کے مکان پر کھا کر ۲۷ر نومبر کی صبح بعافیت دہلی پہنچے۔

اجتماع ھتورا باندہ

یکم/۲/۳ر صفر ۱۴۳۴ھ/ ۱۵/۱۶/۱۷ر ستمبر ۲۰۱۲ء بار، اتوار، پیر میں ہتورا باندہ میں ایک سہ روزہ دعوتی وتبلیغی اجتماع منعقد ہوا۔ راقم سطور اس میں شرکت کی نیت سے دو یوم قبل

دہلی مرکز پہنچ گیا تھا۔ ۱۴؍دسمبر شب جمعہ میں مولانا مرحوم اپنے تبلیغی قافلہ کے ساتھ دہلی سے روانہ ہوکر صبح شنبہ میں باندہ اور پھر وہاں سے مختلف گاڑیوں سے روانہ ہوکر ہتورا جائے اجتماع پہنچے۔ یہ اجتماع عمومی نہیں بلکہ صرف ان حضرات کے لئے تھا جو جماعتوں میں اپنے طویل اوقات لگا چکے تھے۔ لیکن ان کے علاوہ بھی بہت بڑی تعداد اجتماع میں شرکت کے لئے پہنچ گئی تھی اور مشاہدہ کرنے والوں کے مطابق مجمع ایک لاکھ سے اوپر بڑھ چکا تھا۔ اور یقیناً اس میں حضرت مولانا سید صدیق احمد کی نورانیت، روحانیت اور مقبولیت ومحبوبیت کو دخل تھا۔ تینوں دن کا اجتماع بہت خیر وخوبی کے ساتھ پورا ہوا۔ بڑی تعداد میں شرکائے اجتماع اللہ جل شانہ کے راستے میں نکلے۔ راقم سطور نے اتوار کا پورا دن یہاں مدرسہ کے کتب خانہ میں مطالعہ اور کتب بینی میں گذارا۔ کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ یہاں محفوظ ہے۔ خاص طور پر شیعیت اور قادیانیت کی تائید وتردید میں۔

پیر کی شام میں یہاں سے روانہ ہوکر اگلے دن صبح بعافیت دہلی واپسی ہوئی۔ اور اسی دن راقم سطور سہارنپور واپس آگیا۔

آخری سفر بھوپال

۹؍صفر ۱۴۳۵ھ/ ۱۳؍دسمبر ۲۰۱۳ء جمعہ میں منعقد ہونے والے اجتماع بھوپال میں شرکت کے لئے مولانا مرحوم بھوپال پہنچے عوام وخواص کا بڑا مجمع استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھا۔ نواب صاحب مرحوم کے صاحبزادان اور افراد خاندان بھی تمام انتظامات کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ اجتماع سے فراغ پر الحاج سکندر میاں کی کوٹھی پر کھانا کھا کر اگلے دن صبح بعافیت دہلی آمد ہوگئی۔ اس سفر میں راقم سطور نیز عزیزان مولوی محمد عثمان ابن مولانا محمد سلمان سہارنپوری، مولوی محمد زہیر الحسن، مولوی محمد صالح آپ کے ہمرکاب تھے۔

یہ آپ کی حیات مستعار کا آخری سفر بھوپال تھا۔ اور پھر اس کے تین ماہ بعد آپ عالم آخرت کو سدھار لئے۔

چھٹا باب

☆......والد مرحوم کے ساتھ آپ کے غیر ملکی اسفار

☆......والد مرحوم کے بعد آپ کے غیر ملکی اسفار

والد مرحوم کے ساتھ آپ کے غیر ملکی اسفار

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسنؒ نے اپنے ۳۲ رسالہ عہد امارت میں چینتیس (۳۴) ممالک کے ایک سو سینتالیس (۱۴۷) سفر فرمائے۔ جن کی پوری تاریخ راقم سطور کی دیگر تالیف سوانح حضرت جی ثالث جلد سوم میں موجود ہے۔

یہاں مختصر طور پر صرف ان اسفار کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جن میں مولانا زبیر مرحوم بھی اپنے والد کے شریک سفر رہے۔

سری لنکا کے تین سفر

اپنے عہد امارت میں حضرت جی ثالث کا سب سے پہلا دیار غیر کا سفر سری لنکا کا ہوا ہے۔ جو جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ/ اگست ۱۹۶۷ء میں دہلی سے شروع ہوکر ۱۱ رستمبر/ ۶ رجمادی الثانی کو ختم ہوا۔ مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا محمد ہارون مرحوم وغیرہ بہت سے احباب آپ کے رفقاء سفر تھے۔

(۱) حضرت جی ثالث کا سری لنکا کا دوسرا سفر مرکز دہلی سے ۳ ررجب ۱۳۹۳ھ/ ۳ راگست ۱۹۷۳ء میں شروع ہوکر واپسی میں بنگلور وغیرہ ہوتے ہوئے ۲ رستمبر کو پورا ہوا۔ مولانا محمد عمر، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد ہارون، مولانا محمد زبیر الحسن، مولانا محمد بن سلیمان اور قاری محمد ظہیر صاحبان وغیرہ آپ کے رفقاء سفر تھے۔

تقدیری بات یہ ہے کہ آپ کے عہد امارت کا یہ دوسرا سفر مولانا محمد ہارون مرحوم کا آخری اور مولانا محمد زبیر الحسن مرحوم کا پہلا سفر ثابت ہوا۔

(۲) آپ کا اس ملک میں تیسرا سفر مدراس (چنئی) ڈنڈی گل وغیرہ کے لئے ۲ رجون ۱۹۷۶ء/ ۳ رجمادی الثانی ۱۳۹۶ھ میں شروع ہوکر ۲۷ رجون/ ۲۸ رجمادی الثانی

کو دہلی پہنچ کر پورا ہوا تھا۔

سفر افریقہ، موزمبیق، رھوڈیشیا وغیرہ

(۳) یکم ربیع الاول ۱۳۹۵ھ/۱۵؍مارچ ۱۹۷۵ء میں افریقہ، لینیشیا، موزمبیق، رھوڈیشیا، ملاوی، ری یونین، زامبیا، تنزانیہ، کینیا اور سعودی عرب جیسے دور دراز ملکوں کے سفر کرتے ہوئے ۲۳؍ربیع الثانی/۶؍مئی سہ شنبہ میں جدہ پہنچے اور چالیس روز حرمین شریفین میں قیام کے بعد ۵؍جمادی الثانی/۱۶؍جون دوشنبہ میں بخیر و عافیت مراجعت فرمائی۔

مولانا زبیر الحسن مرحوم اور دیگر رفقاء دعوت مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی، مولانا محمد حشیم مکی (حال مدیر مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) شروع سے آخر تک اس سفر میں ساتھ تھے۔ مولانا مرحوم کے متعدد مقامات پر ذکر کی فضیلت پر بیانات بھی ہوئے، جس کے ترجمے مقامی زبان میں وہاں کے احباب کرتے رہے۔

افریقہ، لینیشیا، موزمبیق جیسے اہم ملکوں کا سفر کرتے ہوئے جب آپ ۷؍اپریل میں ڈربن (افریقہ) پہنچے تو ایک بہت تفصیلی مکتوب اپنی والدہ محترمہ کو ارسال کیا۔

یہ خط بھی ان کے معمول اور عادت کے مطابق سفر کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور قارئین کے لئے معلومات افزا ہے، اس لئے یہاں اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

مکرمہ و محترمہ والدہ صاحبہ و خالہ صاحبہ بھابی صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی اور ہم بھی خیریت سے ہیں اور سفر بھی خیریت کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے ری یونین سے آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جس میں وہاں کی سرگذشت لکھی تھی امید ہے آپ کو ملا ہوگا۔ ری یونین کی قیام گاہ سے چار بجے چلے۔ مطار پر بہت بڑا ہجوم تھا

وہیں پر نماز عصر پڑھی۔ والد صاحب کی دعا ہوئی، مصافحہ ہوا اور ساڑھے چھ بجے جہاز نے پرواز کی۔ ساڑھے تین گھنٹہ میں یہاں کے اعتبار سے ساڑھے نو بجے ڈربن اترے۔ پون گھنٹہ وہیں ٹھہرے رہے۔ وہاں پر ہجوم بھی بہت تھا۔ والد صاحب مدظلہ العالی کی دعا ہوئی، مصافحہ ہوئے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد اسی جہاز سے وہاں سے روانگی ہوئی اور ہندوستانی ساڑھے بارہ بجے جوہانسبرگ کے ہوائی اڈہ پر پہنچے۔ یہاں پر تو اس قدر مجمع تھا اور لوگوں کا اس قدر ریلہ آتا تھا کہ بجائے خود قدم اٹھانے کے بے اختیار آگے کی منزل خود بخود طے ہو جاتی تھی۔ پیچھے آنے کی اگر ضرورت پیش آتی تو بڑی مشکل سے دھکا مکی آنا پڑتا تھا۔ ساتھی سب الگ الگ کسی کا کچھ پتہ نہیں کہاں؟ بڑی مشکل سے مجمع کو قابو میں کیا گیا سب کو بٹھایا۔ حضرت جی کی دعا ہوئی اور پھر کسٹم ہاؤس میں چلے گئے۔ ڈھائی گھنٹہ وہاں قیام رہا اور ہندوستانی رات کو پونے تین بجے بذریعہ کار قیام گاہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جو دس میلؔ کے فاصلہ پر تھی۔ نماز عشاء کسٹم میں ہی پڑھ لی تھی۔ وہاں پہنچ کر آرام کیا۔ پیر کا سارا دن وہاں قیام رہا اور اسی دن رات کو مغرب کے بعد بذریعہ کار حضرت جی مولوی عمر، زبیر، مولوی سلیمان روڈی پورٹ میں حاجی موسیٰ بڈھانیا کے مکان پر گئے۔ ان کی مسجد میں نماز پڑھی۔ حضرت جی اور مولوی عمر کا بیان ہوا۔ وہیں مسجد میں کھانا کھایا اس کے بعد ان کے مکان پر آرام کیا۔ صبح کو آٹھ بجے بذریعہ کار روانہ ہو کر میاں فارم پر پہنچے۔ وہاں ایک بہت عالی شان مدرسہ ہے۔ اساتذہ سے بھی خوب واقفیت تھی کیونکہ سب ہی سہارنپور آچکے تھے۔ اور دو تو اس میں شیخ ابا کے خلیفہ تھے باقی سب مفتی محمود صاحب کے معتقدین تھے۔ وہاں پر طلبہ و اساتذہ سے حضرت جی مدظلہ العالی نے بات فرمائی۔ ساڑھے بارہ پر نماز ظہر پڑھی اور اس

کے بعد کھانا کھانے بیٹھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر لیٹا ہی تھا کہ ایک شخص نے خوشخبری سنائی کہ مکہ سے مولوی حشیم بن مولانا شمیم صاحب تشریف لائے ہیں۔ جلدی میں ٹوپی اوڑھنی بھی یاد نہ آئی۔ بھاگ کر چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا تو اس قدر کھانے میں مستغرق اور گردن جھکائے ہوئے تھے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ میں تو اسی وقت کھانے کے بیچ میں مل لیا تھا۔ بھائی وغیرہ سے عصر کے بعد ملاقات ہوئی۔

مغرب سے کچھ دیر قبل روانہ ہو کر ایک جگہ پہنچے، جس کا نام معلوم نہیں۔ رات کو وہاں قیام رہا صبح کو وہاں سے روانہ ہو کر لوڈیم پہنچے۔ یہ بدھ کا دن تھا۔ جمعرات وہاں ٹھہر کر جمعہ کے دن بذریعہ کار وہاں سے روانہ ہو کر سوا گیارہ بجے لیسٹر یعنی بڑے اجتماع کی جگہ پہنچے۔ جس کی وجہ سے دہلی سے سفر ہوا۔ آتے ہی غسل کیا۔ اس کے بعد مختلف مساجد میں مختلف احباب بھیج دیئے گئے۔ بندہ نے اجتماع کی جامع مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ مولوی محمد سلیمان کی تقریر ہوئی۔ مجمع بہت تھا۔ موسم جب سے ہم آئے برسات کا سا ہے۔ ہر وقت بارش اور چاروں طرف خوب گہرے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔

اجتماع کے دو روز قبل بڑی زوردار بارش ہوئی کہ لوگوں کو اجتماع کی امید نہ تھی مگر قربان جاؤں اس مالک کے جس کی نسبت پر ہم سب ضعیف بندے جمع ہوئے کہ اس نے ان تین دن میں بادلوں اور بارشوں کو چاروں طرف بھیج دیا اور بیچ کا حصہ ایسا کھلا رہا کہ سارے ہی تعجب میں رہے اور سب نے اپنے مالک کا شکر ادا کیا۔ موسم ایسا خوشگوار نہ سردی نہ گرمی، اور مجمع امید سے زیادہ تھا۔ جلسہ کے لئے جو خیمے بنائے تھے وہ ناکافی ہوئے۔ یہاں کے لوگوں کو اور بنانے پڑے۔

جمعہ کے دن مغرب کی نماز کے بعد بھائی عبدالوہاب صاحب کا بیان ہوا۔

ترجمہ بھائی عبدالمقیت نے کیا۔ فجر کی نماز کے بعد مولانا سعید خاں نے بیان کیا جس کا ترجمہ کرنل امیر الدین نے کیا جو آٹھ بجے تک ہوا۔ ساڑھے نو سے ساڑھے گیارہ تک تعلیم کے حلقے اور اسی دن پرانوں کا حلقہ جس میں مولوی عمر اور حضرت جی کا بیان ہوا۔ ڈیڑھ بجے اذان ظہر ہوئی اور یہیں کے دو بجے نماز۔ نماز کے بعد کرنل امیر الدین کا بیان انگریزی میں ہوا۔ عصر کے بعد فضائل ذکر بندہ نے بیان کیے۔ جس کا ترجمہ صالح جی نے کیا۔

مغرب کے بعد اولاً مولانا عمر صاحب نے جس کا ترجمہ مولوی قاسم سیما اور پھر حضرت جی کا بیان ہوا۔ جس کا ترجمہ کرنل امیر الدین صاحب نے کیا۔ اتوار کے دن فجر کی نماز کے بعد مولانا سعید صاحب ہی کا بیان ہوا جس کا ترجمہ بھائی عبدالمقیت نے کیا۔ ساڑھے نو بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک تعلیم کے حلقے ہوئے اسی دوران میں علماء کا اور خواص کا حلقہ ہوا۔ خواص میں قاضی عبدالقادر اور بھائی افضل کا بیان ہوا۔ حضرت جی کا اس میں جانا طے نہ تھا مگر حاجی موسیٰ بڈھانیا کے اصرار پر دس پندرہ منٹ کے لئے گئے۔ اس کے بعد علماء کے حلقے میں گئے اور ایک گھنٹہ بعد وہاں سے واپسی ہوئی۔ ظہر بعد نکاح پر حضرت جی مدظلہ کی ایک گھنٹہ سے زائد تقریر ہوئی، جس کا ترجمہ مولوی قاسم سیما نے کیا۔ عصر بعد قاضی صاحب نے فضائل ذکر بیان کیے۔

مغرب بعد صرف مولوی عمر صاحب کا بیان ہوا، جس کا ترجمہ کرنل صاحب نے کیا۔ فجر بعد میاں جی محراب نے بات کی، شریف بھائی نے جماعتیں بٹھائیں اور آٹھ بجے مولانا عمر صاحب نے روانگی کی بات کی۔ دس بجے حضرت جی کی تقریر ہوئی۔ ساڑھے گیارہ پر دعا سے فراغت ہوئی اور پھر جماعتوں کی روانگی ہوئی۔ تقریباً ۹۱ رجماعتیں مختلف ملکوں کی محنت کے لئے روانہ ہوئیں۔

نمازِ ظہر اور کھانے سے فراغت کے بعد شہر لیسٹر کی جامع مسجد میں منتقل ہوگئے۔ وہاں پر مختلف ملکوں کے پرانے لوگ جمع ہوئے تھے ان سے دو دن تک مختلف حضرات نے باتیں کیں۔

بدھ ۲۷/اپریل سے افریقہ کا دورہ شروع ہوا۔ یہاں کی کاریں اور سڑکوں کا کیا کہنا کہ سو میل کا سفر دو گھنٹے میں ایسے سکون اور اطمینان سے ہوتا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ یہاں کی کاروں اور سڑکوں پر چلنا ہم جیسے ضعیف القلب اور کمزور ہمت والوں کا کام نہیں۔ ضابطہ میں تو اسّی میل کی رفتار ہے مگر ڈیڑھ سو سے کم تو کوئی چلنا جانتا ہی نہیں مگر حضرت جی مدظلہ جس گاڑی میں بیٹھتے ہیں یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر ضابطہ میں چلو تو میں چلوں گا نہیں تو کسی اور کی گاڑی میں جو ضابطہ میں چلتا ہو اس کے ساتھ چلوں گا۔ آج کل ہماری گاڑی کی ڈرائیوی مولوی یوسف تتلا کر رہے ہیں ان کو بھی والد صاحب نے کنٹرول میں کر رکھا ہے۔

ری یونین سے چلنے کے بعد جہاز ہی میں بیکل صاحب شاعر نے نظام الدین سے لائی ہوئی ڈاک دی۔ جس میں عزیزہ فاطمہ اور آپ اور ماموں اظہار صاحب کا خط تھا پڑھ کر خیریت معلوم ہو کر بہت ہی مسرت اور اطمینان ہوا۔

ہم لوگوں کا آج کل ڈربن میں قیام ہے۔ جمعہ کے دن کیپ ٹاؤن جانا ہے اور پھر مختلف ملکوں کا دورہ کرتے ہوئے ۶ رمئی کو انشاء اللہ جدہ پہنچنا ہے۔ آئندہ اگر خط لکھیں تو مکہ یا مدینہ کے پتہ پر بھیجیں۔

والد صاحب مدظلہ الحمدللہ خیریت سے ہیں، خوش و خرم ہیں میں بھی الحمدللہ بخیر و عافیت ہوں۔

یہ خط کئی دن سے شروع کر رکھا ہے مگر پورا کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ آج ختم کر کے سپرد ڈاک کر رہا ہوں خدا کرے کہ جلدی مل جائے اور آپ کو

اطمینان ہو جائے۔ سب سے سلام مسنون اور دعا کی درخواست کر دیں۔

فقط والسلام۔ محمد زبیر الحسن غفرلہ۔ ۷/اپریل ۱۹۷۵ء ڈربن

پتہ: اندورن خانہ معرفت حضرت مولانا محمد اظہار الحسن مدظلہ، مسجد بنگلہ والی

مدرسہ کاشف العلوم بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی (انڈیا)

اسی سفر میں جب آپ رہوڈیشیا پہنچے تو وہاں سے اپنی والدہ محترمہ اور خالہ صاحبہ (یعنی اہلیہ حضرت مولانا محمد یوسف جو ہمارے پورے خاندان میں چھوٹی اماں کے نام سے مشہور و معروف تھیں) وغیرہ کو تفصیلی احوال و کوائف پر مشتمل ایک طویل خط ارسال کیا۔ یہ مکتوب جو سفر کی کیفیات اور اہم جزئیات کا احاطہ کئے ہوئے ہے ذیل میں پہلی مرتبہ پیش کیا جاتا ہے۔

مخدومہ و مکرمہ معظمہ و محترمہ والدہ صاحبہ، خالہ صاحبہ، ممانی صاحبہ، بھابی صاحبہ،

عزیزان فاطمہ سعد عائشہ و جمیع اہل خانہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ آپ سب بعافیت ہونگی۔ الحمدللہ آپ لوگوں کی دعاؤں کی برکت سے ہم سب بعافیت ہیں اور سفر مع اپنی جملہ مراحل کے بعافیت ہو رہا ہے۔

جوہانسبرگ سے روانہ ہوتے وقت ایک لفافہ دستی بھیج چکا ہوں، امید ہے کہ ملا ہوگا۔ ہم لوگ ۷ا/اپریل کو صبح ۱۲/بجے کے جہاز سے جوہانسبرگ سے روانہ ہوئے اور ڈیڑھ بجے بعافیت سالسبری رہوڈیشیا کے ایئرپورٹ پر پہنچے، اور اسی دن ۴/بجے کے جہاز سے پیرا ہن جانا تھا اس لئے یہاں کے احباب کی رائے اور تجویز اور نظام یہ تھا کہ اب ۲/بجے ہیں یہیں مرکز کی مسجد میں چلیں جو ایئرپورٹ سے تقریباً ۱۰/میل پر ہے۔ وہاں پر کھانا نماز آرام کریں اور پھر واپس ایئرپورٹ لوٹ آئیں۔ مگر سب کے مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ اس

میں سوائے مشقت کے اور کچھ حاصل نہیں ہے، ہم لوگ یہیں مطار پر ٹھہرے ہوئے ہیں اتنے ہم نماز پڑھیں آپ لوگ کھانا لے آئیں۔ چنانچہ انہوں نے بخوشی قبول کرلیا اور ۳ر بجے کے قریب کھانا آیا، اتنے ہم سب نے نماز پڑھی، کھانا کھا کر ۱۰ر۱۵ر منٹ مولوی سلیمان نے تعلیم کرائی۔

پونے چار بجے عصر کی اذان ہوئی، اور اذان کے درمیان وہ موسلا دھار پانی برسنا شروع ہوا کہ جس کی کوئی حد نہیں ہے، کمرہ سے باہر قدم نکالنا تو درکنار کمرہ کا دروازہ کھولنا مشکل تھا۔ نماز عصر سے فراغت کے بعد اعلان ہوا کہ جہاز تیار ہے چلیں، چنانچہ بھیگتے ہوئے جہاز پر پہنچے۔ ہم لوگوں کا ۵۵ر آدمیوں کا قافلہ تھا اور چارٹر طیارہ ہم لوگوں کے لئے سالسبری سے پیرا ہن کے لئے تجویز ہوا تھا۔ چنانچہ جہاز میں بیٹھ گئے۔ ۱۵ر منٹ بعد اعلان ہوا کہ وزن زیادہ ہوگیا ہے، چاہے سامان کم کردیا جائے، چاہے سواریاں کم کردی جائیں چنانچہ سامان کم کردیا گیا۔ ۴ر بجے کے بجائے سوا پانچ بجے طیارہ نے پرواز کی اور بارش اس قدر شدت پر تھی کہ جس کی کوئی حد نہیں اور اس سے زیادہ گرج ہوا، طوفان اور بجلی خدا کی پناہ۔ جب جہاز نے بادلوں سے اوپر پرواز کی اور بجلی کی چمک نیچے ہوگئی تو سب حضرات اللہ کے ذکر میں اور تسبیحات اور قرآن اور دعاؤں میں مشغول ہوگئے اور جہاز ہے کہ پتے کی طرح کانپ رہا ہے۔

اللہ اللہ کرکے یہ سفر ڈیڑھ گھنٹے میں پورا ہوا۔ سب ہی کے دماغ چکرا گئے، بالخصوص میرا اور بھائی (حضرت جی) کا تو ایسا چکرایا کہ جس کی کوئی حد نہیں رہی، جس کا اثر اگلے دن شام تک رہا۔ جہاز سے بعافیت اتر کر نماز مغرب پڑھی اور چھ میل کے فاصلہ پر بذریعہ کار جامع مسجد پہنچے۔ ساڑھے آٹھ بجے مولانا عمر صاحب کا بیان شروع ہوا جو ۱۰ر بجے تک رہا، ترجمے کے ساتھ۔

ساڑھے دس بجے نماز عشاء ہوئی اور آرام کیا۔ فجر بعد ۱۸/اپریل جمعہ کو مولانا سعید خانصاحب کا بیان ہوا اور وہ بارش اور ہوا اور گرج وغیرہ جو عصر کے بعد ہم لوگ سالسبری چھوڑ کر آئے تھے وہ ۳/ بجے رات کو پیرا ہن ہم لوگوں کے پاس پہنچا، جو جمعہ کے دن عشاء کے بعد تک رہا۔ جمعرات کے سفر سے سب لوگوں کی طبیعت پر بہت اثر تھا۔ سب متفکر تھے اور ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ اکثر لوگوں نے جس میں بندہ بھی تھا دو رکعت سفر شروع کرنے سے پہلے پڑھی، اور مالک کی بارگاہ میں اپنے ضعف اور بیکسی اور بے بسی کا خوب اظہار کر کے سفر کے بعافیت پورا ہونے کی دعا کی۔

۲۰/اپریل شنبہ کی صبح کو امیر صاحب نے سات بجے چلنے کا حکم دیا تھا، مگر مامورین اٹھتے ہی نہیں تھے، اور ہمارے امیر صاحب کا نام بھائی محمد افضل صاحب لاہوری ہے۔ ساڑھے سات بجے ناشتہ ہوا اور آٹھ بجے مستقر سے روانہ ہو کر ائیر پورٹ پہنچے تو دیع کے لئے کافی لوگ آئے ہوئے تھے۔ حضرت جی مدظلہ نے بات فرمائی، دعا ہوئی، مصافحے ہوئے۔ نو بجے معلوم ہوا کہ کسٹم آفیسر ابھی سو رہے ہیں، ساڑھے نو پر وہ آیا اور سب کا سامان خوب چیک کیا۔ دس بجے جہاز پر جانے کے لئے روانہ ہوئے اور بعافیت اسی پرسوں والے جہاز میں بیٹھ گئے۔ مشین چلنے لگی اور گویا اب چلنے والے ہی تھے کہ ایک دم مشین رک گئی اور اعلان ہوا کہ انجن میں پانی بھر گیا اور ابھی دیر لگے گی، سب سواریاں سامان چھوڑ کر نیچے اتر جائیں اور واپس بس میں بیٹھ کر ایئر پورٹ جائیں، چنانچہ سب اتر گئے اور بس میں بیٹھ گئے اور جہاز سے دور جا کھڑے ہوئے۔ اتنے میں حکم آیا کہ اندر کمرہ میں جا کر تشریف رکھیں، معلوم نہیں کہ کتنی دیر لگے گی، چنانچہ کمرہ میں بیٹھ گئے۔ اور تعلیم کے لئے سب کو جمع کیا جا رہا تھا

کہ اتنے میں پھر حکم آیا کہ جہاز تیار ہو گیا ہے سب حضرات چلیں، پھر بس میں جا کر بیٹھے، مولانا سعید خان صاحب نے سواری کی دعا پڑھوائی، سب نے بیک زبان دعا پڑھی اور بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے جہاز میں سوار ہو گئے۔ پونے گیارہ بجے طیارہ نے حرکت شروع کی اور دو بجکر دس منٹ پر بعافیت واپس رہوڈیشیا پہنچ گئے، آتے ہوئے الحمدللہ کوئی دقت یا وحشت یا دہشت نہیں ہوئی۔ سب ہی حضرات اپنے اپنے مقام پر تسبیحات، دعا، درود شریف، قرآن پاک وغیرہ میں مشغول تھے اور یہ سفر بعافیت پورا ہو گیا۔ مطار سے چھ میل کے فاصلے پر ایک مدرسہ میں قیام ہے۔ ڈیڑھ بجے نماز ظہر پڑھی۔ کھانا کھایا آرام کیا، مجمع میں ظہر بعد بھائی عبدالمقیت کا خالص انگریزی میں بیان ہوا۔ عصر بعد فضائل ذکر زبیر نے بیان کئے۔ مغرب بعد صرف مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا جس کا ترجمہ بھائی عبدالمقیت صاحب نے کیا جو دس بجے تک جاری رہا، اور نماز ساڑھے دس بجے ہوئی۔ پھر آرام کیا۔

۲۱/اپریل میں فجر بعد مولانا سعید خانصاحب کا بیان ہوا۔ اِس وقت نو بجے تعلیم کے حلقے ہو رہے ہیں۔ بعد کا پروگرام ابھی طے نہیں ہوا۔ آج شام بعد مغرب دعا و مصافحے ہوں گے اور کل صبح ۹ بجے کے جہاز سے انشاء اللہ ملاوی کے لئے روانگی ہے۔ منگل کو ملاوی قیام ہے۔ بدھ کو منگوچی تھوڑی دیر کے لئے جانا ہے اور اسی دن شام کو لیلونگو جا کر رات گذارنی ہے۔ ۲۴/اپریل جمعرات کو چیپاٹا جانا ہے اور جمعہ ۲۵/اپریل کو لوساکا زامبیا یہاں سے ۲۸/اپریل کو دارالسلام تنزانیہ جانا ہے۔ ۲۹/۳۰/ کو یہاں قیام ہے۔ پہلی مئی کو ممباسہ اور ۶/مئی کو صبح انشاءاللہ جدہ کے لئے روانگی ہے۔

ابھی یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ جدہ سے سیدھے مدینہ پاک حاضری ہو یا

مکہ مکرمہ میں عمرہ کر کے ایک دو دن قیام کر کے جائیں۔ ابھی کچھ طے نہیں ہوا مشورہ پر مشورے چل رہے ہیں، بعض کی رائے ہے کہ پہلے مدینہ پاک چلیں اور پھر ایک ہفتہ بعد مکہ مکرمہ آ جائیں اور دس یوم مکہ مکرمہ قیام کر کے پھر مدینہ پاک جائیں اور پھر وہاں قیام کر کے مکہ مکرمہ اور پھر واپس ہندوستان جائیں۔

بعض کی رائے یہ ہے کہ پہلے مکہ معظمہ جائیں پھر مدینہ پاک جائیں۔ باقی ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا، کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی ہے۔ دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائے، مبارک فرمائے اور خیریت کے ساتھ سفر کو پورا فرمائے

سب کی خدمات میں سلام مسنون اور دعا کی درخواست ہے۔

یہ خط باہر بھی بھجوادیں کہ ہر ایک کو لکھنا مشکل ہے سب پڑھ لیں گے۔

مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد سلیمان صاحب، عزیز حشیم مکی اور بہت احباب تم سب کو بہت بہت سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

میرا ماموں جان سے سلام اور خیریت کہہ دیں۔ محمد زبیر الحسن غفرلہ

سفر انگلینڈ، فرانس، حرمین شریفین

(۴) یکم شعبان ۱۳۹۸ھ / ۸ر جولائی ۱۹۷۸ء ہفتہ کی صبح حضرت جیؒ اور ان کا دعوتی قافلہ جس میں مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن، مولانا مفتی زین العابدین، الحاج بھائی عبدالوہاب، مولانا عبدالعزیز کھلنوی، مولانا سعید احمد خاں مہاجر مدنی وغیرہ وغیرہ احباب تھے۔ دہلی سے کراچی، عمان ہوتے ہوئے لندن تشریف لائے۔ یہاں کے کامیاب اجتماع سے فراغت کے بعد حضرت جی ثالث نے ۲۱، ۲۲، ۲۳ر شعبان / ۲۸، ۲۹، ۳۰ر جولائی کو فرانس میں قیام فرما کر سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرمائی۔

۲۴ر شعبان / ۳۱ر جولائی میں پیرس سے روانہ ہو کر ایک بجے جدہ اور وہاں سے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ ۹ر رمضان / ۱۴ر اگست تک آپ کا تمام وقت حرمین شریفین میں گذرا اور

پھر ۱۱ر رمضان/ ۱۶ر اگست میں دہلی مراجعت فرمائی۔

دوران سفر ڈیوزبری (انگلینڈ) سے مولانا مرحوم کا تحریر کردہ ایک مکتوب بنام حضرت شیخؒ راقم کے ذاتی ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ جس کو یہاں پیش کرتا ہوں۔

مکرم ومحترم حضرت اقدس نانے اباجی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ مزاج عالی بخیر ہوں۔ الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں۔ بہت عرصہ سے خدمت اقدس میں عریضہ ارسال کرنے کو سوچ رہا تھا مگر کاہلی اور سستی کی وجہ سے نہ کر سکا۔ شنبہ ۸ر جولائی کی دوپہر کو حضرت جی مدظلہ کی زیر قیادت سفر شروع ہوا۔ ۹ر جولائی کو عمان پہنچے۔ ۱۳ر کو لندن پہنچے۔ ۲۸ر کو انشاء اللہ العزیز پیرس اور ۳۱ر کو انشاء اللہ العزیز جدہ پہنچنا تجویز ہے۔ اب مسئلہ یہ چل رہا ہے کہ جدہ سے مکہ عمرہ کر کے جائیں یا سیدھے مدینہ طیبہ حاضر ہوں۔ مختلف رائے آرہی ہیں۔ بعضوں کی مکہ کی ہو رہی ہے اور بعضوں کی مدینہ طیبہ کی رائے آرہی ہے۔ طے ابھی تک کچھ نہیں ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر وحید الزماں کے نام گرامی نامہ موصول ہوا۔ اس کی نقل کر کے اپنے پاس محفوظ کر لی گئی ہے۔ عمان میں مختلف حضرات سے گرنے کا حال معلوم ہو کر بہت ہی پریشانی اور رنج وقلق کا باعث ہوا۔ خدا کرے کہ اب طبیعت مبارکہ رُو بہ صحت ہو۔ جناب کی صحت کے لئے بچہ بچہ دل سے دعا کر رہا ہے۔ خداوند قدوس صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم دائم رکھے۔ سب کی خدمات میں سلام مسنون دعا کی اور روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کی بہت ہی مؤدبانہ سب سے ہی درخواست ہے۔ فقط والسلام

محمد زبیر الحسن غفرلہ۔ ۱۶ر جولائی یکشنبہ۔ ڈیوزبری

انگلینڈ وفرانس کے اس سفر پر روانگی سے چند یوم قبل (۲۷رجب/۴رجولائی) میں مولانا زبیر مرحوم مع حضرت جی ثالث اپنے اعزہ واقارب سے ملاقات کے لئے خصوصیت سے سہارنپور تشریف لائے تھے۔

سفر سری لنکا

(۵) ۱۰رربیع الاول ۱۳۹۹ھ/ ۸رفروری ۱۹۷۹ء جمعرات میں مولانا زبیر الحسن مرحوم اپنے والد ماجد کی معیت میں مدراس ٹری وینڈرم ہوتے ہوئے سری لنکا کے سفر کے لئے روانہ ہوئے۔ دعوتی احباب کی ایک منتخب جماعت (۳۰ رافراد پر مشتمل) سفر میں ساتھ تھی۔ اس ملک میں مختلف دعوتی اجتماعات کے بعد واپسی میں بنگلور کے سہ روزہ اجتماع میں شرکت فرماکر ۷رربیع الثانی / ۷رمارچ بدھ کی صبح بخیر وعافیت نظام الدین تشریف لائے۔

سفر ماریشش، دی یونین، ملاوی وغیرہ

(۶) یکم جمادی الاول ۱۳۹۹ھ/ ۳۰رمارچ ۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم کا اپنے والد ماجد کی معیت میں ماریشش، افریقہ، ری یونین، ملاوی، زامبیا، سوڈان اور سعودی عرب سات ملکوں کا ایک طویل سفر ہوا اور دو ماہ بعد ۳ررجب/ ۳۰رمئی میں بخیر وعافیت دہلی واپس تشریف لائے۔

سفر پاکستان، بحرین، امریکہ، کناڈا، انگلینڈ

(۷) ۳رشعبان ۱۴۰۰ھ/ ۱۷رجون ۱۹۸۰ء میں آپ کا ایک اہم دعوتی سفر والد ماجد کی زیر سرپرستی امریکہ، کناڈا، انگلینڈ اور پاکستان کا ہوا ہے۔

اپنے اعزہ واقارب سے اس سفر کی رخصتی ملاقات کے لئے حضرت جی مع مولانا زبیر الحسن ۲۵ررجب/ ۱۰رجون میں سہارنپور تشریف لائے تھے۔

اسی سفر میں حضرت جی ثالث کو امریکہ کے مشہور شہر ڈیٹرائٹ میں وہاں کے میئر نے اس شہر کی چابیاں (کنجیاں) اپنی طرف سے انتہائی عزت واحترام کے ساتھ یہ کہتے

ہوئے پیش کیں کہ ہمارے شہر کی بہت بڑی عزت ہوگی اور ہم اس کو اپنی انتہائی عزت سمجھیں گے اگر حضرت جی ڈیٹرائٹ شہر کی چابیاں قبول فرمالیں۔ چنانچہ الحاج کرنل امیر الدین اور بھائی عبد المقیت بنگلہ دیش، بھائی عبد الرقیب نیوجرسی امریکہ نے دو نقرئی چابیاں میئر سے لے کر حضرت جیؒ کی خدمت میں پیش کیں اور جو آپ نے قبول فرمالیں۔

اس طویل سفر میں آپ اپنے اہل خانہ کو متواتر طویل طویل خطوط اپنی خیریت، دعوتی مشاغل اور ہونے والے اجتماعات کی تفصیلات کے تحریر کرتے رہے۔

اس نوع کے متعدد خطوط میں سے ایک خط ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

مکرمہ ومحترمہ والدہ صاحبہ، خالہ صاحبہ، بی جان، وامی وسعد وعائشہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ تم سب بخیر ہو۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں۔

جب سے آیا ہوں برابر آپ لوگوں کو خط لکھنے کو سوچ رہا ہوں مگر نہ لکھ سکا۔ آپ سب کو بھی خوب انتظار رہا ہوگا اور اس کی وجہ سے پڑھنے پڑھانے کا بھی خوب اہتمام کیا ہوگا۔

ہم لوگ ۱۷ جون کو بعد عشاء بارہ بجے رات کو تم سب سے رخصت ہوکر ایک بجے ہوائی اڈہ پہنچے۔ جملہ مراحل سے فارغ ہوکر انتہائی راحت وآرام سے جہاز میں بیٹھ گئے۔ دو بجے طیارہ نے پرواز کی۔

اب کے ایک بات خلاف عادت یہ ہوئی کہ حضرت قبلہ والد صاحب کو کبھی جہاز میں نیند نہیں آئی، سب سوتے تھے اور والد صاحب بیچارے جاگتے تھے۔ مگر اب کے اللہ پاک نے یہ کرم فرمایا کہ ان کو ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب نیند آئی جس سے والد صاحب پر جو ایک قسم کی تھکن اور دماغ پر بوجھ تھا وہ اللہ کے فضل وکرم سے ختم ہوگیا۔ تقریباً ساڑھے تین گھنٹے کی پرواز کے بعد ہمارا جہاز

بخیریت بحرین کے اڈے پر اترا، انتہائی اطمینان سے استنجاء وضو کرکے اڈہ ہی کی مسجد میں نماز فجر ایک بہت ہی عمدہ امام کے پیچھے پڑھی اور پھر جاکر جہاز میں اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے اور جہاز اڑنے کے بعد پھر اپنی اپنی سیٹوں پر لیٹ گئے۔ تقریباً سات گھنٹے کی پرواز کے بعد جرمنی کے اڈہ پر اترا ایک گھنٹہ وہاں کھڑا رہا۔ اس میں والد صاحب مدظلہ تو کو نیند نہیں آئی۔ البتہ بندہ کو خوب نیند آئی اور خوب سویا۔ وہاں سے چل کر ڈیڑھ گھنٹہ میں بخیریت لندن ایئرپورٹ اترا، وہاں پر مفتی صاحب قاضی صاحب، بھائی عبدالوہاب اور بہت احباب موجود تھے، سب سے ملاقات اور دعا کے بعد کاروں سے مرکز کی مسجد میں پہنچے۔ وہاں ایک رات قیام کے بعد لندن سے ڈھائی سو میل دور پر جو اصل تبلیغی مرکز ڈیوزبری میں ہے وہاں پہنچے اور ایک ہفتہ قیام کے بعد واپس اسی مسجد میں آئے اور ۲۵ رجولائی جمعرات کے دن لندن سے امریکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ تقریباً سات گھنٹے کی پرواز کے بعد نیویارک کے اڈہ پر اترے۔ وہاں سارے سامان کا کسٹم کرایا اور نماز ظہر پڑھی اور پھر انتہائی اطمینان سے آکر اسی جہاز میں سوار ہوگئے اور ایک گھنٹہ کی پرواز کے بعد ڈیٹرائٹ جہاں اجتماع تھا وہاں پہنچے۔ وہاں پر بہت سے احباب موجود تھے، ملاقات و دعا کے بعد اجتماع کی جگہ پہنچے۔ ماشاء اللہ لندن کا اجتماع بھی بہت اچھا رہا اور پھر امریکہ کا اجتماع بھی بہت اچھا رہا۔ لندن سے تقریباً سو جماعتیں اور امریکہ سے ایک سو اڑتیس (۱۳۸) جماعتیں راہ خدا میں نکلیں۔

اب ہم لوگوں کا نظام سفر یہ ہے کہ کل منگل کی شام کو بعد عصر اجتماع کی جگہ سے دوسری بہت شاندار جگہ منتقل ہوئے وہاں اوپر کے کمرے میں ایک میں حضرت جی اور زبیر، مولوی سلیمان کا قیام ہے۔ دوسرے میں مولوی عمر صاحب

ان کا لڑکا یونس اور ان کے ایک خادم کا قیام ہے اور اس کے برابر والے کمرہ میں چند پاکستانی احباب کا قیام ہے، اور نیچے کے کمرہ میں مولانا سعید خاں صاحب اور حافظ کرامت، حاجی شفیع اور بہت سے احباب ٹھہرے ہوئے ہیں۔

مولوی احمد لاٹ پیر کے دن دعا کے بعد اپنے چھوٹے بھائی اسماعیل کے ساتھ اپنی آنکھیں دکھلانے کے لئے تین چار یوم کے لئے شکاگو گئے ہوئے ہیں۔ بدھ جمعرات کو یہاں مکان میں قیام ہے۔ جمعہ کی شام کو بعد عصر یہاں سے بذریعہ کار روانہ ہو کر کینیڈا میں ٹورنٹو اور وہاں سے دوسومیل کے فاصلہ پر مانٹریال جائیں گے۔ دودن وہاں قیام کر کے پیر کے دن واپس نیویارک اور منگل کے دن واپس لندن اور ۹/جولائی بدھ کے دن انشاء اللہ العزیز کراچی اور ۱۰/جولائی جمعہ کے دن حضرت شیخ اباجی مدظلہ کی خدمت میں فیصل آباد اور وہاں ایک دودن قیام کے بعد انشاء اللہ العزیز اب تک کی تجویز کے مطابق ایک دن راستہ میں سہارنپور ٹھہرتے ہوئے ۲۹/شعبان کی صبح کو آپ کی خدمت میں پہنچیں گے۔ اب تک کا نظام تو یہی ہے آگے کی خبر اللہ ہی کو معلوم ہے ہمارے سفر کے لئے بہت ہی بہت دعائیں کرتی رہنا۔

حضرت اقدس والد صاحب مدظلہ الحمد للہ بخیریت خوش وخرم ہیں۔ اجتماع کے وقت تو بہت ہی بوجھ اور بہت ہی فکر وسہم تھا، اجتماع سے فراغت کے بعد الحمد للہ بہت ہی مطمئن اور بہت ہی ہشاش بشاش ہیں۔

دہلی سے لائے ہوئے پان ابھی تک چل رہے ہیں۔ جمعہ تک انشاء اللہ العزیز چلیں گے۔ پان یہاں بھی ہر طرف سے خوب آئے اس وقت چھوٹی اماں بہت ہی یاد آئیں اور میں نے بھی خوب لوگوں کو بانٹے۔

اچھا اب ختم کر رہا ہوں جانے والا جا رہا ہے۔ گھر میں سب کی خدمات

میں بہت بہت سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست کر دینا۔

یہ خط پڑھنے کے بعد باہر بھی بھیج دینا۔ باہر سب خرد و کلاں اور معلمین و متعلمین، واردین صادرین کی خدمات میں سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست کر دینا۔ فقط والسلام

محمد زبیر الحسن ۔۲ر جولائی ۱۹۸۰ء/ ۷ر شعبان ۱۴۰۰ھ بدھ

۲۳ر شعبان/ ۷ر جولائی میں امریکہ، کناڈا اور مونٹریال ہوتے ہوئے آپ لندن پہنچے اور دو یوم بعد کراچی ہوتے ہوئے فیصل آباد آئے جہاں حضرت شیخؒ، مولانا مفتی زین العابدین کے دارالعلوم میں ماہِ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ کا اعتکاف کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے تشریف لائے ہوئے تھے۔

حضرت جی ثالث اور مولانا زبیر مرحوم دو دن قیام کے بعد واگہ بارڈر امرتسر ہوتے ہوئے سہارنپور پہنچے اور پھر بخیر و عافیت دہلی پہنچ گئے۔

مدینہ منورہ سے حضرت شیخؒ نے مولانا زبیر الحسن مرحوم کو خط لکھ کر اس سفر کی تفصیلات دریافت کی تھیں۔ آپ نے ۲۹ر جون کو اس کے جواب میں جو مکتوب حضرتؒ کو مدینہ منورہ ارسال کیا، اس کو حضرتؒ نے اپنے روزنامچہ میں نقل کرا رکھا ہے اس کا ایک اقتباس یہ ہے!

"۱۷ر جون ۱۹۸۰ء کی رات کو ۱۲ر بجے حضرت نظام الدین سے حضرت جی مدظلہ کی زیر امارت قافلہ روانہ ہوا۔ ۲ر بجے پائن امریکن طیارہ سے روانہ ہوئے۔ سوا تین گھنٹے میں بخیریت بحرین کے مطار پر اترے۔ مطار کی مسجد میں نماز فجر ادا کی، ایک گھنٹہ بعد اسی طیارہ سے روانہ ہو کر سات گھنٹے میں جرمنی کے مطار پر اترے، ایک گھنٹہ یہاں جہاز کھڑا رہا، وہاں سے سوا ایک گھنٹہ کی پرواز کے بعد بخیریت لندن کے مطار پر اترے، وہاں پر قاضی عبد القادر صاحب، مفتی زین العابدین صاحب، بھائی عبدالوہاب صاحب، بھائی افضل

صاحب، مولانا سعید خان صاحب اور بہت سے احباب موجود تھے۔ سب سے ملاقات اور دعا کے بعد مختلف کاروں میں مرکز کی مسجد میں اللہ پاک نے بخیریت پہنچایا۔ دہلی سے لندن تک یہ سفر تقریباً ۱۴ر گھنٹے کا رہا۔

"۱۸ر جون سے ۲۶ر جون تک لندن میں قیام رہا، وہاں کا اجتماع اور وہاں کا قیام الحمدللہ تعالیٰ اچھا رہا۔ اندازہ سے زیادہ مجمع آیا اور خوب افراد راہِ خدا میں نکلے۔

لندن کے اجتماع کے موقع پر ایک صاحب نے خواب دیکھا تھا کہ مسجد کے اوپر صحن میں گنبد کے قریب حضرت نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے ہیں اور اجتماع کو دیکھ کر اس کے پنڈال کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہو رہے ہیں اور بہت ہی دعائیں دے رہے ہیں۔

۲۶ر جون کو صبح لندن سے بذریعہ طیارہ روانہ ہو کر ۳ر گھنٹے نیو یارک کے اڈہ پر گذار کر ظہر کی نماز پڑھ کر اسی طیارہ سے ایک گھنٹہ کی پرواز کے بعد اجتماع کی جگہ ڈیٹرائٹ پہنچے، یہاں بھی انتظام اور مجمع خوب ہے۔ کل ۳۰ر جون کو دعا اور جماعتوں کا مصافحہ ہوگا اس کے بعد ۴ر جولائی کو کنیڈا ٹورنٹو اور وہاں سے پھر نیو یارک دو یوم قیام کے بعد ۸ر جولائی کو لندن اور ۹ر کو کراچی اور ۱۰ر جولائی کو ان شاء اللہ العزیز حضرت والا کے قدموں میں فیصل آباد حاضری کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خیریت و عافیت کے ساتھ حضرت کی زیارت اور ملاقات سے سرفراز فرمائے۔

یہاں کے اجتماع میں ہر چہار طرف سے اور تقریباً ۱۵ر۲۰ر ملکوں کے پرانے اور اچھے ذمہ دار آئے ہوئے ہیں جس کی بنا پر یہاں کے دورہ کو حضرت جی مدظلہ نے ملتوی فرما کر یہ پورا ہفتہ اسی اجتماع کی جگہ قیام تجویز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ خیر فرمائے آسان فرمائے۔"

محمد زبیر الحسن غفرلہ

کاتب سطور ان حضرات کو روانہ کرنے اور حضرت جی کی دعاؤں میں اپنا حصہ
بنانے کی نیت سے ۳؍شعبان میں دہلی پہنچ گیا تھا۔

سفر انگلینڈ، بیلجیم، فرانس، وغیرہ

(۸) ۱۸؍رجب ۱۴۰۲ھ/ ۱۲؍مئی ۱۹۸۲ء بدھ میں مولانا مرحوم والد ماجد کی ہمرکابی میں پانچ ممالک انگلینڈ، بیلجیم، عمان، فرانس، اردن اور سعودی عرب کے طویل سفر پر روانہ ہوئے، ۲۴؍دن کے مسلسل اور طویل سفر کے بعد ۱۱؍شعبان/ ۴؍جون جمعہ میں مدینہ منورہ آکر ۲۵؍شعبان/ ۱۸؍جون تک حرمین شریفین میں قیام کے بعد دہلی مراجعت فرمائی، اس پورے سفر میں مولانا مرحوم روزمرہ کے مشوروں اور جماعتی کارگزاریوں میں ذمہ دارانہ حیثیت سے شریک اور پنجوقتہ نمازوں اور نماز جمعہ کی امامت وخطابت کرتے رہے۔ نیز وقتاً فوقتاً ذکراللہ کے فضائل واہمیت پر اپنا متعینہ بیان بھی کرتے رہے۔

راقم سطور کے روزنامچہ میں اس سفر سے متعلق مزید معلومات یہ ملتی ہیں۔

”۱۵؍رجب/ ۱۰؍مئی پیر میں شام ساڑھے چار بجے بندہ دہلی گیا۔ بہ سلسلہ تشریف بری حضرت جی مدظلہ برائے سفر یورپ منگل کی شب میں بعد عشاء مرکز میں حفاظ کا ختم قرآن پاک اور طلبائے دورہ کا اختتامِ دورہ ہوا۔ بعدازاں کتاب حیات الصحابہ پڑھی گئی۔

بدھ کی صبح سات بجے حضرت جی مدظلہ مرکز سے روانہ ہوکر مطار پہنچے۔ ساڑھے نو بجے طیارہ روانہ ہوا۔“

سفر پاکستان، تھائی لینڈ، ملیشیا، بنگلہ دیش

(۹) ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۳ھ/ ۲؍نومبر ۱۹۸۲ء منگل میں مولانا مرحوم والد ماجد کی ہمرکابی میں پاکستان، تھائی لینڈ، ملیشیا، سنگاپور اور بنگلہ دیش کے دورہ پر روانہ ہوکر ۱۵؍صفر/ ۳؍دسمبر جمعہ میں بخیر وعافیت نظام الدین پہنچے۔ اس پورے سفر میں نماز جمعہ کی امامت

مولانا زبیر مرحوم کے ذمہ رہی۔

سفر سری لنکا

(۱۰) ۱۵؍رجب ۱۴۰۳ھ/ ۲۹؍اپریل ۱۹۸۳ء میں حضرت جی ثالث کا سری لنکا کا یہ سفر نظام الدین دہلی سے شروع ہوا اور بھوپال، حیدرآباد، کرنول اور پھر جنوبی ہند میں بنگلور، ٹری وینڈرم وغیرہ مختلف مقامات پر اجتماعات کرتے ہوئے آپ ۲۸؍رجب/ ۱۲؍مئی جمعرات میں بذریعہ طیارہ کولمبو (سری لنکا) روانہ ہوئے۔ رفقائے سفر میں مولانا محمد عمر، مولانا احمد لاٹ، مولانا زبیر الحسن اور یہ کاتب سطور بھی شامل تھے۔

سری لنکا کے احباب نے اس ایک ہفتہ کے سفر کے لئے پوری ریل گاڑی بک کرائی تھی۔ جس میں ۲۷؍ڈالر فی آدمی صرفہ آیا۔ یہ ریل گاڑی سو مسافروں کے لئے تھی۔

۱۳؍شعبان/ ۲۷؍مئی جمعہ میں سری لنکا سے مدراس پہنچے۔ آج جمعہ کا دن تھا، مولانا زبیر مرحوم کی اقتداء میں حسب معمول نماز جمعہ ادا کیا گیا۔ مستورات میں مولوی محمد بن سلیمان جھانجھی کا بیان ہوا، اور بعد نماز عصر اجتماع میں کاتب سطور نے ذکر اللہ کے فضائل بیان کئے۔ ۴؍دن مدراس میں قیام کے بعد ۱۹؍شعبان/ ۲؍جون جمعرات میں بخیر وعافیت دہلی مراجعت کی۔

سفر بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، سنگاپور

(۱۱) ۱۲؍ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ/ ۱۷؍جنوری ۱۹۸۴ء میں مولانا زبیر مرحوم اپنے والد ماجد کی سرپرستی میں دہلی سے بذریعہ ٹرین کلکتہ، وہاں سے بذریعہ طیارہ ٹونگی (بنگلہ دیش) کے اجتماع میں شرکت کرتے ہوئے ۲۷؍ربیع الثانی / یکم فروری میں بینکاک (تھائی لینڈ) پہنچے اور یہاں ۳؍۴؍۵؍فروری میں منعقد ہونے والے سہ روزہ اجتماع میں شرکت کی۔

مولانا زبیر مرحوم اپنی ڈائری میں اس اجتماع کی تفصیلات اس طرح درج کرتے ہیں!

''یالا کے اجتماع میں شرکت کے لئے ۲؍فروری جمعرات کی دوپہر میں ٹرین

سے روانہ ہوکر ۳؍فروری جمعہ کی صبح ۱۱؍ بجے یالا اسٹیشن پر اتر کر سیدھے اجتماع گاہ پہنچے۔ جمعہ فوجی کیمپ کی چھوٹی مسجد میں پڑھا جس کا خطبہ مقامی امام صاحب نے پڑھا اور نماز کی امامت بندہ نے کی۔ بعد جمعہ مولوی احمد لاٹ کا، بعد عصر مولوی سلیمان کا اور بعد مغرب مولانا محمد عمر کا بیان ہوا۔ یہ تمام بیانات اردو میں ہوئے اور ملائی وتھائی زبان میں ان کے ترجمے ہوئے۔

اجتماع کے دوسرے دن مفتی زین العابدین صاحب، بھائی عبدالوہاب وغیرہ کے بیانات ہوئے، تیسرے دن بعد فجر یوسف بھائی پالنپوری نے جماعتیں بٹھائیں، مولانا محمد عمر صاحب نے ہدایات دیں پھر حضرت جی مدظلہ نے ایک گھنٹہ بیان فرما کر اجتماع کی اختتامی دعا فرمائی۔ جماعتوں سے رخصتی مصافحے قاضی عبدالقادر صاحب نے کئے۔ شرکائے اجتماع کا اندازہ ساٹھ ستر ہزار کا بتلایا جاتا ہے۔"

یہاں سے سنگاپور روانہ ہوکر دو یوم دعوتی اعمال میں مشغولی کے بعد ۷؍جمادی الاول/ ۱۰؍فروری جمعہ میں بخیر وعافیت نظام الدین واپس آئے۔

سفر موریشش، ری یونین، کینیا

(۱۲) شروع اپریل ۱۹۸۴ء/ رجب ۱۴۰۴ھ میں آپ کا ایک سفر بمبئی کا ہوا۔ وہاں چند روزہ دعوتی مشغولیت اور اجتماعات کی تکمیل کے بعد مورخہ ۹؍اپریل/ ۷؍رجب میں وہاں سے موریشش، ری یونین، اور کینیا کے دعوتی سفر پر تشریف لے گئے۔

سفر جاپان، کیلی فورنیا، امریکہ، فرانس، انگلینڈ

(۱۳) ۷؍شوال ۱۴۰۵ھ/ ۲۶؍جون ۱۹۸۵ء میں مولانا مرحوم کی ایکماہ کے لئے چھ ممالک جاپان، کیلی فورنیا، امریکہ، فرانس، انگلینڈ، سعودی عرب کے دورہ پر روانگی ہوئی۔ ان ممالک کے مختلف شہروں میں اجتماعات اور جماعتوں کو راہ خدا میں نکالنے کے بعد

۱۱؍ذیقعدہ/۳۰؍جولائی پیر میں لندن ائیر پورٹ سے روانہ ہوکر جدہ اور پھر فوراً مکہ مکرمہ حاضر ہوئے۔

اس سفر میں ۴۰؍روز آپ کا قیام حرمین شریفین میں رہا اور پھر مناسک حج سے فارغ ہوکر ۲۰؍ذی الحجہ/۶؍ستمبر میں آپ نے دہلی مراجعت فرمائی۔

سفر انگلینڈ

(۱۴) ۱۱؍محرم ۱۴۱۵ھ/۲۲؍جون ۱۹۹۴ء میں حضرت جی ثالث کا ایک غیر ملکی سفر انگلینڈ کا ہوا۔ رفقائے سفر میں مولانا زبیر الحسن مرحوم، جناب الحاج کرامت اللہ، جناب الحاج شرافت اللہ اور کاتب سطور محمد شاہد بھی شامل تھے۔ لندن ایئر پورٹ پر بہت بڑا مجمع علماء، دعاۃ اور مختلف ممالک کے کام کے ذمہ داروں کا موجود تھا۔

یہ طویل سفر ۱۳/۱۴/۱۵؍محرم ۲۴/۲۵/۲۶؍جون جمعہ، بار، اتوار میں منعقد ہونے والے اجتماع کے لئے ہوا تھا۔ اجتماع کے دوسرے دن مجلس نکاح میں حضرت جی ثالث نے نکاحوں کی اہمیت پر بیان فرما کر خطبہ نکاح پڑھا اور پھر مولانا زبیر الحسن مرحوم نے ۹۳؍افراد کے ایجاب وقبول کرائے۔

اس عظیم الشان اجتماع میں پانچ براعظموں کے مسلمانوں نے شرکت کی تھی۔ اجتماع سے فارغ ہوکر مختلف ممالک کے ذمہ دار اصحاب نے اپنے اپنے ملک کے امور ومسائل پیش کر کے آپ سے مشورے لئے اور دینی دعوتی معاملات میں آپ سے رہنمائی حاصل کی۔

چنانچہ ایک ملک کے احباب نے اپنے یہاں کے سنگین اور سخت احوال بتلا کر کام کا نقشہ اور طریقہ دریافت کیا تو فرمایا کہ!

”بقدر استطاعت کام کرتے رہو، حکومت سے تعارض بالکل نہ کرو، انفرادی ملاقاتیں کرتے رہو، اگر ارباب حکومت شب گذاری کو منع کریں تو اس کو بھی چھوڑ دو۔“

ایسے ہی ایک اور ملک کے احوال سن کر فرمایا!

''دو تین ماہ میں ایک جگہ جمع ہو جایا کریں لیکن اپنا جوڑ جگہ بدل بدل کر کریں، صرف اپنی اپنی مساجد میں کام کریں، ایک محلہ کے لوگ دوسرے محلہ کی مساجد میں یا ایک مسجد کے مصلی دوسری مسجد کے مصلیان میں کام نہ کریں، نیز کام کا اظہار نہ کریں بلکہ خاموشی سے کریں اور نکلنے کی ترتیب یہ رکھیں کہ صرف ایک دن کے لئے نکلیں اور اس میں بھی اگر رکاوٹ ہو تو یہ بھی نہ کریں۔''

۲۱ رمحرم ۱۴۱۵ھ/۲ رجولائی ۱۹۹۴ء شنبہ میں لندن سے براہِ راست دہلی واپسی ہوئی۔

والد مرحوم کے بعد آپ کے غیر ملکی اسفار

۹ رمحرم ۱۴۱۶ھ/ ۹ رجون ۱۹۹۵ء میں والد ماجد کی وفات پر آپ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ جس کے نتیجہ میں والد مرحوم کی نگرانی اور سرپرستی میں ہونے والے دعوتی وتبلیغی اسفار اب آپ مستقل اور ان کے قائم مقام ہو کر کرنے لگے۔

یہاں پہلے آپ کے مختصر اور طویل غیر ملکی اسفار کے اعداد و شمار ان ممالک کے نام اور ان کے سنین سفر حروف تہجی کی ترتیب سے پیش کئے جاتے ہیں۔

پیش کردہ اس ترتیب سے معلوم ہوگا کہ مولانا مرحوم چونتیس (۳۴) بیرونی ممالک میں (۱۸۴) مرتبہ تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر نہ صرف توحید وسنت کی آواز لگائی بلکہ مخلوق خدا کو ان کے خالق و مالک کی طرف آنے کی دعوت بھی دی۔

یاد رہے کہ والد مرحوم ۳۴ ر بیرون ممالک میں ۱۴۸ رمرتبہ تشریف لے گئے تھے۔

مقامات سفر	سنین سفر	تعداد سفر
افریقہ	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء	۳

انگلینڈ	۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء۔۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء	۶
امریکہ	۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء	۳
اردن	۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء	۲
انڈونیشیا	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء۔۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء	۲
آسٹریلیا	۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء	۱
امارات عربیہ	۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء	۲
بنگلہ دیش		۳۴
بحرین	۱۴۰۰ھ/۱۹۰۸ء۔۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء	۲
بیلجیم	۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء	۱
پاکستان		۴۳
تنزانیہ	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء	۱
تھائی لینڈ	۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء۔۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء	۳
ٹرینی ڈاڈ	۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء	۱
جاپان	۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء	۱
جرمنی	۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء	۱
رہوڈیشیا	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء	۱
ری یونین	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء	۳
زامبیا	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء	۲

سعودی عرب		۴۲
سری لنکا	۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء۔ ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء۔ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔ ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء	۵
سوڈان	۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء	۱
سنگاپور	۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔ ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء	۳
عمان	۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء	۲
فرانس	۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء	۳
فیجی	۱۴۱۶ھ/۲۰۰۰ء	۱
کناڈا	۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء	۲
کیلی فورنیا	۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء	۱
کینیا	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء	۲
لینیشیا	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء	۱
موزمبیق	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء	۱
ملاوی	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔	۲
موریشش	۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء	۳
ملیشیا	۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء۔ ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء	۲

سفر سری لنکا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، آسٹریلیا، فیجی اور سنگاپور

(۱۵) حضرت جی ثالثؒ اپنی مستجاب اور مقبول دعاؤں میں ہمیشہ تین ملکوں افریقہ، امریکہ اور آسٹریلیا کا نام لے کر وہاں ہدایت کی ہوائیں چلنے اور ایمانی فضاؤں کے قائم ہونے کی دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ لیکن تقدیری بات کہ آپ کے افریقہ اور

امریکہ کے تو متعدد سفر ہوئے مگر آسٹریلیا کا کوئی سفر نہیں ہو سکا اور پھر یہ کمی اللہ جل شانہ نے آپ کے فرزندار جمند مولانا زبیر الحسن مرحوم کے ہاتھوں پوری کرائی۔

راقم سطور کو خوب یاد ہے کہ انگلینڈ کے آخری سفر میں جب آسٹریلیا کے سفر کا تذکرہ آیا تو مولانا زبیر مرحوم کو مخاطب بنا کر حضرت جیؒ نے دفعتہً ان سے دریافت کیا کہ!

"آسٹریلیا کب کو جاؤ گے؟"

اور پھر واقعتاً حضرت جی تو نہیں جا سکے مولانا زبیر مرحوم ہی کا مارچ ۱۹۹۶ء/ شوال ۱۴۱۶ھ میں چھ ممالک پر مشتمل طویل سفر سری لنکا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، آسٹریلیا، فیجی اور سنگاپور کا ہوا۔

ان طویل اسفار کے لئے آپ ۱۸/مارچ/ ۲۶/شوال میں دہلی سے مدراس کے لئے ایسٹ ویسٹ فلائٹ سے روانہ ہو کر جناب شفیق انیکار کے یہاں پہنچے۔

مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا ابراہیم (دیولہ)، مولانا احمد لاٹ، میانجی محراب، مولانا سلیمان جھانجھی، مولانا احمد مرچی، جناب بھائی خالد علیگڑھ مولوی محمد یونس پالن پوری، مولوی محمد سعد کاندھلوی اور راقم سطور اس پورے سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔

پھر یہ پورا قافلہ اگلے دن صبح مقامی مرکز میں اجتماع میں شریک ہوا۔ یہاں پہلا بیان حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کا ہوا تھا۔ مشورہ سے اس اجتماع کی دعا اگرچہ مولانا زبیر مرحوم کی طے تھی مگر انہوں نے عین وقت پر مولوی سعد کو آگے بڑھا دیا تھا۔

اجتماع سے فراغ پر مطار پہنچ کر سری لنکا کے لئے روانہ ہوئے۔ کلمبو ایئر پورٹ سے کاروں کے ذریعہ ڈھائی گھنٹہ کی مسافت طے کر کے شب میں نو بجے اجتماع گاہ پہنچے۔ پاکستان کا قافلہ دعوت و تبلیغ جس میں حضرت الحاج عبدالوہاب، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا طارق جمیل، جناب الحاج بھائی محمد یامین شامل تھے، یہاں آیا ہوا تھا۔

۲۰/مارچ کی صبح یہاں سہ روزہ اجتماع شروع ہوا۔ اس اجتماع میں قدیم ضابطہ

کے مطابق بعد عصر مولانا مرحوم نے نکاحوں کی اہمیت اوران میں سادگی پر زور دیتے ہوئے خطبہ نکاح پڑھا۔اس مجلس میں ستر (۷۰) نکاح ہوئے۔جن کا ایجاب وقبول مقامی علماء کے ذریعہ ہوا۔چند ایجاب وقبول مولانا مرحوم نے بھی کرائے۔

۲۲/مارچ جمعہ میں مولانا محمد عمر پالن پوری کی ہدایات اور مولانا سعید خاں کی دعا پر یہ اجتماع ختم ہوا۔نماز جمعہ کی امامت کے لئے مولانا مفتی رضوی نے مولانا زبیر الحسن مرحوم پر اصرار کیا، مگرانہوں نے بعض مسائل فقہ کی نزاکتوں کے پیش نظر انکار کر کے خود مفتی صاحب موصوف کا ہی طے کردیا۔چنانچہ موصوف نے نماز جمعہ کی امامت کی اور پھر فوراً ہی جمع بین الصلاتین کا اعلان کر کے نماز عصر بھی پڑھادی۔

سری لنکا کے اس سہ روزہ اجتماع میں شرکاء کا اندازہ تین اور ساڑھے تین لاکھ کے درمیان تھا۔بیرون ملک جانے والی جماعتیں ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) تھیں۔اور اندرون سری لنکا کے لئے ایک چلہ اور تین چلے کی تین سو پچاس (۳۵۰) جماعتیں تیار ہوئی تھیں۔

بعد عصر متعدد کاروں کے ذریعہ پورا قافلہ نگمبو اجتماع گاہ سے روانہ ہوکر عشاء کے قریب مقامی مرکز پہنچا۔یہاں ہم دونوں کا قیام جناب شعیب صاحب کے مکان پر تھا۔ اگلے دن (۲۳/مارچ شنبہ میں) بذریعہ طیارہ بنکاک کے لئے روانہ ہوئے۔

یہاں کا سہ روزہ اجتماع ۲۴/۲۵/۲۶/مارچ میں فتایہ شہر میں ہوا تھا۔

مجمع کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ پنڈال ایک لاکھ افراد کے بیٹھنے کے لئے بنایا گیا تھا۔اس اجتماع سے اندرون وبیرون کے لئے نکلنے والی جماعتوں کی تعداد (۶۰۶) تھی۔

اجتماع کے آخری دن (۲۶/مارچ منگل میں) صبح آٹھ بجے مولانا سعید خاں مرحوم کا آخری ہدایات کا بیان اور دعا ہوکر اجتماع ختم ہوا۔

آخری دعا کے لئے مشورہ کے شرکاء نے متفقہ طور پر مولانا زبیر الحسن مرحوم کا نام طے کر رکھا تھا۔مگر مرحوم کی پیشکش پر حضرت مولانا سعید احمد خاں نے دعا کرائی۔

شام کو راقم سطور مولانا مرحوم کو ترغیب دے کر سمندر کے کنارے چہل قدمی کے لئے لے گیا تھا۔

۲۷/مارچ بدھ کی صبح پرانوں کا وہ جوڑ بھی ختم ہوا جو کل ۲۴/گھنٹے کے لئے شروع ہوا تھا۔ اس میں افتتاحی بیان اور اختتامی دعا مولانا مفتی زین العابدین کی ہوئی۔

اجتماع کے فراغ پر شام پانچ بجے پورا قافلہ بس سے روانہ ہو کر عشاء کے قریب مرکز بنکاک پہنچا۔ وہاں نماز عشاء ادا کی گئی اور کھانا کھایا گیا۔

۲۸/مارچ کی صبح بذریعہ طیارہ جکارتہ (انڈونیشیا) پہنچے۔ راستہ میں ہمارا جہاز کچھ دیر کے لئے سنگاپور ٹھہرا تو سب نے نیچے اتر کر نماز ظہر ادا کی۔ جکارتہ ایئرپورٹ سے یہ کارواں، کاروں کے ذریعہ اجتماع گاہ روانہ ہوا۔ نماز مغرب قافلہ نے سڑک کے کنارے ادا کی اور نماز عشاء مرکز پہنچ کر پڑھی گئی۔ کھانا کھا کر مشورہ ہوا اور اس میں تمام امور طے کئے گئے۔

۲۹/مارچ جمعہ یہاں کے سہ روزہ اجتماع کا پہلا دن تھا اور بعد عصر اس کی شروعات حضرت مولانا محمد ابراہیم کے بیان سے ہوئی۔ شیخ میمون نے جو یہاں کے پرانے کام کرنے والوں میں ہیں، راقم سطور کو فضائل اعمال کا ایک سیٹ ہدیہ دیا جو یہاں کی مقامی زبان میں شائع ہوا ہے۔ موصوف حضرت جی ثالث کی حیات سے ہی تعلق خاطر رکھتے ہیں

دوسرے دن (۳۰/مارچ شنبہ میں) بعد فجر اجتماع گاہ میں جناب الحاج بھائی عبدالوہاب، علماء میں مولانا محمد عمر پالن پوری، خواص میں مولانا احمد لاٹ، انگریزی داں طبقہ میں جناب بھائی خالد صدیقی علیگڑھ اور اردو داں طبقہ میں مولانا طارق جمیل کے بیانات ہوئے۔ آج کی نماز مغرب وعشاء ہم سب نے قیام گاہ کے وسیع اور خوبصورت پارک میں مولانا زبیر مرحوم کی امامت میں ادا کی۔ کھانے سے فراغ پر مشورہ ہوا۔ آج کے مشورہ کے نگراں مولانا مفتی زین العابدین تھے۔ اور کثرت سے دیکھا گیا کہ وہ مولانا مرحوم کی رائے پر ہی اپنے فیصلے دے رہے تھے اور درمیان درمیان میں ان کی طرف اپنا رخ

کر کے کہتے جا رہے تھے کہ کہو بھائی کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے؟

۳۱ر کی صبح آخری دن بعد نماز فجر مولوی سعد کا بیان طے تھا مگر انہوں نے عین وقت پر اپنی علالت کا عذر کر دیا۔ چنانچہ مولانا طارق جمیل کا بیان ہوا۔

آخر میں مولانا احمد لاٹ کی ہدایات اور مولانا سعید خاں مرحوم کی دعا پر یہ اجتماع ختم ہوا۔ دعا میں مجمع خوب رویا اور بعد میں بھی دیر تک ہچکیوں سے رونے کی آوازیں آتی رہیں۔

اس کے بعد مولانا زبیر مرحوم اور مولوی سعد نے مشترکہ طور پر جماعتوں سے رخصتی مصافحے کیے۔ (اس وقت کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آئی ہوگی کہ مشترکہ طور پر مصافحے عنقریب سیرت اور سنت کے خلاف بن جائیں گے۔)

یہاں سے اندرون و بیرون ملک، طویل اور مختصر وقت کے لئے نکلنے والی جماعتوں کی تعداد تین سو تریسٹھ (۳۶۳) تھی۔

اس اجتماع میں تیرہ (۱۳) ملکوں کے تین سو اٹھارہ (۳۱۸) مبلغین اور پرانے کام کرنے والے شامل تھے۔ جو بہت سے ملکوں سے تشریف لائے ہوئے تھے۔

مذکورہ اجتماع کے اختتام پر فوراً ہی پرانوں کا سہ روزہ جوڑ شروع ہو گیا۔ جس میں مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا سعید احمد خاں، جناب الحاج بھائی عبدالوہاب، مولانا مفتی زین العابدین کے بیانات ہوئے۔ راقم سطور اور مولانا زبیر مرحوم نے اپنے معمولات ذکر پورے کیے اور ہم دونوں کو ذکر کرتے دیکھ کر کچھ اور احباب بھی اس میں شامل ہو گئے۔

۴ر اپریل بدھ کی شام جکارتہ سے روانہ ہو کر سات گھنٹہ کی مسلسل پرواز کے بعد سڈنی (آسٹریلیا) پہنچے اور دو گھنٹہ سڈنی ایئر پورٹ پر ٹھہر کر بذریعہ طیارہ میلبورن کے لئے روانہ ہو گئے۔ سوا گھنٹہ کی پرواز کے بعد وہاں پہنچ کر حضرت جی ثالث سے گہری محبت اور عقیدت رکھنے والے داعی و مبلغ شیخ معتز کے مکان پر قیام ہوا۔

۱۵ر اپریل جمعہ میں اجتماع میلبورن شروع ہوا۔ نماز جمعہ کی امامت اور مولانا

زبیر مرحوم کا بعد عصر بیان مشورہ میں طے ہوا۔ بعد مغرب مولانا محمد عمر پالن پوری کی تقریر متعین تھی۔ اگلے دن شنبہ میں مولانا احمد لاٹ، بعد عصر مولوی سعد اور بعد مغرب مولانا مفتی زین العابدین کے بیانات ہوئے۔ اجتماع کے تینوں دن مسلسل بارش ہوتی رہی۔

۹راپریل منگل کا دن گذار کر شب میں آٹھ بجے ساڑھے چار گھنٹہ کی پرواز کے بعد یہ پورا قافلہ فیجی پہنچا۔ ہمارا یہ جہاز مستقل طور پر فیجی کے احباب نے کرایہ پر لیا تھا اور اس میں تبلیغی احباب کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

اجتماع کے پہلے دن دس تاریخ میں نماز فجر سے اجتماع شروع ہوا اور بالترتیب مولانا محمد ابراہیم، مولانا زبیر الحسن اور مولانا محمد عمر صاحبان کے بیانات بعد فجر بعد عصر اور بعد مغرب ہوئے۔

دوسرے دن نماز فجر ادا کر کے مولانا مرحوم، راقم سطور اور مولانا احمد مڑھی تینوں سمندر کے کنارے چہل قدمی کے لئے چلے گئے اور یہاں پہلی مرتبہ وہ ہوائی جہاز دیکھا جو پانی پر آہستہ آہستہ تیز دوڑتے ہوئے فضا میں پرواز کر جاتا ہے۔ زمین پر چل کر فضا میں پرواز کرنے والے جہاز تو بہت دیکھے لیکن پانی پر چلنے اور پھر اسی پر اترنے چڑھنے کا منظر پہلی مرتبہ یہاں دیکھا۔

تیسرے دن بعد نماز فجر مولانا محمد عمر کی تفصیلی ہدایات اور میانجی محراب کا مختصر بیان اور دعا ہو کر اجتماع ختم ہوا اور پھر مولانا زبیر مرحوم اور مولوی سعد کے مشترکہ مصافحے جماعتوں سے ہوئے اور پھر احباب فیجی سے رات تک مشورے اور علاقائی مسائل پر گفتگو ہو کر ان کو پیش آنے والی مشکلات کا حل بتلایا جاتا رہا۔

۱۳راپریل کی صبح جمبو جیٹ طیارہ سے سڈنی اتر کر اجتماع گاہ پہنچے۔ مشورہ میں طے ہوا کہ جناب الحاج بھائی عبد الوہاب، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا محمد عمر، مولانا محمد ابراہیم اور مولانا احمد لاٹ کے بیانات پانچ مختلف مساجد میں ہوں گے۔ چنانچہ پانچوں

حضرات کے بیانات مختلف مساجد میں طے ہو گئے۔ چونکہ مفتی صاحب کی مسجد ہماری قیامگاہ کے بالکل قریب تھی اس لئے مولانا زبیر الحسن مرحوم اور راقم سطور ان کے بیان میں شریک ہو گئے۔ مقامی احباب کی ترغیب پر آج نماز ظہر اس مشہور و معروف اور قابل دید مسجد میں ادا کی جو تر کی حکومت نے یہاں باضابطہ طور پر تعمیر کرائی ہے۔ یہ مسجد نبوی کے طرز پر ہے۔ منبر بھی مسجد نبوی جیسا ہے۔ نیز مسجد میں محرابوں اور دیواروں پر حرم نبوی شریف کی طرح آیات قرآنیہ لکھی ہوئی ہیں۔

۱۵ر اپریل پیر میں یہ اجتماع بھی بخیر وخوبی ختم ہوا اور اسی دن شام میں اہل شوریٰ کو جمع کر کے مولانا مفتی زین العابدین اور مولانا محمد ابراہیم نے بڑی قیمتی ہدایات اور نصائح فرمائیں اور پھر مولانا ابراہیم صاحب کی دعا پر یہ جوڑ ختم ہوا۔

۱۶ر تاریخ منگل کی صبح یہاں سے روانہ ہو کر یہ تمام قافلہ دعوت وعزیمت سنگاپور پہنچا۔ اگلے دن یہاں کا سہ روزہ اجتماع مولانا محمد ابراہیم کے بیان سے شروع ہوا۔ نیز علماء میں مولانا محمد عمر، خواص میں مولانا احمد لاٹ اور بعد مغرب عوام میں مفتی صاحب کے بیانات ہوئے۔ سنگاپور کے اس اجتماع میں ہانگ کانگ، چین، جنوبی کوریا، تھائی لینڈ، سری لنکا برما، برونائی، فلپائن، جاپان، بیلجیم، امارات عربیہ اور انڈونیشیا کی جماعتیں شامل تھیں۔

سنگاپور ہمارے اس طویل دعوتی سفر کی آخری منزل اور آخری اجتماع گاہ تھی۔ یہاں سے فراغت پر مرکز رائیونڈ اور مرکز نظام الدین کے احباب ورفقاء اپنے اپنے وطن واپس ہو گئے۔

راقم سطور کے روزنامچہ کے مطابق دہلی سے مدراس، کولمبو، بنکاک، جکارتہ، میلبورن، فیجی، سڈنی، سنگاپور اور پھر آخر میں دہلی تک ہونے والے چھ ملکوں کی مجموعی مسافت تینتیس ہزار آٹھ سو تہتر (۳۳۸۷۳) کلومیٹر ہوئی۔ اللہ جل شانہ قبول فرمائے۔ آمین

سفر افریقہ

(۱۶) ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ/ اپریل ۱۹۹۸ء کے پہلے ہفتہ میں مولانا زبیر مرحوم اپنے قافلہ دعوت کے ساتھ افریقہ روانہ ہوئے۔ ان سے الوداعی ملاقات کے لئے راقم سطور اپنے قدیم معمول کے مطابق ۱۱ر ذی الحجہ/ ۹ر اپریل میں دہلی پہنچا۔

ایک ماہ بعد اس دعوتی سفر سے ۱۱ر محرم ۱۴۱۹ھ/ ۸ر مئی ۱۹۹۸ء جمعہ میں بخیر و عافیت آپ دہلی واپس ہوئے۔ راقم سطور ان کی آمد سے ایک یوم قبل استقبال کے لئے مرکز نظام الدین پہنچ گیا تھا۔

سفر جرمنی، امریکہ، ٹرینی ڈاڈ، کناڈا اور برطانیہ

(۱۷) مولانا زبیر مرحوم کا اپنے دعوتی احباب ورفقاء کے ساتھ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ/ جون ۲۰۰۰ء میں ایک طویل سفر جرمنی، امریکہ، ٹرینی ڈاڈ، کناڈا اور برطانیہ کا ہوا۔

دہلی سے آپ کے رفقاء سفر یہ تھے۔ مولانا محمد ابراہیم، مولانا احمد لاٹ، جناب الحاج رحمت اللہ بنارس، پروفیسر محمد محسن، پروفیسر عبد العلیم علیگ، جناب اقبال حفیظ، مولانا محمد سعد، جناب الحاج فاروق احمد بنگلور، مولانا محمد یونس پالن پوری، مولانا احمد مرچی، عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن و مولوی محمد صالح اور راقم سطور (محمد شاہد)۔

پاکستان سے جناب الحاج بھائی عبد الوہاب، مولانا مفتی زین العابدین، جناب محمد افضل، مولانا احسان الحق، مولانا طارق جمیل، بھائی ابراہیم عبد الجبار، بھائی ہارون قریشی اور بنگلہ دیش سے مولانا مزمل الحق اور مولانا قاری زبیر وغیرہ شریک اجتماع رہے۔

اس سفر کے لئے آپ ۲۲ر جون جمعرات کی شب میں دہلی سے جناب الحاج بھائی شرافت اللہ کی گاڑی میں مطار پہنچے۔ ہندوستانی وقت سے ساڑھے سات بجے طیارہ نے اڑان کی جو کہ دو گھنٹے بعد مسقط اترا، کچھ دیر یہاں رک کر چالیس منٹ کی پرواز کے بعد دبئی اترے۔ وہاں ایک گھنٹہ قیام کے بعد ایک ہی گھنٹہ میں بحرین پہنچے۔ پاکستان و بنگلہ دیش

کے تمام احباب یہیں جمع تھے۔

تمام قافلہ نے مطار کی مسجد میں ظہر ادا کی اور شب میں ایک بجے بحرین سے روانہ ہو کر تقریباً چھ گھنٹے میں جرمنی پہنچے۔ اُس وقت ۲۳؍ جون کی صبح طلوع ہو چکی تھی اور وہاں صبح کے ساڑھے چھ بج رہے تھے۔

مطار پر پرانے کام کرنے والوں کا منتخب مجمع موجود تھا۔ مولانا زبیر مرحوم نے دعا کرائی۔ اور پھر تمام قافلہ مختلف کاروں سے روانہ ہوا۔ جناب شمس الرحمٰن صاحب کی بڑی گاڑی میں مولانا محمد زبیر الحسن کی رفاقت و معیت میں راقم سطور (محمد شاہد) اور عزیزان مولوی زبیر الحسن اور مولوی محمد صالح تین گھنٹے کی مسافت پر اجتماع گاہ نیو کاسل شہر پہنچے۔ یہاں ۲۴؍ ۲۵؍ ۲۶؍ جون/ ۲۱؍ ۲۲؍ ۲۳؍ ربیع الاول بار، اتوار، پیر میں سہ روزہ اجتماع تھا۔

یہاں پہلے دن کا افتتاحی بیان مولانا احمد لاٹ کا ہوا۔ اور جس کے بیک وقت آٹھ زبانوں میں ترجمے الگ الگ احباب نے کئے۔ بعد عصر مولانا مفتی زین العابدین کا بیان اور اس کا عربی ترجمہ شیخ رجب کی طرف سے ہوا۔

دوسرے دن (۲۵؍ جون اتوار میں) بعد نماز فجر مولانا طارق جمیل، بعد نماز ظہر مولوی محمد سعد اور بعد نماز عصر جناب الحاج بھائی عبد الوہاب صاحب کا راہ خدا میں نکلنے کی اہمیت پر بیان ہوا۔ اور جس کے بیک وقت دس مختلف زبانوں میں ترجمے ہوئے۔

اجتماع کے آخری دن (۲۶؍ جون پیر میں) مولانا محمد ابراہیم دیولہ نے ہدایات دیں۔ مولانا زبیر مرحوم کی دعا پر یہ اجتماع ختم ہوا۔ مرحوم نے اپنی دعا سے قبل چند اصولی باتیں اور جماعت میں نکل کر کرنے کے کام بتلائے۔ موصوف نے اپنے بیان میں اس پر زور دیا کہ انسان کی کامیابی اور نجات دین اور اعمال دین پر ہے اور اسی سے دونوں جگہ اطمینان و سکون ملتا ہے۔ اس بیان کا عربی ترجمہ مولانا احمد لاٹ نے کیا۔

اجتماع کے لئے منتظمین نے پہلے تین ہزار افراد کا اندازہ لگا کر اس کے انتظامات

کیے تھے لیکن بعد میں دوسرا ہال بھی کرایہ پر لینا پڑا۔آخری دن شرکاء کا اندازہ آٹھ دس ہزار افراد کا لگایا گیا۔۲۷ رممالک کے احباب یہاں موجود تھے۔

یہ اجتماع ایک بڑے میدان کے خوبصورت پنڈال میں ہوا تھا۔مہمانوں کے لئے قیام گاہیں بھی وسیع اور صاف ستھری تھیں۔چنانچہ ایک بڑے ہال میں متعدد احباب نظام الدین دوسرے کمرے میں مولانا زبیر مرحوم، مولانا احمد مڑھی، شیخ عبدالعزیز بوقس تیسرے کمرے میں راقم سطور اور عزیزان مولوی زہیر الحسن اور مولوی محمد صالح مقیم تھے۔

جرمنی سے یہ قافلہ ساڑھے آٹھ گھنٹہ کی پرواز کے بعد نیویارک (امریکہ) پہنچا۔ مطار پر دعا مولانا مرحوم کی ہوئی۔ یہاں ۳۱/۳۰/۲۹ رجون میں ایک سہ روزہ اجتماع فلاڈلفیا میں متعین تھا۔ یہاں بھی مختلف اوقات میں ہندوستانی و پاکستانی احباب کے بیانات ہوکر مولانا مفتی زین العابدین کی دعا اور مولانا احمد لاٹ کی ہدایات پر اجتماع کا اختتام ہوا اور پھر بڑی تعداد میں جماعتیں اللہ کے راستہ میں نکل گئیں۔

فلاڈلفیا کے اس اجتماع میں محترم بھائی احفاظ احمد اور حضرت شیخؒ کے خواص میں جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل میمنی سے خوب ملاقاتیں رہیں۔

۲ رجولائی شنبہ میں اسی نوع کا دوسرا اجتماع ان ہی حضرات کے بیانات پر مشتمل شہر ڈیٹ رائٹ میں ہوا۔ مطار پر دعا مولانا زبیر مرحوم نے کرائی۔ اس اجتماع میں (جو کہ مسجد معاذ بن جبل میں ہوا تھا) روانگی کی ہدایات جناب الحاج بھائی عبدالوہاب اور اختتامی دعا مولانا زبیر مرحوم کی ہوئی تھی۔

یہاں کا تیسرا اجتماع لاس انجیلس میں کیا گیا۔ دور ونزدیک کی مختلف چھوٹی بڑی جماعتیں بیالیس (۴۲) کی تعداد میں یہاں سے روانہ ہوئیں۔ اس اجتماع کی ہدایات حضرت الحاج بھائی عبدالوہاب کی اور آخری دعا مولانا زبیر مرحوم کی تھی۔

چوتھا اجتماع شکاگو اور پانچواں ہوسٹن میں کیا گیا۔ یہ دونوں اجتماع بھی تین تین

یوم کے تھے۔اوران اجتماعات میں حضرات نظام الدین اوررائیونڈ کے بیانات ہوئے۔

شکاگو میں ہونے والا یہ اجتماع وہاں کے تبلیغی مرکز مسجد النور میں تھا۔ یہ چار منزلہ عمارت پہلے ایک گرجا گھر تھی۔ جس کو وہاں کے احباب نے خرید کر مسجد النور کی شکل دے دی تھی۔مولانا مفتی نوال الرحمٰن اس مسجد کے امام وخطیب ہیں۔ مفتی صاحب موصوف ہمارے ساتھ بہت خوش اخلاقی اور محبت سے پیش آئے۔اورانہوں نے ہمارے ذوق کے مطابق شکاگو کے مختلف تاریخی مقامات بھی دکھلائے۔ وہاں کا مچھلی گھر بھی دیکھا گیا۔ جس میں درجنوں قسم کی عجیب وغریب مچھلیاں نیز ڈولفن اوران کے کھیل وکرتب دیکھے گئے۔

امریکہ میں ہونے والے ان اجتماعات میں مولانا مرحوم پر بیانات اور دعاؤں میں اکثر وبیشتر گریہ طاری ہوجاتا تھا لیکن یہ آخری دعا ہر اعتبار سے بہت زوردار رہی۔ وہ خود بھی بہت روئے اور مجمع کو بھی خوب رُلایا۔

یہ دعا کتنی زوردار تھی اور اس میں مولانا مرحوم کس قدر روئے اس کا اندازہ قدمائے تبلیغ میں مرحوم پروفیسر مسعود عبدالحی (پونہ) کی جانب سے راقم سطور کے نام بھیجے گئے مکتوب سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ وہ شرکاء اجتماع کے تاثرات تفصیل کے ساتھ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ!

> ”جو جماعتیں امریکہ وکناڈا سے آئیں وہ بتلا رہی تھیں کہ امریکہ کے مشورہ کے دوران مولانا کا بیان اور دعا حاصل سفر تھا۔ یہ جماعتیں کہتی تھیں کہ اتنا روئے کہ پورے سفر میں نہیں روئے تھے۔“

ان پانچ امریکی اجتماعات سے فارغ ہوکر یہ قافلہ دعوت ۱۴ اپریل میں میامی پہنچا۔ یہاں ایک روزہ قیام کے بعد بذریعہ طیارہ چار گھنٹے کی مسافت طے کرکے ٹرینی ڈاڈ آئے۔ہم لوگوں نے نماز عصر میامی کے مطار پر، نماز مغرب جہاز میں اور نماز عشاء ٹرینی ڈاڈ اجتماع گاہ میں ادا کی۔

راقم سطور اور عزیز محمد صالح سلمہ کا ٹرینی ڈاڈ کا ویزہ نہیں تھا۔ لیکن اللہ جل شانہ کے فضل وکرم اور وہاں کے احباب کی کوشش وجدوجہد سے ۱۳؍جولائی میں فیکس کے ذریعہ احقر کو اطلاع دی گئی کہ آپ کو ٹرینی ڈاڈ آنے کی اجازت ہے اور ویزہ ایئرپورٹ پر ملے گا۔

یہاں ۱۵؍۱۶؍۱۷؍جولائی اجتماع کی تاریخیں متعین تھیں۔

یہاں کے اجتماع کا آغاز مولانا یونس پالن پوری کے بیان سے ہوکر مولانا زبیر مرحوم کی دعا پر اس کا اختتام ہوا۔

ٹرینی ڈاڈ کا یہ اجتماع یہاں کے ایک علمی ادارہ دارالعلوم میں ہوا تھا۔ یہ بڑا مدرسہ تین سو طلبہ علوم اسلامیہ کا اقامتی ادارہ ہے۔ دورہ حدیث شریف تک یہاں تعلیم ہے اور یہ اپنی ایک خوبصورت اور عمدہ لائبریری بھی رکھتا ہے۔ راقم سطور نے بھی اس لائبریری سے استفادہ کیا اور بہت سی کتابوں سے مفید مطلب مضامین اخذ کئے۔

اجتماع کے پہلے دن بعد فجر مولانا احمد لاٹ، بعد ظہر جناب عبدالرقیب امریکی اور بعد عصر مولانا زبیر مرحوم کا نکاحوں پر بیان ہوکر چھ ایجاب وقبول ہوئے۔

اجتماع کے آخری دن بعد فجر مولانا محمد ابراہیم بعد ظہر بھائی ابراہیم عبدالجبار بعد عصر مفتی زین العابدین کے بیانات ہوکر بعد مغرب مولانا احسان الحق نے جماعت میں نکلنے والوں کو ہدایات دیں اور مولوی سعد کی دعا پر اجتماع ختم ہوا۔ اگلے دن کام کرنے والے دعوتی احباب کا مذاکرہ شروع ہوا۔ شام تک ڈھائی سو، تین سو کے قریب احباب جمع ہوگئے تھے۔ مولانا ابراہیم کا اس موقعہ پر بیان ہوا۔

۱۸؍جولائی کی صبح اول وقت نماز فجر ادا کر کے مطار کیلئے روانہ ہوکر میامی واپس آئے اور پھر یہاں سے دوسرا جہاز بدل کر نیویارک اترے۔ تبلیغی مرکز مسجد الفلاح میں سب کا قیام ہوا۔ مغرب یہیں ادا کی گئی اور پھر فوراً کاروں کے ذریعہ فلاڈلفیا روانہ ہوگئے۔ صبح نماز فجر سے نماز عشاء تک مسلسل سفر اور ہوائی جہازوں کے چڑھنے اترنے نے تمام ہی

قافلہ کو خوب تھکا دیا تھا۔

۱۹ر جولائی میں چائے ناشتہ سے فراغ پر مشورہ شروع ہوا۔ جس میں الحمدللہ پورے امریکہ کے کام کرنے والے احباب تقریباً ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں جمع تھے۔ اس موقعہ پر مفتی زین العابدین، مولانا احسان الحق اور مولوی سعد کے بیانات ہوئے۔ اور آخر میں مولانا زبیر الحسن مرحوم نے اپنے مختصر بیان کے بعد دعا کرائی۔

۲۰ر جولائی جمعرات میں راقم سطور نیز مولانا احمد مڑھی عزیزان مولوی محمد زہیر و مولوی محمد صالح، مولانا جمیل احمد میواتی کے دعوت پر نیو آئر لینڈ گئے۔ بعد مغرب ان کے یہاں کھانا کھا کر گیارہ بجے وہاں سے روانہ ہو کر ڈھائی بجے شب میں اپنی قیام گاہ واپس ہوئے۔

۲۱ر جولائی جمعہ نیو یارک سے ٹورنٹو جانے کے لئے متعین تھی۔ چنانچہ بعافیت ڈیڑھ گھنٹہ میں یہ سفر پورا ہوا۔ شام کو حضرت شیخؒ کے دو مخصوص خلفاء جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل میمنی اور مولانا محمد مظہر عالم تشریف لائے۔ بہت دیر تک ان حضرات سے ملاقات رہی اور ہم لوگ حضرتؒ کے قیام مدینہ منورہ کے زمانے کو یاد کر کے آپؒ کے واقعات ایک دوسرے کو سناتے رہے۔ اس ملاقات میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے بفیلو آ کر مدرسہ اور خانقاہ دیکھنے کی دعوت دی۔

چنانچہ ۲۲ر جولائی شنبہ کا پورا دن ان کے یہاں گذرا۔ مدرسہ کا معائنہ کیا گیا اور بہت دل خوش ہوا۔ اللہ جل شانہ حضرت شیخؒ کی اس علمی و روحانی یادگار کو تا قیام قیامت باقی اور جاری رکھے۔ شام پانچ بجے اجتماع گاہ واپسی ہوئی۔

۲۳ر جولائی اتوار میں یہاں کا اجتماع مولانا زبیر مرحوم کے بیان پھر چودہ (۱۴) نکاحوں کے ایجاب وقبول اور دعا پر ختم ہوا۔

۲۴ر جولائی میں ٹورنٹو سے لندن کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت الحاج بھائی عبدالوہاب اور مولانا مفتی زین العابدین نے مولانا زبیر مرحوم سے دعا کرانے کو کہا تو

انہوں نے یہ کہہ کر مولوی سعد کا نام لے دیا کہ اس پورے سفر میں اب تک ان کی ایک ہی دعا ہوئی ہے۔ چنانچہ موصوف کی دعا ہوکر بھائی شوکت مالجی کی گاڑی میں اجتماع گاہ سے روانگی ہوئی۔ اس گاڑی میں مولانا مرحوم، راقم سطور، شیخ عبدالعزیز بوقس اور عزیز مولوی محمد زہیرالحسن سلمہ تھے۔ مولوی محمد صالح، مولوی احمد مڑھی مع سامان دوسری گاڑی میں روانہ ہوئے۔

۲۵ر جولائی منگل یہاں کے اجتماع کا پہلا دن تھا اور اس میں مولانا احسان الحق، جناب الحاج بھائی عبدالوہاب، مولانا احمد لاٹ کے بیانات ہوئے۔ بعد مغرب تمام مجمع کے لئے کھانے کا وقت متعین تھا۔ یہ اجتماع مرکز کے لئے حال ہی میں خریدی ہوئی جگہ پر ہوا تھا۔ جناب بھائی اقبال مرادآبادی، مولانا ہاشم (بولٹن) مولانا عیسیٰ منصوری، مولانا مفتی زبیر بھیات (افریقہ) وغیرہ حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں۔

۲۶ر جولائی بدھ میں جدید مرکز کی تعمیر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ مولانا زبیر مرحوم نے اس موقعہ پر دعا کرائی۔ بعد عشاء کھانے سے فراغ پر بارہ بجے لندن سے ڈیوزبری کیے لئے روانہ ہوکر اذان فجر پر وہاں پہنچے۔

۲۹ر جولائی شنبہ میں بعد نماز فجر حضرت الحاج عبدالوہاب صاحب کی ہدایات و دعا کے بعد ان ہی کے تنہا مصافحے ہوئے کیونکہ مولانا زبیر مرحوم نے طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے مصافحہ سے انکار کردیا تھا۔ ناشتہ اور اجتماع سے فراغ پر کاروں کے ذریعہ بلیک برن اور یہاں کچھ دیر قیام کے بعد گلاسگو مرکز پہنچے۔ مشورے ہوئے۔ جس میں اگلے دن بعد فجر مولانا محمد ابراہیم، بعد ظہر مولانا طارق جمیل، بعد عصر مولوی محمد سعد کی ہدایات طے ہوئیں۔ اس کے بعد مفتی صاحب کا اختتامی بیان ہوکر دعا ہوئی۔ گلاسگو کے اس اجتماع کے بعد مختلف مقامات سینٹ کیس، برمنگھم، لیسٹر ٹھہرتے ہوئے ۲ر اگست بدھ کی صبح ہیتھرو ایئرپورٹ سے دہلی کے لئے روانہ ہوکر چالیس یوم کا یہ طویل سفر بعافیت ختم ہوا۔

الحمدللہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

سفر ملیشیا، انڈونیشیا

(۱۸) ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء میں آپ کا ایک تبلیغی سفر ملیشیا، انڈونیشیا کا بھی ہوا ہے۔ جس کے لئے آپ ۱۴؍رجب/ ۸؍جولائی بروز بدھ بعد نماز مغرب مرکز نظام الدین سے روانہ ہوئے۔ مولانا احمد لاٹ، عزیز مولوی زہیر الحسن سلمہ اور دیگر مقیمین مرکز اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

ساتواں باب

☆......اکیس (۲۱) حج

☆......دس (۱۰) عمرے

مکمل تفصیلات کے ساتھ

حج اور عمرے

حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ نے اپنی پوری حیات میں سترہ حج اور چھ عمرے کئے ہیں ان میں پہلا حج حضرت مولانا محمد الیاس کی معیت میں ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں کیا تھا اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی جبکہ آخری حج کی ادائیگی شوال ۱۴۱۵ھ/ مارچ ۱۹۹۵ء میں فرمائی۔

ان کے فرزند مولانا زبیر مرحوم نے اپنی زندگی میں اکیس (۲۱) حج کئے ہیں جن میں بارہ حج والد مرحوم کی معیت میں ہوئے اور بقیہ نو (۹) حج عہد مشاورت میں اپنے طور پر کئے ہیں۔ اسی طرح آپ کے تمام عمرات کی تعداد دس (۱۰) ہے۔ جن میں چھ (۶) عمرے تو والد صاحب کے ساتھ ہوئے اور بقیہ چار (۴) ان کی وفات کے بعد۔

ذیل میں آپ کے تمام اسفار حج و عمرات کی ضروری تفصیلات اور اہم تاریخیں پیش کی جاتی ہیں۔

☆(۱) پہلے حج کے لئے ۱۴رشوال ۱۳۷۴ھ/ ۶رجون ۱۹۵۵ء میں جا کر ۷ار صفر ۱۳۷۵ھ/ ۱۵راکتوبر ۱۹۵۵ء میں واپس ہوئے۔ مولانا زبیر مرحوم اس وقت اپنی عمر کے پانچویں سال میں چل رہے تھے۔

اس سفر کا ایک واقعہ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب اس طرح سناتے ہیں کہ!

''مولانا زبیر مرحوم جب چھوٹے سے تھے بیت اللہ سے رخصت ہوتے وقت ادب اور فرط محبت میں بیت اللہ کی طرف مڑ مڑ کر دیکھتے ہوئے مسجد حرام سے نکل رہے تھے کہ اچانک ٹھوکر لگنے سے گر پڑے۔ اتنے میں خاندان کے کسی بڑے فرد نے کہا'' زبیر دیکھ کر چلو'' تو جواب دیا کہ'' دیکھ کر ہی تو چل رہا ہوں'' یعنی بیت اللہ کو دیکھ کر چل رہا ہوں۔

اس سفر کے لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے حضرت جی ثالث کو اس قافلے کا امیر متعین کیا تھا۔ خاندان کی مستورات اور اطفال کی ایک بڑی تعداد ساتھ تھی۔ جن میں گیارہ مرد، گیارہ عورتیں اور گیارہ بچے شامل تھے۔

پورا سفر انتہائی راحت وعافیت کے ساتھ ہوا جس میں دعوتی وتبلیغی سرگرمیاں بھی مسلسل چلتی رہیں۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد ۲۶/ذی الحجہ میں مدینہ منورہ پہنچے۔ چالیس روز یہاں قیام کے بعد مکہ مکرمہ واپسی ہوکر جدہ اور ممبئی میں مختصر قیام کے بعد ۱۷/صفر/۱۵/اکتوبر میں دہلی مراجعت ہوئی۔

☆(۲) والد مرحوم کی معیت میں آپ کا دوسرا سفر ۱۹/ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ/ ۱۸/جنوری ۱۹۷۱ء میں دہلی سے ممبئی کے لئے ہوا۔ یہاں تین روزہ قیام کے بعد کراچی اور وہاں دو یوم مکی مسجد میں قیام کے بعد جدہ کے لئے روانہ ہوئے۔

مناسک حج سے فارغ ہوکر ۲۴/ذی الحجہ/۲۱/فروری میں مدینہ منورہ پہنچ کر چالیس یوم یہاں مقیم رہ کر اعمال دعوت اور جماعتوں کی روانگی میں مشغول رہے۔

مدینہ منورہ سے مولانا مرحوم نے جو مکتوب اپنی ہمشیرہ سلمہا کو تحریر کیا وہ راقم سطور کو دستیاب ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی والدہ مرحومہ کے مستقل رونے پر جو بہترین اور عمدہ تبصرہ کیا ہے اور مدینہ منورہ میں نئے ملبوسات کی عدم فراہمی پر جو شکوہ کیا ہے وہ خصوصیت سے قابل مطالعہ ہیں۔

عزیزہ صادقہ سلمہا خوش رہو   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ تم خیریت سے ہوگی، الحمد للہ یہاں پر بھی بندہ جملہ متعلقین واحباب اور ساتھیوں کے بخیر وعافیت ہے۔

دو تین دن ہوئے تمہارا اور اہلیہ محترمہ کا لفافہ شیخ اباجی کے نام آیا تھا جس میں تمہارا ایک پرچہ میرے نام اور دوسرا بند لفافہ تھا، ملا۔ وہ بند لفافہ تو اباجی نے

میرے حوالہ کردیا اور میرے نام کا تمہارا پرچہ سنا۔ ابا جی سنتے وقت بہت روئے معلوم نہیں کہ کیا وجہ ہے۔

تمہارے خط سے والدہ صاحبہ کے رونے کا حال معلوم ہوا مگر یہ معلوم نہیں کہ کس وجہ سے ہر وقت روتی ہیں۔ خالہ راشدہ اور تم ان کو سمجھاتی رہا کرو۔

والدہ صاحبہ کی خدمت میں بعد سلام مسنون۔ تمہارا ہر وقت رونا عزیزہ صادقہ کے خط سے معلوم ہوا لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ رونے کی وجہ کیا ہے؟ صرف میری یاد ہے یا خوف خدا ہے؟ اگر خوف خدا ہے تو بہت مبارک ہے اور اگر میری یاد ہے تو بالکل مناسب نہیں ہے۔

یہاں مدینہ منورہ میں بڑا ہی لطف آرہا ہے۔ ہر نماز کے وقت اور ہر نماز کے بعد روضۂ اقدس پر حاضری ہوتی ہے عجیب جگہ ہے۔ سب کی نگاہیں جالیوں کے اوپر، آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے کوئی عربی زبان سے خشوع خضوع کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پیش کر رہا ہے کوئی اردو زبان میں اور ترکی زبان میں اور کوئی انگریزی زبان میں۔ بڑا ہی لطف آتا ہے۔ آج کل مجمع بہت ہی کم ہے اس لئے خوب دیر تک سلام پیش کرنے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔

تم سب کی جانب سے بھی بار بار نام لے کر صلوٰۃ وسلام پیش کرتا رہتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ سب ہی سے نام بنام سلام کہہ دینا۔ نام اس واسطے نہیں لکھتا کہ جس کا رہ جائے گا اس کا دل برا ہوگا۔

والدہ صاحبہ سے یہ بھی کہہ دینا کہ مکہ مکرمہ میں تو نئے کپڑوں کی ضرورت نہیں آئی۔ مدینہ پاک پہنچ کر جب نئے کرتے نکالے تو ایک کرتا بھی ایسا ڈھنگ کا ایک دو مرتبہ کے پہنے بغیر نہیں ملا جس کو میں روضۂ اقدس پر پہن کر حاضر ہو جاتا۔ سب کرتے نئے ایک ایک دو دو دن کے پہنے ہوئے، اور کسی پر

پان کا دھبہ، اور کسی پر سالن کا دھبہ، اور کسی پر کسی چیز کا دھبہ، بہت ہی افسوس ہوا، ململ کے کرتوں کے دن نہیں ہیں کیونکہ یہاں سردی ہو رہی ہے رات کو لحاف اوڑھتے ہیں، اس لئے بصد افسوس دھوبی کے یہاں کے دھلے ہوئے کپڑے پہنے اور سب نے نئے بڑھیا والے پہنے، انشاء اللہ اگلے ہفتے سب کپڑے دھوبی کے یہاں بھیجوں گا۔ تب انشاء اللہ امید ہے کہ پہننے کے لائق ہو جائیں گے۔ بغیر دھلے تو اس لائق نہیں۔ برا نہ مانیں صرف واقعہ کی اطلاع کی ہے، ہو گیا جو کچھ ہونا تھا۔

باقی سب خیر و عافیت ہے۔ شیخ اباجی اور والد صاحب، بھائی ہارون، ماموں محمود سب حضرات خیریت سے ہیں۔ سب کی جانب سے سب کو سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام

محمد زبیر الحسن غفرلہ۔ ۳ رمحرم الحرام ۱۳۹۱ھ بروز سہ شنبہ

۶ رصفر/۳ راپریل میں یہ پورا قافلہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچا، دس دن یہاں قیام کے بعد ۲۰ رصفر/ ۱۷ راپریل میں حضرت جی ثالث ہندوستان تشریف لے آئے اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی مدینہ منورہ واپسی ہوگئی۔

مولانا محمد ہارون مرحوم اور مولانا زبیر الحسن مرحوم بھی بغرض اصلاح وتربیت حضرت شیخ کی معیت میں مدینہ منورہ واپس ہو گئے۔ اور پچاس یوم وہاں قیام کے بعد یہ دونوں صاحبان ۴ رجون ۱۹۷۱ء/ ۱۰ رربیع الثانی ۱۳۹۱ھ میں حضرت شیخ کی معیت میں ہندوستان واپس آئے۔ اور دہلی میں چند روزہ قیام کے بعد دونوں صاحبان کی بمعیت حضرت شیخ اور حضرت جی ثالث سہارنپور آمد ہوئی۔

حضرت شیخ" کی آپ بیتی میں یہ صراحت موجود ہے کہ ان دونوں حضرات (یعنی مولانا محمد ہارون اور مولانا زبیر الحسن مرحوم) کو حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن

(بغرض اصلاح وتربیت) حضرت شیخؒ کی خدمت میں قیام کے لئے چھوڑ کر آئے تھے۔

اور یہ بھی اس میں وضاحت ہے کہ مدینہ منورہ کے اس زمانۂ قیام میں مولانا زبیر الحسن مرحوم کو حضرتؒ نے اپنی زیر تکمیل کتاب الابواب والتراجم للبخاری میں اپنا معاون اور شریک بنالیا تھا۔

مدینہ منورہ کے اسی زمانۂ قیام میں حضرت شیخ نے مولانا محمد ہارون مرحوم کو اجازت بیعت وخلافت مرحمت فرمائی تھی۔

مولانا زبیر مرحوم نے مدینہ منورہ سے والد ماجد حضرت جی ثالث کو جو عریضہ ان کی دہلی واپسی پر تحریر کیا تھا وہ کاتب سطور کے کاغذات میں محفوظ ہے۔ یہاں اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

مکرم ومحترم حضرت اقدس والد صاحب دام مجدہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ کا سفر مبارک جدہ سے دہلی تک کا خیر وعافیت کے ساتھ پورا ہوگیا ہوگا۔ آج دوشنبہ کی صبح تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ حضرات ممبئی کے راستہ سے تشریف لے گئے یا راستہ میں کسی اور جگہ قیام فرماتے ہوئے تشریف لے گئے۔ اسی سوچ میں سب ہی حضرات پڑے ہوئے ہیں۔ خدا کرے کہ خیریت کے ساتھ سفر پورا ہوگیا ہو۔

ہم لوگ بدھ کی صبح کو نماز فجر سے قبل ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر اور نماز پڑھتے ہی حضرت قبلہ نانے ابا جی، قاضی عبدالقادر مع صاحبزادہ محترم محمود سلمہ، بھائی ہارون اور بندہ نیز صوفی انعام اللہ، مولوی احمد، بھائی عبدالعلام صاحب کی گاڑی میں گیارہ بج کر بیس منٹ پر یہ مکرمہ سے روانہ ہوکر راستہ میں سوائے ایک جگہ پیشاب وغیرہ کرنے اور کسی دوسری جگہ رکے بغیر ٹھیک پانچ بجے کے

الارم پر مدینہ منورہ مدرسہ علوم شرعیہ ایسے وقت پہنچ گئے جب کہ ظہر کی اذان میں پون گھنٹہ باقی تھا۔ اسی وقت وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر سرکار دوعالم ﷺ کی چوکھٹ پر حاضری ہوئی۔ آپ حضرات کی جانب سے نام بنام صلوٰۃ وسلام عرض کردیا گیا اور انشاء اللہ بار بار عرض کرتا رہوں گا۔

ویسے تو آپ حضرات بہت یاد آئے مگر یہاں آنے پر بالخصوص ہر نماز کے بعد اُسطوانہ عائشہ پر تو آپ جس قدر یاد آتے ہیں اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ مکہ میں تو گرمی اچھی خاصی تھی مگر مدینہ پاک میں تو سردی جس قدر چھوڑ کر گئے تھے، دس بارہ دن کی واپسی پر تو اس سے بہت زیادہ ملی۔ رات کو لحاف اوڑھنا پڑتا ہے۔

بھائی ہارون اور بندہ کا رات کا سونا ابا جی کے اس برابر والے کمرہ میں ہوتا ہے جس میں صبح کو ناشتہ وغیرہ آپ حضرات کیا کرتے تھے اور صبح کو ساڑھے تین بجے کے قریب بھائی عبدالعلام صاحب ہی کی گاڑی میں مدرسہ علوم شرعیہ جانا ہوتا ہے اور دوپہر کا کھانا بھائی عبدالحفیظ صاحب اور صوفی اقبال صاحب کے گھر سے آتا ہے، اور چونکہ بھائی ہارون صاحب نے مکہ ہی میں حمید میاں صاحب سے رباط بھوپال کے دو کمروں کے متعلق بات کرلی تھی۔ اس لئے بھائی ہارون اور بندہ کا دوپہر کا کھانا، سونا کمرہ نمبر (۴) میں اور قاضی جی، بھائی بلال کھانا ہم لوگوں کے ساتھ کھا کر کمرہ نمبر (۵) میں قیام کرتے ہیں اور رات کو ڈھائی بجے واپس مسجد نور آجاتے ہیں۔ مسجد نور ایسی سنسان پڑی ہے کہ اس میں سوائے ساتھ آٹھ آدمیوں کے نواں دسواں آدمی نہیں دکھائی دیتا۔

آج کل حضرت قبلہ نانے اباجی صاحب مدظلہ کی جانب سے منکر نکیر کا لقب ہم دونوں کو ملا ہوا ہے۔ نانے ابا جی ماشاء اللہ خوب خاطریں کررہے ہیں۔ کھانے پینے، سونے آرام سردی کا خیال بہت رکھتے ہیں، الحمد للہ ہم سب

خوب خوش وخرم ہیں۔ ابا جی بھی خوب خوش وخرم ہیں، البتہ ٹانگوں کی تکلیف کی وجہ سے کچھ طبیعت گری گری سی رہتی ہے۔

معلوم نہیں کہ آپ حضرات کی آمد پر سہارنپور سے کون کون حضرات تشریف لائے تھے۔ باقی اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔

گذشتہ ہفتہ مدینہ منورہ میں بہت سخت بارش ہوئی تھی جس میں بدر سے لے کر اور مدینہ تک ساری سڑکیں بہت ہی خراب ملیں۔ سڑکیں ٹوٹی ہوئیں، گڑھے پڑے ہوئے، پہاڑوں کا راستہ بدر سے لے کر مدینہ تک ڈھائی گھنٹے لگ گئے۔ ویسے الحمدللہ سب خیریت کے ساتھ آ گئے۔

مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، ماموں اظہار اور جملہ احباب سے سلام عرض کرنے کے بعد فرمادیں کہ آپ حضرات کی جانب سے بھی صلوٰۃ وسلام عرض کر دیا گیا۔

معلوم نہیں کہ آپ حضرات کا سہارنپور جانے کا کیا نظام ہے، وہاں بھی بشرط سہولت گھر میں سب ہی سے سلام عرض کر دیں اور یہ کہ سب ہی کی جانب سے صلوٰۃ وسلام پیش کرتا رہتا ہوں دعا فرماتے رہیں۔ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل وکرم سے یہاں کی قدر دانی کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور یہاں کے انوارات سے بھی بھرپور حصہ نصیب فرمائے۔

اسی وقت چار بجے بمبئی سے حاجی یعقوب صاحب کا تار پہنچا جس میں بخیریت بمبئی پہنچنے کی اطلاع مل کر بہت ہی مسرت اور اطمینان ہوا۔ اللہ کا شکر ہے کہ خیریت کے ساتھ پہنچ گئے۔ فقط والسلام

محتاج دعا: محمد زبیر الحسن غفرلہ۔ ۲۱ رصفر ۱۳۹۱ھ / ۱۸ راپریل ۱۹۷۱ء بروز شنبہ

☆ (۳) تیسرے سفرحج کے لئے آپ اپنے والد ماجد کی معیت میں ۶ رذیقعدہ

۱۳۹۳ھ/ ۲ر دسمبر ۱۹۷۳ء میں دہلی سے روانہ ہوکر بمبئی میں تین روزہ قیام کے بعد وہاں سے دبئی اور شارجہ ہوتے ہوئے جدہ پہنچے۔

بمبئی کے اس سہ روزہ قیام کی تفصیلات خط کی شکل میں مولانا زبیر مرحوم کے قلم سے لکھی ہوئی دستیاب ہیں اور جس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط سب کے نام ہے، نہ مردوں میں کسی کی تعیین ہے اور نہ عورتوں میں کسی کی تعیین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ سب بخیریت ہوں گے اور ہوں گی، الحمد للہ ہم سب بھی بعافیت ہیں۔ کل صبح سات بجے روتے دھوتے آپ سب سے رخصت ہوکر ہوائی اڈہ پہنچے۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ والد صاحب مدظلہ نے بات کی دعا ہوئی اور مصافحے ہوئے۔ سوا آٹھ بجے کسٹم ہاؤس میں سے ہاتھ کے سامان کی جانچ کراتے ہوئے ایک کمرہ میں جا کر بیٹھے۔ پونے نو بجے جہاز پر لے جانے کے لئے ایک بس میں سوار ہوئے، اس نے جہاز کی سیڑھیوں پر لے جا کر اتارا۔ چھوٹا سامان ہاتھ میں لے کر بسم اللہ پڑھتے ہوئے سیڑھیوں پر چڑھے اور جلدی جلدی اگلی سیٹوں پر قبضہ کیا۔ ہم تقریباً ۹ر آدمی تھے۔

آٹھ بجکر پچپن منٹ پر جہاز نے زمین پر چلنا شروع کیا اور چار منٹ بعد اس نے پرواز کی اور اڑتے اڑتے وہ زمین سے ۲۷ر ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ گیا۔ سوا نو بجے ناشتہ آیا، جس میں دو بسکٹ میٹھے اور چار نمکین ملے، پھر چائے پی جو مزے دار تھی، مگر دودھ کم تھا۔ ناشتہ کے بعد پان چابے۔ اس کے بعد سوا دس بجے اعلان ہوا کہ آپ حضرات پیٹی باندھ لیں، بمبئی آرہا ہے اور پونے گیارہ بجے انشاء اللہ ہمارا جہاز پہنچ جائے گا۔ چنانچہ پیٹی باندھ لی گئی اور دیکھتے

دیکھتے ٹھیک پونے گیارہ بجے جہاز بمبئی کے اڈہ پر اترا اور ہم لوگ بخیر وعافیت اتر گئے۔ ہوائی اڈہ سے چار میل کے فاصلے پر باندرہ گئے، کھانا کھایا، آرام کیا، نماز ظہر پڑھی، پھر چار بجے مستورات کے اجتماع میں گئے۔ عصر پڑھ کر واپسی ہوئی۔ مغرب بعد ایک جگہ ہے کھاروہاں اولاً مولانا عمر نے تقریر کی، پھر بھائی (والد صاحب) کا بیان ہوا۔ عشاء پڑھی اور گیارہ بجے بخیر عافیت کھوکھا بازار کی مسجد میں پہنچ گئے، آرام کیا۔ مولانا عمر صاحب اپنے گھر چلے گئے، ایک کمرہ میں بھائی چارپائی پر اور فرش پر زبیر، مولانا عاقل صاحب، مولانا سلمان صاحب، مولانا سلیمان صاحب اور نیچے مسجد کے حصہ میں بقیہ مہمان تھے۔ تہجد کی سعادت نصیب ہوئی۔ فجر بعد ذکر کی دولت سے اللہ نے مالا مال فرمایا، پھر آرام کی توفیق ہوئی، تقریباً سب ہی حضرات فجر بعد سے دس بجے تک سو کر اٹھے ہیں، ناشتہ کیا۔ گیارہ بجے جامع مسجد میں گئے، حضرت جی کا بیان ہوا۔ ۶/۵ نکاح ہوئے، سوا بجے نماز ظہر پڑھی اور واپس کھوکھا بازار پہنچ گئے، اب کھانا آنے والا ہے اور میں خط لکھ رہا ہوں۔ گرمی یہاں پر بہت ہے۔ پنکھے، برف کے پانی کا خوب استعمال ہے۔

والد صاحب مدظلہ کی طبیعت الحمد للہ اچھی ہے۔ خوب خوش وخرم ہیں۔ ہر آنے والے سے اپنی بات خوب کر رہے ہیں کھانا کھا کر آرام کیا اور اٹھ کر نماز عصر پڑھی۔ جامع مسجد میں نماز شافعی وقت پر ہوتی ہے، اس لئے مغرب سے پہلے مولانا عمر صاحب کا ڈھائی گھنٹے کا بیان ہوا۔ مغرب اور عشاء کے درمیان ڈیڑھ گھنٹہ کا فصل ہوتا ہے اس لئے اُس وقت میں کچھ نہیں تھا۔

عشاء پڑھ کر نو بجے پھر حضرت جی کے ہمراہ جامع مسجد گئے، تقریر، جماعتوں کی روانگی، دعا اور مصافحے ہوئے اور بخیر وعافیت واپس کھوکھا بازار کی مسجد میں

آ گئے۔ صبح ۹ ربجے مولانا محمد عمر صاحب کے مکان پر ناشتہ تھا، ساڑھے آٹھ بجے گئے اور راستہ میں حکیم اجمیری صاحب کے گھر بھائی ناصر مرحوم کے بچوں سے ملتے ہوئے ساڑھے گیارہ بجے واپس آ گئے۔ غسل کیا کپڑے بدلے اور کھانا کھایا نماز ظہر پڑھی اور آرام کیا۔ ۴ ربجے عورتوں کا اجتماع تھا، اس میں جانا ہوا، واپس آ کر عصر پڑھی۔ احباب خوب ملاقات کے لئے آ رہے ہیں۔ اب کل صبح کو چل چلاؤ کا منظر ہے۔ صبح کو ۶ ربجے مولوی عاقل، سلمان کا جہاز ہے جس کے لئے صبح چار بجے ان لوگوں کی روانگی ہے۔ اور گیارہ بجے ہم لوگوں کا جہاز ہے، اس کے لئے ساڑھے آٹھ بجے روانگی ہے۔ دعا کرتے رہنا اور پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہنا۔ سب سے بہت بہت سلام مسنون اور دعا کی درخواست کرتے رہنا۔ فقط والسلام محمد زبیر الحسن (از ممبئی)

راقم سطور اس سال پہلی مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ہمرکابی میں حرمین شریفین حاضر ہوا تھا اور گذشتہ نو، دس ماہ سے مدینہ منورہ حضرت شیخ کی خدمت میں مقیم تھا چنانچہ حضرتؒ نے مدینہ منورہ سے حضرت جی ثالث کے استقبال اور ملاقات کے لئے اس احقر کو جدہ بھیجا تھا۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت شیخ کی عیادت ومزاج پرسی کے لئے حضرت جی ثالث مع مولانا محمد عمر پالنپوری ومولانا زبیر الحسن مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور تیسرے دن مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

ارکان حج سے فراغ پر ۲۴ رذی الحجہ/ ۱۷ رجنوری جمعرات میں مولانا زبیر مرحوم مدینہ منورہ پہنچے اور کم وبیش ایک ماہ قیام کے بعد مکہ مکرمہ مراجعت کی اور چند روزہ قیام کے بعد جدہ سے بمبئی اور یہاں پانچ روزہ قیام کے بعد ۱۰ رصفر/ ۵ رمارچ میں فرنٹیر میل سے روانہ ہو کر اگلے دن شام کو دہلی پہنچے۔ مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی، مولانا زبیر الحسن اور کاتب سطور وغیرہ شرکائے قافلہ میں تھے۔

چونکہ اپنے پورے خاندان میں اس سفر کی ایک خاص اہمیت تھی اور مستورات کا یہ قافلہ ۱۹۵۵ء میں پہلی مرتبہ جانے کے بعد اب انیس سال گذرنے پر دوسری مرتبہ حرمین شریفین جارہا تھا اس لئے یہاں اس سفر کی مختصر اور ضروری تفصیلات لکھی جاتی ہیں۔

اس سال (ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ) کے حج میں ہماری مستورات یعنی اہلیہ مولانا زبیر الحسن مرحوم واہلیہ بندہ محمد شاہد سہارنپوری مع اطفال، عزیزان عاتکہ، صدیقہ، حفصہ بمعیت حضرت مولانا افتخار الحسن، مولانا محمد زبیر الحسن، مولانا محمد سلیمان جھانجھی، بھائی رفیق کھیکڑہ والے ۲؍ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ/ ۲۶؍نومبر ۱۹۷۳ء میں دہلی سے بذریعہ فرنٹیر میل بمبئی کے لئے روانہ ہوئے۔

وہاں حضرت شیخؒ کے قدیم میزبان جناب الحاج عبدالکریم پٹیل ماہم والوں کے یہاں قیام ہوا۔ ۲؍دسمبر اتوار کی صبح حضرت جی ثالث مع مولانا محمد عمر و دیگر رفقائے کرام بذریعہ طیارہ بمبئی پہنچ گئے تھے۔ ان دونوں حضرات کا قیام بھی عبدالکریم پٹیل بھائی ماہم والوں کے یہاں ہوا۔ ۴؍دسمبر منگل میں مظفری بحری جہاز بمبئی سے روانہ ہوکر آٹھویں دن یعنی ۱۱؍دسمبر کی صبح کو جدہ پہنچا۔ حضرت شیخؒ نے اس قافلہ کے استقبال کے لئے راقم سطور کو جدہ بھیج دیا تھا۔ اسی دن مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہوکر عشاء کی نماز حرم شریف میں ادا کی۔

۲۲؍ذیقعدہ/ ۱۶؍دسمبر اتوار میں حضرت جی ثالث کی معیت میں یہ تمام قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ کاتب سطور کا قیام چونکہ کئی ماہ قبل سے حضرت شیخؒ کی خدمت میں مدرسہ علوم شرعیہ میں حضرت ہی کے کمرہ میں تھا اس لئے حضرت نے مولانا زبیر مرحوم کو بھی میرے پاس ٹھہرادیا، اس طرح ہم دونوں کی رہائش اور بسترے ایک ہی جگہ پر ہوگئے۔

دو یوم قیام کے بعد ۲؍ذی الحجہ/ ۲۶؍دسمبر بدھ کی صبح حضرت جی ثالث مع رفقاء مکہ مکرمہ واپس تشریف لے آئے۔ چونکہ اس سال حضرتؒ نے حج کا قصد نہ فرماکر مدینہ منورہ ہی میں اپنا قیام طے کرلیا تھا اس لئے اس احقر کو بھی حضرت شیخؒ نے حضرت جی اور

مولانا زبیر الحسن مرحوم کے ساتھ یہ فرما کر واپس مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا کہ تو، تو مولوی انعام کا بھی ہے ان ہی کے ساتھ حج کرنا۔ ۴ رذی الحجہ/ ۲۸ ردسمبر کا جمعہ حرم مکی میں ادا کیا گیا اور یہ پوری شب جمعہ ہم دونوں کی حرم مکی شریف میں گذری۔

مناسک حج سے بڑی راحت اور خیریت کے ساتھ فارغ ہوکر ۲۴ رذی الحجہ/ ۷ ارجنوری جمعرات میں مولانا عبدالحفیظ مکی کی گاڑی میں مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے تمام قافلہ اور جملہ مستورات نے نماز ظہر بدر میں ادا کی اور کھانے سے فارغ ہوکر شہداء بدر کی زیارت کرتے ہوئے مسجد عریش میں نماز عصر ادا کی اور نماز مغرب کی تکبیر کے وقت مدینہ منورہ پہنچے، اس لئے پورا قافلہ مسجد نور چلا گیا وہیں نماز مغرب ادا کر کے عشاء کے وقت جناب الحاج صوفی محمد اقبال کے مکان پر پہنچ گئے کہ مستورات کا قیام آپ ہی کے مکان پر متعین تھا۔

مدینہ منورہ سے مولانا مرحوم نے کوائف سفر پر مشتمل ایک مکتوب راقم سطور کے والد ماجد کو سہارنپور تحریر کیا تھا۔ اس خط سے کچھ نئی معلومات چونکہ پڑھنے کے لئے ملتی ہیں اس لئے اس کو شامل کتاب کیا جاتا ہے۔

مکرم ومحترم جناب بھائی الیاس صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ سب بعافیت ہوں گے۔ الحمد للہ ہم سب بعافیت ہیں۔

ہم لوگ ۷ ارجنوری پنجشنبہ کے دن صبح کو عربی چار بجے مولانا عبدالحفیظ کی بیجو میں ہر دو مستورات قبلہ والد صاحب مدظلہ، ماموں افتخار صاحب، مولوی محمد شاہد صاحب اور بندہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں مفرغ پر سادی چائے اور پیشاب وغیرہ سے فارغ ہوکر ظہر کے بعد بدر پہنچے وہاں اولاً نماز ظہر ادا کر کے شہدائے بدر کی زیارت ہوئی اور مسجد عریش میں نماز عصر پڑھ کر تقریباً

ساڑھے دس بجے مدینہ منورہ کے لئے روانگی ہوئی اور بارہ بجے جب کہ اذان مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ مدینہ منورہ میں داخلہ ہوا ہم لوگ سیدھے مسجد نور پہنچے وہاں مغرب کی نماز پڑھی۔ والد صاحب مدظلہ اور ماموں افتخار صاحب نے کپڑے بدلے خوشبو لگائی اور حرم شریف روانہ ہو گئے اور رات ہی کو صلوٰۃ وسلام سے فراغت ہو گئی تھی۔

بھائی شاہد اور بندہ صوفی اقبال کے گھر چلے گئے۔ وہاں مستورات کو اتارا، سامان وغیرہ اتارا گیا اور نماز عشاء پڑھی اور سیدھے علوم شرعیہ شیخ ابا جی کی خدمت میں پہنچے۔ ابا جی مدظلہ ظہر کے وقت سے ہم سب کے منتظر تھے۔ ہم چاروں نے صبح کو ۴ر بجے سلام پڑھا۔ چونکہ جمعہ کا دن تھا اس لئے ہجوم بہت زیادہ تھا اس کے بعد سے حرم خالی ہونا شروع ہو گیا۔ آپ سب کی طرف سے کئی کئی مرتبہ صلوٰۃ وسلام پیش کر دیا گیا، انشاء اللہ آئندہ بھی پیش کرتا رہوں گا۔ یہاں تقریباً ایک ماہ کے قریب قیام ہے۔ ۱۷ر فروری کو یہاں سے روانگی تجویز ہو رہی ہے۔ اس کے بعد ۲۱ر فروری کو جہاز ہے جو انشاء اللہ ۲۸ر کو بمبئی پہنچا دے گا امید ہے کہ سہارنپور والا قافلہ بخیر وعافیت اپنی منزل پر پہنچ گیا ہوگا۔ والد صاحب مدظلہ کا قیام مسجد نور میں ہے، میرا اور شاہد کا صوفی اقبال کے یہاں ہے۔ رات کو سب علوم شرعیہ میں کھانے پر مجتمع ہوتے ہیں۔ دعا فرماویں اللہ تعالیٰ ہماری اس حاضری کو قبول فرمائے۔ سب سے علی حسب مراتب سلام مسنون عرض فرمادیں۔ بالخصوص سب گھر والوں سے سہیل کو بہت بہت دعا پیار اور ساجدہ اکثر یاد آتی رہتی ہے۔

فقط والسلام۔ محمد زبیر الحسن غفرلہ

۱۷ر محرم ۱۳۹۴ھ/ ۹ر فروری ۱۹۷۴ء شنبہ میں مولانا عبد الحفیظ مکی کی ہمراہی میں

حضرت جی ثالث اور ہم دونوں نے مقامات متبرکہ کی زیارت کی۔

۲۲ رمحرم/ ۱۴ رفروری میں ہم دونوں کو جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) دیکھنے کا شوق ہوا، چنانچہ کافی وقت خرچ کر کے اس کے تمام شعبے دیکھے گئے۔

۲۳ رمحرم/ ۱۵ رفروری بروز جمعہ بعد نماز مغرب ہم دونوں شیخ عبدالعزیز بن صالح امام مسجد نبوی شریف کے مکان پر حاضر ہوئے، کافی دیر ان کی مجلس میں شریک رہے اور اپنے اپنے تعارف کے بعد ہم نے ادعیہ صالحہ کی درخواست کی جس پر بہت دیر تک دعائیں دیتے رہے۔

مدینہ منورہ کے اسی زمانہ قیام میں ہم دونوں کی ملاقاتیں امام حرم فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن صالح سے متعدد مرتبہ ہوتی رہیں۔ ہر تیسرے چوتھے روز ہم دونوں بعد عصر ان کے دولت کدہ پر چلے جاتے، ملاقات مصافحہ کے بعد قہوہ پی کر واپس ہو جایا کرتے تھے۔ اس ملاقات کا ذکر مولانا مرحوم نے اپنی ڈائری میں ان الفاظ سے کر رکھا ہے!

”بعد نماز مغرب ہمراہی مولوی محمد شاہد امام الحرم النبوی شیخ عبدالعزیز بن صالح کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ تقریباً پندرہ منٹ بیٹھنا ہوا اور دعا کی درخواست کی گئی اور ایک شیشی عطر عود ان کی خدمت میں پیش کی گئی۔ بہت ہی مسرت اور خوشی کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔“

شنبہ ۲۴ رمحرم/ ۱۶ رفروری میں ہمارا یہ پورا قافلہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوا، چونکہ مدینہ پاک سے یہ ہماری اس سفر کی آخری روانگی تھی، اس لئے حضرت شیخ نماز فجر کے بعد سے ہی ہمیں رخصت کرنے کے لئے ہمارے درمیان تشریف فرما رہے اور عین روانگی کے وقت اپنی عربیہ پر باہر سڑک پر بھی تشریف لے آئے اور بڑی محبت وشفقت کے ساتھ ہم سب کے سروں پر ہاتھ رکھا تو سب ہی بڑے چھوٹوں کی آنکھوں سے بلا اختیار آنسو جاری ہو کر ہچکیاں بندھ گئیں۔

بہرکیف مدینہ منورہ سے اس حال میں روانہ ہو کر بئر روحا اور مقام بدر میں کچھ دیر

ٹھہرتے ہوئے پورا قافلہ مکہ مکرمہ جناب بھائی سعدی صاحب مرحوم کے مکان پر پہنچا۔
۲۹؍محرم/ ۲۱؍فروری جمعرات کی صبح طواف وداع سے فارغ ہوکر مولانا عبد الحفیظ مکی کی گاڑی میں جدہ پہنچ کر اگلے روز جمعہ کی صبح بحری جہاز پر سوار ہوکر ۶؍ربیع الاول ۱۳۹۴ھ/ ۳۰؍مارچ ۱۹۷۴ء کی صبح بمبئی پہنچے۔ جناب الحاج عبدالکریم پٹیل، جناب الحاج محمد یعقوب، جناب الحاج محمد زکریا، جناب الحاج احمد زمزم بمبئی گودی پر لینے کے لئے موجود تھے۔

مولانا زبیر الحسن مرحوم مدینہ منورہ سے چل کر مکہ مکرمہ وہاں سے جدہ اور پھر بمبئی و سہارنپور تک پہنچنے کی سرگزشت اپنی ڈائری میں اس طرح قلم بند کرتے ہیں!

۱۶؍فروری شنبہ میں بصد حسرت ویاس مدینہ منورہ سے روانگی ہوئی۔ بھائی عبدالحفیظ کی گاڑی میں صبح عربی چار بجے حالت احرام میں مدرسہ علوم شرعیہ سے بھمراہی والد صاحب محترم مدظلہ روانگی ہوئی۔ راستہ میں بدر میں ظہر کی نماز پڑھی، کھانا کھایا، آٹھ بجے بدر سے روانہ ہوکر گیارہ بجے شارع منصور بھائی سعدی کے مکان پر پہنچے۔ مستورات کو اتارا، عصر کی نماز پڑھی، چائے پی، پھر مدرسہ صولتیہ ہوتے ہوئے حرم شریف پہنچے۔ مغرب سے قبل طواف عمرہ کیا گیا۔ مغرب بعد سعی کی گئی۔

مدینہ پاک سے جدائی کا طبیعت پر بہت ہی اثر رہا اللہ پھر حاضری نصیب فرمائے۔

۱۷؍فروری سے ۲۰؍فروری تک مکہ میں قیام کے بعد ۲۱؍کی صبح عربی چار بجے مع مولوی شاہد طواف وداع کیا گیا۔ بیت اللہ پر حسرت بھری نگاہ ڈالی اور اسی دن بعد عصر مولانا عبدالحفیظ کی گاڑی میں بھمراہی ماموں افتخار و مولوی شاہد مع مستورات مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر جدہ پہنچے۔ بھائی شجاع کے یہاں قیام رہا۔

مولوی شاہد صبح صوفی عثمان صاحب کے ہمراہ ملک عبدالحق صاحب کی اُونیٹ میں سامان لے کر جدہ چلے گئے تھے۔ ۲۲؍فروری کی صبح چھ بجے بھائی شجاع کے مکان سے مستورات، ماموں افتخار الحسن صاحب و مولوی شاہد کے ہمراہ بھائی عبد الحفیظ صاحب کی

گاڑی میں سیدھے گودی پہنچے اور جہاز پر چڑھ گئے۔ دیار عرب کو خیر باد کہا۔ ارض عرب پر حسرت بھری نظر ڈالتے رہے۔ عجیب نورانیت روحانیت اور کشش ہے۔

پھر بھی آئیں گے، گر خدا لایا۔

۳/مارچ اتوار میں صبح سے بمبئی کی طرف سب کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ مغرب کے وقت کچھ روشنی نظر آئی اور دیکھتے دیکھتے ساڑھے آٹھ بجے بمبئی اچھی طرح نظر آنا شروع ہوگیا۔ ساڑھے دس بجے جہاز گودی پر لگا۔ جہاز کا عملہ، کپتان صاحب وغیرہ اپنی قانونی کارروائی سے فراغت کے بعد نیچے اتر گئے۔

۴/مارچ پیر میں آٹھ بجے حاجی یعقوب صاحب، سلیمان ممایا، حاجی احمد زمزم، حاجی زکریا، بھائی عبدالکریم پٹیل صاحب جہاز پر پہنچ گئے تھے۔ نو بجے ڈاکٹری عملہ اور پولیس کا عملہ جہاز میں آیا اور سب کے پاسپورٹ اور ٹیکے کی کاپیاں چیک کر کے واپس چلے گئے۔ ساڑھے دس بجے ہم سب اتر کر کسٹم ہاؤس میں داخل ہوئے۔ اس سے فراغت پر بھائی عبدالکریم کے مکان پر پہنچے۔ واپسی میں بھی اس پورے قافلہ کا قیام جناب الحاج عبدالکریم پٹیل کے مکان پر رہا۔ حاجی صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ نے بڑی مہمان نوازی فرمائی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ

ایک دن یہاں قیام کے بعد ۵/مارچ منگل میں بمبئی سے دہلی روانگی ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم متالا مع دس بارہ خدام کے رات کو ڈیڑھ بجے سورت اسٹیشن پر ملاقات کے لئے تشریف لائے۔

۶/مارچ بدھ شام سات بجے حضرت نظام الدین اسٹیشن پر اترے۔ یہاں حضرت جی ثالث نیز مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی، مولانا محمد یعقوب وغیرہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ موجود تھے۔ اسٹیشن پر حضرت جیؒ کی تقریباً بیس منٹ دعا ہوئی۔

نماز مغرب وہیں ادا کر کے مرکز آئے۔ مجمع بہت زیادہ تھا، مسجد میں قدم رکھنے کی

جگہ بالکل نہیں تھی۔ بمشکل تمام حجرہ میں پہنچا اور حرمین شریفین کا تین ماہ کا یہ سفر منٹوں سکنڈوں میں نمٹ گیا۔ اللہ قبول فرمائے۔

چندروز یہاں قیام کے بعد یہ پورا قافلہ مولانا زبیر مرحوم کی امارت میں سہارنپور آیا اور مولانا موصوف ایک روزہ قیام کے بعد اگلے دن نظام الدین واپس لوٹ گئے۔

☆(۴) چوتھے حج کے لئے حضرت شیخ اور حضرت جی ثالث کی معیت میں

مولانا زبیر مرحوم وغیرہ رفقائے قافلہ یکم ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ/۶رنومبر ۱۹۷۵ء جمعرات میں دہلی سے لاہور اجتماع رائیونڈ میں شرکت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ بعافیت پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہوئے اور پھر ۷رذی الحجہ کی صبح قافلے کے تمام افراد مناسک حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ روانہ ہوئے۔ منیٰ میں ہونے والی حضرت شیخؒ کی قربانی کے جانور میں مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور شامل تھے جبکہ حضرت جی ثالث کے ذبیحہ میں حضرت قاضی عبدالقادر اور مولانا یوسف تتلا افریقی شریک رہے۔

ادائیگی حج کے ایک ہفتہ بعد ۲۳رذی الحجہ/۲۷ردسمبر شنبہ کی صبح مقام بدر پہنچ کر نماز ظہر ادا کرکے جناب ڈاکٹر اسماعیل مدنی حال مقیم امریکہ کے یہاں کھانا کھایا یہ شب بدر میں گذری اور اگلے دن صبح مدینہ منورہ حاضری ہوئی۔

معمول کے مطابق روزانہ دعوتی اور جماعتی امور پر مشورے ہونے شروع ہوئے۔ ابھی تیسرا ہی دن تھا کہ حضرت شیخ نے مولانا زبیر مرحوم کو تبلیغی مشوروں میں شرکت کرنے کی تاکید فرمائی۔

اس سلسلہ کی مزید تفصیلات راقم سطور کے روزنامچہ میں ان الفاظ سے درج ہیں!

”آج ۱۸رذیقعدہ/۲۳رنومبر اتوار میں بھائی زبیر سے شیخ اباجی نے دریافت کیا کہ کیا مشورہ ہوا؟ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی اور مشورہ میں اپنی عدمِ شرکت کو بھی بتلایا، اس پر شیخ اباجی نے تخلیہ میں قاضی عبدالقادر صاحب اور مولانا سعید

احمد خاں صاحب کو الگ الگ ہدایت کی کہ زبیر کو مشورے میں شریک کریں اگر یہ رائے نہ دے تو کم از کم یہ تو سیکھ لے کہ مشورے میں کیا ہو رہا ہے۔"

یہاں تین ہفتہ قیام کے بعد ۱۶ر محرم/ ۱۷ر جنوری جمعرات میں دہلی آمد ہوئی۔ راقم سطور محمد شاہد کو بھی اس سفر میں معیت کی سعادت حاصل رہی۔

☆(۵) ۵ر ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ/ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۷۷ء میں حضرت جی ثالث اور آپ کے قافلہ کے دیگر افراد مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن مرحوم، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان براستہ امرتسر پاکستان ہوتے ہوئے حرمین شریفین پہنچے۔

ایام متعینہ میں مناسک حج کے دوران مقام منیٰ سے مولانا زبیر مرحوم نے حضرت شیخ" کو مدینہ منورہ آٹھ صفحات پر مشتمل ایک طویل خط ارسال کیا۔ جس میں ۶ر ذی الحجہ سے ۱۱ر ذی الحجہ تک تمام تفصیلی حالات منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی کیفیات وغیرہ تحریر تھیں۔ یہ خط کاتب سطور کے محفوظ ذخیرہ سے اب ان کی سوانح میں شامل کیا جاتا ہے۔

روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کی مؤدبانہ گزارش ہے۔

مخدوم مکرم معظم ومحترم حضرت شیخ نانا ابا جی صاحب زادت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ کے مزاج عالی بعافیت ہو، الحمد للہ یہاں پر سب بخیر ہیں۔ حضرت اقدس والد صاحب مدظلہ کی طبیعت ویسے تو الحمد للہ پہلے کی نسبت اچھی ہے مگر کل منگل ۶ر ذی الحجہ کی صبح سے کمر میں ایک چکا سا آیا ہوا ہے، جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا حرکت بہت دشوار ہو رہی ہے، بات کرنے اور کھانسنے پر بھی اس کی چمک سی اٹھتی ہے مگر اس کے باوجود نماز کے لئے اوپر کمرے سے نیچے مسجد میں تشریف لے جاتے ہیں۔ پیر کے دن ہجوم کی کثرت اور گاڑیوں کی آمد ورفت کی بندش کی بنا پر صولتیہ بھی جانا ملتوی کر دیا گیا، حفائر ہی میں

۲۴ر گھنٹے قیام رہتا ہے، منگل کے دن شام کو قاضی صاحب بھی تشریف لے آئے، سیدھے صولتیہ میں تشریف لے گئے وہیں آرام فرمایا، شام ہی کو طواف اور سعی سے فراغت ہوئی اور پھر واپس صولتیہ تشریف لے گئے کیونکہ قاضی صاحب کو بھی بخار اور ضعف خاصا تھا۔ آج بدھ کی صبح کو عربی ۴ر بجے قاضی صاحب حفائر تشریف لے آئے اب انشاء اللہ یہیں قیام رہے گا۔ مفتی صاحب کا قیام ویسے تو صولتیہ ہے مگر کل ۸ر ذی الحجہ کو ساتھ جانے کی بنا پر اس وقت ان کا سامان آگیا ہے، خود شام کو تشریف لاویں گے۔

جمعرات ۷ر ذی الحجہ آج صبح سے والد صاحب مدظلہ کی صحت اچھی ہے، کمر کے چلنے میں بھی بہت فرق ہے۔ ڈاکٹر منیر صاحب نے دوا دی جس کے ملنے سے بہت فرق پڑا۔ مگر ظہر کے بعد سے بھائی محمد افضل صاحب کی طبیعت خراب ہونی شروع ہوئی۔ ڈکاروں کی کثرت، پسینے کی زیادتی، سینے میں جلن، گھبراہٹ اور بے چینی خوب تھی، کبھی بیٹھتے کبھی اٹھتے کسی حال میں چین نہیں تھا۔ رات کو ڈاکٹر منیر صاحب ایک ماہر ڈاکٹر کو لے کر آئے اس نے تفصیلی معائنہ کیا، اس نے نیند کی گولی کھلا دی، اور بھائی افضل سے چھپا کر اس نے قاضی صاحب سے کہا کہ صبح کو فوراً ہسپتال داخل کرا دیا جائے، یہ دل کا معمولی سا دورہ تھا جو اس وقت زیادہ خطرناک نہیں ہے، مگر آگے کو تاخیر کی صورت میں خطرناک صورت پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

جمعہ ۸ر ذی الحجہ۔ صبح کی نماز کے بعد بھائی عبدالوہاب صاحب اور مفتی صاحب قاضی صاحب، بھائی بشیر صاحب سب حضرت جی کے پاس آئے اور رات کی ساری نوعیت سامنے رکھ کر پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت جی نے فرمایا کہ جب ڈاکٹر کا شدید اصرار ہے تو ضرور داخل کر دیا جائے بھائی محمد افضل

صاحب کو بھی اس کی اطلاع کر دی گئی تھی، مگر وہ کسی صورت بھی اس پر آمادہ اور تیار نہیں تھے۔ سب کے اصرار پر بمشکل راضی ہوئے۔

صبح ہی سے حجاج کی روانگی مسجد حفائر سے شروع ہوگئی۔ ساڑھے چار بجے تک ہم ۱۰/۱۲/ لوگوں کے علاوہ باقی ساری مسجد وغیرہ خالی ہوگئی تھی۔ چنانچہ ہم سب لوگ اپنا اپنا سامان لے کر نیچے دروازہ پر آگئے۔ پونے پانچ بجے ایک ایمبولینس ایک مریض کو لے کر جارہی تھی خوشامد کر کے بھائی افضل کو بھی اسی میں بٹھا دیا گیا۔ ڈاکٹر منیر ان کے ساتھ بیٹھے اور ہسپتال روانہ ہو گئے۔ یہ تو بھائی افضل کی کارگزاری تھی۔ اب ہماری سنئے۔

جمعرات کے دن بھائی محمد افضل صاحب نے بیماری سے پہلے ایک بس والے سے بات کی جو ریاض کا رہنے والا تھا۔ اس کے سامنے منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور واپس منیٰ پھر مکہ مکرمہ کے سفر کی بات کی اور معاملہ کیا وہ چار ہزار پر طے ہوگیا اس سے باقاعدہ تحریر اس بات کی لی گئی کہ وہ صبح کو طلوع شمس سے قبل اپنی بس لے کر یہاں پر آجائے گا، اس کا اصرار یہ بھی تھا کہ (بس کے) اندر آپ لوگ رہیں اور اوپر سامان رکھنے کے بعد وہ اور حجاج کو بٹھائے گا، اس سے کہا گیا کہ ہمارے مشائخ اور بڑے اس بات کو نہیں مانیں گے اور اس چیز کو پسند نہیں کریں گے، وہ اس بات پر راضی ہوگیا اور بہت ہی خوش اخلاقی اور محبت سے پیش آیا۔ ۵۰۰/ ریال اس کی خدمت میں پیشگی بھی دے دیئے گئے اور وہ چلا گیا۔ سب نے رات ہی کو سامان کی تیاری کی اور یکجا جمع کر دیا گیا۔

صبح کی نماز کے بعد سے اس کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ ۲/ بجے ایک صاحب اس کا پرچہ اور پیسے واپس لے کر آئے، پرچہ میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اس بس کا ایکسیڈینٹ ہوگیا اس کے ڈرائیور کو سخت چوٹ آئی وہ نہ خود جا سکتا ہے

اور نہ بس جاسکتی ہے۔ سب کو بہت ہی غم اور افسوس ہوا مگر مفتی صاحب نے پرچہ سن کر فرمایا کہ یہ سب غلط ہے اس کو ۴ر ہزار کے بجائے ۶ر ہزار مل گئے ہوں گے اور کوئی صورت چھٹکارے کی سمجھ میں نہیں آئی ہوگی تو بہانا کر گیا۔ آدمی بھیج کر اس کا حال چال دکھلاؤ اور پوچھواو۔ چنانچہ ایک صاحب کو اس پرچہ لانے والے کے ہمراہ اس ڈرائیور کی خیر خبر لینے کے لئے بھیجا گیا تو حفائر کے دروازے کے سامنے وہ بس بھی کھڑی اور وہ ڈرائیور بھی کھڑا تھا اور اس کی بس میں بجائے ہم لوگوں کے نائیجریا کے حجاج بھرے ہوئے تھے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ قصہ وہی تھا جو مفتی صاحب نے بیان فرمایا......

کوئی حادثہ نہیں تھا، نائیجریا والوں نے چھ ہزار میں بات کر کے اس کو راضی کرلیا اور ان کو سوار کرالیا۔ یہ ہمارا آدمی اس ڈرائیور کو پکڑ کر لایا۔ مفتی صاحب کی رائے تو یہ تھی کہ اس کو شرطہ میں بھیج دو، قاضی صاحب کی رائے یہ تھی کہ اس مکاری اور جھوٹ بولنے پر رسی سے باندھ دو اور مارو۔ حافظ عبد الرشید صاحب کراچی نے اس کا لائسنس چھین لیا اور اس سے کہا کہ وہ جو دو ہزار نائیجریا والوں نے تجھ کو دیئے ان میں سے ایک ہزار تو ہم کو دے دے اور ایک ہزار ہم تجھ کو معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ایک ہزار نکال کر فوراً دے دیئے۔ قاضی اور مفتی دونوں ہی کی کارروائی شروع ہونے والی تھی کہ مولانا سعید احمد خاں صاحب تشریف لائے، انہوں نے کہا کہ ہم لوگ تبلیغ والے ہیں اس کے اندر معاف کرنا اور درگذر کرنا ہی سیکھنا ہے۔ لہٰذا اب تم اس کو چھوڑ دو اور اس کا لائسنس اور پیسے واپس کردو کیونکہ اب اگر یہ تمہارے اس رویہ کے بعد بھی لے بھی گیا تو تم کو اتنا سخت پریشان کرے گا کہ جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ چنانچہ ان کی سفارش پر اس کے پیسے اور لائسنس دے کر اور اس سے یہ عہد کرا کر کہ آئندہ ایسا

کبھی نہیں کرے گا اس کو چھوڑ دیا گیا اور وہ روانہ ہو گیا۔

اب دوبارہ شوری بیٹھی کہ اب کیا کیا جائے۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ سید مکی مرزوقی کو اطلاع کی جائے اور بس کا مطالبہ کیا جائے مگر مولانا سعید صاحب نے فرمایا کہ مکی کے یہاں اس وقت ٹیلیفون کرنا بیکار ہے کیونکہ اس کے یہاں بھی بس نہیں ملے گی۔ بعض کی رائے ہوئی کہ ملک صاحب کے یہاں ٹیلیفون کیا جائے چنانچہ ملک صاحب کے یہاں ٹیلیفون کیا گیا انہوں نے اپنی لال اُونیٹ بھیج دی جس میں سب کے سامان رکھ دیئے گئے۔ ایک کار مسجد حفائر کی موجود تھی اور ایک چھوٹی اُونیٹ کسی اور مبلغ کی تھی اس پر قبضہ کیا گیا۔ اب یہ ترتیب بنی کہ کار میں حضرت جی تشریف فرما ہوں اور بقیہ ساتھی اور اونیٹوں میں بیٹھے۔ چنانچہ پانچ بج کر دس منٹ پر اس کار میں حضرت جی مدظلہ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا سعید خاں صاحب، مولانا محمد سلیمان اور زبیر روانہ ہو کر چالیس منٹ میں چھ میں دس کم پر بخیریت منی میں مکان پر پہنچ گئے۔ سوا پانچ بجے ملک صاحب کی اُونیٹ میں مفتی صاحب، قاضی صاحب، بھائی بشیر صاحب، بھائی عبد الوہاب صاحب مع سامان کے روانہ ہوئے۔ پونے چھ پر وہ بھی منی میں داخل ہو گئے اور جس راستے سے تشریف لائے وہ مسجد خیف کا راستہ تھا اور جمعہ ہونے کی وجہ سے پانچ بجے سے وہ راستہ بند کر دیا گیا تھا، اس لئے وہیں رکے رہے، اور مسجد کی نماز جمعہ کی فراغت کے بعد راستہ ملا اور سات بجے پہنچے۔ ہم لوگوں نے جمعہ میں ان کا انتظار کیا۔ دوسری اُونیٹ میں بھائی یوسف رنگ والے، بھائی فضل عظیم اور دو تین ساتھی تھے ان کو سپاہیوں نے ۳/۲ مرتبہ مکہ کے راستہ پر ڈال دیا اس لئے وہ لوگ ساڑھے ۹ رکے قریب پہنچے اور ظہر پڑھی، اور چونکہ صبح سویرے سے چلنا

تجویز تھا اس لئے کھانا بھی نہ پکا سکے اور کھانے پکانے کا سارا سامان بھائی یوسف کی گاڑی میں تھا اس لئے کچھ نہ کر سکے۔ ساڑھے ۹ ربجے ان کی آمد پر سالن چڑھایا گیا اتنے ان لوگوں نے نماز ظہر پڑھی فوراً کھانا کھایا۔

کھانے سے فراغ پر ہم لوگ لیٹنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ سامنے سے بھائی افضل صاحب آتے ہوئے دکھلائی دیئے۔ ہسپتال میں ڈاکٹر نے تفصیلی معائنہ کر کے بتلایا کہ الحمدللہ دل کا دورہ نہیں تھا صرف ریاحی اثر تھا جس کا اثر اوپر کو جا رہا تھا اور کوئی خاص بات نہیں ہے اور آپ حج کو جا سکتے ہیں اور سب کام کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ احرام باندھ کر منی میں ہمارے پاس آ گئے۔ عصر بعد چائے پی، تسبیحیں پڑھیں، مغرب بعد نوافل سے فراغ پر کھانا کھایا، عشاء پڑھی اور صبح کے چلنے کا مشورہ ہوا، جس میں یہ طے ہوا کہ اطمینان سے ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر ساڑھے تین کے قریب چلا جائے۔ منی میں اب کے قیام بجائے نیچے کی منزل میں ہونے کے اوپر کی پہلی منزل پر ہوا۔ جس میں دو کمرے ہیں۔ ایک بڑا ہے دوسرا چھوٹا ہے۔ بڑے والے میں قاضی صاحب، مفتی صاحب، مولانا سعید خاں صاحب، بھائی فضل عظیم، بھائی بشیر، بھائی عبدالواہاب اور بھائی محمد افضل، ڈاکٹر منیر، بھائی اقبال پنڈی والوں کا قیام ہے اور چھوٹے کمرے میں حضرت جی مدظلہ، مولانا محمد عمر، مولوی محمد سلیمان، بھائی بلال بمبئی اور زبیر کا قیام ہے۔ کھانے پکانے کے لئے کمروں کے سامنے دو حصے ہیں، ایک حصہ میں برتن وغیرہ ہیں اور دوسرے حصے میں چولہا وغیرہ رکھے ہوئے ہیں۔

شنبہ ۹ رذی الحجہ۔ فجر بعد حضرت جی مدظلہ اور قاضی صاحب، مفتی صاحب وغیرہ نے آرام کیا مگر نیند کسی کو نہیں آئی۔ ڈیڑھ بجے سب نے ناشتہ کیا اور ملک

صاحب کی ٹال اُونیٹ میں سامان رکھا گیا۔ اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے پاس حضرت جی مدظلہ اور مولانا سعید خاں صاحب اور بھائی افضل اور ان کے دو ساتھیوں کے علاوہ بقیہ سب پیچھے حصہ میں بستر ے بیچ میں رکھ کر اس پر بیٹھے۔ چار بج کر چالیس منٹ پر منی سے روانہ ہوکر پانچ بجکر پچیس منٹ پر پینتالیس منٹ میں مکی مرزوقی کے خیمہ میں پہنچے، وہ ہمارے ہی انتظار میں بیٹھے تھے اور بڑا سا خیمہ نماز اور دعا کے لئے لگا رکھا تھا۔ اس میں سامان وغیرہ اتارا، سب جمع ہوئے اور پورے دن کا نظام بنا۔ چنانچہ ساڑھے سات پر نماز فجر بعدہ بیان اور دعا بعدہ ساڑھے دس پر نماز عصر تجویز ہوئی۔ ڈھائی بجے کھانا کھایا۔ پینتالیس منٹ کے قریب قیلولہ اکابرین نے کیا۔ سات بجے اذان ظہر ہوئی۔ ساڑھے سات پر نماز ہوئی، پھر مولانا محمد عمر صاحب کا اردو میں بیان ہوا، جو چالیس منٹ ہوا۔ اس کے بعد ساڑھے آٹھ پر حضرت مدظلہ کی بڑی رقت آمیز دل دہلا دینے والی دعا ہوئی۔ حضرت جی مدظلہ کا تو ارادہ یہی تھا کہ دعا بھی مولانا محمد عمر صاحب ہی لمبی سی کرادیں مگر قاضی جی مدظلہ اور بعض احباب کے اصرار پر منظور فرمالیا۔ الحمدللہ دعا کے بعد کوئی طبیعت پر تکان یا کوئی اثر کسی قسم کا نہیں ہوا۔ یہ دعا چالیس منٹ کے قریب ہوئی۔ اس کے بعد سب حضرات انفرادی طور پر اوراد و وظائف اور دعا و درود میں مشغول ہو گئے۔ سوا دس بجے اذان عصر ہوئی۔

نماز کے بعد پھر سب ساتھی رونے دھونے میں مشغول ہو گئے۔ غروب کے بعد سامان رکھ کر استنجاء وضو سے فارغ ہوکر ۱۲ ربج کر ۳۰ رمنٹ پر عرفات سے روانہ ہوئے۔ الحمدللہ خوب سکون واطمینان وراحت سے پون گھنٹہ بعد (یعنی سوا بجے) بخیریت مزدلفہ مسجد مشعر حرام کے قریب پہنچے، جگہ بھی خوب

اچھی تھی پانی بھی قریب تھا البتہ چاروں طرف بجلیاں ہونے کی وجہ سے موٹروں کی آڑ میں پیشاب وغیرہ کرتے تھے۔ مگر الحمد للہ اس رات سب کو قبض رہا، کسی کو استنجاء کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ اولاً مغرب بعدہ عشاء، پھر کھانا کھایا اور تھوڑی دیر حضرت جی مدظلہ نے اس رات کی فضیلتیں سنائیں۔ ساڑھے چار پر آرام کیا۔ بھائی محمد افضل صاحب سے حضرت جی نے فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ ساتھ مت پھرو بلکہ تھوڑی دیر وقوف مزدلفہ کر کے سیدھے منی چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ تیار ہو گئے، مگر مزدلفہ میں ان کا جی خوب لگا اور تنہا جانے پر بعد میں انکار کر دیا۔

یکشنبہ ۱۰ ر ذی الحجہ۔ ساڑھے نو پر سب حضرات بیدار ہو کر نوافل و دعا میں مشغول ہو گئے۔ ۱۱ ر بج کر ۴۵ ر منٹ پر توپ چلتے ہی اذان فجر ہوئی مختصر سنتوں کے بعد نماز ہوئی پھر یہ کہ ناشتہ وغیرہ نہ کیا جائے بلکہ فوراً طلوع شمس سے پہلے مزدلفہ چھوڑ دیا جائے۔ مگر بھائی یوسف صاحب نے نماز سے پہلے ہی چائے تیار کر رکھی تھی اس لئے حضرت جی مدظلہ اور زبیر اور مفتی صاحب کے علاوہ سب ہی حضرات نے ایک ایک پیالی چائے کی پی۔ حضرت جی نے پیشاب اور استنجا کے ڈر کے مارے کہ کتنی دیر لگ جائے ایسا نہ ہو کہ راستہ میں پیشاب آئے تو روکنا بھی مشکل اور گاڑی سے اترنا اس سے زیادہ مشکل۔ اس لئے سب چیزیں حذف کر دیں۔ چائے سے فارغ ہو کر سامان رکھا گیا اور ٹھیک پون بجے اُونیٹ میں مزدلفہ سے روانہ ہوئے، اور کیڑی کی چال چلتے چلتے اور آدھ آدھ گھنٹے، ایک ایک گھنٹے راستہ میں ٹھہرتے ہوئے مزدلفہ سے منی تک کا سفر ساڑھے پانچ گھنٹے میں طے ہوا اور بخیریت سوا چار بجے منی مکان میں پہنچے۔ قاضی صاحب اور بھائی عبدالوہاب صاحب دو گھنٹے تک ہمارے ساتھ

اُونیٹ میں رہے اس کے بعد پیدل ہی تشریف لے آئے، بقیہ سب ساتھی اُونیٹ میں رہے۔

ہم لوگ جب مکان پر پہنچے تو یہ حضرات رمی سے فارغ ہو کر قربانی کے لئے آدمی بھیج چکے تھے۔ ہم لوگوں نے ۷ ؍بجے نماز ظہر پڑھی۔ کھانا کچھ تیار تھا اور کچھ رات کا بچا ہوا تھا کھایا اور سو گئے، بعض حضرات نے تو اتنے میں رمی کی مگر حضرت مدظلہ اور مولانا محمد عمر صاحب مولوی محمد سلیمان وزیر نے دس بجے نماز عصر پڑھ کر ساڑھے دس پر رمی سے فارغ ہوئے۔ یہ خیال تھا کہ مکان سے جمرے تک حضرت جی گاڑی میں جائیں مگر راستے بند کر رکھے تھے اس لئے پیدل ہی گئے۔ مغرب سے قبل صوفی محمد عثمان نے ہم سب کی جانب سے قربانی کرائی۔ ساڑھے بارہ پر حلق کرایا، ڈیڑھ بجے عشاء پڑھی رات کو قربانی کا گوشت کھایا، دوپہر کو تو میسر نہ ہو سکا مگر رات کو خوب فراخ دلی سے ملا اور خوب کھایا، ماشاء اللہ۔ قاضی صاحب اور مفتی صاحب، بھائی محمد افضل صاحب نے اپنی اپنی قربانی بکروں کی کی۔ ساڑھے تین سو ریال میں ایک بکرا ہوا۔ حضرت جی مدظلہ نے گائے کی جو اٹھارہ سو ریال میں ہوگئی مگر اس کا گوشت یہاں نہیں آیا کیونکہ جگہ کی قلت اور بنانے والا نہ ہونے کی وجہ سے وہیں فقراء میں تقسیم کرا دیا۔ رات کو ۲ ؍بجے مشورہ ہوا کہ طواف زیارت کب کیا جائے۔ بالاتفاق یہی طے ہوا کہ صبح تہجد میں کیا جائے کیونکہ ہجوم بھی کم ہوگا اور سہولت بھی ہوگی۔

دوشنبہ ۱۱ ؍ذی الحجہ۔ صبح ۱۰ ؍بجے بھائی افضل کی کار میں حضرت جی مدظلہ، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا سعید خاں صاحب، محمد زبیر الحسن، مولوی محمد سلیمان روانہ ہوئے اور ۲۰ ؍منٹ میں بخیریت مکہ مکرمہ حرم شریف میں پہنچے، مگر اس قدر

ہجوم کہ پناہ خدا، پورا مطاف کھچا کھچ بھرا ہوا تھا قدم اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں ہوئی خود بخود طواف ہو گیا۔ بالخصوص ملتزم اور مقام ابراہیم سے گزرنا بہت ہی بڑا مجاہدہ تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ بعد طواف سے فراغت ہوئی۔ ۱۱؍بج کر ۱۵؍پر اذان فجر ہوئی۔ ۵؍منٹ بعد نماز فجر ہوئی اور مسعیٰ میں چلے گئے، وہاں تو کہنا ہی کیا ماشاءاللہ ثم ماشاءاللہ، حضرت جی مدظلہ نے گاڑی پر سعی کی، بقیہ نے پیدل کی۔ پون بجے سعی سے فارغ ہو کر ایک بجے سیدھے بھائی سعدی کے گھر شارع منصور پہنچے۔ وہ سب کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے۔ بھائی سعدی ہی کے گھر ناشتہ کیا تھوڑی دیر بیٹھے بات کی ان کی اہلیہ اور منا ہسپتال ہی میں ہے الحمدللہ خیریت سے ہے، بھائی شجاع مع اپنے گھر والوں کے آئے ہوئے تھے، سب سے ملاقات ہوئی۔ بھائی سعدی کہہ رہے تھے کہ کل ۱۰؍ذی الحجہ کو صبح ۳؍بجے نیچے کے حرم میں تو بالکل جگہ نہیں تھی، اوپر کا حرم بھی طواف کرنے والوں سے خوب بھرا ہوا تھا۔ نیچے پرانے حرم تک طواف ہوا ہے۔ ۳، ۳۔۴، ۴؍گھنٹوں میں لوگ صرف طواف سے فارغ ہوتے ہیں۔ قاضی صاحب، مفتی صاحب وغیرہ حضرات ملک صاحب کی اُونیٹ میں ۱۰؍بجے منیٰ سے روانہ ہوئے اور اس وقت ۶؍بجے تک تو واپس آئے نہیں، آگے معلوم نہیں کہ کتنی دیر لگے کیونکہ ہم لوگ ڈھائی بجے بھائی سعدی کے مکان سے چلے اور کئی طرف کے چکر لگاتے ہوئے دو گھنٹہ میں (یعنی ساڑھے چار بجے) بمشکل تمام مکان پہنچے، کیونکہ قوم رمی کے لئے صبح سے آرہی ہے اور جارہی ہے۔ الحمدللہ حضرت جی مدظلہ کی طبیعت اس سارے سفر میں بہت اچھی رہی، کسی قسم کی کوئی تکلیف اور دقت اور پریشانی نہیں ہوئی۔ خوب ہشاش بشاش ہیں۔

بھائی ابرار صاحب کے ہمراہ خط مع دال سیو دو ڈبوں کے پہنچ گیا۔ بھائی سعدی

اس وقت تشریف فرما تھے ان کے اور پھوپایامین صاحب کے نام کا پرچہ ان لوگوں کو دے دیا گیا ہے۔ کئی دن سے پھوپا کو بھی بخار اور گھٹنوں میں درد ہو رہا تھا اس لئے اب کے وہ بھی حج پر نہ آسکے۔ بھائی شمیم وغیرہ اپنی والدہ کی وجہ سے بھائی سعدی وغیرہ اپنی اہلیہ کی وجہ سے بھی نہ آسکے۔

ہمارے اس پورے سفر کے امیر حضرت مفتی زین العابدین صاحب خطیب لاہور تھے۔ خط بہت ہی لمبا ہو گیا ہے، خدا کرے گرانی کا باعث نہ ہو۔ یہ ساری تفصیل اس لئے لکھ دی کہ شاید کوئی اور نہ لکھ سکے اور جناب والا کو انتظار ہو تفصیلی حالات کا۔ فقط والسلام

محمد زبیر الحسن عفی عنہ ۱۱رذی الحجہ/ بروز دوشنبہ منیٰ

مناسک حج سے فراغ پر مولانا مرحوم نے جو دوسرا مکتوب ۲۲رذی الحجہ میں مکہ مکرمہ سے حضرت شیخؒ کو مدینہ منورہ تحریر فرمایا اس کا مکمل متن یہ ہے۔

روضۂ اقدس پر دست بستہ صلوٰۃ وسلام کی درخواست ہے۔

مکرم ومحترم حضرت اقدس شیخ اباجی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ الحمد للہ یہاں پر سب بعافیت ہیں۔ کل ایک صاحب کی معرفت گرامی نامہ مع بھائی سعدی صاحب کے ناشتہ دان کے موصول ہوا۔ ناشتہ دان رات کو ۳ ربجے حسب معمول بھائی سعدی کے گھر جا کر دے دیا گیا۔

حضرت اقدس والد صاحب زید مجدہم کی طبیعت کچھ نہ کچھ گڑبڑ چل رہی ہے۔ پرسوں سے پیٹ میں درد کبھی کبھی اٹھتا ہے۔ ڈاکٹر راشد کا علاج شروع ہوا تھا مگر اس سے بجائے افاقہ کے مرض میں زیادتی ہوئی۔ حج سے قبل حکیم

مختار صاحب کا علاج شروع کیا تھا۔اس سے کچھ طبیعت ہلکی ہوگئی تھی۔حج کے زمانہ میں باوجود تلاش کرنے کے ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔آج دوبارہ ان کو ٹیلیفون کیا ہے اور تلاش کرا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ جلد مل جائیں۔ پرسوں پیر کے دن دوپہر کو صولتیہ میں مفتی محمود صاحب کھانے میں تشریف لائے تھے،کافی دیر تک تشریف فرما رہے۔مدینہ منورہ حاضری کے متعلق مفتی صاحب سے پوچھا گیا فرمایا کہ معلم سے بات کرنے کے بعد کچھ طے کیا جائے گا۔ابھی تک کچھ خبر نہیں ہے۔کل منگل کے دن صولتیہ میں عصر بعد مولانا اسعد صاحب مدنی بھی تشریف لائے تھے۔بڑے دیوان میں آدھ گھنٹہ تشریف فرما ہوئے۔ بھائی شمیم صاحب سے بھی تعزیت فرمائی اور آدھ گھنٹہ بعد حرم شریف تشریف لے گئے۔ پرسوں جمعہ کے دن عشاء بعد جماعتوں کی روانگی تجویز ہوئی ہے۔حفائرہی سے روانہ ہوں گی۔ بھائی محمد افضل صاحب کی طبیعت بھی الحمدللہ اچھی ہے۔۵؍دسمبر پیر کے دن انشاءاللہ مدینہ منورہ حاضری طے ہوئی ہے۔

بھائی سعدی صاحب کے ناشتہ دان میں (دال سیو کے) جو چار قسم کے نمونے تھے ان میں سے باریک قسم بہت پسند آئی ہے ماشاءاللہ بہت مزیدار سیو تھی۔حضرت اقدس والد صاحب زید مجدہم کی صحت کیلئے خاص طور سے دعا کی درخواست ہے۔ان کی اور جناب والا کی صحت کی طرف سے بھی بہت فکر اور خیال لگا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ دونوں حضرات کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے۔

مولانا محمد عمر صاحب اور جملہ حضرات خدمت اقدس میں سلام مسنون کے بعد دعا اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست کرتے ہیں۔ یہ دو خط کہیں سے صولتیہ کے

پتہ پر آئے تھے جو ارسال خدمت ہیں۔ مولانا اسعد مدنی کل دوپہر کھانے میں صولتیہ تشریف لائے تھے، پون گھنٹہ بعد واپس تشریف لے گئے۔ فقط والسلام

محمد زبیر الحسن غفرلہ۔ ۲۲؍ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ جمعرات

۲۲؍ذی الحجہ/۴؍دسمبر اتوار میں مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو کر بدر میں شب کا قیام کر کے پیر کی صبح مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ ایک ماہ یہاں قیام رہا پھر ۲۲؍محرم ۱۳۹۸ھ/۳؍جنوری ۱۹۷۸ء میں مکہ مکرمہ مراجعت فرمائی، چار یوم بعد حضرت شیخ نیز مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور قاضی عبدالقادر صاحب وغیرہ بھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت شیخ اور آپ کے ساتھ بھرپور قافلہ اور حضرت جیؒ کے ساتھ ہندوستان، پاکستان کے اصحاب، دعوت وتبلیغ، سب کی مہمان نوازی جناب بھائی محمد سعید کاتب العدل کے گھر پر ہوئی۔ جس میں بہت سے اعیان مکہ اور علماء ومشائخ بھی شامل تھے۔

حضرت جی ثالث اپنے رفقاء کے ساتھ ۵؍صفر/۱۵؍جنوری میں ہندوستان آگئے جبکہ مولانا زبیر الحسن مرحوم کو حضرت شیخ اصلاح وتربیت اور اپنی معیت میں رکھنے کے لئے مدینہ منورہ ساتھ لے گئے۔

اسی قیام مدینہ منورہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ آپ کو روضہ شریفہ کے اندر جالیوں والے حصہ میں جانے کا موقع بھی مل گیا۔ چنانچہ آپ نے وہاں حاضری دے کر صلوٰۃ وسلام پیش کیا اس حاضری کی تفصیلات دلی کیفیات اور وجدانی احساسات مولانا مرحوم نے اپنی ڈائری میں اس طرح تحریر کئے ہیں۔

"۲۶؍صفر ۱۳۹۸ھ/۵؍فروری ۱۹۷۸ء کی شب میں بعد عشاء حرم شریف بند ہونے کے بعد روضہ مقدسہ کے اندر کے حصہ کی چہار دیواری کی اصلاح کی گئی مٹی نکال کر سنگ مرمر لگایا گیا۔ تعمیر رات میں کواڑ بند ہونے کے بعد ہوتی تھی اور ملبہ صبح کو باہر نکالا جاتا اور کسی باغ میں کنویں میں دفن کیا جاتا تھا۔ بندہ بھی

اس رات میں حجرہ شریفہ میں جالیوں کے اندر حاضر ہوا۔ بہت ہی رعب تھا اور بہت ڈر لگا۔ دوبارہ جانے کی ہمت نہیں ہوئی۔

اسی سفر میں آپ کو یکم ربیع الاول/ ۱۰ر فروری جمعہ میں حضرت شیخ نے اجازت بیعت مرحمت فرمائی اور پھر ۲۰ر ربیع الاول/ یکم مارچ میں موصوف مرحوم دہلی واپس ہوئے۔

☆(٦) ۳ر ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ/ ۲۶ر ستمبر ۱۹۷۹ء میں مولانا مرحوم حضرت شیخ اور اپنے والد ماجد مرحوم کی معیت میں دہلی سے روانہ ہو کر چند روز پاکستان میں قیام کرتے ہوئے حرمین شریفین پہنچے۔ حضرت شیخؒ کی معیت کی سعادت تمام قافلہ کو حاصل رہی۔

مولانا زبیر مرحوم کے ساتھ کاتب سطور بھی شریک سفر اور رفیق قافلہ رہا۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر چند روزہ قیام کے بعد یہ احقر تو حضرت شیخؒ کی ہمرکابی میں مدینہ منورہ حاضر ہو گیا اور مولانا زبیر مرحوم اپنے والد ماجد کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔

امسال حضرت شیخ اپنے ضعف وعلالت کی بنا پر حج نہیں کر سکے تھے، اس لئے حضرت شیخ کے حکم پر کاتب سطور نے ۳ر ذی الحجہ/ ۲۴ر اکتوبر بدھ میں مکہ مکرمہ آکر حضرت جیؒ کے ساتھ حج کیا۔ فراغت حج کے بعد مولانا مرحوم نے دو مکتوب (پہلا اپنی ہمشیرہ کو سہارنپور اور دوسرا اپنے نانا جان حضرت شیخؒ کو مدینہ منورہ) ارسال کئے۔ ان دونوں خطوط میں چونکہ حج اور سفر حج سے متعلق بہت سی معلومات اور جزئیات قارئین کے علم میں آتی ہیں اسلئے یہاں یہ دونوں خطوط ترتیب سے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) عزیزہ صادقہ سلمہا   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ تم سب بخیر ہو۔ الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں۔ اس سے پہلے تم کو خط لکھا تھا خدا کرے پہنچا ہو۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ہمارا حج منگل کے دن بخیریت پورا ہوا۔ بدھ کو طواف زیارت کیا۔ جمعرات، جمعہ منیٰ میں ٹھہر کر شنبہ کی دوپہر میں بخیریت مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ آج کل حرم شریف میں بھیڑ بہت زیادہ

ہے۔اس لئے بہت کم حرم میں جانا ہو رہا ہے۔ میں اور شاہد پرسوں حرم گئے تھے، اب جا رہے ہیں۔کل سارے دن نہیں گئے۔ بدھ، جمعرات، جمعہ مکہ میں قیام ہے۔ آنے والے شنبہ کو انشاء اللہ مدینہ منورہ کے لئے روانگی ہے۔ اس کے بعد واپسی مکہ مکرمہ ہوگی۔ پھر چار دن قیام کے بعد دبئی چار دن اور کراچی دو دن ٹھہرتے ہوئے انشاء اللہ العزیز ۱۹/دسمبر کو دہلی پہنچنا تجویز ہوا ہے۔

بھائی شاہد صاحب ۴/ذی الحجہ کو مدینہ منورہ سے بہ نیت حج قاضی (عبدالقادر) صاحب کے ہمراہ آئے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہی ساتھ ان کا قیام طعام اور منام ہے اور پھر ہمارے ہی ساتھ انشاء اللہ مدینہ منورہ جائیں گے۔

عزیزہ صدیقہ سے پرسوں ٹیلیفون پر بات ہوئی تھی اس سے بچوں کی خارش کا حال معلوم ہو کر بہت ہی افسوس ہوا۔ خدا کرے کہ اب سب بخیر ہوں۔

فقط والسلام محمد زبیر الحسن غفرلہ۔ ۱۶/ذی الحجہ ۱۳۹۹/ ۶/نومبر ۱۹۷۹ء

(۲) حضرت شیخؒ کے نام دوسرا مکتوب۔

مکرم و محترم حضرت اقدس نانے ابا جی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ مزاج عالی بعافیت ہوں، الحمد للہ یہاں پر سب بخیر ہیں۔ کل جمعرات کے دن ڈاکٹر منیر صاحب کے ہمراہ خدمت اقدس میں ایک عریضہ ارسال خدمت کر چکا ہوں امید ہے کہ موصول ہوا ہوگا۔

حضرت اقدس والد صاحب کی طبیعت الحمد للہ اچھی ہے۔ بہت تلاش اور کوشش کے بعد حکیم مختار صاحب مسجد حفائر میں تشریف لائے۔ حضرت جی مدظلہ کا خوب تفصیلی معائنہ دوبارہ کر کے یہی گذشتہ دوا جو حج سے پہلے کئی دن تک پی تھی دوبارہ اسی کو تجویز فرما گئے ہیں، جو آج جمعہ کے دن سے انشاء اللہ

دوبارہ شروع ہوگی۔

رات کھانے کے بعد سب کی موجودگی میں مدینہ پاک حاضری کا مشورہ ہوا تو یہ طے ہوا کہ اتوار کے دن مکہ سے عصر بعد روانہ ہوکر رات کو رابغ قیام کریں گے، کیونکہ رابغ والوں کا حج سے پہلے سے اصرار تھا کہ کچھ وقت کے لئے راستہ میں ٹھہرا جائے۔ کل جمعرات کے دن رابغ کے اساتذہ بھی یہ طے کرانے آئے تھے، چنانچہ پیر کی شب ان کے لئے تجویز ہوئی اور پیر کے دن صبح چار بجے کے قریب رابغ سے روانہ ہوکر تھوڑی دیر بدر پہنچ کر شہدائے بدر پر سلام پڑھتے ہوئے انشاء اللہ العزیز ظہر سے قبل حاضری ہوجائے گی۔

دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل وکرم سے خیریت سے ملائے۔

بھائی صدیق صاحب، ڈرائیور ملک صاحب کے ہمراہ جو دال سیو کا ڈبہ بھیجا تھا وہ الحمد للہ موصول ہوا۔ رات شب جمعہ کی وجہ سے بھائی سعدی کے گھر نہ جاسکے۔ کیونکہ تاخیر بھی بہت ہوگئی تھی اور مشورہ بھی تھا اس لئے نہیں گئے۔ قاضی صاحب کا اصرار تھا کہ وہ بھائی افضل کو کسی کار میں لیکر سیدھے مدینہ منورہ چلے جائیں مگر بھائی افضل صاحب نے فرمایا کہ نہیں ساتھ میں انشاء اللہ چلیں گے۔ کل جمعہ کی نماز حرم شریف میں ادا کی۔ خوب چھیڑ تھی۔ مطاف میں بھی کئی صفیں خالی تھیں۔ صولتیہ میں کھانا کھایا، عصر پڑھی اور مغرب حرم شریف میں پڑھ کر مسجد حفائر پہنچے۔ مولانا محمد عمر صاحب کی روانگی کی ہدایات ہورہی تھیں۔ ڈیڑھ بجے اذان بعدہ نماز عشاء دو بجکر بیس منٹ پر حضرت جی مدظلہ نے بیان شروع فرمایا۔ پندرہ منٹ بیان ہوا اور پندرہ ہی منٹ دعا ہوئی اور تقریباً چالیس جماعتیں راہ خدا میں روانہ ہوئیں۔ ساڑھے تین بجے سب کاموں سے فراغت ہوئی۔

آج شنبہ کی صبح کو ڈیڑھ بجے حضرت جی مدظلہ حرم شریف تشریف لے گئے، طواف بھی فرمایا اور زمزم کے کنویں پر جا کر خود ہی زمزم پیا۔ اس وقت ڈھائی بجے طواف کرنے والوں کا بالکل ہجوم نہیں تھا۔ معمولی سے آدمی تھے، بہت ہی آرام سے طواف کیا۔

آج نظام یہ بنا کہ کل سارے دن قیام حفائر ہی میں رہے گا۔ ظہر کے بعد صولتیہ نہیں جائیں گے اور پونے دس بجے عصر پڑھ کر ملک عبدالحفیظ صاحب کی کار میں مغرب تک انشاء اللہ رابغ اور رات کو قیام اور پیر کی صبح کو ساڑھے بارہ پر روانہ ہو کر ظہر سے قبل انشاء اللہ العزیز مدینہ پاک حاضری ہو جائے گی۔ حافظ مشتاق صاحب کی معرفت اسی وقت گرامی نامہ موصول ہوا۔ طبیعت مبارکہ کی گڑبڑی سے ہم سب بیحد رنجیدہ ہیں، اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم دائم رکھے۔ سب ہی حضرات کی خدمت اقدس میں سلام مسنون کے بعد دعا اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست ہے۔ فقط والسلام محمد زبیر الحسن

۳۰/ذی الحجہ/ ۱۹/نومبر شنبہ میں حضرت مولانا کے ساتھ مولانا محمد عمر، مولانا محمد زبیر الحسن اور راقم سطور بھائی سعدی مرحوم کی جی ایم سی میں مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو کر رابغ میں کچھ دیر قیام کے بعد ظہر کے قریب بدر پہنچے یہاں کے تبلیغی مرکز میں قیام وطعام اور آرام ہوا۔

اس موقعہ پر حضرت جی ثالث نے تمام رفقاء اور احباب کی موجودگی میں حیات الصحابہ کے حوالہ سے جنگ بدر اور شہداء بدر کے حالات سنائے۔ موقعہ اور مقام سامنے ہونے نیز آپ کے درد واثر میں ڈوبے ہوئے لب ولہجہ کا اثر سامعین پر بطور خاص ہوا اور ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور چودہ سو سال قبل کا وہ منظر گویا آنکھوں کے سامنے آگیا، جب ایک قافلہ

دعوت وعزیمت اس جنگل بیابان میں غیرت حق اور ناموس رسالت پر قربان اور نثار ہوگیا تھا۔ رجال صدقوا ماعاهدو الله عليه۔

ہندوستان کے قصد سے جب آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے تو درج ذیل خط حضرت شیخؒ کی خدمت میں آپ نے تحریر فرمایا۔

مخدوم المکرّم حضرت اقدس نانے اباجی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہوں۔ صبح بارہ بج کر پچیس پر مسجد نور سے روانہ ہوکر ذوالحلیفہ میں پٹرول لیا اور ساتھیوں کا انتظار کیا۔ پندرہ منٹ بعد وہاں سے روانہ ہوکر دو بج کر پینتیس منٹ پر بخیریت بدر پہنچے۔ داعی کا مکان کسی کو معلوم نہیں تھا۔ مسجد عریش کا چکر لگا کر سڑک والی مسجد میں نماز اشراق پڑھی اور شہدائے بدر کی زیارت کو گئے۔ راستہ میں داعی ایک گاڑی میں آرہے تھے۔ ان سے سلام مصافحہ کرکے شہداء پر حاضری دیتے ہوئے آدھ گھنٹہ میں ان کے مکان پہنچے۔ بہت پُرتکلف ناشتہ کیا۔ پونے پانچ بجے بدر سے روانہ ہوکر آٹھ بج کر پانچ منٹ پر بخیر وعافیت مسجد الحفائر پہنچے۔ نماز ظہر پڑھی، کھانا کھایا، آرام کیا۔ گیارہ بجے نماز عصر پڑھی۔ ساڑھے گیارہ پر حرم شریف گئے۔ مغرب سے قبل طواف کیا، سعی کی گئی۔ والد صاحب مدظلہ نے سعی گاڑی میں کی۔

الحمدللہ سفر خیریت سے پورا ہوا۔ کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ مدینہ سے چلتے وقت تو خاصی سردی تھی، بدر تک یہی موسم رہا مگر بدر سے سردی تو ختم ہوگئی لیکن بادل چاروں طرف چھایا ہوا، ٹھنڈی ہوائیں اور صاف سڑک، بہت ہی لطف آیا۔ کاش کہ آپ بھی ہوتے تو اور بھی لطف آتا۔ مدینہ پاک کی بہاریں اب خوب یاد آتی ہیں۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ دوبارہ حاضری

نصیب فرمائے۔ والد صاحب مدظلہ کی طبیعت الحمدللہ اچھی ہے مگر گذشتہ رات مدینہ میں نیند گڑ بڑ رہی، دیر میں آئی اور جلدی ہی آنکھ کھل گئی۔ اس وقت مغرب بعد بارش کا چھینٹا بھی پڑا جس سے اور بھی ہوا اور موسم خوشگوار ہوگیا۔ سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ دعا اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست ہے۔ فقط والسلام محمد زبیر الحسن

۱۲رمحرم/۳رد سمبر میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوکر جدہ اور بمبئی میں مختصر قیام کے بعد ۱۷رمحرم/ ۸ردسمبر کی صبح بذریعہ طیارہ دہلی واپس آئے۔

اسی سفر میں یکم محرم الحرام ۱۴۰۰ھ/ ۳۰رنومبر ۱۹۷۹ء میں حرم مکہ مکرمہ کا وہ دل دوز سانحہ پیش آیا جس کو کبھی سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا۔

اس سفر میں راقم سطور حضرت شیخ کی خدمت میں مدینہ منورہ ہی ٹھہر گیا تھا اس لئے مولانا زبیر مرحوم نے اپنی قدیم عادت کے مطابق دہلی پہنچ کر ایک تفصیلی مکتوب مدینہ منورہ تحریر کیا تھا۔ جس کی نقل یہاں پیش کی جاتی ہے۔

ان ایام میں وہاں سانحہ حرم پیش آجانے کی وجہ سے بڑے سخت حالات چل رہے تھے۔ مکتوب کے دوچار جملے اسی کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

روضہ اقدس پر بہت ہی مؤدبانہ صلوٰۃ وسلام کی دعا کی درخواست ہے۔

عزیز محترم مولوی محمد شاہد سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ تم بخیر ہو۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ہم سب بخیر ہیں۔ گذشتہ پیر کو تم سے مسجد نور میں رخصت ہوکر ائیرپورٹ پر پہنچے۔ راستہ میں الحمدللہ کسی قسم کی کوئی تفتیش چیکنگ وغیرہ نہیں ہوئی۔ دوجگہ ہم چاروں کے پاسپورٹ دیکھ کر چلتا کردیا گیا۔ مدینہ منورہ کے ائیرپورٹ پر سب سے پہلے ہم ہی لوگ پہنچے۔ ہمارے پہنچنے کے تقریباً آدھ گھنٹہ بعد ہمارے ساتھی پہنچے۔ جملہ مراحل سے

فارغ ہو کر بخیریت پانچ بجے جہاز میں سوار ہو گئے۔ اس طرح مدینہ چھوٹنے پر بہت ہی حسرت ہوئی۔ جہاز میں بندہ نے اور بھائی نے بہت کوشش کی کہ کہیں سے حرم شریف ہی کی زیارت دور سے ہو جائے مگر افسوس وہ بھی نہ ہوئی۔ پچپیس منٹ پرواز کے بعد بخیریت جدہ شریف اترے۔ ہم ہندی چھ ساتھی بھائی شجاع کے مکان پر پہنچے، سامان وغیرہ رکھ کر بیٹھے ہی تھے کہ بھائی سعدی صاحب اور اس کے دس پندرہ منٹ کے بعد عزیزان حلیم وحشیم سلمہما پہنچے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ سب نے کھانا کھایا، آرام کیا، گیارہ بجے نماز عصر پڑھی اور پھر یہ حضرات اپنی اپنی گاڑیوں میں مکہ چلے گئے۔

بھائی سعدی نے بھائی (والد صاحب) سے کہا کہ آپ یہاں نہ ٹھہریں شام کو مکہ چلیں کیونکہ یہاں بھی تفتیش خوب ہے اور خوب افراتفری مچی ہوئی ہے، چونکہ پہلے سے ہم لوگوں کی سیٹیں جدہ سے ممبئی کے لئے جمعرات کی تھی اس لئے یہ خیال ہو رہا تھا کہ بجائے جدہ میں تین دن پڑے رہنے کے سیدھے مکہ ہی چلے جاویں، مگر مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ جانا نہیں چاہئے یہاں ہی رہا جائے۔ شام کو بعد مغرب پروفیسر عبدالرحمٰن سعودی ایئر لائن کے دفتر سے آئے اور کہا کہ کل منگل کی صبح کو بھی صبح نو بجے سعودی جہاز ممبئی جا رہا ہے جو راستہ میں ریاض میں ایک گھنٹہ ٹھہرے گا اور اس میں تینتیس سیٹیں خالی ہیں اگر آپ کہیں تو ہم سب سے پہلے آپ کو دے دیں گے۔ یہاں مشورہ کے بعد طے ہوا کہ ضرور لے لی جائیں، چنانچہ پروفیسر صاحب صبح کو ہم لوگوں کا سامان لے کر ایئر پورٹ پہنچے۔ اس کے ایک گھنٹہ بعد ہم لوگ بھائی شجاع کے گھر یہ کہہ کر کہ اگر چلے گئے تو چلے گئے ورنہ واپس یہاں پر ہی آ کر روٹی کھائیں گے۔ ایئر پورٹ پہنچے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ سیٹیں ہو گئی ہیں اور

سامان اندر جہاز پر جا رہا ہے۔ اپنے سارے ساتھی مفتی صاحب، افضل وغیرہ سب الگ الگ ٹھہرے ہوئے تھے، چلتے وقت ان میں سے کسی سے بھی ملاقات و مصافحہ نہ ہو سکا۔

جو لوگ ہم کو چھوڑنے آئے تھے ان سے ملکر اندر کسٹم ہاؤس میں چلے گئے۔ ہاتھ کا سامان لے کر ہم لوگ جب جہاز کی طرف جانے لگے تو راستہ میں ایک دروازہ پر ایک صاحب جو بالکل نوجوان تھے انہوں نے کہا کہ یہ سب ہاتھ کا سامان تو نہیں جا سکے گا ہر شخص صرف ایک چیز رکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جائے گا۔ چنانچہ سب نے اپنا اپنا بیگ ہاتھ میں رکھ لیا۔ مولوی عمر، مولوی سلیمان کا بیگ بہت بڑا تھا اس کو بھی روکا کہ یہ بہت بڑا ہے یہ بھی نہیں جائے گا، بہت ہی منت خوشامد کی مگر اس نے نہیں مانا۔ مولوی عمر نے تو اپنے بیگ میں سے سردی کے کپڑے نکال کر پہن لئے اور مولوی محمد سلیمان کے بیگ کو واپس کر دیا گیا۔ میرے پاس بھائی کا لوٹا تھا وہ بھی انہوں نے روک لیا کہ یہ بھی نہیں جائے گا۔ مولوی محمد عمر کا بھی لوٹا تھا وہ بھی روک لیا کہ یہ بھی نہیں جائے گا کہ یہ لوہا ہے اس جہاز میں یہ نہیں جائے گا۔ تھرمس میں برف اور زمزم تھا اسکو بھی روک لیا اور زمزم کا ایک پلاسٹک کا چھوٹا ڈرام تھا اس کو بھی روک لیا گیا۔ مولوی محمد عمر و سلیمان نے بہت ہی اس کی خوشامد منت ڈانٹ ڈپٹ کی مگر اس نے ایک بھی نہیں سنی۔ غصہ میں اس نے مولوی محمد سلیمان کا پاسپورٹ ان سے لے کر کسٹم ہاؤس آفیسر کے پاس جمع کرا دیا اور ان سے کہہ دیا کہ اب تو بھی نہیں جا سکے گا اور ہم لوگ جلدی جلدی آگے چلے گئے۔

اللہ نے وقت پر ڈاکٹر وحید الزماں کو بھیج دیا۔ انہوں نے اس صاحب کی منت خوشامد کی اس کی ٹھوڑی میں (ہاتھ) ڈال کر معافی مانگی، جب جا کر اس

نے مولوی سلیمان کا پاسپورٹ دیا مگر سامان پھر بھی نہیں دیا۔

اللہ اللہ کر کے ہم لوگ اتنی پریشانیوں اور لڑائیوں کے بعد جہاز پر پہنچے۔

اب مسئلہ وضو اور ظہر عصر مغرب تین نمازوں کا تھا جدہ سے وضو کر کے چلے تھے۔
جدہ سے ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز ریاض کے ایئر پورٹ پر اترا۔ اس میں
سے ممبئ جانے والوں کو نیچے اترنے کی اجازت نہیں تھی۔ جہاز ہی میں ایک
ایک آدمی نے ظہر کی نماز پڑھی پھر کھانا کھایا۔ عصر کے وقت بغیر ان سے پوچھے
سب نے عصر کی نماز پڑھی۔ مگر جب مغرب کا وقت آیا تو ان لوگوں نے کہا کہ
آپ لوگوں کو مغرب بھی پڑھنی ہے۔ چنانچہ انہوں نے مغرب کی نماز کی جگہ
بتلائی اور ہم نے جدہ کی وضو سے تینوں نمازیں پڑھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

ہندی وقت کے پونے آٹھ بجے رات کو ہمارا جہاز بخیریت ممبئ پہنچا۔ ممبئ
والوں کو جدہ کے لوگوں نے ہمارے لوگوں کو روانہ ہونے کے بعد اطلاع
کرادی جو ان کو عصر بعد مل گئی تھی وہ سب حضرات ممبئ ایئر پورٹ پر موجود
تھے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں، جملہ مراحل سے فارغ ہو کر ہم لوگ بخیریت مرکز
کھوکھا بازار کی مسجد میں پہنچ گئے۔ کھانا کھایا، نماز عشاء پڑھی اور آرام کیا۔
فجر بعد بھی سو گئے۔ آٹھ بجے ناشتہ کیا، نو بجے مولانا علی میاں صاحب ملاقات
کے لئے تشریف لائے۔ بارہ بجے واپس گئے۔ ظہر بعد کھانا کھا کر آرام کیا۔
عصر بعد تسبیحیں پڑھیں۔ مغرب بعد اولاً مولانا عمر کا ثانیا حضرت جی مدظلہ کا
تھوڑی دیر کے فاصلہ پر ایک مسجد میں پرانوں کے نام سے مجمع تھا اس میں بیانا
ت ہوئے۔ جمعرات کی شام کو ممبئ کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا۔ اور جمعہ کی صبح
نو بجے اولاً مولوی عمر کے گھر جا کر ناشتہ کیا اس کے بعد وہاں سے تقریباً دس میل
کے فاصلہ پر ایک اجتماع تھا وہاں گئے۔ یہ جگہ ایئر پورٹ کے بہت ہی قریب

تھی۔اس لئے یہاں سے سارا سامان وغیرہ لے کر گئے۔وہاں جا کر غسل کیا، نماز جمعہ پڑھی۔شام کو مغرب بعد جماعتوں کی روانگی دعا اور مصافحے ہوئے۔ ہفتہ کی صبح کو چھ بجے جہاز دہلی کے لئے تھا اس کے لئے ہم لوگ چار بجے اٹھ کر چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر پانچ بجے کے بعد ائیر پورٹ پہنچے۔جملہ چیزوں سے فارغ ہو کر جہاز پرواز ہونے سے قبل نماز فجر پڑھی اور بخیریت جہاز پر سوار ہو گئے۔طیارہ بجائے چھ بجے کے ساڑھے چھ پر اس نے پرواز کی، اور ایک گھنٹہ چالیس منٹ کا اعلان تھا، دو گھنٹے میں بخیریت دہلی ائیر پورٹ پر اترا۔ مطار پر خوب مجمع تھا۔

سہارنپور سے بھائی طلحہ، بھائی سلمان، خالد، محمد، جعفر، راشد، ساجد تمہاری والدہ نیز شیخ عبدالحق اور بھائی شفیق صاحب سب ہی حضرات آئے ہوئے تھے۔ ہر ایک نے مکہ مدینہ کی تفصیل پوچھی سب کو ساری تفصیلیں سنانی پڑیں۔ اور مکہ مدینہ کا یہ ڈھائی ماہ کا سفر آن کی آن میں بصد حسرت ویاس اس طرح ختم ہوا۔اللہ تعالیٰ پھر بلائے دعا کرتے رہنا۔فقط

ضروری بات یہ کہ وہاں کے حالات کا بہت ہی شدت سے انتظار ہے۔ بالخصوص مولانا سعید خان صاحب کی طرف بہت ہی خیال لگا ہوا ہے۔خدا کرے کہ حرم نبوی میں امن وامان ہو یہاں پر آکر دل تو پہلے ہی اچاٹ تھا۔ اب اس میں اضافہ ہی ہوا بہت ہی پژمردگی اور بہت ہی الجھن اور ہر وقت وہاں کی یاد ستاتی رہتی ہے۔

تمہارے بچے تم کو بیحد یاد کر رہے ہیں۔ بالخصوص محمد صالح اور سودہ یہ دونوں تو بار بار پوچھتے رہتے ہیں۔محمد صالح ماشاء اللہ خوب بولنے لگا ہے۔ بار بار پوچھتا رہتا ہے کہ ماموں، میرے بھائی جان کب کو آویں گے۔ان

دونوں کی ایسی معصوم سی صورت دیکھ کر بہت ہی ترس آتا ہے۔ کاش کہ تم بھی ہمارے ساتھ آجاتے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا اگر حاجی شفیع صاحب کا خط تمہارے بلاوے کا آوے تو مولانا سعید خاں کے ہمراہ ضرور آجانا۔ ویسے الحمدللہ یہاں سب بخیر ہیں۔ سبھی نے تم کو خوب پوچھا۔

تمہارا خط جو تمہارے والد صاحب کے نام تھا وہ میں نے عزیز راشد کے ہمراہ بھائی صاحب مدظلہ کے پاس سہارنپور بھیج دیا اور اس کو تاکید کر دی تھی کہ کسی کے سامنے نہ کھولے اور نہ کسی کو بتائے، اور بھائی کے پاس لکھ دیا تھا کہ اس کی رسید سے مجھے بھی مطلع کریں اور تم کو بھی۔

ابا جی مدظلہ کے خطوط جو سہارنپور بھیجنے کے تھے وہ بھی راشد ہی کو دے دیئے کہ بھائی عاقل کے ہاتھ میں دے دے اور کسی کو نہ دیں۔ خدا کرے کہ یہ سب بخیر پہنچ گئے ہوں۔

ہفتہ ۸؍دسمبر کی دوپہر کو عزیزہ ریحانہ کے لڑکا تولد ہوا ہے، دونوں بخیریت ہیں۔ اچھا اب ختم کرتا ہوں خط لکھنے میں بہت ہی کاہل ہوں۔ تمہارے رفع انتظار کی وجہ سے یہ ساری تفصیل لکھ دیں۔ سب کی خدمات میں اور خاص طور سے میرے حضرت اقدس سیدی ومرشدی ومولائی زید مجدہم اور حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی خدمت میں بہت بہت سلام مسنون کے بعد دعا اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست ہے۔ نیز جملہ خدام بارگاہ اور سب ہی جاننے والوں کی خدمات میں بہت ہی مؤدبانہ سلام مسنون کے بعد دعا اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست ہے۔

اندر باہر بچے بڑے تم کو سلام مسنون کے بعد دعا اور صلوٰۃ وسلام کے لئے لکھوا رہے ہیں۔ ہم سب تمہارے خطوط کے شدید منتظر ہیں۔

دورافتادہ۔محمد زبیر الحسن غفرلہ۔

۱۰؍دسمبر ۱۹۷۹ء/ ۱۹؍محرم الحرام ۱۴۰۰ھ بروز دوشنبہ

☆(۷) ۱۶؍ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ/ ۱۶؍ستمبر ۱۹۸۱ء میں مولانا زبیر مرحوم اپنے اس ساتویں سفر حج کے لئے والد ماجد مرحوم کی معیت میں دہلی سے روانہ ہوئے، راستے میں دس یوم پاکستان میں قیام اور اجتماع رائیونڈ میں شرکت کے بعد دبئی میں چھ روز قیام کر کے مکہ مکرمہ پہنچے۔ حضرت شیخ اس قافلہ کے استقبال کے لئے کئی دن سے مکہ مکرمہ میں قیام فرما اور آمد کے منتظر تھے۔

اپنی ہمشیرہ کے نام مولانا مرحوم کا ایک مکتوب جس میں دہلی، کراچی، دبئی اور ایام حج کی تفصیلات سپرد قلم کی گئی ہیں۔ شامل کتاب کیا جاتا ہے۔

عزیزہ صادقہ، صدیقہ، سودہ، سمیہ، محمد صالح سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ تم سب بخیر ہو۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں۔

۱۶؍ستمبر کو تم لوگوں کے پاس سے روانہ ہوئے، دس یوم پاکستان میں قیام کیا ۲۶؍ستمبر کو کراچی سے دبئی کے لئے روانہ ہوئے۔

کراچی سے منشی جی کے ہمراہ تم لوگوں کو ایک خط لکھا تھا امید ہے کہ ملا ہوگا۔ چھ یوم امارات میں قیام کے بعد دو اکتوبر جمعہ کی صبح ساڑھے آٹھ بجے سعودی طیارہ سے روانہ ہو کر تین گھنٹے بیس منٹ کی پرواز کے بعد جمعہ کی اذان سے قبل اللہ پاک نے بخیریت وعافیت حجاز مقدس کی سرزمین پر اتارا۔ ظہر کی نماز ادا کی گئی اور جملہ مراحل سے فارغ ہو کر باہر آ کر بھائی سعدی عزیز حلیم، زعیم اور بہت سے احباب سے ملاقات ہوئی۔

نماز عصر اول وقت پڑھ کر بھائی سعدی کی گاڑی میں روانہ ہوئے اور مغرب

کی اذان سے ایک گھنٹہ قبل مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

شیخ ابا جی سے ملاقات ہوئی، صبح سے انتظار میں تھے، بہت خوش ہوئے، خوب سینے سے لگایا۔ مغرب بعد بھائی سعدی کے گھر کھانا کھایا اور عشاء کے بعد پڑ کر سو گئے۔ چار دن مکہ مکرمہ قیام کے بعد ۸؍ذی الحجہ کی صبح کو منیٰ نو کو عرفات گئے، دس کو منیٰ واپس آ گئے، گیارہ کو مکہ آ کر طواف زیارت کیا اور پھر منیٰ چلے گئے۔ بارہ کو ٹھہر کر ۱۳؍ذی الحجہ اتوار کے دن شام کو بعد عصر رمی کر کے سیدھے مکہ مکرمہ آ گئے۔

الحمد للہ اس سال حج بہت ہی عافیت سہولت اور راحت کے ساتھ ہوا۔ تم لوگوں کے لئے خوب خوب دعائیں کی گئیں۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ تم سب کی طرف اور خاص طور سے عزیزہ صادقہ کی طرف بہت ہی خیال لگا ہوا ہے۔ تمہارے بھائی جان (مولوی شاہد) آ رہے ہیں۔ وہ تفصیلی حالات زبانی سنائیں گے۔ اب تو ہم لوگوں کی بھی واپسی کی باتیں شروع ہو گئیں بلکہ تقریباً طے ہی ہو گئیں وہ یہ کہ آنے والی جمعرات کو انشاء اللہ العزیز مدینہ منورہ کے لئے روانگی ہے اور ۱۰؍۱۵ دن قیام کے بعد مکہ واپسی ہے اور ۴؍۵؍دن یہاں قیام کر کے ۱۵؍محرم الحرام تک انشاء اللہ تم لوگوں تک پہنچ جائیں گے۔

بھائی شاہد وسلمان آج جا رہے ہیں اور کل شام تک تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ شیخ ابا جی کی واپسی کی بھی ہو رہی ہے، تفصیل بھائی شاہد بتلا دیں گے۔ شاید ہم لوگ ان ہی کے ساتھ آ جائیں ابھی کچھ طے نہیں ہے۔

موٹی آپا تم پریشان مت ہونا اب تو تمہارے میاں بھی جا رہے ہیں اور کل تک پہنچ رہے ہیں تم گھبرانا نہیں بہت ہی ہمت اور حوصلہ سے رہنا۔ اب تو انشاء اللہ ہم لوگوں کے آنے کے دن بھی قریب آ رہے ہیں۔ خیال تھا کہ تم کو تفصیلی

خط لکھوں گا، مگر تمہاری بیماری اور تکلیف کی خبریں سن کر بہت ہی طبیعت بجھی ہوئی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ میں بھی اداس ہو رہا ہوں، اب خدا کرے کہ اس خط کے پہنچنے تک طبیعت ٹھیک ہو۔

والد صاحب مدظلہ بھی خیریت سے ہیں، خوش وخرم ہیں، بچوں کو بہت بہت دعا پیار لکھواتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ گھبرانا نہیں خوب پڑھنے پڑھانے میں لگی رہنا اور دعا اور ختمات کا اہتمام کرتی رہنا۔

گھر میں اور باہر سب سے سلام اور خیریت اور دعا کے لئے کہہ دینا۔ سب ہی کے لئے نام بنام دعائیں کی جارہی ہیں۔ فقط والسلام

محمد زبیر الحسن (از مکۃ المکرمہ)

مناسک حج سے فراغ پر ۲۳؍ ذی الحجہ جمعرات میں مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور دو ہفتہ وہاں قیام کے بعد ۹؍ محرم ۱۴۰۲ھ/ ۵؍ نومبر ۱۹۸۱ء میں مکہ مکرمہ واپس ہوکر حضرت شیخؒ کی ہمرکابی میں دہلی واپس تشریف لائے۔

یاد رہے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ہندوستان (سہارنپور) میں یہ آخری آمد تھی اور مولانا زبیر مرحوم نے ۵؍ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ/ ۲؍ جنوری ۱۹۸۲ء شنبہ میں سہارنپور پہنچ کر حضرت شیخ سے آخری ملاقات کی تھی اور پھر اس کے بعد سہارنپور میں ملاقات کی نوبت نہیں آسکی۔

☆ (۸) ۷؍ شوال ۱۴۰۵ھ/ ۲۶؍ جون ۱۹۸۵ء میں دہلی سے ہانگ کانگ، جاپان، امریکہ، انگلینڈ میں ہونے والے اجتماعات میں شرکت کے بعد حضرت جیؒ بمعیت مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن مرحوم، مولانا احمد لاٹ اور مولانا سلیمان جھانجھی وغیرہ ۱۱؍ ذیقعدہ/ ۳۰؍ جولائی میں سرزمین حرمین شریفین پہنچے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد ایک ہفتہ مکہ مکرمہ قیام فرما کر ۲۰؍ ذی الحجہ/ ۶؍ ستمبر میں دہلی واپسی فرمائی۔

☆(۹)اس سال کے سفر حج کے لئے آپ ۲۷ر شوال ۱۴۰۷ھ/ ۲۵ر جون ۱۹۸۷ء میں دہلی سے روانہ ہوکر جدہ اور پھر فوراً ہی مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے، مولانا زبیر مرحوم شریک سفر رہے۔

۷ر ذیقعدہ/ ۴ر جولائی سے ایک ماہ مدینہ منورہ میں قیام کے بعد مکہ مکرمہ واپس ہوکر مناسک حج کی ادائیگی کی اور ۱۷ر ذی الحجہ/ ۱۳ر اگست جمعرات میں بمبئی ہوتے ہوئے جمعہ کے دن بخیر وعافیت دہلی مراجعت فرمائی۔

اسی تاریخ میں کاتب سطور سہارنپور سے بمد استقبال دہلی کے لئے روانہ ہوکر شریک ادعیہ ہوا۔

☆(۱۰)اس سال حج مبارکہ کے لئے حضرت مولانا انعام الحسن ۲۶ر شوال ۱۴۰۹/ یکم جون ۱۹۸۹ء میں دہلی سے جدہ کے لئے روانہ ہوئے مختلف علاقوں کے متعدد رفقاء کے علاوہ خواصِ تبلیغ میں مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا محمد زبیر الحسن، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی، بھائی ابراہیم منیار (سورت) مولوی قاری محمد عمار سہارنپوری رفقاء سفر تھے۔

مولانا زبیر مرحوم نے اس سفر کی تفصیلات ۳ر جون/ ۲۸ر شوال کے اپنے مکتوب میں تحریر فرمارکھی ہیں۔ یہاں اس کو پیش کرتا ہوں!

(نوٹ: ذیل کا خط بغیر کسی نام کی تعیین کے ہے اور عمومی ہے)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے تم سب بعافیت ہو۔ الحمدللہ ہم لوگ سب بعافیت ہیں۔

جمعرات کی صبح کو ساڑے نو بجے تم سب سے رخصت ہوکر ائیر پورٹ پہنچے اور جملہ مراحل سے فراغت کے بعد گیارہ بجے جہاز پر سوار ہوئے۔ ٹھیک بارہ بجے جہاز نے پرواز شروع کی اور پانچ گھنٹے کی پرواز کے بعد بہت آرام سے

جدہ مطار پر اترے۔ حضرت جی، مولوی عمر، زبیر، مولوی سلیمان، مولوی سعد ہم پانچ آدمی تو ایک خصوصی کار میں بیٹھ کر ایک کمرہ کے اندر پہنچا دیئے گئے۔ وہاں اطمینان سے بیٹھے رہے۔ اس کمرے میں بھائی حلیم، بھائی زعیم، ندیم اور بھائی سعدی کا لڑکا عثمان سب موجود تھے۔ سب سے ملاقات ہوئی اور ڈیڑھ گھنٹے میں وہاں سے بھی نمٹ کر بھائی حلیم کی گاڑی میں حضرت جی، زبیر، مولوی سلیمان اور عثمان کی گاڑی میں مولوی عمر اور ندیم کی گاڑی میں بھائی سعد اور ہمارے ڈاکٹر محسن صاحب جو مکہ سے استقبال کے لئے آئے تھے۔ مکہ واپس آئے اور ڈیڑھ گھنٹے میں جدہ سے مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔

دلی سے چلنے کے ایک گھنٹہ بعد ظہر کی نماز سے قبل احرام باندھا اور نماز پڑھ کر عمرہ کی نیت کر لی۔ بھائی عمار، مولوی احمد لاٹ گیارہ آدمیوں کا قافلہ جہاز سے اترنے کے بعد بس میں بیٹھ کر دوسری جگہ چلے گئے تھے۔ ہمارا سامان بھی بستر بکس وغیرہ سب ان کے ساتھ چلا گیا تھا۔ ان حضرات کو فراغت میں کافی دیر لگی، یہ رات کو ڈیڑھ بجے کے قریب مکہ مکرمہ پہنچے۔ ہم لوگوں نے مکہ پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی، ساتھی عصر کے بعد ملاقات کے لئے آتے رہے۔ مغرب کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا۔ عشاء کی نماز قیام گاہ پر پڑھی، اور پھر کھانا کھا کر عمرہ کے لئے حرم گئے۔ اور ایک گھنٹے کے اندر طواف اور سعی سے بہت آرام اور اطمینان سے فراغت ہوگئی۔ قیام گاہ پر آ کر حلق کرایا۔ پھر آرام کیا۔ عمار وغیرہ ڈیڑھ بجے آئے۔ جب ہی حرم چلے گئے تھے۔ طواف وسعی سے فارغ ہوئے، صبح کی اذان ہوئی، حلق کرا کر فجر کی نماز حرم میں پڑھ کر یہ سب حضرات واپس قیام گاہ پہنچ گئے۔

سعد سلمہ کا قیام آتے ہی اپنی ہمشیرہ کے پاس اس نے کر لیا ہے، وہ دن رات وہیں رہتا ہے۔ عصر کے بعد اور عشاء کے بعد اور کل جمعہ کے بعد وہ

آیا تھا۔ مولوی عمار کا قیام میرے پاس میرے برابر میں ہے۔ ماشاء اللہ سر منڈا ہوا ہے۔ سر پر شاندار استرا پھرا ہوا ہے جو کبھی خواب میں بھی نہیں کرایا ہوگا۔ پانچوں نمازیں حرم میں پڑھتے ہیں اور طواف بھی کرتے رہتے ہیں۔ آج گیارہ طواف انہوں نے کیے ہیں۔

یہاں آنے کے بعد ڈاکٹر محسن کے ذریعہ حافظ کرامت اللہ کو فون کرا دیا تھا کہ ہم لوگ خیریت سے پہنچ گئے، جس کی اطلاع آپ سب کو ہوگئی ہوگی۔ کل جمعہ کی نماز حرم شریف میں پڑھی۔ گرمی یہاں پر خوب شدید ہے، بغیر ایئر کنڈیشن کے دن اور رات کاٹنا مشکل ہے۔ آج ہفتہ کے دن تم سب کے سہارنپور جانے کا خیال لگا رہا۔ عصر کے بعد بھائی عمار کے ذریعہ دہلی ہمدرد میں ٹیلیفون کیا تھا۔ عمیر سلمہ سے بات ہوئی۔ اس نے کہا کہ سب مستورات بھائی شاہد اور بھائی جعفر کے ساتھ دو گاڑیوں میں چلی گئی ہیں اور خیریت سے پہنچ گئی ہیں اور گاڑیاں پہنچا کر واپس آگئی ہیں۔ جس سے بہت ہی اطمینان ہوا۔ کل جمعہ کے دن عشاء کے بعد ہم لوگ حضرت جی کے ساتھ بھائی سعدی کے گھر گئے تھے۔ پہلی منزل میں والدہ عثمان اور اس کی نانی سے ملاقات ہوئی۔ بات تو کچھ نہیں ہوئی چپ چاپ سب بیٹھے رہے۔ بھائی شمیم، زعیم، حشیم، حلیم والدہ تمیم اور والدہ سلیم یہ سب بھی آگئی تھیں۔ یہ بھی وہاں پر بیٹھی رہیں۔ اس کے بعد دوسری منزل پر گئے وہاں پھوپھی طاہرہ اور ان کی دوسری اہلیہ موجود تھیں۔ جو برقعہ اوڑھے بیٹھی تھیں۔ پھوپھی طاہرہ بیچاریوں کا بہت برا حال روتے روتے آنکھیں خراب ہوگئیں۔ کبھی کہتیں کہ میرے لئے بھی جلدی مرنے کی دعا کردو کبھی کہتیں کہ میرے سکون کے لئے دعا کردو۔ طرح طرح کی باتیں کرتی ہیں اور خوب روتی ہیں۔ اللہ ہی بیچاریوں کے حال پر رحم کرے،

گھر میں واقعی بھائی سعدی کے نہ ہونے سے بے رونقی سی چھائی ہوئی ہے۔ سب ہیں مگر رونق نہیں ہے۔ اللہ ہی رحم فرمادے۔

والد صاحب مدظلہ پر ایک آدھ دن تو خوب تکان رہی۔ لیکن جو ہم اور فکر تھا وہ الحمدللہ عمرہ کے بعد ختم ہوگیا۔ نیند رات کو بھی آجاتی ہے اور فجر بعد بھی آجاتی ہے اور آج دن میں بھی آگئی تھی۔ مگر ضعف اور کمزوری خاصی ہے۔ ظہر عصر میں تو گرمی کی وجہ سے حرم جانے کی ہمت نہیں ہوتی۔ جمعہ اور ہفتہ دو دن مغرب کی نماز سے پندرہ منٹ پہلے تشریف لے گئے اور عشاء کی نماز کے بعد تشریف لائے اور آج تو عشاء کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ کی گاڑی پر طواف بھی کر کے آئے ہیں۔

مدینہ منورہ بظاہر آنے والے ہفتہ کو روانہ ہوں گے۔ ابھی تک مشورہ نہیں ہوا۔ مفتی زین العابدین صاحب ابھی تک نہیں پہنچے۔ دبئ وغیرہ میں ہیں۔ بھائی عبدالوہاب، بھائی افضل وغیرہ ہم سے دو دن پہلے پہنچ گئے تھے۔ برابر کی بلڈنگ میں ان کا قیام ہے۔ سب کی خدمت میں الگ الگ سلام مسنون۔ سب کے لئے نام لے لے کر دعا کی جارہی ہے۔ بچوں کو بہت بہت دعا پیار۔ خدا کرے سب بعافیت ہوں۔ فقط والسلام

محمد زبیر الحسن۔ ۳ر جون ۱۹۸۹ء/ ۲۸ر شوال ۱۴۰۹ھ مکہ مکرمہ

اس سفر میں حرم محترم کے قریب ہونے کی وجہ سے شیخ عبدالعلام کے مکان پر قیام ہوا۔ ایک ہفتہ کے بعد مدینہ طیبہ کے لئے روانگی ہوئی اور پورے ایک ماہ مدینہ پاک میں قیام کے بعد ۵ر ذی الحجہ اتوار میں حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔

مناسک حج سے فراغ پر مزید دو ہفتہ یہاں قیام کر کے یکم محرم ۱۴۰۹ھ/ ۴ر اگست ۱۹۸۹ء میں ہندوستان واپسی ہوئی۔

مظاہر علوم کا قضیہ ان ایام میں چونکہ شباب پر تھا اس لئے مولانا مرحوم کی خواہش کے باوجود راقم سطور ان کے ساتھ اس سفر پر نہیں جا سکا تھا لیکن وہاں پہنچ کر وہ مجھے واسطہ بلاواسطہ تحریری وتقریری طور پر پیغامات بھیجتے رہے اور اپنی یاد کا ذکر کرتے رہے۔

اس سلسلہ میں ان کے متعدد خطوط میں سے ایک خط کا اقتباس یہ ہے۔

"یہ ضرور جی چاہتا ہے کہ مولوی شاہد ضرور آجائیں۔ اگر پاسپورٹ تیار ہو گیا ہو اور ان کی رائے ہو تو مجھ کو فون کر دیں۔ یہاں سے ان کا ڈرافٹ بھیج دیا جائے گا۔ حج کے موقعہ پر سب طرف کے احباب موجود ہوں گے ان سے ملاقات ہو جائے گی اور سب کو مدرسہ (مظاہر علوم) کی صورت حال بھی معلوم ہو جائے گی۔"

☆ (۱۱) ۲۲ر شوال ۱۴۱۱ھ/ ۸ر مئی ۱۹۹۱ء میں مولانا زبیر الحسن مرحوم اپنے والد ماجد اور ایک بھرپور قافلۂ دعوت وتبلیغ کے ساتھ دہلی سے کراچی اور دو یوم وہاں قیام کے بعد حرمین شریفین پہنچے۔ ۲۷ر شوال میں رات دس بجے مولانا زبیر مرحوم کا فون مکہ مکرمہ سے اپنی اور تمام رفقاء کی بخیر رسی کا آیا۔

ایک ہفتہ یہاں رہ کر ۳ر ذیقعدہ/ ۱۸ر مئی شنبہ میں مدینہ منورہ پہنچے۔ ۵ر ذی الحجہ میں حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔ فراغت حج پر دو ہفتہ مزید مکہ مکرمہ میں قیام رہا اور پھر بخیر وعافیت ۲۹ر ذی الحجہ/ ۱۲ر جولائی جمعہ میں دہلی مراجعت فرمائی۔

☆ (۱۲) مولانا زبیر مرحوم کا اپنے والد ماجد کی معیت میں یہ بارھواں سفر حج ۲۵ر شوال ۱۴۱۳ھ/ ۱۷ر اپریل ۱۹۹۳ء شنبہ میں دہلی سے شروع ہو کر ۲۱ر ذی الحجہ/ ۱۱ر جون جمعہ میں دہلی مرکز پر ختم ہوا۔

راقم سطور کو اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے اس سفر حج میں بھی معیت ورفاقت حاصل رہی۔ رفقاء سفر نے طیارہ میں ہی وضو کر کے احرام باندھ لیا تھا۔ مطار جدہ سے

سیدھے شیخ فاضل بسیونی کے مکان پر پہنچے اور کھانے سے فارغ ہو کر آرام کیا گیا۔

اگلے روز (۲۶ رشوال میں) مختلف گاڑیوں سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہو کر فندق شبرا پہنچے۔ عربی میزبانوں نے اس کا پورا ایک فلیٹ کرایہ پر لے لیا تھا۔ نماز مغرب کے بعد طواف عمرہ اور سعی کی گئی۔

شیخ غسان زارع نے حضرت جی ثالث اور مولانا زبیر مرحوم کے لئے عربیہ پر طواف وسعی کا اجازت نامہ بنوا رکھا تھا۔ اس لئے بڑی سہولت کے ساتھ عمرہ کے مراحل پورے ہوئے۔

اس سفر کی پہلی نماز عصر ۲۷ رشوال میں احقر نے حضرت جیؒ کو پڑھائی اور یاد پڑتا ہے کہ یہ عمر بھر کی پہلی نماز تھی، کیونکہ اس سے پہلے کبھی احقر کو نماز کی امامت یاد نہیں، چونکہ جناب الحاج بھائی محمد شمیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ کا حادثۂ وفات کچھ عرصہ قبل پیش آ چکا تھا اس لئے ۲۹ رشوال بدھ میں ان کے صاجزادۂ محترم مولانا محمد حشیم حال مہتمم مدرسہ اور ان کے دیگر اخوان سے تعزیت کی گئی۔

۳ رذیقعدہ/۲۴ راپریل میں مدینہ طیبہ کے لئے روانگی ہوئی، بعد عصر مواجہہ شریفہ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کیا گیا۔ اس پورے سفر میں نماز مغرب سے عشاء تک حرم نبوی میں حاضری شنبہ کے دن مسجد قباء پہنچ کر نوافل کی ادائیگی اور روز وشب کے دعوتی اعمال اہتمام اور پابندی کے ساتھ ہوتے رہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خواص میں مولانا مفتی عاشق الٰہی برنی مدنی، جناب الحاج صوفی محمد اقبال، جناب الحاج بھائی ابوالحسن وغیرہ بھی ملاقات کے لئے آتے رہے ایک مرتبہ جناب صوفی محمد اقبال صاحب راقم سطور کی تحریک پر بطور خاص مولانا زبیر مرحوم سے ملاقات کے لئے آئے ان کی آمد پر مجلس جمی، چائے ناشتہ ہوا اور صوفی صاحب نے اپنی متعدد کتابیں مولانا زبیر صاحب کو ہدیہ کیں۔

۲رذی الحجہ کو حضرات اہل شوری کی موجودگی میں سفر حج اور گاڑیوں کی ترتیب بنائی گئی تو راقم سطور نے بہت خاموشی سے مولانا زبیر مرحوم سے کہا کہ میں حج کے پانچوں دن حضرت جیؒ کے ساتھ انہیں کی گاڑی میں رہنا چاہتا ہوں۔ اللہ ان کو غریق رحمت فرمائے انہوں نے مشورہ میں میری یہ درخواست رکھ دی اور حضرت جیؒ نے اس کو قبول فرمالیا۔

۶رذی الحجہ جمعرات میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانگی ہوئی، احرام پورے قافلے نے مدینہ منورہ سے ہی حج کا باندھ لیا تھا۔ فرائض حج الحمدللہ بہت ہی راحت وآرام سے پورے ہوئے۔

۲۱رذی الحجہ ۱۴۱۳ھ/ ۱۱رجون ۱۹۹۳ء جمعہ میں ایئر انڈیا کے طیارہ سے بخیر وعافیت دہلی واپسی ہوئی۔ مولانا زبیر الحسن مرحوم کا یہ اپنے والد ماجد کے ساتھ آخری سفر حج تھا۔

☆ (۱۳) ۲۵رشوال ۱۴۱۷ھ/ ۴رمارچ ۱۹۹۷ء بروز منگل مولانا زبیر مرحوم اپنے دعوتی رفقاء مولانا محمد عمر پالن پوری، میانجی محراب، مولانا احمد لاٹ، جناب خالد صدیقی علی گڈھ، جناب عبدالحفیظ منیار (سورت) مولانا سلیمان جھانجھی، مولانا احمد مڑھی، مولانا سعد وغیرہ کے ساتھ دہلی سے سعودی طیارہ سے روانہ ہوئے۔

مولانا مرحوم کا والد ماجد کی وفات کے بعد یہ پہلا سفر حج تھا۔ جناب الحاج شرافت اللہ دہلوی کی گاڑی سے آپ مطار پہنچے۔ کاتب سطور جوان کو رخصت کرنے کے لئے آج صبح سہارنپور سے دہلی پہنچا تھا مطار تک رخصت کرنے کے لئے ساتھ گیا اور اگلے دن صبح جملہ مستورات کو ساتھ لے کر سہارنپور واپس ہو گیا۔

☆ (۱۴) ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء کے حج کے لئے مولانا مرحوم اپنے بھرپور دعوتی قافلہ کو لے کر ۲۶رشوال/ ۱۳رفروری شنبہ میں دہلی سے جدہ کے لئے روانہ ہو کر تھوڑی دیر وہاں ٹھہرتے ہوئے مکہ مکرمہ اپنی قیام گاہ پہنچ کر عمرہ اور اس کے لوازمات سے فارغ ہوئے۔

آپ کی آمد کی جیسے جیسے اطلاعات ملتی رہیں دعوت وتبلیغ سے وابستہ حضرات اور

دیگر اصحاب ہندوپاک ملاقات کے لئے آتے رہے اور اسی عرصہ میں مختلف اہل تعلق مثلاً جناب بھائی محمد حشیم عزیز عثمان سعدی جناب عبدالستار میمن، استاذ عبدالغفار، مولانا حسین برمی وغیرہ کی دعوت طعام قبول کر کے ان کے مکانات پر بھی جاتے رہے۔

مولانا مرحوم کا معمول تھا کہ اپنے آپ کو مشقت اور زحمت میں ڈال کر احباب اور دعوتی رفقاء ومبلغین کے یہاں جاتے رہتے تھے۔

چونکہ مولانا مرحوم کا اس سال کا یہ سفر حج دعوتی نوعیت کا تھا اس لئے انہوں نے ازراہ احتیاط اپنے اور اپنی مستورات کے قافلہ کی آمد ورفت کی تاریخیں الگ الگ متعین کی تھیں۔ چنانچہ ۱۷/فروری ۱۹۹۹ء/ یکم ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ بدھ کی صبح راقم سطور مع والدہ مولوی محمد زہیر الحسن ومولوی محمد صالح سلمہما نیز دیگر مستورات واطفال ایئر انڈیا سے جدہ کے لئے روانہ ہوکر بعافیت مکہ مکرمہ پہنچ کر شب میں طواف اور سعی سے فارغ ہوئے۔ راقم سطور کے والدین مرحوم بھی شریک قافلہ تھے۔

ایک عشرہ مکہ مکرمہ قیام کے بعد ۲۷/فروری/ ۱۱/ذیقعدہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوکر شروع کے تین دن مولانا عبدالوحید مدنی مظاہری کے مکان پر قیام کے بعد دوسری قیام گاہ دار ابوالجود منتقل ہوگئے۔ اور اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے ۲۳/ویں روز مدینہ طیبہ سے واپس ہوکر مولانا زبیر الحسن مرحوم تو اپنے بعض احباب تبلیغ کے ساتھ بھائی حلیم مرحوم کے مکان پر اترے اور بقیہ تمام مستورات واطفال عمارۃ الاشراف میں ٹھہرے۔

ادائیگی حج کے لئے منیٰ میں سب کا قیام مسجد الکویت کے قریب شیخ ایمن کے خیموں میں رہا۔

ایام حج گزرنے پر ۳/اپریل/ ۱۶/ذی الحجہ میں مولانا مرحوم اپنے علاج اور تشخیص کے لئے مستشفیٰ سعودیہ المانیہ میں داخل ہوئے۔ یہاں آپ کے لاحق شدہ امراض کا بڑے اہتمام سے علاج ہوا۔ اس کے شروع ہونے سے قبل آپ نے اپنے ڈاکٹروں اور تیمارداروں

سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ جتنے دن میرا قیام یہاں ضروری ہوگا میں رہوں گا لیکن ہر جمعہ حرم مکی شریف میں ادا کروں گا۔ چنانچہ آپ اہتمام سے تین مرتبہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے حرم مکی شریف آتے رہے۔

مولانا زبیر مرحوم کی اہلیہ اپنے مختلف عوارض کی بناء پر نیز راقم سطور کی اہلیہ کو حرمین شریفین کے اس سفر میں ٹانگ میں درد کی وجہ سے چلنے پھرنے میں کافی تکلیف اور اس میں ہر روز اضافہ ہی ہو رہا تھا۔ اس لئے جدہ کے احباب بالخصوص شیخ عبدالعزیز بوقس مرحوم کے اصرار پر دونوں کا علاج و آپریشن جدہ میں ہونا طے کیا گیا اور اسی وجہ سے جدہ میں قیام اور وہاں سے مکہ مکرمہ کی آمد و رفت متعدد بار ہوتی رہی۔ مختلف ٹیسٹ اور متعدد مشوروں کے بعد ۱۰ر اپریل میں دونوں کو ہسپتال میں داخل کیا گیا۔

مکہ مکرمہ اور جدہ میں مقیم خاندانی مستورات نیز دونوں جگہ کی دیگر مقامی مستورات کثرت سے عیادت و مزاج پرسی کے لئے آتی رہیں۔ اس موقعہ پر تمام ڈاکٹروں خصوصاً ڈاکٹر خالد منصور نے بڑی توجہ سے علاج و معالجہ کیا۔

اس پورے علاج و معالجہ کے دوران بھائی عبداللطیف حیدرآبادی کی اہلیہ محترمہ نے بطور خاص تیمارداری اور دوا و پرہیز کی ذمہ داریاں بہت اچھے طریقے سے انجام دیں اور عربی زبان سے واقفیت کی وجہ سے وہ ہی دونوں مریضوں اور ڈاکٹروں کے درمیان ترجمان بنی رہیں۔ ہسپتال کے زمانہ قیام میں حیدرآباد کے دو قدیم مخلص و محسن بھائی عظیم الدین اور بھائی عبداللطیف صاحبان کے گھروں سے چائے اور کھانے کی سہولتیں بھی ملتی رہیں۔

اللہ جل شانہ ان کو اور ہمارے جملہ محسنین اور محبین کو بیحد جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

۱۴ر اپریل میں مرکز کا دعوتی قافلہ تو ہندوا پس آگیا لیکن مولانا مرحوم مع مستورات آپ دو ہفتہ مزید مکہ مکرمہ میں یکسوئی کے ساتھ قیام کر کے ۲۸ر اپریل/ ۱۱ر محرم ۱۴۲۰ھ میں بڑی راحت و عافیت کے ساتھ تکمیل سفر کرتے ہوئے دہلی پہنچے۔

☆(۱۵)۱۹رفروری ۲۰۰۰ء/۱۳رذیقعدہ ۱۴۲۰ھ شنبہ میں مولانا مرحوم دہلی سے جدہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مولانا یونس پالن پوری، مولانا احمد مرتضی، عزیزانم مولوی محمد زہیر الحسن و مولوی محمد صالح سلمہما اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر دار ابو عادل میں آپ کا قیام ہوا۔ راقم سطور مع عزیز یاسر سلمہ پہلے سے تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے افریقہ کے دورہ پر تھا۔ اس لئے ۲۷رفروری/۲۲رذیقعدہ کو مدینہ منورہ پہنچ کر آپ کے قافلہ میں شریک ہوا۔ اس سفر میں دار ابو عادل کے تین کمرے کرائے پر لئے گئے تھے۔ ایک کمرہ میں مولانا زبیر مرحوم، شیخ عبدالعزیز بوقس اور راقم سطور مقیم تھے۔ دوسرے کمرہ میں مولانا ابراہیم دیولہ، مولانا احمد گودھرا اور تیسرے کمرے میں مولانا یونس پالن پوری اور عزیزانم مولوی محمد زہیر و مولوی محمد صالح ٹھہرے ہوئے تھے۔

ایک دن بعد ہم سب حضرت شیخؒ سے نسبت اختصاص رکھنے والے جناب الحاج بھائی ذکی صاحب کے ہمراہ مقامات متبرکہ کی زیارات کے لئے گئے اور اسی موقع پر راقم نے مولانا مرحوم سے اپنے سفر امریکہ کے بارے میں مشورہ کیا مولانا مرحوم نے رائے دی کہ ضرور جانا چاہئے اور مولوی صالح کو بھی اپنے ساتھ سفر میں لے کر جانا۔ مولانا مرحوم کا کچھ ہی عرصہ بعد امریکہ اور متعدد ممالک کا دعوتی و تبلیغی سفر تھا۔

۲۷رذیقعدہ/۳رمارچ جمعہ کی شام کا کھانا مولانا اسماعیل بدات کے یہاں کھا کر جدہ روانہ ہو کر شیخ عبدالعزیز بوقس کے یہاں قیام کیا۔ اور اگلے دن شنبہ کی صبح مولانا مرحوم نے مستشفی المانیہ جا کر علاج شروع کرایا۔ یہاں کے زمانہ قیام میں مولانا مرحوم نے راقم سطور سے اس سال حج کرنے یا نہ کرنے پر مشورہ لیا تو بندہ نے رائے دی کہ اب تک ماشاء اللہ بہت حج کر لئے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اس لئے اس سال حج کے موقع پر مدینہ منورہ قیام کر لیں، بعد میں یہی مشورہ مولانا احمد گودھرا نے بھی دیا جب کہ مولانا یونس پالن پوری کی رائے حج کرنے کی تھی۔ اور پھر آخر میں یہ ہی ہوا کہ حج نہ کر کے مدینہ منورہ

میں مقیم رہے۔

اس سفر میں بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ ہمیشہ منیٰ، عرفات مزدلفہ ایام حج میں جانا ہوتا ہے اس لئے اس سفر میں پہلے سے جا کر منیٰ، عرفات، مزدلفہ کی خوب اچھی طرح سیر کی جائے۔ چنانچہ ۳۰ر ذی قعدہ/ ۶ر مارچ بعد عشاء منی، عرفات، مزدلفہ کی سیاحت کی گئی اور ساری رات خوب گھوم پھر کر نماز فجر حرم مکی میں ادا کر کے اسی وقت جدہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ دن بھر وہاں قیام کر کے شام کو مدرسہ صولتیہ میں شیخ محمد حشیم سے ملاقات کرتے ہوئے استاذ عبدالغفار کے یہاں کھانے پر پہنچے۔ بھائی فضل عظیم، شیخ معتوق، شیخ غسان زارع وغیرہ عمائدین تبلیغ پہلے سے انتظار میں موجود تھے۔ کھانا کھا کر یہیں آرام کیا گیا۔

۹/۸ر مارچ/ ۳/۲ر ذی الحجہ بدھ و جمعرات کا پورا دن بھی استاذ عبدالغفار ہی کے یہاں قیام رہا۔ دوپہر کے کھانے میں متعدد خواص مولانا عبدالحفیظ، مولانا محمد طلحہ، شیخ فاضل بسیونی، عزیز عثمان سعدی شریک رہے۔ ان ایام میں حضرت شیخؒ کے خادم جناب الحاج ابوالحسن مرحوم فالج کا شدید حملہ ہونے کی وجہ سے داخل ہسپتال تھے۔ وہاں بھی ان کی عیادت و مزاج پرسی کے لئے جانا ہوا۔

۹ر مارچ جمعرات میں بعد مغرب استاذ عبدالغفار صاحب کے مکان سے ہمارا قافلہ مولانا زبیر مرحوم کی معیت میں عازم مدینہ منورہ ہوا۔ شیخ فاضل بسیونی اور شیخ عبدالعزیز بوقس آپ کے ساتھ تھے۔ مستورہ میں نماز عشاء اور کھانے سے فراغت پائی۔ بدر میں حضرات شہداء کے مزار پر سلام پڑھ کر شیخ شریف کی خواہش پر ان کے مکان پر تھوڑی دیر ٹھہرتے ہوئے مدینہ پاک پہنچے اور شیخ رسول احمد کے گھر پر قیام کیا۔ انہوں نے اور ان کے فرزند شیخ احمد مدنی نے معمول کے مطابق پوری مہمان نوازی کی۔

۱۰ر مارچ جمعہ میں حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی اور بہت سے افریقی احباب سے ملاقات ہوئی نیز آج ہی راقم سطور نے مولانا زبیر مرحوم کو مشورہ دیا کہ وہ عزیزان زبیرو

صالح کوذکر بارہ تسبیح تلقین کر کے ان کو اس کے اہتمام کی طرف توجہ دلائیں۔

۱۲؍مارچ اتوار میں نماز فجر ادا کرتے ہی شیخ عبدالعزیز بوقس کی گاڑی میں مولانا مرحوم نیز مولانا احمد مڑھی، مولانا یونس پالن پوری، راقم سطور اور عزیزان مولوی زہیرالحسن، مولوی محمد صالح جبل اُحد، شہدائے اُحد، مطار مدینہ، سبخا (جہاں سے دجال کا خروج ہوگا) مصنع المکیف (جہاں سے حرم نبوی شریف کے لئے ٹھنڈی ہوا بھیجی جاتی ہے) نیز مذبح، اور اونٹ، بکروں کی نیلامی کی جگہیں دیکھی گئیں۔

نیز آج ہی چند عمائدین مدینہ منورہ شیخ فاضل بسیونی کے ساتھ مولانا مرحوم سے سلام وملاقات کے لئے آئے، کافی دیر تک یہ مجلس رہی اسی دوران ان کی تواضع ماکولات و مشروبات سے کی گئی۔

۱۰؍ذی الحجہ/ ۱۶؍مارچ جمعرات میں نماز فجر اپنی قیام گاہ پر پڑھ کر نماز عیدالاضحیٰ کے لئے حرم محترم پہنچے۔ وقفہ وقفہ سے تکبیرات ہوتی رہیں۔ مکبرین کے الصلوٰۃ کہہ کر اعلان کے بعد امام صاحب نماز عید کے لئے تشریف لائے۔ فراغت نماز کے بعد شیخ رسول احمد کے گھر واپس آکر قربانی کی گئی۔ مولانا زبیر مرحوم نے اپنا جانور خود ذبح کیا۔ کھانے سے فراغ پر آرام کیا گیا۔ مختلف گھروں سے قربانی کا پکا ہوا گوشت آتا رہا۔

عیدالاضحیٰ کے دوسرے اور تیسرے دن راقم سطور نیز مولوی محمد صالح و مولوی محمد زہیر اور شیخ عبدالعزیز بوقس کے نامزد چار بکرے ذبح کئے گئے۔ بہت سے عرب اہل تعلق شیخ محمد دیسی، شیخ محمد لاری، شیخ مصطفیٰ نوحی، جناب احفاظ احمد امریکہ، شیخ صالح بترجی، مولانا عبدالحفیظ، جناب بھائی حشیم مدیر صولتیہ وغیرہ ملاقات کے لئے آئے۔

۱۵؍ذی قعدہ/ ۲۱؍مارچ منگل میں بعد عشاء مدینہ منورہ سے جدہ کے لئے روانہ ہو کر شیخ عبدالعزیز بوقس کے یہاں ایک شب قیام کے بعد اگلے روز مکہ مکرمہ پہنچے۔ یہاں پہلے دن ناشتہ اور کھانے کا انتظام مولانا حسین احمد برمی کی جانب سے تھا۔ مولانا محمد طلحہ،

جناب الحاج نصرت اللہ لاہوری اور مولانا اسماعیل گودھرا گجرات وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ مولانا اسماعیل موصوف کا قیام دوسری عمارت میں تھا۔ مولانا زبیر مرحوم نے ان کو اپنی قیام گاہ پر بلالیا، وہ اگلے دن آگئے۔ پھران کا قیام وطعام آخر تک ہمارے ہی ساتھ رہا۔ ہمارا قیام داراجیاد میں تھا۔

۲۳ر ذی الحجہ/ ۲۹ر مارچ بدھ کا سارا دن جدہ ہسپتال میں ڈاکٹر خالد منصور کی معیت میں گذرا اور یہاں مولانا مرحوم کے خون وغیرہ کی رپورٹ پر مشورہ اور غور وخوض کیا گیا۔ شام کا کھانا (صلیق) شیخ عبدالعزیز بوقس کے یہاں کھا کر ہم سب مکہ مکرمہ آگئے۔ یہاں کے اس آخری چند روزہ قیام میں صبح وشام روزانہ ہی دعوتیں ہوتی رہیں۔ جن میں جناب بھائی حشیم، عزیز عثمان سعدی، استاذ عبدالغفار، مولانا حسان مظاہری کی دعوتیں نمایاں تھیں۔

یکم محرم ۱۴۲۱ھ/ ۶ر اپریل جمعرات کی صبح مولانا زبیر مرحوم اوران کی معیت میں راقم سطور وغیرہ جناب بھائی حشیم صاحب زید عنایۃ کی دعوت پر مدرسہ صولتیہ گئے اور وہاں پڑھی جانے والی مسلسلات کی مجلس میں شریک ہوئے۔ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی وغیرہ بہت سے علماء اور خواص شریک مجلس تھے۔ ۸ر اپریل ۲۰۰۰ء/ ۳ر محرم ۱۴۲۱ھ بروز شنبہ راحت وعافیت کے ساتھ ہندوستان واپس ہوئے۔ اس پورے سفر حرمین شریفین میں دس بارہ مرتبہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ، مدینہ منورہ سے جدہ، اور جدہ سے مکہ مکرمہ آمد ورفت رہی۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ بدر کے راستے سے منورہ منورہ جا کر شہدائے بدر پر بھی حاضری دی گئی۔ مگر الحمدللہ والشکر للہ کہ ان تمام راستوں میں کبھی کسی چوکی پر نہ روکے گئے اور نہ سوال وجواب کیا گیا۔

☆ (۱۶) ۲۲ر جنوری ۲۰۰۱ء/ ۲۶ر شوال ۱۴۲۱ھ پیر کی صبح مولانا مرحوم مع اپنے قافلۂ دعوت ائیر انڈیا سے دہلی سے روانہ ہو کر جدہ پہنچے۔ مطار جدہ پر مولانا زبیر مرحوم، شیخ عبداللہ

ربوعی، شیخ عبدالعزیز بوقس، بھائی عبداللطیف حیدرآبادی اور دیگر عرب وغیر عرب حضرات نیز عزیزان مولوی محمد عثمان ونعمان سلمہما مع اپنی اپنی زوجات استقبال کے لئے موجود تھے۔

مولانا مرحوم مطار سے روانہ ہوکر جناب بھائی عبداللطیف کے گھر کھانا کھاتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے اور بعد نماز عشاء عمرہ کرکے آرام کیا۔

۲۴رجنوری/ ۲۸رشوال بدھ میں راقم سطور اپنی ہمشیرہ واہلیہ نیز بقیہ مستورات اور اطفال کے ساتھ دہلی سے روانہ ہوکر جدہ اور بعد عشاء وہاں سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوکر اپنی قیام گاہ عمارۃ الاشراف میں اترا اور اسی وقت سب نے عمرہ کیا۔

ہمارے اس سفر دہلی تا جدہ کا نظام ترتیب دینے اور ہوائی جہاز کے تمام مراحل کی تسہیل وتعجیل میں جناب الحاج سلامت اللہ دہلوی نے (جو اس وقت حج کمیٹی کے چیئر مین تھے) بڑے تدبر وجانفشانی کے ساتھ معاونت کی۔ اللہ جل شانہ ان کو بیحد جزائے خیر عطا فرمائے۔

مکہ مکرمہ میں ہمارا قیام ایک ہفتہ رہا۔ یہاں بھائی عبداللطیف حیدرآبادی نے ہم لوگوں سے اور ان کی اہلیہ محترمہ نے ہماری مستورات سے بڑے اصرار کے بعد پورے ہفتہ دونوں وقت کی دعوت طعام منظور کرالی تھی۔ چنانچہ وہ صبح شام جدہ سے پورے قافلہ کا کھانا لاتے رہے۔ اللہ جل شانہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

نیز اللہ غریق رحمت فرمائے شیخ عبدالعزیز بوقس کو کہ انہوں نے پورے ہفتہ کے چائے ناشتہ کا شاہانہ انداز سے انتظام کرکے اس کا تمام سامان ہماری قیامگاہ پر پہنچادیا تھا۔

ان دونوں حضرات کی توجہ اور حسن عنایت سے الحمدللہ ہمارے گھر والوں کو ایک دن بھی کھانا پکانے اور ناشتہ بنانے کی نوبت نہیں آئی۔ دونوں بلکہ تینوں وقت پکی پکائی کھاتے رہے۔ ان کے علاوہ بھی گاہ بگاہ مختلف احباب صبح شام آتے رہے اور مختلف مشروبات اور ماکولات لاتے رہے۔

یہاں سورت گجرات کے منیار خاندان کے ایک مخلص اور محبّ جناب بھائی بلال

منیار کاذکر خیر اوران کا شکریہ ادا کرنا بھی بیحد ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری مستورات کے ہونے والے ان اسفار حج وعمرات میں جدہ میں واقع اپنے کارخانہ کے تیار کردہ کیک اور اسی سے ملتی جلتی مختلف انواع واقسام کی چیزیں بار بار بڑی مقدار میں ہماری قیامگاہ پر پہنچاتے رہے۔

۴رذیقعدہ/ ۲۹رجنوری پیر میں بعد عشاء پورے قافلہ کی دعوت جناب بھائی محمد شمیم مدیر مدرسہ صولتیہ کے یہاں تھی۔ بہت بے تکلفی اور پورے نشاط کے ساتھ ان کے یہاں کھانا کھایا گیا۔ اپنے اقرباء میں جناب بھائی شجاع مع اہل وعیال بھی اس دعوت میں شرکت کے لئے جدہ سے آگئے تھے۔

نیز اسی ہفتہ شیخ اسماعیل سرتی نے بھی ہمارے اس قافلہ کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کیا اس میں بھی مختلف انواع واقسام کے عربی وہندی کھانے موجود تھے۔

اس سے ایک روز بعد (۵رذیقعدہ/ ۳۰رجنوری میں) بھائی محمد حلیم مرحوم کے یہاں بھی ہم سب کا کھانا تھا۔ اس میں بھی انواع واقسام کی نعمتیں موجود تھیں۔

ساتویں روز ہمارا قافلہ مدینہ پاک کے لئے روانہ ہوا۔ شیخ عبداللہ ربوعی امیر قافلہ تھے۔ انہوں نے راستہ میں بدر ٹھہرنے کا مشورہ دیا۔ ان سے کہا گیا کہ جی تو بہت چاہتا ہے بشرطے کہ آپ کو راستہ میں تفتیش والوں کی طرف سے کوئی زحمت نہ ہو۔ چنانچہ بغیر کسی دشواری اور زحمت کے بدر حاضری ہوئی۔ نماز عصر مسجد عریش میں ادا کر کے شہدائے بدر پہنچے اور چالیس منٹ وہاں ٹھہر کر ایسے وقت مدینہ طیبہ اپنی قیامگاہ دار ابو حسین پہنچے کہ عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ چنانچہ جلدی جلدی سامان اور مستورات کو قیامگاہ پہنچا کر مسجد نبوی آئے، نماز عشاء ادا کی اور صلوٰۃ وسلام پیش کیا۔

اس سفر کی پہلی دعوت طعام مولانا عبدالوحید مدنی مظاہری کے گھر پر کھائی گئی، جس کا انہوں نے مکہ مکرمہ کے زمانۂ قیام میں ہی وعدہ لے لیا تھا اور پھر بعد کے دنوں میں

مولانا اسماعیل بدات، جناب بھائی محمد ذکی بھوپالی، بھائی طارق حسن عسکری، شیخ فاضل بسیونی، جناب حکیم محمد ظفر، شیخ طارق زہار، مولوی عبداللہ مدنی مظاہری، محترمہ طلعت صاحبہ، مولانا جمیل احمد مظاہری، شیخ نصر مدنی، جناب بھائی رضا عبدالعزیز ساعاتی، مولانا محمد اخلد مدنی، نیز مدینہ منورہ کی مشہور ومعزز شخصیت شیخ سید حبیب احمد مدنی وغیرہ کے یہاں بھی دعوتیں ہوئیں اورہم لوگ مدنی نسبتوں کے پیش نظر بڑے ذوق واحترام کے ساتھ ان سب میں شریک ہوئے۔

چونکہ مولانا زبیر مرحوم اپنے قافلۂ دعوت وتبلیغ کے ساتھ مربوط تھے اس لئے وہ ۴ر فروری اتوار میں بمعیت مولانا احمد مڑھی وعزیز مولوی محمد زہیر سلمہ اپنی گاڑی سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچے۔ ایک یوم بعد مولانا احمد لاٹ بھی مع اپنے قافلہ دعوت مدینہ پاک پہنچ گئے

راقم سطور کے والد ماجد (مولانا حکیم سید محمد الیاس) مع قاری محمد عمار سلمہ ۷ر فروری ۲۰۰۱ء/ ۱۳ر ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ میں دہلی سے جدہ پہنچے۔ اور یہاں ایک روز قیام کے بعد ۹ر فروری میں شیخ عبداللہ ربوعی کی گاڑی سے مدینہ منورہ آگئے۔ والد صاحب بھی مولانا زبیر مرحوم اور پورے قافلۂ مستورات کے ساتھ شیخ رسول احمد کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔

۲۸ر ذیقعدہ/ ۲۲ر فروری جمعرات میں حضرت مولانا سید رشید الدین مرادآبادی مقیم مدینہ منورہ نزلہ زکام اور بلڈ پریشر کی زیادتی کی وجہ سے مستشفیٰ فہد میں داخل کئے گئے۔ لیکن طبیعت دن بدن کمزور ہوتی چلی گئی۔ مولانا زبیر اور یہ راقم بھی موصوف کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے دومرتبہ ہسپتال گئے۔

۵ر ذی الحجہ/ ۲۸ر فروری بدھ میں ہمارا پورا قافلہ جناب الحاج بھائی ذکی صاحب کی معیت میں مختلف مقامات کی زیارت کے لئے گیا۔ جس کی واپسی میں عزیز مولوی ولی اللہ مظاہری کے مکان پر چائے ناشتہ کیا گیا۔

اور اسی تاریخ میں بعد نماز ظہر حرم نبوی شریف میں مولانا اسماعیل بدات کی صاحبزادی مسماۃ رقیہ خاتون کا نکاح مسنونہ حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی نے مہر فاطمی پر

پڑھایا۔ ہم سب بھی اس تقریب سعید میں موجود تھے۔

اسی سفر میں یہ حادثہ پیش آیا کہ ۱۲ر فروری/ ۱۸ر ذیقعدہ میں حضرت شیخؒ کی سالہا سال خدمت کرنے والے قدیم ومخلص خادم حاجی ابوالحسن سہارنپوری مقیم مدینہ منورہ کا انتقال ہوکر جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔ ہم سب جنازہ اور تدفین میں شریک تھے۔

۲ر مارچ/ ۶ر ذی الحجہ بعد نماز جمعہ احرام باندھ کر مدینہ طیبہ سے روانہ ہوکر مکہ مکرمہ آئے، اگلے دن منیٰ، وقوف عرفات، طواف زیارت وغیرہ مناسک حج کا آغاز ہوا۔

حضرت مولانا محمد طلحہ مع اہلیہ صاحبہ ومولانا محمد سلمان مع اہلیہ محترمہ واطفال بھی اس سال حج میں موجود تھے۔ قیام وطعام کے نظم کے اعتبار سے تو اگرچہ دونوں قافلہ علیحدہ علیحدہ تھے لیکن ربط وضبط اور باہمی ملاقات کے لحاظ سے متفق ومتحد رہے۔

اس مرتبہ ہمارے حج کے معلم شیخ ایمن تھے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی نے بھی ان ہی کے توسط سے حج کیا تھا۔ حضرت موصوف کا خیمہ ہمارے خیمہ سے بالکل متصل تھا۔ چنانچہ آپ پانچ نمازوں میں اہتمام سے تشریف لاتے اور گاہ بگاہ امامت بھی فرماتے۔

منیٰ کے زمانۂ قیام میں بعد مغرب شیخ ایوب برمی سابق امام حرم نبوی تشریف لائے اہل قافلہ کی فرمائش پر موصوف نے سورہ یٰس شریف پورے جہر اور قرأت کے ساتھ پڑھی۔

عرفات میں مولانا زبیر مرحوم کی دعا ہوئی، جس میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش نیز جدہ، مکہ اور مدینہ کے عرب احباب بڑی تعداد میں موجود تھے۔

۸ر مارچ/ ۱۳ر ذی الحجہ جمعرات میں منی سے روانہ ہوکر استاذ عبد الغفار کے یہاں مکہ مکرمہ میں قیام کیا گیا اور ہماری جملہ مستورات شیخ عبد العزیز بوقس مرحوم کے گھر واقع حجون میں ٹھہریں۔ استاذ عبد الغفار کی خواہش تھی کہ ہماری تمام مستورات بھی ان ہی کے مکان پر قیام کرلیں لیکن اس کے لئے شیخ عبد العزیز بوقس تیار نہیں ہوئے اور اصرار کے بعد اپنے گھر لے گئے۔

حج کے بعد دو ہفتہ مکہ مکرمہ کے زمانۂ قیام میں مسلسل اور مستقل دعوتیں ہوتی رہیں جن میں جناب بھائی محمد حشیم ان کے برادر خورد جناب بھائی محمد زعیم، مولانا عبدالحفیظ مکی اور ڈاکٹر یوسف رضا کی دعوتیں نمایاں تھیں۔

اس مکی زمانۂ قیام میں ہمارے پورے قافلہ کا ایک مرتبہ سہ روزہ قیام وطعام مولانا حسین احمد برمی کی محبانہ دعوت پر ان کے مکان پر بھی رہا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

۲۳ / مارچ ۲۷ / ذی الحجہ جمعہ کا دن گزار کر بعد عشاء ہمارا پورا قافلہ دوسری مرتبہ مولانا زبیر مرحوم کی معیت میں مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا۔ ابھی یہاں قیام کو ایک ہی دن گذرا تھا کہ مکہ مکرمہ میں قدیم داعی ومبلغ جناب الحاج بھائی فضل عظیم صاحب کے وصال کی اطلاع ملی۔

راقم سطور نے مرحوم کی اہمیت اور دعوت وتبلیغ میں ان کی قدامت کے پیش نظر مولانا زبیر مرحوم کو فوراً مکہ مکرمہ جا کر ان کی نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کی ترغیب دی۔ اس مشورہ کو انہوں نے بشاشت کے ساتھ قبول کرلیا اور شیخ بوقس کی گاڑی سے شب میں ایک بجے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ راقم سطور، مولانا احمد مڑھی، عزیز مولوی محمد جعفر سلمہ، بھائی الطاف احمد دہلوی، شیخ عبداللہ ربوعی اس موقع پر ساتھ تھے۔

ہمارے قافلہ نے مرحوم کے گھر پہنچ کر تعزیت مسنونہ کی اور اذان فجر پر حرم شریف آگئے۔

حرم مکی شریف میں نماز جنازہ ہوکر جنت المعلیٰ میں ان کی تدفین ہوئی اور اسی دن بعد نماز عشاء ہم لوگ مدینہ منورہ واپس ہوگئے۔

اور پھر یہاں کے زمانۂ قیام میں ۴/ محرم ۱۴۲۲ھ / ۲۹ / مارچ جمعرات میں نماز عشاء ادا کر کے بھائی احمد ابن مولانا عبدالوحید مظاہری کے نکاح مسنونہ میں شرکت کے لئے لڑکی والوں کے یہاں گئے۔ مولانا محمد یونس، مولانا محمد عاقل، مولانا محمد طلحہ، مولانا عبدالحفیظ مکی، مولانا محمد سلمان، مولانا محمد زبیر الحسن، مولانا محمد حشیم، مولانا حکیم محمد الیاس نیز عزیزان قاری

محمد عمار، مولوی محمد جعفر، مولوی محمد عثمان، مولوی محمد نعمان، راقم سطور (محمد شاہد) اور ہماری تمام مستورات سب اس نکاح میں شریک تھے۔

مولانا زبیر مرحوم تو چھ روز یہاں قیام کے بعد مکہ مکرمہ اور وہاں سے تیسرے دن اپنی اہلیہ اور تینوں بچوں کے ساتھ دہلی واپس ہو گئے۔ یہ راقم سطور مزید ایک ہفتہ مکہ مکرمہ قیام کے بعد اپنے بقیہ قافلۂ مستورات واطفال کے ساتھ ۱۱راپریل/ ۱۷رمحرم ۱۴۲۲ھ میں ہندوستان واپس ہوا۔

دہلی پہنچ کر حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی کی علالت طبع کا علم ہونے پر مولانا مرحوم اور یہ راقم سطور ۱۲راپریل/ ۱۸رمحرم جمعرات میں کاندھلہ آئے اور شام ہی کو نظام الدین واپس پہنچ گئے۔ اور ایک شب مرکز نظام الدین قیام کے بعد ۱۳راپریل جمعہ میں اپنے والد ماجد مولانا محمد الیاس مرحوم کی معیت میں سہارنپور واپسی ہوگئی۔

☆ (۱۷) ۴رذیقعدہ ۱۴۲۵ھ/ ۱۷ردسمبر ۲۰۰۴ء جمعہ میں مولانا زبیر مرحوم اپنے دعوتی رفقاء کے ساتھ حج وزیارت کے لئے دہلی سے روانہ ہوئے۔

اس سفر میں عزیزان مولوی صہیب الحسن وخبیب الحسن آپ کے ہمراہ تھے، جبکہ عزیز مولوی زہیر الحسن سلمہ کو مولانا مرحوم مرکز میں قیام کی غرض سے اپنے ساتھ نہیں لے گئے تھے۔

۲۴ردسمبر جمعہ میں مدینہ طیبہ کے لئے روانگی ہوئی اور اگلے روز اس سفر کا پہلا سلام آپ نے مواجہہ شریفہ پر جا کر پیش کیا۔

۱۷رجنوری ۲۰۰۵ء/ ۶رذی الحجہ ۱۴۲۵ھ پیر کی صبح آپ مدینہ منورہ سے حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ اور وہاں سے اگلے روز مناسک حج کی ادائیگی کے لئے منیٰ، عرفات، مزدلفہ چلے گئے۔ ۱۱رذی الحجہ کا دن گزار کر بعد عشاء طواف زیارت کر کے منیٰ واپس آئے۔ نماز جمعہ خیمے میں ادا کی۔ جس کی امامت بنگلہ دیش کے مولانا قاری زبیر احمد نے کی۔

۱۲/ذی الحجہ کی رمی سے فارغ ہوکر استاذ عبدالغفار کے یہاں مکہ مکرمہ آگئے۔

۱۴/فروری ۲۰۰۵ء/ ۵ محرم ۱۴۲۶ھ پیر کے دن بعد عصر مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر مطار جدہ پہنچ کر ادائیگی نماز عشاء کے بعد طیارہ پر سوار ہوئے، جہاز اگلے دن صبح ساڑھے چھ بجے لکھنؤ ائیر پورٹ پر اترا۔ اور کچھ دیر وہاں رہ کر بخیر وعافیت مطار دہلی پر اتر گیا۔

☆ (۱۸) ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء کے حج کے لئے مولانا زبیر مرحوم ۸/دسمبر/ ۱۷/ ذیقعدہ بروز جمعہ صبح ۷/ بجے مرکز تبلیغ سے دہلی ایئر پورٹ کے لئے روانہ ہوکر جدہ پہنچے۔

چوتھے دن (۱۱/دسمبر/ ۲۰/ذیقعدہ پیر میں) راقم سطور اپنے والد ووالدہ نیز مولانا مرحوم کی اہلیہ واطفال اور خود اپنی اہلیہ واطفال کو لے کر قافلہ بڑا ہونے کی وجہ سے مختلف احباب کی چھ گاڑیوں میں مطار دہلی کے لئے روانہ ہوا۔

ہمارا یہ سفر چونکہ حج کمیٹی کے توسط سے تھا اس لئے جہاز بنگلور ہوتا ہوا جدہ اترا۔ وہاں شیخ عبداللہ ربوعی، شیخ طارق زہار، بھائی عبداللطیف حیدر آبادی وغیرہ وغیرہ بہت سے احباب استقبال کرنے والے موجود تھے۔

اللہ جل شانہ کے فضل وکرم اور ان عرب حضرات کی حسن سعی سے تنازل کی کارروائی بہت تیزی کے ساتھ ہوکر ہمارا پورا قافلہ تہجد کے وقت مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

اس مرتبہ ہمارا قیام حرم نبوی شریف سے قدرے فاصلہ پر شیخ فاضل بسیونی کے مکان پر تھا۔ مولانا مرحوم اپنے قافلہ دعوت کے ساتھ دوسری عمارت میں تھے۔ دن میں دو تین مرتبہ ان کی بھی آمد ہوتی، عامۃً وہ رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھاتے تھے۔

ہفتہ بھر کے اس قیام میں مولانا عبدالوحید مدنی مظاہری کی صاحبزادی کے نکاح میں شرکت کے علاوہ جناب حکیم محمد ظفر، مولانا اسماعیل بدات، شیخ غسان زارع، مولانا جمیل مظاہری، حاجی محمد الیاس رباط بھوپال شیخ طارق زہار، مولانا سید محمد اخلد مدنی، بھائی رضا عبدالعزیز وغیرہ کے گھروں میں ہونے والی دعوت طعام میں شرکت کی گئی۔

۲۹رذیقعدہ/ ۲۰رد سمبر بدھ کا دن مولانا عبدالوحید کے مزرعہ میں گزرا۔ مولانا زبیر مرحوم بھی اپنے خواص کے ساتھ اس موقعہ پر موجود تھے۔

۷رذی الحجہ/ ۲۷ردسمبر بدھ میں مولانا مرحوم کا قافلہ مدینہ منورہ سے متفرق اوقات میں مختلف گاڑیوں سے روانہ ہوکر جناب بھائی حشیم زید عنایۃ کے مکان پر پہنچا اور اسی وقت ہم سب نے ان کے برادر حقیقی بھائی محمد حلیم مرحوم کی تعزیت ان کے مکان پر جا کر کی۔ ایام حج شروع ہونے پر ہمارے قافلہ کے تمام افراد نے حج کیا۔ اس سے فراغت پر مولانا حسین برمی کے مکان پر قیام کیا گیا۔

۱۴رذی الحجہ/ ۳رجنوری بدھ میں استاذ عبدالغفار کی صاحبزادی کے نکاح میں شرکت کے لئے ہمارا پورا قافلہ ان کے یہاں مدعو تھا۔ مولانا زبیر مرحوم نے نکاح اور ایجاب وقبول کے بعد دعا کرائی۔ پھر عربوں کے مزاج کے مطابق متعدد اقسام کے کھانے صلیق وغیرہ کھلائے گئے۔

اسی موقعہ پر جنید جمشید صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ نعت سنانے کی ان سے فرمائش کی گئی تو انہوں نے تین نعتیں بہت دلکش اور حسین آواز میں سنائیں۔

۱۵رذی الحجہ جمعرات کا تمام دن مولانا حسین برمی کے مکان پر گزرا۔ ان کی جانب سے کھانے پر متعدد خواص مولانا محمد طلحہ، مولانا عبدالحفیظ، مولانا محمد حشیم، شیخ اسماعیل سرتی وغیرہ بھی مدعو تھے۔

۱۷رذی الحجہ/ ۶رجنوری شنبہ کو راقم سطور کی معیت میں پورے قافلہ کی مولانا حسین برمی کے گھر سے روانگی ہوکر مدینہ منورہ حاضری ہوئی۔ یہاں پہنچ کر شیخ رسول احمد کے گھر پر قیام ہوا۔ مولانا زبیر مرحوم اپنے دعوتی قافلہ کی رعایت میں ان کے ساتھ ۲۱رذی الحجہ/ ۱۰رجنوری بدھ میں مدینہ پاک پہنچے تھے۔ اللہ جزائے خیر دے شیخ طارق زہار کو کہ انہوں نے ہماری مستورات کے حرم شریف آنے جانے کے لئے ایک چھوٹی بس کا انتظام مستقل طور پر

کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے مستورات خاص کر چھوٹے بچوں کو بڑی راحت رہی۔

۲۴؍ذی الحجہ/۱۳؍جنوری شنبہ میں مولانا مرحوم تو اپنے قافلہ دعوت و تبلیغ کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ لوٹ گئے۔ ہم لوگوں نے مزید ایک یوم قیام کیا۔ اس آخری قیام کے دن تین مختلف جگہ سے زوردار دعوتیں ہماری قیام گاہ پر آئیں۔

ہمارا مستورات واطفال اور والدین پر مشتمل قافلہ مکہ مکرمہ پہنچ کر مولانا حسین برمی کے مکان پر اترا۔ یہاں ہمارا کھانا پہلے سے متعین تھا۔ اس سے فراغ پر اپنی قیامگاہ برج واصل آکر اسی وقت عمرہ اور اس کے لوازمات سے فراغت پائی۔

برج واصل میں ہمارے وسیع قافلہ کے لئے کمرے چونکہ غیر وسیع تھے اس لئے اگلے دن مولانا حسین برمی کی حسن سعی سے عمارت کعکیہ منتقل ہو گئے اور پھر ہندوستان واپسی تک اسی عمارت میں قیام رہا۔

ہندوستان روانگی سے ایک یوم قبل جب عمارت کے منتظم سے کرایہ معلوم کیا گیا تو انہوں نے بڑی محبت وشفقت کے ساتھ کرایہ لینے سے انکار کر دیا اور پھر ہمارے اصرار پر صرف بجلی اور پانی کے واجبی اخراجات قبول کئے۔ اللہ ان کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

مکہ مکرمہ کے اس آخری ہفتہ قیام میں شیخ اسماعیل سرتی، مولانا عبدالحفیظ مکی کے یہاں دعوتیں ہوئیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے مکہ مکرمہ کے اس پورے ہفتہ کے قیام میں ایک وقت بھی ہماری مستورات کو کھانے پکانے کی نوبت نہیں آئی۔ ایک ایک وقت میں کئی کئی جگہ کی دعوتیں قیام گاہ پر پہنچتی رہیں۔ چنانچہ آخری دن (یکم محرم ۱۴۲۸ھ/ ۲۱؍جنوری ۲۰۰۷ء اتوار) میں بھی صبح کے وقت چار مقامات سے انواع واقسام کے کھانے متعدد مشروبات اور پھل آئے۔ جتنے ہم سے کھائے گئے وہ کھا کر بقیہ اسی وقت فراخ دلی کے ساتھ اہل تعلق کے گھروں میں بھیج دیئے گئے۔

۲؍محرم/۲۲؍جنوری پیر میں ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ سے ہندوستان کے قصد سے جدہ پہنچا

یہاں شام کا کھانا بھائی عظیم الدین حیدر آبادی کے فرزند ارجمند مولانا محمد طلحہ کے گھر پر تھا۔

ہماری یہ جدہ آمد ائیر انڈیا کے جہاز سے دہلی جانے کے لئے تھی لیکن عین وقت پر معلوم ہوا کہ جہاز کینسل ہوگیا اور اب دوسرا جہاز مدینہ منورہ سے دہلی کے لئے ملے گا۔ چنانچہ دوپہر کا کھانا جناب الحاج بھائی عظیم الدین حیدر آبادی کے یہاں کھا کر مدینہ منورہ کا نظم بنایا گیا اور اسی وقت شیخ فاضل بسیونی کا پیغام ملا کہ آپ کے قافلہ کو مدینہ منورہ لے جانے کے لئے بس متعین کردی گئی ہے لیکن میرے گھر پر چائے پیتے ہوئے مدینہ منورہ جائیں۔ چنانچہ شیخ فاضل کے گھر پہنچے اور چائے کے نام پر بہت پر تکلف کھانا عربی لوازمات کے ساتھ کھا کر شب میں دس بجے یہاں سے روانہ ہوکر بڑی راحت وعافیت کے ساتھ تین بجے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اگلے دن (۴؍محرم/۲۴؍جنوری بدھ) صبح کا ناشتہ اور دوپہر کا کھانا شیخ عبداللہ ربوعی کی جانب سے ہوا۔

مطار مدینہ تک ایک بڑی بس کا نظم وانتظام بھی شیخ ربوعی موصوف کی طرف سے تھا۔ مطار سے روانگی شب میں ڈیڑھ بجے تھی۔ مگر جہاز کئی گھنٹے کی تاخیر سے صبح پانچ بجے روانہ ہوا۔ مولانا عبدالوحید مظاہری مدنی کی اہلیہ محترمہ (جو حضرت مولانا مفتی زین العابدین مرحوم کی صاحبزادی ہیں) کو جب جہاز کا مؤخر ہونا معلوم ہوا تو وہ فوراً ہی چائے اور متعدد انواع پر مشتمل ناشتہ لے کر مطار مدینہ آگئیں۔ اللہ ان کو بیحد جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمارے سب محسنین، معاونین اور محبین کو اپنی شایان شان دونوں جہان میں جزائے خیر عطا فرمائے۔

۵؍محرم/۲۵؍جنوری جمعرات کی صبح جہاز نے مدینہ منورہ سے بنگلور کے لئے پرواز کی اور تین گھنٹہ وہاں ٹھہر کر ہندوستانی وقت کے لحاظ سے شام چار بجے بخیر وعافیت مطار دہلی پہنچا۔

راقم سطور چھ روز مرکز نظام الدین میں قیام کے بعد سہارنپور کے لئے روانہ ہوگیا۔ فللہ الحمد والشکر

☆(۱۹) ۲۶؍شوال ۱۴۲۹ھ/ ۲۷؍اکتوبر ۲۰۰۸ء پیر میں مولانا مرحوم سفر حج کے

لئے دہلی حضرت نظام الدین مرکز سے روانہ ہوئے۔آپ کے تینوں فرزند اور اہلیہ واطفال نیز راقم سطور کی اہلیہ واطفال پر مشتمل بڑا قافلہ آپ کے ساتھ تھا۔

راقم سطور جو کہ دو ہفتہ قبل حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی اور مولانا احسان صدر مجلس القضاء الاسلامی افریقہ کی دعوت پر وہاں ہونے والی تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے گیا ہوا تھا، ۱۵/ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ/۱۳/نومبر ۲۰۰۸ء میں دبئی ہوتے ہوئے جدہ پہنچا۔ شیخ فاضل بسیونی اپنے عرب احباب کے ساتھ مطار پر موجود تھے۔ان کی وجہ سے تنازل کا اجازت نامہ بہت جلد بن گیا اور مطار جدہ سے شیخ موصوف کی معیت میں روانہ ہو کر بڑی راحت و عافیت کے ساتھ راستے میں کہیں رکے اور ٹھہرے بغیر پورے ڈھائی گھنٹہ میں اللہ جل شانہ نے مدینہ منورہ اپنی قیامگاہ عمارۃ الاوقاف پہنچا دیا۔

یہ راقم گذشتہ ۲۴/گھنٹوں میں کیپ ٹاؤن، جوہانسبرگ، دبئی، جدہ ہوتے ہوئے تقریباً سولہ ہزار میل کا سفر کر کے مدینہ منورہ پہنچا تھا۔لیکن بفضلہٖ تعالیٰ پورے سفر میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔عزیز مولوی محمد یاسر سلمہ افریقہ اور حرمین کے اس سفر میں ہمراہ تھے۔ مدینہ منورہ میں مولانا زبیر مرحوم مع قافلۂ مستورات پہلے سے موجود تھے ہم دونوں بھی اسی میں شامل ہو گئے۔

۲۰/ذیقعدہ/ ۱۸/نومبر کی شام میں پورا قافلہ مولانا عبدالوحید مدنی مظاہری کے یہاں کھانے پر مدعو تھا۔وہاں سے فراغ پر حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی کے حقیقی بھائی جناب زبیر الحق صاحب کی پیش کش پر جبل احد کی پشت پر بدوؤں کی قیامگاہ پر گئے۔یہاں ان کی بہت بڑی آبادی ہے اور یہ سب اونٹوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ہم لوگوں نے وہاں پہنچ کر اپنے سامنے اونٹنی کا تازہ دودھ نکلوا کر پیا۔اور پھر جب ہماری مستورات کے علم میں یہ بات آئی تو انہوں نے اپنے ساتھ نہ جانے کا شکوہ کیا جس پر اگلے روز ان سب کو بھی لے جانے کی ترتیب بنائی گئی۔اور وہاں سے واپسی میں حضرت شیخؒ کے قدیم خادم اور حاضر باش

بھائی عبدالقدیر حیدرآبادی کے مکان پر کچھ دیر ٹھہر کر چائے ناشتہ کیا گیا۔

اسی سفر میں ۲۲؍ذیقعدہ جمعرات کی صبح مولانا عبدالوحید اوران کی اہلیہ محترمہ کی محبانہ مخلصانہ دعوت پر پورے قافلہ نے ان کے مزرعہ پہنچ کر ناشتہ کیا۔ جس میں عربی ناشتہ کے تمام لوازمات موجود تھے۔ وہاں سے واپسی میں نماز ظہر حرم نبوی شریف میں ادا کی۔

مدینہ منورہ کے اس زمانہ قیام میں بہت سے اہل تعلق نے دعوتیں کیں۔ جن میں حضرت شیخؒ کے مسترشد خاص اور دعوت وتبلیغ کے ممتاز بزرگ جناب بھائی ذکی بھوپالی، مولانا اسماعیل بدات اور ان کے داماد مولانا یونس راندیرا، مولانا احمد ناخدا افریقی مدنی، برادر عزیز احمد ابن مولانا عبدالوحید مظاہری، جناب بھائی عبداللہ مدنی، بھائی عبدالصمد مدنی (برادر حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی) مولانا سید محمد اخلد مدنی نمایاں تھے۔

۲۵؍ذیقعدہ/۲۳؍نومبر اتوار میں بعد نماز ظہر حرم نبوی شریف میں مولانا محمد یحییٰ کراچوی سے مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور کی ملاقات ہوئی۔ ہم تینوں اور بعض دیگر احباب کی بہت دیر تک مجلس جمی رہی اور اس میں بزرگوں کے حالات وواقعات ہم ایک دوسرے کو سناتے رہے۔

مولانا یحییٰ مرحوم نے دوران گفتگو بتلایا کہ آج سے انچاس (۴۹) سال قبل ۱۹۵۹ء میں جب آپ دونوں کی فارسی کتابیں آمدنامہ وغیرہ دہلی مرکز میں شروع ہوئی تو میں اس وقت دہلی مرکز میں موجود تھا۔ اس پر مولانا زبیر مرحوم نے بتلایا کہ ایک موقعہ پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ہماری جوڑیاں متعین کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ!

''یوسف انعام/ ہارون طلحہ/ زبیر شاہد یہ سب آپس میں جوڑیاں ہیں''

اسی قیام مدینہ منورہ کے زمانہ میں ۲۸؍ذقعدہ/ ۲۶؍نومبر بدھ میں نماز عشاء سے فراغت پر حرم نبوی شریف میں مولانا زبیر مرحوم نے بموجودگی راقم سطور ودیگر اعزہ اقارب عزیز حارث فرزند مولوی زہیر الحسن سلمہ کا نورانی قاعدہ شروع کرایا۔ رئیس القراء جناب

قاری رضوان نسیم بھی اس افتتاحی مجلس میں شریک تھے۔

۲رذی الحجہ اتوار میں شیخ غسان زارع کے مکان پر مولانا زبیر مرحوم اوران کے رفقاء کی بہت پر تکلف دعوت کی گئی۔ تقریباً بیس پچیس مختلف عرب حضرات اور مولانا احمد لاٹ، مولانا احمد گودھرا، مولانا احمد مڑھی وغیرہ شریک دعوت تھے۔

دعوت سے قبل مولانا مرحوم کی گل پوشی ہوئی۔ ان پر گلاب کی پتیاں نچھاور کی گئیں، عربی قصائد پڑھے گئے اور پھر داعی کی طرف سے ہدایا تقسیم ہوئے۔

۶رذی الحجہ/ ۴ردسمبر جمعرات بعد نماز عشاء روضۂ شریفہ پر الوداعی سلام پیش کر کے بمعیت مولانا زبیر مرحوم مدینہ منورہ سے روانگی ہوئی۔ عین روانگی کے وقت شیخ عبد اللہ ربوعی کھانے کے بڑے بڑے خوان لے کر آگئے، یہ شیخ موصوف کی طرف سے پورے قافلے کی الوداعی دعوت تھی۔ پھر ایک قہوہ پر رکے تو عزیز مولوی زہیر سلمہ نے وہاں اترتے ہی مچھلی کا آرڈر دے دیا، وہ بھی گرم گرم کھائی گئی۔ اور پھر بڑی راحت وعافیت کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر جناب الحاج بھائی محمد حشیم صاحب کے مکان پر قیام کیا۔

۸رذی الحجہ/ ۶ردسمبر ہفتہ کی صبح یہاں چائے ناشتہ سے فارغ ہو کر منیٰ کے لئے روانہ ہو کر پورے چھ گھنٹے میں اپنے خیمہ پہنچے۔ الحمد للہ کہ ظاہری اور مادی نعمتوں میں کولر، ٹھنڈا پانی، جوس، پھل فروٹ اور مختلف کھانے بہت کچھ موجود تھے۔

میدان عرفات میں اولاً مولانا احمد لاٹ، ثانیاً حضرت الحاج عبد الوہاب صاحب کا بیان ودعا ہو کر سب انفرادی اعمال میں مشغول ہو گئے۔ مزدلفہ میں بھی راحت کی تمام شکلیں موجود تھیں۔ ۱۰رکی صبح بہت طویل راستہ طے کر کے منیٰ اپنے خیمہ میں پہنچ کر راقم سطور تو فوراً سو گیا۔ مولانا زبیر مرحوم عزیزان مولوی زہیر، صہیب، خبیب اور مولوی جعفر صاحبان اسی وقت رمی سے فارغ ہو گئے۔ بقیہ تمام قافلہ نے شام کے وقت رمی کی۔

۱۱رذی الحجہ کی شام میں منیٰ سے مکہ مکرمہ آمد ہوئی۔ طواف زیارت سے فارغ ہو کر

جب منیٰ کا قصد کیا تو عجیب قصہ یہ پیش آیا کہ پورے چار گھنٹے تک ایک سڑک سے دوسری سڑک اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے جاتے رہے، لیکن منیٰ میں داخلہ کا راستہ نہیں مل سکا اور پھر مجبور ہو کر مکہ مکرمہ ججون واپس آگئے۔ اگلے دن پھر منیٰ روانہ ہوئے اور خوب ادھر اُدھر راستے تلاش کرتے رہے لیکن دوسری مرتبہ بھی منیٰ میں داخل نہیں ہو سکے اور پھر تھک کر شام ۴ر بجے ججون واپس آگئے۔ چونکہ دوپہر میں کھانا نہیں کھایا تھا اور سارا دن صحرا نوردی میں گزر گیا تھا، اس لئے بعد مغرب متصلاً کھانا کھا کر نماز عشاء ادا کر کے تیسری مرتبہ منیٰ کے لئے روانہ ہوئے اس مرتبہ ہم لوگوں نے اپنی معیت کے لئے شیخ فاضل کو ساتھ لے لیا تھا اور پھر بڑی راحت کے ساتھ ایک گھنٹہ میں ججون سے منیٰ اپنے خیمہ میں پہنچ گئے۔

بندہ کے دل و دماغ پر اس کا بہت اثر ہوا طبیعت یہ سوچ سوچ کر مغموم ہو رہی تھی کہ خدا معلوم منیٰ نے ہمیں راستہ کیوں نہیں دیا۔ مولانا م زبیر مرحوم سے بھی بندہ نے تنہائی میں اپنا یہ تاثر ظاہر کیا تو انہوں نے بھی یہ کہہ کر میری تائید کی کہ مجھے بھی بار بار یہی خیال آرہا ہے۔

۱۳ر ذی الحجہ جمعرات میں مسجد خیف جا کر نوافل ادا کی گئیں اور پھر تینوں جمرات پر رمی کر کے مکہ مکرمہ مولانا حسین برمی کے مکان پر پہنچے۔ کھانا کھایا اور آرام کیا۔

یہاں سے بعد نماز عشاء مولانا زبیر مرحوم استاذ عبد الغفار کے گھر چلے گئے کہ وہاں اہل مصر جمع تھے ان کا مشورہ تھا۔

۱۴ر۱۵ر ذی الحجہ (جمعہ، بار) میں ہمارا قیام مولانا برمی کے مکان پر رہا اور ان دو دنوں میں خوب آرام کر کے حج کی تھکن اتاری گئی۔ تیسرے دن بعد عشاء حرم شریف کے قریب عمارت میں ہمارا پورا قافلہ منتقل ہو گیا۔ یہاں ہمیں شیخ فاضل بسیونی کی تحریک پر کئی وسیع اور کشادہ کمرے قیام کے لئے مل گئے تھے۔ دونوں وقت کا پکا پکایا کھانا مولانا یونس راندیرا کی پیشکش پر بابا بھائی کے یہاں سے آتا رہا۔

یہاں کے ہفتہ عشرہ کے قیام میں دو مرتبہ حضرت مولانا عبد الحفیظ مرحوم کے یہاں

جانا ہوا۔ایک مرتبہ مجلس ذکر میں اور دوسری مرتبہ پورے قافلہ کے ساتھ مجلس طعام میں، نیز انہیں ایام میں شیخ اسماعیل سرتی، مولانا محمد حشیم اوران کے برادر خورد بھائی محمد حلیم اور بھائی عبداللطیف حیدرآبادی کے یہاں بھی دعوتیں ہوتی رہیں۔

۲۸رذی الحجہ/ ۲۶ردسمبر جمعہ میں مولانا زبیر مرحوم کی معیت میں ہمارا قافلہ مدینہ منورہ حاضر ہوا،اوردوروز قیام کے بعد ہندوستان کے ارادے سے جدہ اور یہاں ایک روز قیام کے بعد دہلی کے لئے روانہ ہوگئے۔دہلی پہنچنے سے ایک گھنٹہ قبل اعلان ہوا کہ دہلی ایئرپورٹ پر سخت کہرااور بارش ہے،اس لئے اب جہاز دہلی اترنے کے بجائے بمبئی جارہا ہے چنانچہ بمبئی میں کچھ گھنٹے گزار کر یکم محرم الحرام ۱۴۳۰ھ/ ۳۰ردسمبر ۲۰۰۸ء منگل کی صبح دس بجے دہلی ایئرپورٹ اترے۔یہاں ایک روزہ قیام کے بعد عافیت وراحت کے ساتھ سہارنپور پہنچ کر سفر کا اختتام ہوا۔فللّٰہ الحمد والشکر

☆(۲۰) ۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء کے سفر حج کے لئے مولانا زبیر مرحوم اواخر ذیقعدہ میں اپنے دعوتی وتبلیغی قافلہ کے ساتھ حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے۔

چونکہ مولانا مرحوم کا یہ سفر ایک سال درمیان میں چھوڑ کر دوسرے سال کی دعوتی ترتیب پر تھا اوراس میں پاکستان اور بنگلہ دیش کے احباب بھی اپنے اپنے ملکوں سے آکر حج میں شریک ہورہے تھے،اس لئے مولانا مرحوم نے صاحبزادہ صاحب کے عتاب سے بچنے کے لئے بنظر احتیاط راقم سطور کی معیت میں عزیزان مولوی محمد جعفر، مولوی محمد صہیب الحسن اور مولوی محمد یاسر کی ایک جماعت بنا کر طے کردیا تھا کہ یہ جماعت اپنے طور پر مکہ مکرمہ پہنچے اوراپنے قیام وطعام کی ترتیب الگ بنائے۔

چنانچہ دہلی سے ان کی روانگی کے چند روز بعد ۴رذی الحجہ/ ۱۱رنومبر جمعرات میں ہماری یہ چارنفری جماعت بھی جدہ کے لئے روانہ ہوگئی۔مطار جدہ پر عرب احباب شیخ عبدالحفیظ سمرقندی، شیخ مصطفیٰ اور شیخ متعب کی وجہ سے بفضل اللہ تعالیٰ بڑی سہولت وراحت ملی۔

ان اصحاب کے توسط سے تنازل وغیرہ کے حصول کے بعد متعدد اہل تعلق عربوں کی خواہش پر یہ رات جدہ میں گذاری گئی اور اگلے دن ۷رذی الحجہ میں مولانا زبیر مرحوم بھی اپنے پورے قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ انہوں نے آتے ہی یہ خوشخبری سنائی کہ بہت سے احباب اور اہل تعلق کے اصرار پر یہ طے کیا گیا ہے کہ تم حج ہمارے قافلہ کے ساتھ کروگے۔ہم لوگوں کو بھی اس خوشخبری سے خوشی ہوئی۔

۸رذی الحجہ/ ۱۴رنومبر اتوار میں مناسک حج کی ادائیگی کے لئے بڑی راحت وعافیت کے ساتھ منیٰ اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ وہاں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کے احباب تبلیغ کے خیمے قریب قریب تھے وہیں چوتھا خیمہ ہم تینوں کا بھی تھا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ تمام نمازیں مع قیام وطعام مولانا زبیر صاحب مرحوم کے خیمہ میں ہوتی رہیں۔

اللہ جزائے خیر دے وہاں کے منتظمین کو کہ انہوں نے ہر طرح کی راحت اور قیام وطعام کا خیال رکھا۔ نیز ان حضرات نے گرمی کی شدت کا احساس کرتے ہوئے ہمارے خیمہ میں مکیفات بھی لگوا دیئے تھے۔

۹رذی الحجہ پیر کی صبح سات بجے ہم لوگ اپنی مخصوص بس سے عرفات کے لئے روانہ ہوئے، اس بس میں مولانا زبیر الحسن مرحوم کے ساتھ شیخ فاضل بسیونی، راقم سطور محمد شاہد، بھائی سلمان مدراسی، عزیزان مولوی محمد جعفر، مولوی محمد زہیر الحسن، مولوی محمد خبیب الحسن، مولوی محمد یاسر سلمہم اللہ اور بھائی عبد اللطیف کے فرزند مولوی عبد اللہ، شیخ عبد العزیز بوقس کے فرزند عزیز انعام الحسن اور حضرت جی ثالث کے خادم جمال حبشی گیارہ افراد موجود تھے۔ اپنے خیمہ میں پہنچ کر کھانا آرام اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مولانا احمد لاٹ اور پھر حاجی عبد الوہاب صاحب کا بیان ہو کر دعا ہوئی پھر پورا قافلہ اپنے انفرادی معمولات میں مشغول ہو گیا۔ وقت متعینہ کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر ڈھائی گھنٹہ میں مزدلفہ پہنچے۔

اس مرتبہ ہمیشہ کے سفروں کے برخلاف شیخ فاضل کے حسن انتظام سے مزدلفہ

میں دو بڑے کمروں میں قیام کا انتظام تھا۔ جس میں ایئر کنڈیشن اور تمام راحتیں موجود تھیں۔

اگلے دن صبح سات بجے مزدلفہ سے روانہ ہو کر عزیزیہ اور مکہ مکرمہ کے راستے سے صرف آدھ گھنٹہ میں منیٰ اپنی قیام گاہ پہنچ گئے۔ احباب کا مشورہ تھا کہ ابھی ازدحام نہیں ہے فوراً رمی کرلی جائے۔ چنانچہ ہم سب مع مولانا زبیر مرحوم رمی کے لئے جیسے ہی جمرہ پر پہنچے اتنی شدت کے ساتھ مجمع چاروں طرف سے آیا کہ ہم زبردست گھیرے میں آگئے اگر اللہ جل شانہ کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو زندہ سلامت بچ کر آنا مشکل تھا۔

آج صبح کی دعوت استاذ عبد الغفار کے یہاں تھی جو ازدحام کی وجہ سے شام کو پہنچی اور رات میں کھائی گئی۔

۱۲ر ذی الحجہ کی صبح مکہ مکرمہ واپسی کے لئے مشورہ ہوا، مختلف احباب کی مختلف رائے آتی رہیں۔ حضرت حاجی عبد الوہاب صاحب کی رائے اور خواہش آج منی میں ہی قیام کرنے کی تھی انہوں نے مشورہ میں یہ بھی فرمایا کہ یہاں رہ کر عالمی فکر کی جائے، اپنی راحت اور آرام نہ دیکھی جائے اور پھر دوران مشورہ تفریحی انداز میں حضرت موصوف نے راقم سطور کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ اس شاہد کو تو صرف اپنے مظاہر علوم کی فکر ہے اور ہمارے لوگوں کو اپنے مدرسہ رائیونڈ کی فکر ہے۔

اس پر راقم نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ پھر تو ہم اور رائیونڈ والے دونوں برابر ہو گئے۔ اس پر حاجی صاحب مسکرا دیئے اور مجمع بھی ہنسنے لگا۔

اپنے اسی مشورہ میں حاجی صاحب نے مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن کے بہت سے واقعات سنائے۔ جس میں یہ بھی فرمایا کہ مولانا انعام الحسن صاحب شروع سے آخر تک حضرت مولانا الیاس صاحب کے ساتھ اس طرح رہے کہ انجان لوگ ان کو حضرت مولانا الیاس صاحب کا بیٹا سمجھتے تھے۔

اس مشورہ میں مولانا زبیر مرحوم نے حاجی صاحب کے احترام میں فیصلہ کیا کہ

آج یہیں قیام کریں گے اور کل بعد نماز جمعہ یہاں سے مکہ مکرمہ جائیں گے۔ چنانچہ اسی فیصلہ کے مطابق قیام کی ترتیب بنائی گئی اور اگلے دن نماز جمعہ ادا کر کے مکہ مکرمہ استاذ عبدالغفار کے مکان پر پہنچے۔ کھانا کھایا اور آرام کیا گیا۔

۱۶رذی الحجہ/۲۲ر نومبر بروز پیر بعد نماز عصر شیخ احمد جداوی کی بڑی گاڑی میں مولانا زبیر مرحوم نیز راقم سطور اور مولوی محمد جعفر و مولوی محمد یاسر سلمہما مدینہ پاک کے لئے روانہ ہو کر اپنی قیام گاہ عمارت الاوقاف پہنچے اور اگلے دن صبح دس بجے حرم نبوی شریف میں پہلی حاضری دی۔ اور اسی وقت صلوٰۃ وسلام پیش کیا۔

سالہا سال کے معمول اور اہل تعلق کی عنایات سے روزانہ ہی دعوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ان دعوتوں کا تسلسل قائم رکھنے میں حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مرحوم کے خانوادہ کے حضرات مولانا عبدالوحید، بھائی عبدالصمد، بھائی احمد عبدالوحید وغیرہ پیش پیش رہے۔

جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

ایک ہفتہ ارض حرم نبوی میں قیام کے بعد ۲۴رذی الحجہ/۳۰ر نومبر کو دہلی واپسی ہوئی۔

☆ (۲۱) ۴رذیقعدہ ۱۴۳۳ھ/۲۲ر ستمبر ۲۰۱۲ء شنبہ میں اس اکیسویں حج کے لئے مولانا مرحوم کی دہلی سے جدہ کے لئے روانگی بہت پہلے سے طے تھی لیکن ویزا کے مرحلے مکمل نہ ہونے کی وجہ سے تین روز کی تاخیر کے بعد ۷رذیقعدہ/ ۲۵ر ستمبر میں آپ کا یہ سفر شروع ہوا۔

عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن، مولوی محمد خبیب الحسن، مولوی محمد صہیب الحسن اور مولانا احمد مڑھی و مفتی محمد صالح آپ کے رفقائے سفر تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر ہوٹل طلع البدر میں آپ کا قیام ہوا۔

راقم سطور چونکہ اس سفر میں شریک نہیں تھا اس لئے روانگی سے چند یوم قبل دہلی جا کر رخصتی ملاقات کر آیا تھا۔

۳ر نومبر ۲۰۱۲ء/ ۱۸رذی الحجہ ۱۴۳۳ھ میں مع رفقاء آپ کی دہلی واپسی ہوئی۔

چونکہ اس سفر کے دوران مولانا محمد سلمان سہارنپوری کی والدہ محترمہ کا وصال ہوگیا تھا اس لئے مرکز میں ایک یوم قیام کے بعد ۵ر نومبر میں سہارنپور تعزیت کے لئے آکر اگلے دن دہلی واپس ہوگئے۔ یہاں قیام کی زیادہ گنجائش اس لئے نہیں تھی کہ ۷ر نومبر میں آپ کا سفر پاکستان پہلے سے متعین تھا۔

عمرے

مولانا زبیر مرحوم نے اپنی زندگی کا پہلا عمرہ والد ماجد کے ساتھ افریقہ، ری یونین، موزمبیق، رہوڈیشیاء، لینیشیا، زامبیا، ملاویڈ کینیا، سعودی عرب اور تنزانیہ کے دعوتی وتبلیغی اسفار سے واپسی پر کیا تھا یکم ربیع الاول ۱۳۹۵ھ/ ۱۵ر مارچ ۱۹۷۵ء میں دہلی سے براستہ بمبئی یہ طویل سفر ہوا۔

ان ممالک میں توحید ورسالت اور فکر آخرت کی صدا لگانے کے بعد ۲۳ر ربیع الثانی/ ۶ر مئی سہ شنبہ میں جدہ پہنچ کر حرمین شریفین حاضر ہوئے تھے۔

مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان اور دیگر رفقاء وقدماء آپ کے ساتھ تھے۔

مکہ مکرمہ کے زمانہ قیام میں حضرت شیخ کا مدینہ منورہ سے حضرت جی ثالث مرحوم کو ٹیلیفون پر یہ پیغام پہنچا کہ لاہور سے ڈاکٹر منیر آئے ہوئے ہیں اگر عزیز زبیر فوراً مدینہ آجائیں تو بہتر ہے تاکہ ڈاکٹر منیر صاحب کو بھی ان کی نگاہ دکھلادی جائے۔

چنانچہ موصوف ملک عبدالحق مکی کی معیت میں مدینہ پاک روانہ ہوگئے۔

سال گذشتہ چونکہ ہم دونوں کا قیام مدینہ منورہ میں ایک ہی کمرہ میں تھا اس لئے وہاں پہنچ کر مرحوم کو میری یاد بار بار آتی رہی۔ راقم سطور کا قیام اس زمانہ میں ہندوستان تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ پہنچتے ہی مولانا مرحوم نے جو مکتوب راقم کو سہارنپور بھیجا اس میں بھی بار بار اس یاد کا ذکر موجود ہے۔ وہ مکتوب یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

بھائی شاہد۔ سلام علیکم

کیوں جی کیا حال چال ہے؟ خیریت ہے؟ بال بچے بخیر ہیں؟ ہم مسافرین بھی الحمدللہ بعافیت ہیں۔ اس سفر میں ماشاء اللہ تمہارے کئی خطوط ملے جس سے تم سب کی خیریت معلوم ہوتی رہی جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

ہم لوگ بعافیت ۶ رمئی کو جدہ پھر مکہ پہنچ گئے۔ ۷ رمئی بدھ کو شیخ ابا جی کے حکم پر مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوا۔ رات جدہ میں گذاری اور جمعرات کو ظہر سے قبل مدینہ پاک پہنچ گیا۔ یہاں آکر سب سے زیادہ تم مجھے یاد آئے۔ بالخصوص جب عشاء بعد برابر کے کمرہ میں مولوی عاقل، سلمان اور بندہ تفریح کرتے ہیں اور کچھ کھانے پینے کی مجلس ہوتی ہے اور عشاء بعد (مسجد نبوی کے) محراب والے نابینا حافظ جی قرآن پڑھتے ہیں اور جب بڑے امام صاحب سے آتے جاتے ملاقات ہوتی ہے تو تم مجھے بہت یاد آتے ہو، کیونکہ پچھلے سفر میں یہ سب مراحل تمہارے ساتھ طے ہوئے تھے۔ بڑے امام صاحب پر آج کل بڑھاپا آگیا ہے اور ملک فیصل کے بعد سے تو سنا ہے کہ بہت ہی ڈھیلے ہو گئے۔ ان کی شہادت کا ان پر بہت ہی اثر ہوا۔ اس جمعہ کو ان سے خطبہ بھی نہیں دیا گیا۔ سارے خطبہ میں روتے ہی رہے ان کی تدفین میں ریاض تشریف لے گئے تھے۔ تین دن بعد تشریف لائے۔ بہت ہی طبیعت پر اثر تھا اور اب بھی بہت ضعف اور اضمحلال ہو رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بعد سے ان کی طبیعت بجھ گئی اور دل پر اداسی چھا گئی ہے۔ خیر جو اللہ کو منظور تھا وہی ہوا۔ بہر حال تم مجھے بہت یاد آرہے ہو اور اس پر تمہارے لئے بہت دعا کر رہا ہوں اور تمہارا نام لے کر ہر حاضری پر صلوٰۃ وسلام بھی پیش کر رہا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ باقی الحمدللہ سب بخیر ہیں۔

سب اساتذہ خصوصاً مولانا یونس صاحب، مولانا یامین صاحب، مفتی یحیٰی صاحب، مولانا وقار صاحب سے بعد سلام مسنون یہ کہ آپ سب کے لئے دعا بھی خوب کر رہا ہوں اور روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام بھی عرض کر دیا گیا۔

فقط والسلام۔ محمد زبیر الحسن۔ مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ

مدینہ منورہ بیس روزہ قیام کے بعد آپ کراچی، بمبئی اور احمد آباد ٹھہرتے ہوئے ۵ر جمادی الثانی/۱۶ جون دوشنبہ کو بذریعہ طیارہ دہلی پہنچے۔

☆۲۔ دوسرا عمرہ۔ یکم شعبان ۱۳۹۸ھ/ ۸ر جولائی ۱۹۷۸ء میں دہلی سے پاکستان، عمان، انگلینڈ اور فرانس کا طویل سفر کرتے ہوئے ۲۴ر شعبان/۳۱ر جولائی میں پیرس (فرانس) کے ہوائی اڈے سے عمرہ کا احرام باندھ کر جدہ پہنچے۔

مطار جدہ پر دعوت وتبلیغ سے وابستہ عرب وعجم بڑی تعداد میں نیز اعزہ واقارب میں جناب ماموں یامین، بھائی سعدی، مولانا حسیم وغیرہ موجود تھے۔

اس سفر کی تفصیلات مولانا زبیر نے اپنی ڈائری میں اس طرح قلم بند کر رکھی ہیں!

”آج ۲۶ر شعبان میں اذان فجر سے قبل مولانا عبدالحفیظ کی گاڑی میں حضرت جی مدظلہ، مولانا محمد عمر، زبیر، مولانا سعید خان حفائر سے روانہ ہوئے۔

نماز فجر تنعیم میں باامامت زبیر ادا کی گئی اور فوراً روانہ ہو گئے۔ بدر میں ناشتہ اور غسل کیا کپڑے بدلے اور مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ۵ر بجے عربی مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً میں اللہ پاک نے داخلہ کی سعادت سے نوازا۔ ظہر سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھا، ظہر بعد حضرت شیخ سے ملاقات ہوئی۔

۴ر رمضان/۹ر اگست بدھ میں صبح نماز فجر کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا اور بقیع میں حاضر ہوئے اور ۲ر بجے عربی مولانا عبدالحفیظ کی گاڑی میں روانہ ہو کر بدر تھوڑی دیر ٹھہرے اور ۶ر بجے بخیریت مسجد حفائر مکہ مکرمہ پہنچے، لو خوب شدید تھی، ظہر بعد

آرام کیا، ۱۱ر بجے عصر پڑھی، حفائر ہی میں روزہ افطار کیا۔ مغرب بعد حرم شریف گئے، عشاء سے قبل طواف کیا، پھر تراویح کے بعد سعی کی اور مسجد حفائر آ گئے"

رمضان مبارک کا پہلا ہفتہ حرمین شریفین میں گذار کر ۸ر کی صبح جدہ آئے۔ بھائی انوار کریم صاحب کے مکان پر قیام ہوا۔ مولانا زبیر مرحوم کی اقتداء میں حضرت جی اور ان کے تمام قافلے نے نماز تراویح یہاں ادا کی۔

جدہ سے چل کر ایک دن کراچی مکی مسجد ٹھہرتے ہوئے ۱۱ر رمضان/ ۱۶ر اگست بدھ میں افطار سے چند منٹ قبل بخیر وعافیت مرکز نظام الدین پہنچے۔

☆۳۔ تیسرا عمرہ۔ یکم جمادی الاول ۱۳۹۹ھ/ ۳۰ر مارچ ۱۹۷۹ء میں دہلی سے بذریعہ طیارہ بمبئی وہاں سے ماریشش، افریقہ، زامبیا، ملاوی اور سوڈان کے اجتماعات کی تکمیل فرماتے ہوئے ۶ر جمادی الثانی/ ۳ر مئی جمعرات میں سوڈان کی راجدھانی خرطوم سے جدہ پہنچ کر فوراً ہی مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے اور عمرہ سے فراغت پر حرم مکی میں جمعہ ادا کر کے ۹ر جمادی الثانی / ۵ر مئی شنبہ میں مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔

پندرہ دن یہاں قیام کے بعد واپس مکہ مکرمہ تشریف لائے۔

مولانا زبیر مرحوم جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہو رہے تھے تو حضرت شیخؒ نے ان کے نام ایک ایسا خط تحریر فرمایا جس کے مخاطب تو وہ خود تھے لیکن اس کا تمام مضمون کاتب سطور سے متعلق تھا۔

حضرتؒ نے اس خط میں راقم سطور کے بارے میں اپنی ایک خواہش اور رائے کا اظہار بہت واضح لفظوں میں فرمایا تھا، مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وکرم اور انعام واحسان اس وقت یہ ہوا کہ ہر طرح کے مستقبل کے خدشات اور معیشت ومعاشرت کے تفکرات سے اپنی آنکھیں بند کر کے کاتب سطور نے حضرتؒ کی اس تمنا اور خواہش کو پورا کیا اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی خیر اور برکت کے وسیع دروازے مفتوح

فرما کر ہر طرح فکر معاش سے محفوظ رکھا اور یہ یقیناً حضرت شیخؒ کے تعمیل ارشاد کی برکت ہے بس اب تو اللہ جل شانہ حضرتؒ کی جوتیوں کے طفیل فکر معاد نصیب فرمادے۔ آمین

یہ یادگار تاریخی مکتوب جس نے واقعتاً میری زندگی میں ایک انقلاب عظیم برپا کردیا اور جس نے مستقبل کی راہ متعین کردی، ذیل میں پیش کیا جاتا ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم الحاج مولوی زبیر سلمہ بعد سلام مسنون۔ تم بھی خوب یاد آئے میرے یہاں سموسہ تو عرصہ سے بند تھے تمہاری آمد پر تمہاری وجہ سے شروع کئے تھے، تمہارے جانے کے بعد بند کردیئے، بھوک بالکل نہیں لگتی۔

ایک ضروری پیام تمہیں شاہد کو کہنے کو کہا تھا یاد رکھیو اس سے کہہ دیجیو کہ میری اصل رائے تو یہ ہے کہ تم مدرسہ (مظاہر علوم) کی تنخواہ چھوڑ دو اور درخواست میں لکھ دیجیو کہ میرے بڑوں نانے ابا اور ان کے ابا نے بغیر تنخواہ مدرسہ کی خدمت کی ہے اس لئے میں بغیر تنخواہ مدرسہ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

اور اگر تیری اس کی ہمت نہ پڑے تو ایک سال کی چھٹی بوضع تنخواہ لے لو اس کے بعد مولانا انعام صاحب کی منظوری سے جہاں چاہے جایا کرو۔ چاہے ہر اجتماع پر جایا کرو۔

میرا خیال یہ ہے کہ یکم شعبان سے لے کر آئندہ یکم شوال تک ایک سال دو ماہ کی چھٹی بوضع تنخواہ ضرور لے لو کام میں اگر آگیا تو زبانی کہوں گا اور ملتوی ہوگیا تو خط میں لکھوادوں گا۔

اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ (میں نے) حکیم جی کی جدید تالیف (۱) کے ابتدائی حصہ کی نقل کر کے بھیجنے کو لکھا تھا اب اس کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) اس جدید تالیف کا مصداق کاتب سطور کی مرتب کردہ کتاب ''تذکرہ دانشوران سہارنپور'' ہے۔

سہارنپور آنے کا ارادہ تو ہی ہے ابھی تک سفر کے قابل تو ہوں نہیں، وہاں سب گھروں میں سلام کہہ دینا اور یہ بھی کہہ دیں کہ .بی تو آنے کو بہت چاہتا ہے مگر طبیعت ابھی تک ٹھیک نہیں۔

حضرت شیخ الحدیث بقلم حبیب اللہ۔ ۲۳ر مئی ۱۹۷۹ء/ ۲۵ر جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ از مدینہ منورہ

مولانا مرحوم یکم رجب/ ۲۷ر مئی یک شنبہ میں مکہ مکرمہ سے کراچی ہوتے ہوئے دہلی واپس ہوئے۔ مولانا مرحوم نے اپنی ڈائری میں کراچی اور دہلی کی بخیر رسی ان الفاظ کے ساتھ درج کر رکھی ہے!

"یکم رجب میں نماز فجر اول وقت مسجد خلیل میں پڑھ کر مطار جدہ روانہ ہوئے اور وہاں سے کراچی پہنچے۔ ۲ر رجب میں صبح ۹ر بجے مولانا محمد یوسف بنوری کے مدرسہ میں گئے وہاں دار الحدیث میں مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا۔

اس کے بعد حضرت جی مدظلہ نے بیان فرما کر دعا کرائی۔ ۱۱ر بجے وہاں سے حافظ فرید الدین صاحب کے مکان پر جا کر کھانا کھایا۔

۳ر رجب/ ۳۰ر مئی میں بھائی یوسف رنگ والوں کی گاڑی میں مکی مسجد سے روانہ ہو کر مطار پہنچے۔ حضرت جی مدظلہ کی دعا ہوئی، پونے چار بجے چل کر سوا پانچ بجے پالم ہوائی اڈے پر بخیریت اترے، بھائی کرامت اللہ، بھائی نعمت اللہ، بھائی سلامت اللہ اور صدیقہ و محمد صالح کسٹم ہال میں موجود تھے پہلے نماز عصر پڑھی پھر باہر میدان میں آکر حضرت جی کی دعا ہوئی، بہت بڑا مجمع استقبال کے لئے موجود تھا۔

مغرب سے قبل اللہ تعالیٰ نے بخیریت اپنے مستقر بنگلہ مسجد پہنچا دیا۔"

☆۴۔ چوتھا عمرہ۔ حضرت جی ثالث ۱۸ر رجب ۱۴۰۲ھ/ ۱۲ر مئی ۱۹۸۲ء میں ایک طویل دعوتی سفر انگلینڈ، بیلجیم اور فرانس وغیرہ کے لئے روانہ ہوئے۔

دہلی سے اس سفر کی پہلی منزل لندن تھی، وہاں سے مختلف ملکوں اور شہروں میں ہوتے ہوئے ۲۱؍مئی جمعہ میں بیلجیم آمد ہوئی اور یہیں کے قیام میں آپ کو شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے حادثۂ انتقال کا علم ہوا۔

اس حادثہ کبریٰ کی اطلاع آپ نے اپنی ڈائری میں اس طرح دے رکھی ہے۔

آج ۳۰؍رجب ۱۴۰۲ھ/ ۲۴؍مئی ۱۹۸۲ء دوشنبہ میں مدینہ منورہ سے ڈاکٹر اسماعیل کا فون آیا کہ بعد عصر عربی دس بجے حضرت سیدی و مولائی بھی اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد عشا جنت البقیع میں حضرت سہارنپوری کے قریب تدفین عمل میں آئی۔

نور اللہ مرقدہ، اعلی اللہ مراتبہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔ (۱)

اس حادثہ فاجعہ کے وقت کاتب سطور حضرت شیخ ؒ کے تعمیلِ حکم میں فتاویٰ خلیلیہ مطبوعہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا مقدمہ لکھنے کے لئے سہارنپور آیا ہوا تھا۔

اس حادثہ کی اطلاع پر ایک ہفتہ بعد ۷؍شعبان/ ۳۱؍مئی دوشنبہ میں مکہ مکرمہ اور دو یوم یہاں قیام کے بعد مدینہ منورہ پہنچ گیا تھا۔

۱۱؍شعبان/ ۴؍جون میں حضرت مولانا اپنے تمام رفقاء قافلہ کے ساتھ جس میں مولانا زبیر الحسن مرحوم بھی شامل تھے عمان ہوتے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچے اور اسی دن نماز عشاء حرم نبوی شریف میں پڑھ کر بارگاہ نبویہ میں صلوٰۃ وسلام پیش کر کے مدرسہ علوم شرعیہ آئے۔ جہاں آپ نیز مولانا زبیر مرحوم اور دیگر اہل قافلہ نے مولانا محمد طلحہ اور ان کی

(۱) اور حضرت جیؒ کی ڈائری میں اس سانحہ کا اندراج ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

''مدینہ منورہ میں مقامی توقیت سے ساڑھے دس بجے بعد عصر وہ آفتاب عالم تاب جو مدت سے امراض میں گھرا ہوا تھا، وہ اس دنیائے فانی کی کش مکش سے عالم بالا کی طرف روانہ ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بیلجیم کے وقت سے ہمیں چھ بجے اس کا علم ہوا۔

والدہ ماجدہ سے تعزیت فرمائی۔

۱۸ر شعبان تک مدینہ منورہ میں قیام کے بعد مکہ مکرمہ اور وہاں سے ۲۵ رشعبان ۱۸ رجون جمعہ میں جدہ سے دہلی کے لئے مراجعت فرمائی۔

مولانا محمد طلحہ اور کاتب سطور (جو حضرت جی کی روانگی ہند کے وقت مطارِ جدہ پر آپ کو رخصت کرنے کے لئے موجود تھے) اگلے ہی دن جدہ سے مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔

۲۷ر شعبان/ ۲۰ر جون اتوار میں آپ بمعیت مولانا زبیر الحسن مرحوم سہارنپور تشریف لائے اور ایک شب و روز قیام کے بعد دہلی لوٹ گئے۔

مولانا زبیر الحسن مرحوم اور حضرت جی ثالث کی حضرت نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد سہارنپور یہ پہلی آمد تھی۔

☆ (۵) آپ نے پانچواں عمرہ اس وقت کیا جب جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ/ اپریل ۱۹۸۳ء میں بغرض علاج سعودی عرب گئے تھے۔

☆ (۶) چھٹا عمرہ ۱۶ر ربیع الاول ۱۴۱۴ھ/ ۴ر ستمبر ۱۹۹۳ء میں کیا ہے۔ آپ کا یہ سفر بھی علاج و معالجہ کی غرض سے ہوا تھا اور یہ آپ کے والد ماجد کی حیات میں ہونے والا آخری عمرہ تھا۔

☆ (۷) آپ کا ساتواں عمرہ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ/ فروری ۲۰۰۰ء میں ہوا ہے۔

آپ اپنے مختلف امراض اور اعذار کے علاج کی غرض سے ۱۹ر فروری/ ۱۴ر ذیقعدہ شنبہ میں جدہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد یونس پالن پوری، مولانا احمد مڑھی، عزیزانم مولوی محمد زہیر الحسن و مولوی محمد صالح سلمہما آپ کے ہمراہ تھے۔

عمرہ سے فراغ پر علاج و معالجہ کی ترتیب پر مشورہ ہو کر اس کی شروعات ہوئیں۔

۲۵ر فروری/ ۲۰ر ذیقعدہ جمعہ میں آپ مدینہ طیبہ پہنچے۔ یہاں آپ کا قیام جناب الحاج رسول احمد مدنی کے مکان پر ہوا۔ موصوف مرحوم اور ان کے فرزند بھائی احمد مدنی نے

میزبانی اور مہمانی کے تمام حقوق و فرائض بڑی وسعت قلبی کے ساتھ پورے کیے۔ دونوں صاحبان مولانا زبیر مرحوم سے ملاقات کے لئے آنے والوں کی بھی خاطر مدارات میں کوئی کمی نہ رکھتے ہوئے ہر چیز کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ

۱۷ر مارچ/۱۱ر ذی الحجہ جمعہ میں آپ جدہ پہنچ کر ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق ہسپتال سعودی المانی میں داخل ہو گئے اور ۲۱ روزہ قیام کے بعد ۸ر اپریل/۳۱ر ذی الحجہ میں صحت و عافیت کے ساتھ دہلی واپس آ گئے۔

☆(۸) ۱۷ر جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ/۴ر اگست ۲۰۰۴ء بدھ میں مولانا زبیر مرحوم دہلی سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ شرکاء قافلہ میں مولانا محمد طلحہ مع اہلیہ محترمہ، مولانا احمد مڑھی، عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن و مولوی محمد صالح سلمہما اور راقم سطور (محمد شاہد) شامل تھے۔

ایک عشرہ مدینہ طیبہ میں قیام کے بعد ۲۶ر جمادی الثانی/۱۳ر اگست جمعہ بعد نماز عشاء مدینہ منورہ سے بحالت احرام روانہ ہو کر اذان فجر پر مکہ مکرمہ پہنچے۔ طواف و سعی سے فراغت پائی برج واصل میں ہمارا قیام تھا۔

اصلاً ہمارا یہ سفر عزیزم سلیم سلمہ فرزند ارجمند جناب بھائی محمد حشیم مدیر مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے نکاح مسنونہ میں شرکت کے لئے تھا۔ اس ایک ہفتہ کے قیام میں مولانا حسین بری کی دعوت پر ان کے مکان پر بھی جانا ہوا۔

۲۱ر اگست شنبہ میں دوبارہ مدینہ طیبہ حاضر ہو کر جناب شیخ رسول احمد کے مکان پر ہی قیام کیا گیا۔ ان کے فرزند جناب بھائی احمد نے اس سفر کے لئے اپنے مکان پر قیام کی منظوری بہت پہلے سے لے لی تھی۔ یہاں دو روزہ قیام کے بعد ۲۲ر اگست اتوار میں سعودی جہاز سے روانہ ہو کر بعافیت ہندوستان واپسی ہوئی۔

☆(۹) آپ کا نواں عمرہ ۲۶ر شعبان ۱۴۳۰ھ/ ۱۸ر اگست ۲۰۰۹ء میں دہلی سے

شروع ہوا۔ آپ کے قافلہ میں عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن، مولوی محمد صہیب الحسن، مولوی محمد خبیب الحسن، مولوی محمد عثمان، مولوی محمد طارق مع اپنی زوجات واطفال شامل تھے۔ ۲۵ نفر پر مشتمل یہ قافلہ ایئر انڈیا سے جدہ پہنچا۔ اور فوراً ہی مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوکر عمرہ سے فراغت پائی۔ حرم مکی کے قریب دار القمر میں اس مرتبہ آپ کی رہائش ہوئی۔

راقم سطور کی چونکہ سفری کارروائی بروقت مکمل نہیں ہوسکی تھی اس لئے والد محترم مولانا حکیم محمد الیاس، عزیزان مولوی محمد صالح ومولوی محمد یاسر اوران کی زوجات واطفال پر مشتمل یہ دوسرا قافلہ دو یوم بعد روانہ ہوسکا اور بڑی راحت وعافیت کے ساتھ ۲۰ راگست جمعرات میں جدہ پہنچا۔

شیخ فاضل بسیونی (اللہ جل شانہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنی شایان شان بدلہ مرحمت فرمائے) کے حسنِ انتظام سے تھوڑے سے وقت میں قانونی مراحل سے نمٹ کر مطار سے باہر آکر شیخ فاضل کی جی، ایم، سی میں روانہ ہوکر مکہ مکرمہ مولانا زبیر اوران کے قافلہ کی قیام گاہ دار القمر میں پہنچ کر کھانا کھا کر آرام کیا۔ اگلے دن جمعہ کے بعد اس دوسرے قافلے نے طواف وسعی سے فراغت حاصل کی۔

قیام مکہ مکرمہ کے پہلے تین دن مہمان نوازی شیخ فاصل بسیونی کی رہی۔ چوتھے روز راقم سطور نے ان سے بموجودگی مولانا زبیر مرحوم وعزیزان مولوی زہیر الحسن ومولوی محمد صالح گذارش کی کہ حدیث شریف الضیافۃ ثلث کے مطابق تین دن آپ کی مہمانی کے پورے ہوچکے ہیں، اب ہم اپنے کھانے پینے کا نظم خود کرنا چاہتے ہیں، مگر وہ انکار کرتے رہے۔ اس لئے طے کیا گیا کہ ان کی خوشی کے لئے مزید تین یوم رمضان المبارک کے قبول کرلئے جائیں۔ چنانچہ ۴ ر رمضان المبارک سے ہمارا اپنا نظام قائم ہوگیا لیکن اس کے بعد بھی شیخ فاضل موصوف کی عنایات اسی طرح جاری رہیں۔

ہمارا یہ قافلہ چونکہ نفری اعتبار سے بڑا تھا اور ان میں مستورات وبچے بھی شامل

تھے اس لئے سب کی راحت وسہولت کے پیش نظر مشورہ سے یہ ترتیب بنائی گئی کہ افطار اور کھانے سے قیام گاہ پر فراغت پاکر نماز عشاء کے لئے حرم شریف جائیں گے اور ادائیگی تراویح کے کم از کم ایک گھنٹہ بعد قیام گاہ لوٹیں گے۔ چنانچہ اسی پر عمل ہوتا رہا۔

پہلی تراویح ادا کر کے جب دار القمر پہنچے تو مولانا عبد الحفیظ مکی اور مولانا محمد حشیم کو اپنا منتظر پایا۔ ان کی مستورات بھی ہماری مستورات سے ملاقات کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ سحری تک ان حضرات سے ملاقات رہی۔ دونوں حضرات نے اپنے اپنے گھروں پر روزہ کشائی کی دعوت دی جو قبول کرلی گئی۔ اس کے علاوہ بھی دونوں حضرات کے گھروں سے وقتاً فوقتاً متعدد انواع کے کھانے اور مختلف اقسام کے پھل آتے رہے۔

۲؍رمضان المبارک میں جناب الحاج بھائی بلال منیار ملاقات کے لئے آئے اور ہمیشہ کے معمول کے مطابق بہت سے ڈبے کیک اور اس کی تنوعات کے لے کر آئے۔

رمضان کی دسویں شب میں قافلہ کے تمام افراد و مستورات نے عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ ادائیگی تراویح کے بعد یہ شروع کیا۔ اذان تہجد پر فارغ ہوکر حلق کرایا گیا اور پھر جلدی جلدی سحری کھائی گئی۔

۱۲؍رمضان المبارک میں صبح ۱۱؍بجے بیدار ہوکر پورا قافلہ مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا۔ پانچ بڑی گاڑیاں عرب احباب کی ساتھ تھیں۔ اس سفر کے لئے پہلے سے چار گاڑیاں متعین تھیں اور اسی کے اعتبار سے ہم نے بیٹھنے والوں کی ترتیب تیار کی تھی۔ لیکن عین وقت پر ایک اہل تعلق عرب کی گاڑی کا اضافہ ہوگیا تو ہر گاڑی سے رفقاء کم کر کے اس میں متعین کئے گئے۔ بڑی راحت سے سفر ہوا۔ مدینہ منورہ تک نہ کسی چوکی پر روکا گیا اور نہ تفتیش ہوئی۔ راستہ میں مسجد الہجرہ میں نماز عصر ادا کر کے مغرب سے ایک گھنٹہ قبل اللہ جل شانہ نے اپنی قیامگاہ عمارۃ الاوقاف پہنچا دیا۔ اور پھر نماز عشاء سے آدھ گھنٹہ قبل حرم نبوی شریف حاضری ہوکر صلوٰۃ وسلام پیش کیا گیا۔

۱۳؍رمضان المبارک کا افطار ہم سب نے بمعیت مولانا زبیر الحسن مرحوم عزیز محترم مولانا سید محمد اخلد مدنی کے وسیع اور متعدد ماکولات ومشروبات سے لبریز دستر خوان پر کیا اور آخر تک وہیں افطار ہوتا رہا۔ یہاں ہر روز ہندوپاک اور یورپ، افریقہ کے خواص سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ممتاز علماء میں مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر (کراچی) مولانا قاری حبیب احمد باندوی اور مولانا بدرالدین اجمل وغیرہ سے یہیں ملاقاتیں ہوئیں۔

آج ہم نے باہمی مشورہ سے یہ نظام بنالیا تھا کہ روزانہ کا افطار مولانا مدنی موصوف کے دستر خوان پر کریں گے اور نماز مغرب کے فوراً بعد قیامگاہ آکر کھانے اور چائے سے فراغت پر اذان عشاء پر حرم نبوی شریف پہنچ کر تراویح وغیرہ سے فراغ تک وہیں وقت گذاریں گے۔ یہاں کے قیام میں برابر محترم شیخ عبداللہ ربوعی اور محترم شیخ غسان زارع سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور ان کی جانب سے آئی ہوئی سحری روزانہ کھاتے رہے۔

شیخ فاضل بسیونی کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے قافلہ کے تمام افراد واطفال کے لئے عید کے نئے کپڑے بنوائے، اور اس کے لئے خیاط مختلف کپڑوں کے متعدد تھان لے کر آئے تا کہ قافلہ کا ہر شخص اپنے لئے کپڑا پسند کرلے۔ ان کو منع بھی کیا گیا کہ قافلہ بڑا ہے سب کے پاس عید کے کپڑے موجود ہیں، لیکن ان کے مسلسل اصرار پر ان کی یہ پیشکش قبول کرلی گئی۔

آخری عشرہ کے آغاز پر ہمارے قافلہ میں سے عزیزم مولوی محمد جعفر سلمہ حرم نبوی شریف میں اعتکاف کے لئے بیٹھے اور جب تہجد میں تلاوت قرآن پاک کا آغاز ہوا تو قافلہ کے تمام مردوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ اس میں شرکت کی۔

۲۶؍رمضان المبارک میں عزیز محمد حارث سلمہ ابن عزیز مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ کا پہلا روزہ رکھوایا گیا۔ اپنے خاندانی دستور وروایت کے مطابق اس دن مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور نے اپنے احباب اور اہل تعلق کو اچھی خاصی تعداد میں روزہ کشائی کے

لئے مدعو کر رکھا تھا۔ چنانچہ عرب وغیر عرب حضرات اور ان کی مستورات کی بڑی تعداد ہماری قیامگاہ پہنچی اور ان کے لئے حسب حیثیت ہمارے قافلہ کی مستورات نے مختلف انواع کے کھانے اور لوازمات تیار کئے۔

۲۹ رویں شب میں حرم نبوی شریف میں ہم سب بہت پہلے آگئے تھے کیونکہ آج فضیلۃ الشیخ حذیفی حفظہ اللہ تعالیٰ کا تراویح میں قرآن پاک ختم تھا، جس کی دعا بھی شیخ موصوف نے کرائی۔ ۲۹ رویں روزہ کا آخری افطار مولانا اخلد مدنی کے دسترخوان پر ہوکر مدنی رمضان السبارک کی ایمان افروز بہاریں ختم ہوئیں۔

نماز عید الفطر فضیلۃ الشیخ بدیر کی امامت میں ادا کی گئی اور جس میں انہوں نے پرسوز آواز میں سورہ رحمٰن پڑھی اور پھر ہم صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہوئے اپنی قیام گاہ واپس آئے تو دیکھا بہت سے احباب عید کی ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان کی تواضع شیر، کھجور اور مٹھائی وغیرہ سے کی گئی۔

متعدد اہل تعلق نے عید الفطر کے روز ہمیں اپنے اپنے گھروں پر مدعو کر رکھا تھا لیکن ایک یوم قبل مولانا زبیر مرحوم کے مشورہ سے یہ طے کرلیا گیا تھا کہ عید الفطر کے دن چونکہ بہت سے احباب ملاقات کے لئے آئیں گے اس لئے ہم دن بھر کہیں نہیں جائیں گے۔

چنانچہ احباب خصوصاً مولانا عبد الوحید مظاہری، عزیز انیس احمد، مولانا اخلد مدنی، مولانا جمیل احمد مظاہری سے فرداً فرداً معذرت کی گئی اور عید سے اگلے دن ان سب کے گھروں پر جانے کی ترتیب بنائی گئی۔

۳ رشوال / ۲۲ رستمبر منگل میں دوپہر کا کھانا مولانا یونس راندیرا کے یہاں کھا کر مدینہ منورہ سے روانگی ہوئی اور بعافیت اذان عشاء پر مکہ مکرمہ پہنچے۔ یہاں ہمارا قیام صرف ایک دن کے لئے تھا اور اس میں بھی رات کا کھانا جناب شیخ اسماعیل سرتی کے یہاں متعین تھا ان کا اصرار ہمارے پورے قافلہ کو اپنے گھر پر بلانے کا تھا لیکن ہماری مستورات نے یہ

کہہ کر کہ یہ ہمارے قیام مکہ کی آخری رات ہے، سارا وقت دعوت اور آمد و رفت میں نکل جائے گا معذرت کر لی تھی۔ اللہ جل شانہ شیخ اسماعیل کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے بہت خوش دلی کے ساتھ یہ معذرت قبول کر کے اپنے فرزند بھائی عبد العزیز کے ذریعہ تمام کھانا قیام گاہ پر بھجوادیا۔ مولانا عبد الحفیظ صاحب بھی اس آخری شب کی آخری دعوت میں ہماری قیام گاہ پر تشریف لے آئے تھے۔

۶ رشوال/ ۲۵ رستمبر میں نماز جمعہ حرم مکی میں ادا کر کے ایک بڑی بس کے ذریعہ تمام قافلہ جدہ روانہ ہوا۔ اور یہاں بھائی عبد اللطیف کے مکان پر تھوڑی دیر ٹھہر کر آئس کریم کھائی گئی اور پھر فوراً ہی شیخ عبد العزیز بوقس کے مکان پر روانہ ہو گئے۔ کیونکہ دوپہر کا کھانا یہیں طے تھا۔

نماز عصر کے بعد شیخ فاضل بسیونی کے مکان پر پہنچے اور رات کے کھانے سے یہاں فراغت پا کر ایئر پورٹ کے لئے روانہ ہو گئے۔ خواجہ حمید الدین حیدر آبادی (مقیم جدہ) اور برادر عزیز خلیل نجمی (ابن الحاج نجم الہدیٰ صاحب مرحوم) اور شیخ فاضل بسیونی مع دیگر احباب پہلے سے موجود تھے۔ الحمد للہ امیگریشن وغیرہ کی کارروائی میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ عربی دو بجے عافیت کے ساتھ روانہ ہو کر تقریباً پانچ گھنٹہ میں مطار دہلی پہنچ گئے۔

جدہ سے روانگی کے وقت بھائی سلمان مدراسی (فرزند پروفیسر عبد الرحمٰن مدراس) جہاز میں ساتھ تھے۔ ان کی سعی و کوشش سے مولانا زبیر مرحوم، والد ماجد مولانا محمد الیاس، راقم سطور اور مولانا احمد مرحمی کو فرسٹ کلاس کی سیٹیں سہولت سے مہیا ہو گئی تھیں۔

الحمدللہ الذی بعزۃ وجلالہ تتم الصالحات

حرمین شریفین کے اس سفر میں بہت سے احباب جیسے شیخ رصیص مکی، ڈاکٹر محمد احمد نور سیف، مولانا شبیر صالوجی افریقہ، استاذ شیخ عبد الغفار، شیخ خطابی مصری، مولانا امداد اللہ استاذ جامعہ عربیہ بنوری ٹاؤن کراچی، فضیلۃ الشیخ محمد بن عوامہ شیخ صفوان عدنان داودی،

شیخ نصر مدنی مع صاحبزدگان، مولانا سلیمان ابن حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا سمیع الحق زید مجدہ پاکستان، جناب تنویر احمد مدنی سے محبانہ ومخلصانہ ملاقاتیں رہیں۔

☆ (۱۰) آپ کا دسواں عمرہ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ میں ہوا۔ اس کے لئے آپ ۳ر رمضان/۲۳ جولائی بروز پیر ۴۵ر مردوں عورتوں، بچوں کے ساتھ حرمین شریفین روانہ ہوئے۔

ہندوستانی وقت کے لحاظ سے دو بجے دن میں جہاز مطار دہلی سے روانہ ہوکر ساڑھے تین گھنٹے میں ریاض پہنچ کر مطار جدہ کے لئے روانہ ہوا۔

شیخ فاضل بسیونی، شیخ غسان زارع، شیخ عبداللہ ربوعی، جناب بھائی عظیم الدین جناب بھائی عبداللطیف صاحبان مع پچیس، تیس عرب وغیر عرب میزبانوں کے اپنی بیش قیمت گاڑیوں کے ساتھ استقبال کے لئے مطار پر موجود تھے۔

تمام رفقاء کی جملہ کارروائی کی تکمیل میں ایک گھنٹہ سے بھی کم وقت لگا، باہر اہل تعلق کی گاڑیاں جن میں افطاری کے تمام لوازمات موجود تھے تیار کھڑی تھیں۔ چنانچہ مطار جدہ سے تھوڑے فاصلہ پر پہنچ کر تمام قافلہ نے افطار کیا اور نماز مغرب ادا کر کے مکۃ المکرّمہ اپنی قیام گاہ دار القمر کے لئے روانہ ہوگئے۔

اس شب کی تراویح اہل قافلہ نے اپنے اپنے کمروں میں اَلَـمْ تَـرَ کَیْفَ سے ادا کی۔ کھانا کھایا گیا اور پھر ادائیگی عمرہ میں مصروف ہوگئے، اذان فجر پر اس سے فراغت پاکر اپنی قیام گاہ واپس ہوئے۔

اس سفر کے ملاقاتیوں میں سب سے پہلی آمد جناب بھائی محمد حشیم ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کے دونوں فرزند عزیزان محمد سلیم اور محمد ہشام کی تھی۔

۹ر رمضان میں حضرت مولانا عبدالحفیظ تشریف لائے۔ نماز عصر ہمارے ساتھ ادا کر کے مجلس ذکر میں شریک ہوکر ہمارے ہی ساتھ افطار فرمایا اور پھر قافلۂ مستورات کی دعوت طعام کے لئے دن اور وقت طے کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر طے ہوا کہ

۱۲رمضان المبارک میں موصوف کی طرف سے یہ عوت ہماری قیامگاہ دارالقمر میں ہوگی اوران کی اہلیہ ومستورات بھی اس میں شریک ہوں گی۔

چنانچہ مولانا موصوف مع صاحبزادگان اور بھائی اسعد محمود، مولانا مفتی شاہد متعدد مستورات کے ساتھ تاریخ متعینہ میں تشریف لائے اور ہم سب نے مولانا عبدالحفیظ کی معیت میں افطار کیا اوراسی موقعہ پر بھائی اسعد محمود نے مدینہ منورہ کے لئے اپنی بڑی گاڑی کی پیشکش کی جو منظور کرلی گئی۔

۱۴ رمضان/۲راگست جمعرات میں ۲ بجے دوپہر ہمارا پورا قافلہ چھ گاڑیوں میں مدینہ پاک کے لئے روانہ ہوکر اپنی قیامگاہ عمارۃ الاوقاف پہنچا۔ افطار اور کھانے سے فراغ پراس سفر کی پہلی حاضری نماز عشاء میں حرم نبوی شریف میں دی گئی اور تراویح کے بعد صلوۃ وسلام پیش کیا گیا۔

حرم شریف میں مولانا سید اخلد مدنی سے ملاقات ہوئی انہوں نے مصافحہ ومعانقہ کے بعد سب سے پہلے مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور سے یہ وعدہ لے لیا کہ آج سے آخر رمضان تک آپ دونون کا افطار میرے دسترخوان پر رہے گا۔ ان کی محبت اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے نسبت کے احترام میں ہم دونوں نے ان کی یہ دعوت قبول کرلی۔

حرم شریف میں عزیز محترم مولانا محمد اخلد سلمہٗ کا دسترخوان وسیع انداز میں سالہاسال سے چلا آرہاہے۔ ان کی اس محبانہ اور مخلصانہ پیشکش پر راقم سطور اور مولانا زبیر مرحوم بڑی راحت وآرام سے اپنے رفقاء کے ساتھ وہیں افطار کرتے رہے۔

اس سفر میں ۲۱ رمضان کو عزیزم عروہ سلمہٗ ابن مفتی محمد صالح نے پہلا روزہ رکھا۔ روزہ کشائی اپنی قیامگاہ عمارۃ الاوقاف میں کی گئی۔ بڑی تعداد میں دوست واحباب مع اپنی مستورات شریک افطار تھے۔ ان مہمانوں کے لئے کھانے کی متعدد انواع گھر میں بھی

تیار کرائی گئیں تھیں، نیز شیخ غسان زارع مدنی، مولانا جمیل احمد مظاہری مدنی اور مولانا یونس راندیرا اور بھائی عبدالصمد مدنی کے یہاں سے بھی مختلف انواع واقسام کے بڑے بڑے خوان آ گئے تھے۔

۲۳ / رمضان المبارک میں ہمارے قافلہ کی دعوت مولانا عبدالوحید مدنی مظاہری کے مکان پر ہوئی۔ ان کا اصرار اپنے گھر پر مدعو کرنے کا تھا، مولانا زبیر مرحوم سے انہوں نے مشورہ کیا تو اصول وضابطہ کے مطابق ان کا جواب یہ تھا کہ قافلہ کے امیر مولوی شاہد ہیں ان سے بات کرلو۔ راقم سطور نے جب اپنی مستورات سے رائے لی تو مولانا عبدالوحید کی اہلیہ محترمہ سے ربط وتعلق کی وجہ سے سب کا رجحان ان کے گھر پر جانے کا پایا۔

چنانچہ ۲۳ / رمضان کو تراویح کے بعد ہمارا پورا قافلہ ان کے گھر پہنچا۔ انہوں نے بھی ماشاء اللہ آج کی اس دعوت کے لئے دو مستقل بکرے خرید کر صلیق تیار کرا رکھا تھا۔ اُن کے گھر کی دہی پھلکیوں کی چاٹ بھی بہت زوردار ہوتی ہے۔ ہماری مستورات نے فرمائش کرکے وہ بھی بنوالی تھی۔

نیز اسی ماہ کی ۲۴ / تاریخ میں بعد تراویح عزیز مولوی اسامہ سلمہ ابن مولانا سید محمد خالد سہارنپوری کا نکاح مسنونہ عزیزہ عارفہ بنت مولانا قاری سید محمد عمار الہاشمی سے مہر فاطمی پر مولانا زبیر الحسن مرحوم نے پڑھایا۔

پہلے سے خیال تھا کہ نکاح کی یہ مجلس حرم نبوی شریف میں منعقد ہو مگر آہستہ آہستہ اطلاع ہو جانے پر احباب بڑی تعداد میں جمع ہو گئے جس کی وجہ سے حرم نبوی شریف کے بجائے یہ مجلس اپنی قیامگاہ پر رکھی گئی۔ چونکہ اس نکاح کے لئے پہلے سے کوئی تیاری نہیں تھی اور مدینہ منورہ کی نسبت پر لڑکے اور لڑکی والوں کی جانب سے یہ دفعتہً طے کرلیا گیا تھا، اس لئے عزیز اسامہ نے بھائی عبدالوحید مدنی کا مشلح اور عزیزہ عارفہ نے نکاح کا جوڑا اپنی بہن عزیزہ حامدہ سلمہا سے عاریۃً لے کر پہن لیا تھا اور اسی میں دونوں کا نکاح ہو گیا۔

عید کا چاند ہو جانے پر ہم لوگ تہجد کے وقت ہی حرم نبوی شریف حاضر ہو گئے۔ جس کی وجہ سے نماز عید الفطر میں بڑی راحت کی جگہ میسر آ گئی نماز سے فراغت پر جب قیامگاہ عمارۃ الاوقاف پہنچے تو چالیس پچاس حضرات وہاں موجود تھے۔ اور یہاں کی مستورات بھی بڑی تعداد میں ہماری مستورات کو عید کی مبارک باد دینے کے لئے آ چکی تھیں۔

چونکہ ان مہمانوں کی آمد کا پہلے سے اندازہ تھا اس لئے ہماری مستورات نے کھانے پینے کے اعتبار سے بہت سی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ چنانچہ سب کے لئے دستر خوان بچھا دیا گیا اور غربائے ہند نے اپنی حیثیت کے مطابق ان مدنی مہمانوں کی ضیافت کی۔

عید کی شام بعد عشاء ہمارے قافلہ کی دعوت جناب بھائی عبد الصمد مدنی (برادر حضرت مولانا عبد الحفیظ) کے یہاں تھی چنانچہ وہاں ہم سب نے عربی مہمان نوازی کے مزے لئے۔

۲ شوال/ ۲۱ اگست میں ہم لوگ اپنی قیامگاہ پر ہی رہے، شام تک عرب اور غیر عرب احباب آتے رہے اور ہم سب ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دیتے رہے۔ بھائی عبد الوحید مدنی، مولانا اسماعیل بدات وغیرہ کے گھروں سے کثیر مقدار میں مختلف انداز کے کھانے آ جانے کی وجہ سے ان واردین وصادرین کی ضیافت میں ہماری مستورات کو بڑی راحت رہی۔

اس ایک ماہ کے سفر حرمین شریفین میں بہت سے احباب ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ جن میں بعض ممتاز حضرات یہ ہیں۔ جناب ڈاکٹر محمد اشرف (جدہ)، استاذ عبد الغفار، مولانا یونس راندیرا، شیخ فرید الوانی، جناب سہیل بٹ، ڈاکٹر علامہ خالد محمود (لندن)، ڈاکٹر اولیاء خان مدنی، مولانا جمیل مظاہری، مولانا حکیم محمد عثمان مدنی، مولانا جنید (داماد مولانا محمد یوسف متالا) لندنی، بھائی عبد الصمد مدنی (برادر مولانا عبد الحفیظ مکی) عزیزم احمد عبد الوحید مدنی، مولانا ولی اللہ مظاہری، مولانا اسماعیل (فرزند مولانا محمد یحییٰ مدنی)

مولانا محمد ہاشم جوگ واڑی (مقیم لندن) عزیزم حافظ محمد ماہر ابن محترم ڈاکٹر محمد اسماعیل مدنی (کناڈا) شیخ اسماعیل سرتی۔ جناب سعید انور (کرکٹر پاکستان) جناب انضمام الحق، شیخ مروان احمد مدنی، مولانا محمد الیاس چنیوٹی، جناب طلحہ محمود راولپنڈی۔

تاریخ مذکورہ (۲رشوال) میں بعد نماز عشاء پورا قافلہ ہندوستان کے قصد سے مطار مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا، وہاں کے تمام مراحل مکمل ہوکر جہاز ریاض ہوتے ہوئے بڑی راحت وآرام کے ساتھ مطار دہلی پہنچا اور وہاں سے مرکز نظام الدین پہنچ کر عمرہ کا یہ سفر اگر چہ پورا ہو گیا لیکن بہت سی یادیں اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔

فللّٰہ الحمد والشکر. الحمدللّٰہ الذی بعزتہٖ وبنعمۃٖ تتم الصالحات

حج اور عمروں کے ان تمام اسفار میں ہماری مستورات کو دعوتی وتبلیغی کام سے وابستہ تین محترم خواتین جنابہ مجیبہ صاحبہ (اہلیہ جناب بھائی عظیم الدین جدہ)، جنابہ عرشیہ صاحبہ (اہلیہ جناب بھائی عبداللطیف جدہ) اور جنابہ طلعت صاحبہ سے بڑی انسیت اور مناسبت پیدا ہوئی اوران کے خلوص واخلاص کی وجہ سے اس میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ چنانچہ ہر سفر میں یہ تینوں خواتین کثرت کے ساتھ ہماری قیامگاہ پر آتی رہیں اور بڑی تعداد میں اپنی جان پہنچان کی مستورات کو ملاقات کے لئے ساتھ لاتی رہیں۔

پاکستان کے دعوتی و تبلیغی اسفار

مولانا محمد یوسف صاحب نے تقسیم ہند کے بعد صفر ۱۳۶۷ھ/ دسمبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا پہلا سفر کیا تھا، حضرت مرحوم اپنی وفات تک کم وبیش ہر سال یہ اسفار کرتے رہے۔

اس ملک میں آپ کی حیات کا آخری سفر شوال ۱۳۸۴ھ/ فروری ۱۹۶۵ء میں شروع ہو کر ۲۹ رذی الحجہ/ ۲راپریل میں وفات پر پورا ہوا، جنازہ لاہور سے دہلی لایا گیا اور اگلے دن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زیر امامت نماز جنازہ ہو کر مرکز کے احاطہ میں حضرت مولانا محمد الیاس کے پہلو میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

حضرت جی ثالث نے اپنی ایک طویل یادداشت بعنوان ''اسفار بیرون'' میں مولانا محمد یوسف کے اس آخری سفر کا اندراج ان الفاظ کے ساتھ کر رکھا ہے!

''۹ رشوال ۱۳۸۴ھ/ ۱۲ رفروری ۱۹۶۵ء جمعہ کو حضرت جی مرحوم کے ساتھ سفر پاکستان شروع ہوا۔ لاہور پہنچے۔ ۳۰ رذیقعدہ ۱۳۸۴ھ/ ۳ راپریل ۱۹۶۵ء سنیچر کی رات کو بذریعہ ہوائی جہاز حضرت جی مرحوم کے جسد مبارک کے ساتھ دہلی اترے۔''

حضرت مولانا انعام الحسن نے بحیثیت حضرت جی ثالث پہلی مرتبہ ۲۳ / ۲۴ / ۲۵ / محرم ۱۳۸۵ھ/ ۱۵ / ۱۶ / ۱۷ / مئی ۱۹۶۶ء میں پاکستان کے ہونے والے اجتماع سالانہ میں شرکت فرمائی اور پھر اپنے ۳۲ رسالہ دور امارت میں تسلسل اور تواتر کے ساتھ وہاں کے اسفار کرتے ہوئے سالانہ اجتماعات میں شریک ہوتے رہے۔

راقم سطور کے اعداد و شمار کے مطابق حضرت جی ثالث نے اپنی پوری زندگی میں پاکستان کے سینتالیس (۴۷) سفر فرمائے۔ جن میں تیرہ (۱۳) سفر مولانا محمد یوسف کی معیت میں اور بیس (۲۰) سفر بطور خاص رائیونڈ کے اجتماعات میں شرکت کے لئے اور چودہ

(۱۴) سفر حرمین شریفین عربستان، یورپ وافریقہ وغیرہ کی آمد ورفت کے موقع پر کئے ہیں۔

ان کے فرزند ارجمند مولانا زبیر مرحوم کا اجتماع سالانہ رائیونڈ میں شرکت کے لئے دہلی سے سب سے پہلا سفر ۲۹ رشوال ۱۳۹۵ھ/ ۵ رنومبر ۱۹۷۵ء میں ہوا ہے۔ اجتماع کی تاریخیں ۴/۵/۶ رذی قعدہ/ ۹/۱۰/۱۱ رنومبر متعین تھیں۔

اس موقعہ پر حضرت شیخ اور حضرت جی ثالث کاندھلہ، کیرانہ، پانی پت، تھانیسر، بلاسپور کے تاریخی مزارات پر ہوتے ہوئے سرہند شریف اور پھر وہاں سے لاہور پہنچے تھے۔

اس سفر کی ایک خصوصیت حضرت شیخؒ کے روزنامچہ میں اندراج کے مطابق یہ تھی کہ!

"مولوی انعام صاحب نے (اس سے قبل) شعبان میں سرہند شریف حاضری کے موقع پر خواب دیکھا تھا کہ حضرت مجدد صاحب نے ان کو فرمایا کہ یہاں والوں کو بیعت کرلو اس خواب کی بناء پر زکریا نے بیعت کا تقاضا کرنے والوں کو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہاں مولانا انعام الحسن بیعت کریں گے اور اعلان بھی کرادیا کہ جو بیعت ہونے کا ارادہ کرے اس کو مولانا انعام الحسن بیعت کریں گے زکریا نہیں کرے گا۔"

یہاں سے کاروں کے ذریعہ سڑک کے راستہ سے لاہور (پاکستان) میں داخلہ ہوا۔ اس موقع پر حضرت شیخ اوران کی معیت میں راقم سطور نیز مولانا احسان الحق اورالحاج ابوالحسن مرحوم، جناب ڈاکٹر منیر کی گاڑی میں اور مولانا زبیر، مولانا محمد عمر اور مولانا سلیمان جھانجھی بمعیت حضرت جی ثالث، جناب بھائی افضل کی گاڑی میں رائیونڈ تک پہنچے تھے۔

تقدیری بات یہ کہ اس سال حضرت شیخؒ نے پہلی مرتبہ اجتماع رائیونڈ میں شرکت فرمائی کہ اس سے قبل شرکت کی نوبت نہیں آئی تھی نیز مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور کا بھی یہ پہلا سفر تھا۔ جو اجتماع سالانہ کے عنوان پر کیا گیا تھا۔

اس اجتماع سے جماعتوں میں نکلنے والے احباب کے مصافحے حضرت شیخ اور حضرت مولانا انعام الحسن نے مشترکہ طور پر کئے تھے (۱) شرکاء اجتماع کا اندازہ ستر (۷۰) ہزار تک تھا۔

اجتماع ختم ہونے پر اگلے دن (۷/ذیقعدہ/۱۲/نومبر بدھ) میں مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور کو حضرت شیخ نے بڑے اہتمام کے ساتھ لاہور کے مختلف مقامات کی سیر وسیاحت کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے فرزند مولانا محمد بنوری مرحوم ہمارے ساتھ رہبر کے طور پر متعین کئے گئے تھے۔ چنانچہ ہم دونوں پہلے جامعہ اشرفیہ اور جامعہ مدنیہ گئے، وہاں کے علماء اساتذہ سے ملاقات کی کچھ دیر ادارہ اہتمام میں رہ کر ہر دو جامعات کے بیش قیمت کتب خانے دیکھے اور پھر چڑیا گھر، بادشاہی مسجد، مزار علامہ اقبال، مسجد شہداء اور منارہ پاکستان کو تفصیلی طور پر دیکھتے ہوئے جناب ڈاکٹر منیر صاحب کے دولت کدہ پر پہنچے، نماز ظہر پڑھ کر کھانا کھایا۔ جس میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے مختلف انواع واقسام کی بہت سی نعمتیں جمع کر رکھی تھیں۔

دو گھنٹہ وہاں آرام کے بعد نماز مغرب مولانا محمد مالک کاندھلوی کی امامت میں ادا کر کے عشاء کے وقت رائیونڈ مرکز واپس ہوئے۔

---

(۱) ایک زمانہ میں اپنی شخصیت کو زیادہ سے زیادہ نمایاں اور اجاگر کرنے کے لئے پوری شدت کے ساتھ مرکز تبلیغ نظام الدین میں یہ ہنگامہ برپا رہا کہ سیرت سے صرف ایک شخص کا مصافحہ ثابت ہے۔ بیک وقت دو شخصوں سے مصافحہ ثابت نہیں۔ جبکہ مولانا زبیر مرحوم کی حیات میں متواتر بیس سال تک دو مصافحے ہوتے رہے اور اس کے لئے ماحول سازی کے طور پر دہلی کے بعض ممتاز اصحاب کی خدمات بھی لی گئیں۔ لیکن مولانا مرحوم کی آنکھ بند ہوتے ہی اس معاملہ میں اس قدر سختی بلکہ سینہ زوری کی گئی جس کی کوئی انتہاء نہیں رہی۔ اور اس کے لئے کچھ شریفوں نے تو مستقبل میں اپنے حق میں سنہرے سپنے دیکھتے ہوئے اپنی شرافت بھی گروی رکھ دی تھی۔

لیکن یہاں حضرت شیخ اور حضرت جی ثالث "مشترکہ طور پر مصافحہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کاش اپنے وقت کے یہ دوز بردست عالم اور مشائخ سیرت نبوی کی ایک آدھ کتاب کا بھی مطالعہ کر لیتے تو ان کو بھی مشترکہ طور پر دو مصافحوں کی ہمت نہ پڑتی۔

اجتماع سے فراغ پر مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے سرگودہا پہنچے۔ یہاں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ سے ملاقات کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر کے وطن ڈھڈیاں میں ایک رات گذار کر کراچی پہنچے۔ ۱۴/۱۵/ذیقعدہ/ ۲۰/۲۱/نومبر کو مکی مسجد میں قیام رہا اور یہیں سے ۱۵/ذیقعدہ/ ۲۰/نومبر جمعرات میں جدہ کے لئے روانہ ہوئے۔

قارئین اس حج کی تفصیلات چند صفحات کے بعد اپنے مقام پر پڑھیں گے۔

☆۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء کے اجتماع میں قانونی مشکلات کی وجہ سے حضرت جی ثالث پاکستان کا سفر نہیں کر سکے تھے۔ تاہم ۷/۸/۹/ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ/۲۱/۲۲/۲۳/اکتوبر ۱۹۷۷ء کے اجتماع میں بمعیت حضرت شیخ وہاں کا سفر ہوا۔

مولانا زبیر مرحوم اور یہ راقم سطور بھی خدام کی فہرست میں شامل تھے۔ اس سفر میں حضرت جیؒ کی طبیعت میں بڑا اضمحلال رہا جس کا سبب بخار کی شدت تھی۔

مولانا زبیر مرحوم اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ کو اس علالت کی تفصیلات سے نیز راقم سطور کو اپنے ساتھ حرمین شریفین لے جانے کی خواہش کا اظہار اپنے ایک مکتوب میں اس طرح کرتے ہیں!

”والد صاحب مدظلہ کی طبیعت پہلے کی بنسبت اب بہتر ہے۔ ضعف ونقاہت بدستور ہے، ضعف اور ہجوم اور مصافحوں کے ڈر کی وجہ سے اندر کمرہ ہی میں مستقل قیام ہے، نمازوں کے لئے باہر برآمدہ میں اور عصر کے بعد برآمدہ میں تشریف رکھتے ہیں۔

بھائی شاہد کو بھی میں اصرار کر رہا ہوں کہ تم بھی (شیخ ابا جی سے) اپنا سفر حجاز طے کرالو، چاہے تین ماہ کے بعد ہمارے ساتھ واپس آجائیو، باقی وہ فرمار ہے ہیں کہ جی تو بہت چاہتا ہے مگر ہمت حضرت شیخ سے کہنے کی نہیں پڑتی۔

میں نے کہا ڈرنے کی کوئی بات نہیں زیادہ سے زیادہ ایک تھپڑ ماریں گے تو

کھالینا اور اگر تمہارے ایک دو مرتبہ کے اصرار کے بعد شیخ راضی ہو جائیں تو کیا ہی کہنا مگر وہ ہمت نہیں فرما رہے ہیں جس کا ان کو اور مجھ کو بہت ہی رنج ہے۔''

(مکتوب محررہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۷ء از رائیونڈ لاہور)

اجتماع سے فراغ پر مولانا مرحوم نے ایک تفصیلی مکتوب مولانا اظہار الحسن اور مولانا عبید اللہ صاحبان کو رائیونڈ سے تحریر کیا تھا۔ جس میں اجتماع کے احوال حضرت شیخؒ کی لاہور کے مدارس علمیہ اور علماء کرام سے ملاقات نیز حضرت جی ثالث کی علالت کی کیفیت اور بعد کے پروگرام کی وضاحت ہے۔ یہ خط شامل کتاب کیا جاتا ہے۔

مکرم و محترم مولانا الحاج اظہار الحسن صاحب و مولانا عبید اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہوں، الحمد للہ یہاں پر سب بعافیت ہیں۔

پرسوں سیلون (سری لنکا) کی جماعت کے ہمراہ ایک عریضہ آپ سب کے نام مشترک لکھ چکا ہوں جس میں پورے جلسہ کی کارگذاری لکھی تھی امید ہے کہ پہنچا ہوگا۔

اس کے بعد کی کارگذاری یہ ہے اتوار کے دن بارہ بجکر چالیس منٹ پر جلسہ کی دعا ختم ہوئی، پھر قاضی صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب نے جماعتوں سے مصافحے کئے۔ ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ظہر کے بعد پھر عصر تک جماعتوں کی روانگی کے مصافحے ہوتے رہے، تقریباً ۲۰ر جماعتیں ۳ر چلے کی اور ۱۳۵ر جماعتیں ایک چلہ کی اور چلہ سے کم اوقات کی بہت سی جماعتیں روانہ ہوئیں۔ سب کی تعداد تقریباً ۳۵۰ر کے لگ بھگ تھی۔

مجمع تو اسی دن شام تک بہت سا نکل گیا تھا، اور آج منگل کے دن تو شامیانے وغیرہ سب اتر گئے اور بالکل ایسا چٹیل میدان ہو گیا کہ دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا

کہ یہ جگہ پرسوں ایسی تھی کہ اس میں تل دھرنے کو بھی جگہ نہیں تھی۔

اچھا اب اور سنو کل صبح پیر کے دن ۲۴؍اکتوبر کو حضرت شیخ مدظلہ لاہور تشریف لے گئے تھے۔ حضرت جی مدظلہ اپنی ضعف ونقاہت کمزوری وعلالت کی بناپر نہیں جاسکے، البتہ یہ نالائق حضرت کے ساتھ گیا تھا۔ ۹؍بجے روانگی ہوئی، لاہور میں جامعہ اشرفیہ اس کے بعد ڈاکٹر منیر کے گھر پھر ماموں شعیب کے گھر اور ان کا مزار اور اس کے بعد بھائی غلام دستگیر کے گھر اور اس کے بعد ماموں داؤد کے گھر جاکر ڈیڑھ بجے سب نے کھانا کھایا، پُرلطف۔ پونے دو بجے وہاں سے چل کر بھائی افضل کے گھر پہنچے۔ سلطان فونڈری میں ظہر کی نماز پڑھی، لیٹ گئے۔ عصر کی نماز ساڑھے چار بجے اٹھ کر پڑھی، پھر چائے پی اور سوا پانچ بجے کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر رائیونڈ ایسے وقت پہنچے کہ نماز مغرب ہوچکی تھی، اپنی نماز علیحدہ پڑھی۔

حضرت شیخ پر سفر کا بہت اثر ہوا، تھکان کی وجہ سے رات کو اچھا خاصا بخار ہوگیا تھا، باقی آج منگل کے دن الحمد للہ بخار نہیں ہے، ضعف ہے۔

حضرت جی مدظلہ کی طبیعت ویسے تو الحمد للہ اچھی ہے، ضعف ونقاہت البتہ خاصا ہے۔ آج منگل کی صبح ڈاکٹر اقبال ملتانی نے حضرت جی کا خون ٹیسٹ کیا، جس سے پتہ چلا ہے کہ الحمد للہ شوگر کی زیادتی جو خون میں تھی وہ کم ہوگئی اور دلی میں خون کے اندر جو ۳۲۰؍شوگر تھی وہ آج ۱۳۵؍تک آئی۔ اس وقت ظہر کے بعد بھی کھانے کے دو گھنٹے کے بعد دوبارہ خون لیا تھا، جس کی رپورٹ انشاء اللہ شام تک آئے گی، ویسے حضرت جی مدظلہ کی طبیعت الحمد للہ پہلے کی بنسبت اچھی ہے، بھوک جو بالکل نہیں لگتی تھی اب کچھ کچھ لگنے لگی ہے، ایک ڈبہ حلوہ کا بچوں کے لئے اور معارف القرآن کی ساتویں اور آٹھویں جلدیں بھیجی جارہی ہیں۔

خدا کرے بخیریت پہنچ جائیں۔ ان کو محفوظ رکھیں انشاء اللہ واپسی پر لے لی جائیں گی۔

کل ۲۶؍اکتوبر بدھ کی صبح کو گیارہ بجے کے جہاز سے لاہور سے کراچی کے لئے روانگی ہوگی۔ رائیونڈ سے ساڑھے آٹھ بجے روانگی ہو جائے گی انشاء اللہ۔ جمعرات، جمعہ کراچی قیام کے بعد ہفتہ کی صبح آٹھ بجے کراچی سے جدہ کے لئے روانگی ہوگی انشاء اللہ۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کو خیر و عافیت کے ساتھ پورا فرمادے۔

سب بچوں کو سلام مسنون۔ فقط والسلام محمد زبیر الحسن عفی عنہ

اجتماع رائے ونڈ کے بعد ۱۶؍ذیقعدہ/۳۰؍اکتوبر میں یہ پورا قافلہ کراچی سے جدہ کے لئے روانہ ہوگیا اور راقم سطور حضرت شیخ کی تعمیل ارشاد میں کراچی سے ہندوستان واپس آگیا۔

☆۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء کے اجتماع میں شرکت کے لئے حضرت جی ثالث ۷؍ذیقعدہ/ ۱۰؍اکتوبر میں مرکز نظام الدین سے فرنٹیر ٹرین سے امرتسر کے لئے روانہ ہوئے، یہ ٹرین چونکہ سہارنپور سے گذرتی ہے اس لئے شب میں ۱۲؍بجے مولانا محمد طلحہ زید مجدہ اور کاتب سطور بھی اسی سے سوار ہوکر آپ کی معیت میں امرتسر کے لئے روانہ ہوئے۔ ہم دونوں کی سیٹیں کنفرم نہ ہونے کی وجہ سے پوری رات جاگتے ہوئے گذری تھی۔ صبح نماز فجر میں جب حضرت جی کے علم میں یہ بات آئی تو ہم دونوں کو اپنے کیبن میں بلاکر لٹایا اور نیند پوری کرائی۔ اپنی ڈائری میں بھی حضرت جیؒ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اجتماع گاہ پہنچ کر مولانا زبیر مرحوم نے تینوں دن اپنے امور مفوضہ کی تکمیل کی۔ نماز جمعہ کی امامت بھی مشورہ میں ان کے لئے طے ہوئی تھی۔

مولانا محمد احسان الحق زید مجدہ نے ۱۳۹۸ھ کے اجتماع کی تفصیلات سے حضرت شیخؒ کو مدینہ منورہ مطلع کرتے ہوئے لکھا تھا کہ!

''جمعہ مولانا زبیر صاحب نے اپنے خاص انداز میں پڑھایا''
اس سفر سے دہلی واپسی ۲۵ / اکتوبر/۲۲ / ذیقعدہ میں ہوئی تھی۔

☆ ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء میں منعقد ہونے والے اجتماع میں حضرت شیخ بھی تشریف فرما تھے۔ اس اجتماع کے لئے ۳/ ذیقعدہ/ ۲۶/ ستمبر بدھ میں شام پانچ بجے تبلیغی مرکز دہلی سے روانہ ہو کر مطار پہنچ کر ایک بڑے مجمع کے ساتھ نماز عصر ادا کی گئی۔

سات بجے مطار لاہور اتر کر تنگی وقت کی وجہ سے طیارہ کے پاس ہی اپنے رومال اور مصلّے بچھا کر نماز مغرب ادا کی گئی اور فوراً ہی رائیونڈ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جناب بھائی افضل صاحب کی گاڑی میں حضرت شیخ اور کاتب سطور نیز الحاج ابوالحسن مرحوم تھے جبکہ جناب غلام دستگیر صاحب کی گاڑی میں حضرت جی ثالث، مولانا محمد عمر اور مولانا زبیر الحسن مرحوم تھے۔

۵/ ۶/ ۷/ ذیقعدہ/ ۲۸/ ۲۹/ ۳۰/ ستمبر جمعہ، بار، اتوار میں یہ اجتماع منعقد ہوا اور پھر دو یوم بعد لاہور سے کراچی اور تین یوم یہاں قیام کے بعد ۷/ اکتوبر میں حضرت قاضی عبدالقادر، مولانا یوسف تتلا افریقی، مولانا نجیب اللہ چمپارنی اور راقم سطور تو حضرت شیخؒ کی معیت میں جدہ کے لئے روانہ ہو گئے اور حضرت جی مع مولانا زبیر مرحوم دہلی واپس آ گئے ہمیشہ کی طرح اس سال بھی مجمع عامہ میں نماز جمعہ کی امامت مولانا محمد زبیر مرحوم نے کی تھی۔

☆ ۱۵/ ۱۶/ ۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ/ ۲۶/ ۲۷/ ۲۸/ ستمبر ۱۹۸۰ء کے اجتماع میں شرکت کے لئے ۲۴/ ستمبر/ ۱۳/ ذیقعدہ میں مولانا زبیر مرحوم نے اپنے والد ماجد کی معیت میں پاکستان کا سفر کیا اور مجمع عامہ میں نماز جمعہ کی امامت دوسری مرتبہ اور نماز عصر کے بعد ذکر کے فضائل اور ترغیب پر مختصر بیان پہلی مرتبہ کیا۔

مولانا مرحوم نے راقم سطور کو اپنے مکتوب میں اس سفر کی تفصیلات میں لکھا ہے کہ!

''۶/ اکتوبر ۱۹۸۰ھ/ ۲۸/ ذیقعدہ ۱۴۰۰ء میں صبح ناشتہ کر کے حضرت جی مع قافلہ رائیونڈ سے روانہ ہو کر لاہور میں حاجی احمد شاہ اور بھائی غلام دستگیر کی

عیادت کرتے ہوئے جنرل حق نواز کے یہاں کھانا کھا کر ایئر پورٹ پہنچے اور چار بجے طیارہ سے روانہ ہو کر بعافیت دہلی آئے۔"

☆ ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں منعقد ہونے والے اجتماع کی تاریخیں ۲۵/۲۶/۲۷ ستمبر/۲۵/۲۶/۲۷ ذیقعدہ تھیں۔ اور اس کے لئے ۱۶ ستمبر/۱۶ ذیقعدہ کو دہلی سے روانگی عمل میں آئی۔

اس اجتماع کی واضح تفصیلات مولانا زبیر مرحوم نے حضرت شیخ کو اپنے دو خطوط کے ذریعہ مدینہ منورہ تحریر کی تھیں۔

دونوں خط کاتب سطور اپنے محفوظ ذخیرہ سے یہاں پیش کرتا ہے۔

(۱) مخدوم مکرم معظم ومحترم حضرت اقدس نانے اباجی صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ مزاج عالی بخیر ہوں، الحمدللہ ثم الحمدللہ ہم سب بخیر ہیں۔

بدھ کے دن دوپہر ۱۲ بجکر بیس منٹ پر اپنی نماز ظہر پڑھ کر حضرت جی مدظلہ کی زیر امارت ۳۴ نفر کا قافلہ بذریعہ کار نظام الدین سے روانہ ہو کر ایئر پورٹ پہنچا۔ جملہ مراحل سے بسہولت فراغت کے بعد دو بجے طیارہ پر سوار ہوئے اور چالیس منٹ کی پرواز کے بعد اللہ نے بخیریت لاہور ایئر پورٹ پر اتارا۔

دعا سے فارغ ہو کر بھائی افضل کی گاڑی میں ڈاکٹر منیر الحق صاحب کے مکان پر گئے، کھانا کھایا، آرام کیا، نماز عصر پڑھ کر چائے پی اور بھائی غلام دستگیر صاحب کے یہاں ان کی عیادت کے لئے گئے۔ نماز مغرب پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک گھنٹہ میں بخیریت رائیونڈ شریف پہنچے۔ جمعرات کا سارا دن مرکز ہی میں قیام رہا اور شام کو بعد عصر جلسہ گاہ منتقل ہو گئے۔ مغرب بعد سے اجتماع شروع ہوا۔ جمعہ، شنبہ، اتوار ان تین دنوں میں جملہ بزرگان دین نے خوب بیانات کئے۔ اور آج اتوار کے دن دوپہر کو پونے دو بجے

اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے بخیریت اجتماع سے فارغ کر دیا۔

الحمدللہ اجتماع بہت اچھا ہوا انتہائی سکون اور عافیت کے ساتھ یہ اجتماع ہوا۔ ہر سال سے بہت زیادہ مجمع اس سال بتلایا جا رہا ہے۔ تینوں دن مجمع کی زیادتی ہی رہی لوگوں کا اندازہ تقریباً چار، پانچ لاکھ کا ہے۔

حضرت والا مدظلہ سے اجتماع کی قبولیت کے لئے بہت ہی لجاجت سے دعا کی درخواست ہے۔

بھائی عبد الوہاب صاحب کا ۱۲/یوم قبل ایک گاڑی سے ایکسیڈینٹ ہوگیا تھا۔ داہنی ٹانگ کی ہڈی میں چوٹ آئی، پلاستر چڑھا ہوا ہے، اور تقریباً ۵/ہفتہ چڑھا رہے گا۔ ویسے الحمدللہ اچھے ہیں۔

اگلے ہفتہ واپسی کا ارادہ ہے۔ دن اور تاریخ ابھی تک متعین نہیں ہوئی۔ دعا کے ہم سب خدام بیحد وحساب محتاج ہیں۔

خدا کرے کہ حضرت والا زید مجدہم کی طبیعت مبارکہ بعافیت ہو کہ ہر وقت خیال لگا رہتا ہے۔ سب حضرات کی خدمت میں اندر باہر بہت بہت سلام مسنون عرض کر دیں۔ فقط والسلام محمد زبیر الحسن۔ ۲۸/ستمبر ۱۹۸۱ء اتوار

(۲) مکرم ومحترم حضرت اقدس نانے اباجی صاحب زید مجدکم السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ مزاج عالی بعافیت ہوں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ ہم سب بخیر ہیں۔

کل اتوار کے دن ایک عریضہ ایک صاحب کی معرفت جناب والا کے نام دہلی بھیج چکا ہوں جو امید ہے کہ آج پیر کے دن موصول ہوا ہوگا۔

آج پیر کے دن صبح ساڑھے نو بجے جلسہ گاہ سے ڈاکٹر منیر صاحب کی گاڑی میں روانہ ہو کر بخیریت مرکز منتقل ہوگئے۔ ہندوستان سے جب سے آئے برابر

واپسی کے مشورے ہورہے تھے مگر کوئی بات طے نہیں ہوتی تھی۔آج پیر کے دن قاضی صاحب کے فیصلہ پر آنے والی پیر ۶/اکتوبر کو واپسی بذریعہ طیارہ دہلی طے ہوگئی ہے۔ اس دوران میں رائیونڈ کے مدرسہ میں قیام کرنا ہے کسی دوسری جگہ نہیں جانا۔

الحمدللہ حضرت جی مدظلہ کی طبیعت مبارکہ پر خوب بشاشت ہے، ہشاش بشاش ہیں۔کل اجتماع کی فراغت کے بعد سے مبشرات اور منامات کے منتظر ہیں۔ابھی تک کوئی بشارت سننے میں نہیں آئی۔ بھائی عبدالوہاب صاحب کی طبیعت الحمدللہ اچھی ہے۔مرکز سے اجتماع گاہ ساتھ ہی گئے تھے اور ساتھ ہی واپس آئے۔

آج حافظ کرامت اللہ واپس دہلی جارہے ہیں ان کے ہمراہ یہ پرچہ بھیجا جارہا ہے۔خدا کرے کہ بخیر پہنچ جائے۔

سب حضرات کی جانب سے بہت بہت سلام مسنون کے بعد دعا اور توجہ کی درخواست ہے۔حضرت والا کی طرف سے اکثر فکر رہتی ہے۔حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل وکرم سے صحت وقوت کے ساتھ تادیر سایہ مبارکہ ہم ضعفاء کے سروں پر قائم دائم رکھے کہ سب ہی کے لئے ذات عالی ڈھارس اور تسکین کا ذریعہ ہے۔اور قدر دانی کی توفیق بخشے۔

سب کی خدمات میں بہت بہت سلام مسنون عرض ہے۔فقط والسلام

محتاج دعا وتوجہ: محمد زبیر الحسن۔۲۹/ستمبر ۱۹۸۱ء۔دوشنبہ، رائیونڈ

اس اجتماع سے فراغ پر حضرت جی ثالث امارات عربیہ ہوتے ہوئے حرمین شریفین روانہ ہوئے اور حج وزیارت سے فارغ ہو کر ہندوستان واپس آئے۔

☆ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ/ستمبر ۱۹۸۲ء کے اجتماع کی بڑی واضح تفصیلات جو کم وبیش

پانچ صفحات پر مشتمل ہیں۔ مرحوم نے اپنی والدہ مرحومہ اور خالہ صاحبہ مرحومہ کی خدمت میں ارسال کی تھیں یہاں اپنے محفوظ ذخیرہ سے اس کو شامل کتاب کرتا ہوں۔

مکرمہ ومحترمہ والدہ صاحبہ، خالہ صاحبہ، وجمیع اہل خانہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ تم سب بخیر ہو۔ الحمد للہ یہاں پر سب بخیر ہیں۔ جہاز کے اندر تک بیٹھنے کی سرگذشت تو ماموں اظہار اور سعد وغیرہ سے معلوم ہوگئی ہوگی۔

اس کے بعد کی یہ ہے کہ ہمارا جہاز بجائے سات بجے کے پونے آٹھ بجے روانہ ہوا۔ پچاس منٹ کا اعلان تھا مگر پینتالیس منٹ ہی میں بخیریت وعافیت لاہور اتر گیا۔ فضا بہت ہی صاف رہی، اتار چڑھاؤ بہت ہی اچھا رہا، کسی قسم کا کوئی جھٹکا اور کھٹکا نہیں محسوس ہوا۔ بہت ہی اچھا سفر رہا۔

جہاز کی سیڑھیوں پر بھائی محمد افضل صاحب، ڈاکٹر منیر الحق صاحب، جنرل حق نواز صاحب اور مولانا محمد مالک کاندھلوی موجود تھے۔ سب کے اترنے کے بعد ہم لوگ اترے اور جہاز سے ایئرپورٹ والوں کی چھوٹی بس پر حضرت جی، مولوی محمد عمر، زبیر، مولوی احمد لاٹ صاحب وی آئی پی کمرہ میں پہنچے۔ سب کے وضو تھے جاتے ہی عشاء کی نماز پڑھی، اور بقیہ بھائی پاڈیا وغیرہ حضرات کسٹم ہاؤس میں چلے گئے اور ہم لوگ عشاء پڑھ کر باہر کاروں پر آکر قاضی صاحب، بھائی عبدالوہاب صاحب اور بہت سے لوگ موجود تھے۔ سب سے ملاقات کرکے بھائی افضل صاحب کی گاڑی میں بیٹھ کر رائیونڈ اجتماع گاہ سیدھے پہنچے۔

والد صاحب مدظلہ پر جہاز کا بہت ہی فکر ہورہا تھا الحمد للہ کسی قسم کی کوئی تھکان اور کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ قیام گاہ پر پہنچ کر فوراً لیٹ گئے

صرف شوربا پیا اور کچھ نہیں نوش فرمایا کہ اس کے بعد دو گھنٹے جاگنا پڑے گا اور لیٹنا ضروری ہے، اس لئے لیٹ گئے۔ ہم لوگ کھانا کھانے اور لوگوں سے ملاقات کرنے میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ شب جمعہ تھی۔ میدان میں خوب مجمع آیا ہوا تھا، اجتماع کی پہلی رات تھی اس لئے مفتی زین العابدین صاحب کا بیان مشورہ والوں نے طے کر رکھا تھا، اس لئے ان سے ملاقات بیان کے بعد ہوئی رات کو الحمدللہ سب کو خوب اچھی طرح نیند آئی۔ والد صاحب کو بھی خوب نیند آئی ایک کمرہ میں والد صاحب دوسرے برابر والے میں مولوی محمد بن سلیمان اور مولوی احمد لاٹ اور تیسرے کمرہ میں زبیر اور مولوی خالد کا قیام ہے۔

ہمارے پہنچنے سے ایک دو گھنٹہ پہلے مولوی خالد بھی سہارنپور سے پہنچ گئے تھے بقیہ حضرات مولوی محمد عمر، منشی جی اور سارے ساتھیوں کا قیام باہر خواص کے خیموں میں رہا۔ اندر نہ کسی کو جانے کی اجازت تھی اور نہ کوئی آتا تھا۔ بڑے اچھے پہرے دار مقرر کر رکھے تھے۔ پاکستان کے صرف تین چار خواص سے ملاقات ہوئی۔ عوام میں کسی سے مصافحہ نہیں فرمایا۔ فجر اپنے کمرہ میں پڑھی اور دوا کھا کر فوراً لیٹ گئے۔ آٹھ بجے ناشتہ کے لئے اٹھے، اپنے کمرہ ہی میں ناشتہ کیا اور پھر قاضی صاحب، مفتی صاحب، سے بات کر کے بیٹھے رہے۔

جمعہ کی نماز کا مسئلہ تھا کہ کہاں پڑھی جائے گی۔ سب کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ میدان ہی کا جمعہ ادا کیا جائے اور بجائے باہر مجمع میں جانے کے خواص کے حصہ (میں نماز جمعہ ادا کی جائے اس لئے کہ یہاں) تک صفیں پہنچ جائیں گی۔ چنانچہ بارہ بجے غسل فرمایا سنتیں پڑھیں اور نماز کے لئے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ بندہ کے ذمہ جمعہ پڑھانا طے ہوا تھا، اس لئے بندہ مع ساتھیوں کے منبر پر گیا۔ جمعہ کے بعد سب کے ساتھ کھانا کھایا اور اپنے کمرہ پر آرام فرمایا۔

عصر کے بعد باہر صحن میں تشریف فرما ہوئے۔اسی دوران لاہور کے حکیم شریف صاحب آ گئے، ان کو نبض دکھلائی، حال بتلایا ساری کیفیت ان کے سامنے رکھی، وہ حالات سن کر بہت مطمئن ہوئے کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے انشاءاللہ جلد ہی اچھے ہو جائیں گے۔ایک دن کی دوا تجویز کر گئے کہ پرسوں صبح آ کر دیکھوں گا۔ جمعہ کا دن ماشاءاللہ خوب ہشاش بشاش گذرا، اگر چہ تکلیف اور کمزوری بدستور تھی۔ ہفتہ کی شب میں نیند خوب اچھی آئی، پیشاب کے لئے بھی نہیں اٹھنا پڑا۔ ہفتہ کی صبح کو اپنی نماز فجر جماعت سے ادا کر کے (جس میں امام زبیر ہوتا ہے اور مولوی احمد لاٹ مولوی محمد سلیمان، مولوی احمد مڑھی اور حضرت جی مدظلہ (مقتدی) ہوتے ہیں) لیٹ گئے۔ ہفتہ کے دن بھی کمرہ ہی میں قیام رہا اور وہی جمعہ والا معمول تھا۔

سب کا اصرار یہ ہو رہا تھا کہ اتوار کے دن اجتماع کے اختتام کی دعا ضرور حضرت جی کرائیں اور حضرت اس پر بالکل آمادہ اور تیار نہیں تھے کہ لمبی دعا کرانے کی ہمت نہیں ہے اور بہت سارا مجمع صرف دعا ہی کے لئے آتا ہے اس لئے قاضی صاحب یا مفتی صاحب کرائیں مگر سب کا اصرار یہ ہوا کہ ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہے، دعا کے وقت دیکھیں گے۔

اب اجتماع کے متعلق سنو! جمعرات کی شام کو بعد مغرب مفتی زین العابدین صاحب کا ساڑھے تین گھنٹہ بیان ہوا۔ جمعہ کی صبح فجر بعد قاری محمد ظہیر صاحب اور جمعہ کے بعد مولوی احمد لاٹ صاحب کا اور عصر بعد فضائل ذکر قاضی صاحب کے اور مغرب بعد ایک بیان ساڑھے تین گھنٹہ کا مولانا محمد عمر صاحب کا ہوا۔

ہفتہ کی صبح کو مولانا محمد احمد صاحب بھاولپوری کا علماء کے حلقہ میں مولوی محمد عمر صاحب خواص حلقہ میں قاری ظہیر صاحب عربوں کے حلقے میں مولانا

محمد اسلم صاحب اور مدارس عربیہ کے طلبہ میں مولوی احمد لاٹ صاحب کالج کے طلبہ میں پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب مدراسی اور ظہر بعد عوام میں مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی اور پرانوں میں ظہر بعد مفتی زین العابدین صاحب اور میواتیوں کے حلقہ میں منشی بشیر صاحب اور مولوی محمد سلیمان کے بیانات ہوئے۔

عصر کے بعد نکاح پر بیان قاضی صاحب نے کر کے نکاح پڑھائے۔

مغرب بعد مولانا محمد اسلم صاحب کا تین گھنٹہ بیان ہوا۔

اتوار کی صبح فجر کے بعد بھائی عبدالوہاب صاحب کا بیان ہوا اور دس بجے سے ہدایات مولانا محمد عمر صاحب نے دینی شروع کی۔ ساڑھے گیارہ بجے حضرت جی مدظلہ العالی استنجا وضو فرما کر بھائی افضل صاحب کی گاڑی میں بہمراہی مولوی احمد لاٹ مولوی محمد سلیمان اور زبیر روانہ ہوئے اور پنڈال کے آخری کنارہ پر جہاں دعا ہونی تھی اور جہاں سے ہدایات دی جارہی تھی جس کی مسافت قیام گاہ سے تقریباً پون میل کے قریب تھی تشریف لے گئے۔ ٹھیک بارہ بجے بیان شروع فرمایا۔ پندرہ منٹ بیان ہوا اور بائیس منٹ کی عربی اردو کی دعا کرا کر بغیر کسی سے مصافحہ کئے ہوئے گاڑی میں بیٹھ کر سیدھے قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ جماعتوں سے مصافحے حضرت قاضی صاحب نے کئے، جو ایک بجے شروع کر کے شام کو مغرب کی اذان سے دس منٹ قبل ختم ہوئے۔

یہاں کی تشکیل کی تفصیل یہ ہے کہ بیرون ممالک جانے والی جماعتیں سترہ ہیں اور آٹھ ماہ کی پیدل جانے والی جماعت تین عدد ہیں۔ تین چلہ کی ستانوے جماعتیں ہیں اور چلہ میں جانے والی جماعتیں چار سو پچھتر ہیں اور دنوں والی جماعتیں ایک سو چھپن ہیں کل مجموعہ آٹھ سو چار جماعتیں راہ خدا میں نکلیں۔ اور اسی میں بیرون ممالک سے آنے والی جماعتیں بھی ہیں جن کی

تعداد چھپن ہے۔ الحمدللہ دعا وغیرہ کرا کر حضرت پر کسی قسم کی تھکان اور بیچینی نہیں ہوئی۔

کل اتوار کے دن جلسہ گاہ ہی میں قیام رہا۔ آج پیر کی صبح دس بجے کاروں سے مرکز منتقل ہوگئے۔ حضرت اوران کے ہمراہ زبیر مولوی احمد لاٹ، مولوی سلیمان کا قیام تو مستورات کے لئے جو مکان بنایا گیا ہے اس میں ہے۔ اور بقیہ مولوی محمد عمر، منشی جی وغیرہ مرکز کے کمروں میں ہیں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ بھوک تو بالکل نہیں لگ رہی۔ ضعف اور کمزوری کافی ہے۔ ملاقات اور مصافحہ کسی سے نہیں ہے۔ صبح کو ناشتہ میں ملائی سے ایک توس اور ایک انڈا اور دوپہر کو بغیر رغبت کے ڈیڑھ چپاتی روٹی کی اور شام کو صرف یخنی (سوپ) نوش فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ صبح کو دس بجے اور شام کو چار بجے موسمی کا جوس ضرور پیتے ہیں۔ یہاں والے خوب ہنسانے کی اور جی بہلانے کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور خوش کرنے کی تدبیریں کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کوئی صورت ان کی صحت کی نکال دے۔

دعائیں یہاں بھی خوب اہتمام سے ہورہی ہیں تم بھی خوب خوب دعا کرتی رہنا۔ حافظ کرامت کے یہاں پرسوں فون پر ساری بات کہلوادی تھی امید ہے کہ معلوم ہوگئی ہوگی۔ گھبرانے کی پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ پڑھنے پڑھانے میں دعا درود شریف میں اہتمام سے لگی رہیں۔ اللہ چاہے تو انشاءاللہ جلدی ہی اچھے ہوجائیں گے۔

کل سے بیرون ممالک کے آنے والے احباب سے مشورے بھی مرکز میں شروع ہوگئے۔ ہم چار پانچ آدمیوں کے علاوہ بقیہ سب شریک ہوتے ہیں۔

واپسی کا ابھی کوئی پروگرام نہیں بنا۔ اندازہ ہے کہ جلدی ہی ہوجائے گی۔

مگر ابھی پتہ نہیں اس لئے انتظار مت شروع کرنا۔

بچوں کو دعا پیار سب سے سلام کہہ دینا۔ یہ خط پڑھنے کے بعد باہر مولانا عبید اللہ، ماموں اظہار صاحب کے پاس ضرور بھیج دینا کہ ہر ایک کو یہ ساری تفصیل معلوم ہو جائے گی۔ فقط والسلام

محمد زبیر الحسن۔ رائیونڈ شب سہ شنبہ بعد عشاء

☆ محرم ۱۴۰۳ھ/نومبر ۱۹۸۲ء میں ہونے والے سفر میں بھی مولانا زبیر مرحوم اپنے والد ماجد کے شریک سفر رہ کر نماز جمعہ اور پنجوقتہ نمازوں کی امامت نیز بعد عصر ذکر کے فضائل پر بیان کرتے رہے۔ اجتماع سے فراغ پر کراچی ہوتے ہوئے بنکاک، کوالمپور، ملیشیا اور بنگلہ دیش وغیرہ کے طویل سفر کے بعد دہلی تشریف آوری ہوئی۔

☆ محرم ۱۴۰۴ھ/نومبر ۱۹۸۳ء میں ہونے والے اجتماع سالانہ میں دعوت وتبلیغ کی دو برگزیدہ شخصیتوں یعنی مولانا مفتی زین العابدین اور مولانا قاضی عبدالقادر کے باہمی مشورے سے حضرت جی ثالث ؒ نے ایک زبردست انقلابی قدم اٹھاتے ہوئے دعوت وتبلیغ کے نہج ومنہج اور اس کے عظیم مقاصد کے تحفظ کے لئے ایک عالمی شوریٰ کی تشکیل فرمائی۔

مولانا مفتی زین العابدین مرحوم اپنی یادداشت میں اس تاریخی اقدام کی تفصیل اس طرح سپرد قلم کرتے ہیں!

("حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ کے ساتھ ایک اہم مشورہ)

اجتماع کے بعد ۱۲ر نومبر ۱۹۸۳ء/ ۶ر صفر ۱۴۰۴ھ بعد عشاء میں نے اور قاضی عبدالقادر صاحب ؒ نے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب سے عرض کیا کہ آپ کام کے لئے ایک شوریٰ بنا دیں، مولوی زبیر سلمہ (صاحبزادہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ) کو اجازت (بیعت) دے دیں۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب خاموش رہے۔

۱۶؍ نومبر بعد عشاء مجھے فرمایا کہ آپ کے زبیر کی اجازت میں نے

وصیت نامہ میں لکھ دی ہے۔"

حضرت مفتی صاحب مرحوم کی اس یادداشت میں حضرت الحاج عبد الوہاب صاحب زاد مجدہ کا نام نامی درج نہیں ہے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ ایسے اہم اور تاریخی فیصلہ میں وہ ضرور تشریف فرما ہوں گے۔

پاکستان کا یہ سفر ۳؍ نومبر سے شروع ہو کر ۱۴؍ دسمبر میں پورا ہوا تھا۔

☆ اس کے بعد ہونے والے ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء سے ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء تک ہونے والے تمام اجتماعات میں مولانا زبیر مرحوم نہ صرف اپنے والد ماجد کے ہمرکاب رہے بلکہ اپنے متعلق مشوروں میں طے ہونے والے امور کی بھی تکمیل اور تعمیل کرتے رہے۔

راقم سطور ان تمام اجتماعات میں سے صرف ۱۴۱۳ھ، ۱۴۱۴ھ اور ۱۴۱۵ھ کے تین اجتماعات میں شرکت کر سکا تھا۔ جن کے ضروری اور اہم نکات یہ ہیں۔

☆ ۱۵؍ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ/ ۱۱؍ نومبر ۱۹۹۲ء بدھ میں حضرت جی ثالث کا قافلہ دہلی سے بذریعہ طیارہ لاہور روانہ ہوا۔ یوم جمعہ سے اجتماع کا آغاز ہوا۔

راقم سطور مع مولانا خالد، قاری محمد عمار اور جناب الحاج شفیق احمد صاحب (کتھے والے) فرنٹیر ٹرین سے روانہ ہوئے۔ پاکی بارڈر پر رائیونڈ سے متعدد احباب اور لاہور سے حضرت الحاج حافظ صغیر احمد کے فرزند مولانا محمد انیس مظاہری اور ان کے دیگر متعلقین موجود تھے۔ چنانچہ اولاً حضرت حافظ صاحب کے مکان پر پہنچے۔ وہاں کھانے سے فراغ پر رائیونڈ روانہ ہو گئے۔ اجتماع سے فراغ پر حضرت جی ثالث مع خدام واحباب، لالہ موسیٰ جہلم راولپنڈی ہوتے ہوئے اسلام آباد پہنچے۔

اس مرتبہ پہلی دفعہ بڑے کشادہ اور صاف ستھرے راستوں کی وجہ سے کوئی زحمت مجمع کو نہیں ہوئی، کیونکہ دو طرفہ راستہ بہت کشادہ بنا دیا گیا تھا۔

۱۸ر نومبر بدھ کو پیپلز پارٹی کی جانب سے اسلام آباد لانگ مارچ تھا جس کی وجہ سے راستے میں دشواریاں اور جگہ جگہ تلاشیاں ہو رہی تھیں۔ رائیونڈ کے خواص بڑے متفکر تھے۔ مگر حضرت جی ثالث کا منشاء وہاں (اسلام آباد) کے اجتماع میں شرکت کا تھا۔ احباب نے یہ رائے دی کہ حضرت جی مع چند احباب لاہور سے بذریعہ طیارہ چلے جائیں۔ اس رائے پر فرمایا کہ "جو حشر سب ساتھیوں کا ہوگا وہی ہمارا بھی ہوگا" چنانچہ پھر پورا قافلہ گاڑیوں سے گیا اور الحمد للہ بڑی راحت سے سفر طے ہو گیا۔

کاتب سطور کے روزنامچہ میں اس سفر کی اور بھی تفصیلات درج ہیں۔

اسلام آباد کے اجتماع سے فارغ ہو کر مرکز رائیونڈ واپسی ہوئی، اور ایک روزہ قیام کے بعد ہندوستان کے لئے مراجعت ہوئی۔

☆ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ/نومبر ۱۹۹۳ء کے اجتماع میں حضرت جیؒ کے انتہائی مخلص، جاں نثار اور مولانا زبیر مرحوم کے بے تکلف تین عرب احباب یعنی شیخ غسان زارع مدنی، شیخ عبدالعزیز بوقس اور شیخ عبداللہ ربوعی بھی موجود رہے۔

نیز اسی اجتماع سالانہ میں جب مشورہ میں مولانا زبیر مرحوم کے متعلق مجمع عامہ میں نماز جمعہ کی امامت طے ہوئی تو انہوں نے بتلایا کہ اعذار و موانع کی وجہ سے سال گذشتہ رائے ونڈ ہی میں جمعہ پڑھانا ترک کر دیا تھا اور اب پورے ایک سال بعد رائے ونڈ ہی سے شروع ہو رہا ہے۔

اسی سفر میں ایک دن نماز فجر ادا کر کے مولانا مرحوم اور یہ راقم سطور لاہور روڈ پر چہل قدمی کے لئے نکلے تو عالی جناب الحاج حافظ صغیر احمد زید مجدہ کے فرزند مولوی حافظ مفتی انیس سلمہ کو اپنا منتظر پایا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کا سلام پہنچا کر ملاقات کے لئے وقت دریافت کیا۔ چنانچہ ہم دونوں نے اسی وقت مشورہ کر کے طے کیا کہ محترم ڈاکٹر منیر صاحب کے یہاں معائنہ چشم سے فراغ پر حضرت حافظ صاحب سے ملاقات کے لئے

خود ہی لاہور جائیں گے۔

چنانچہ طے شدہ نظام کے مطابق مدرسہ احسان القرآن والعلوم النبویہ جا کر حضرت حافظ صاحب اور ان کے خانوادہ سے ملاقات کی اور پھر واپس رائے ونڈ پہنچ کر یہ ساری تفصیل حضرت جیؒ کے گوش گذار کی اور حضرت حافظ صغیر احمد صاحب کے مکان پر جانا بھی بتلایا تو اس پر تصویب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''بہت اچھا کیا''۔

اس اجتماع کے لئے حضرت جیؒ مع قافلہ دعوت وعزیمت ۲۴/ جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ/ ۹/ نومبر ۱۹۹۳ء منگل میں دہلی سے لاہور کے لئے روانہ ہو کر ۲۱/ نومبر/ ۵/ جمادی الثانی میں لاہور سے دہلی تشریف لائے تھے۔

☆ ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء کا اجتماع حضرت جی ثالث کی حیات مستعار اور دور امارت کا آخری اجتماع تھا۔ اس موقع پر ایک سہ روزہ اجتماع ۱۷/ ۱۸/ ۱۹/ نومبر جمعرات، جمعہ، شنبہ میں کراچی میں بھی رکھا گیا تھا۔ یہاں بعد نماز جمعہ جو مجلس نکاح منعقد ہوئی اس کے تمام ایجاب وقبول مولانا زبیر مرحوم نے کرائے تھے۔

اسی موقعہ پر ایک اجتماع پشاور میں بھی رکھا گیا تھا جس میں عوام کے علاوہ صوبہ سرحد کے علماء ومشائخ بڑی تعداد میں تشریف لائے تھے۔

۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء تک پاکستان کے یہ تمام اسفار حضرت جی ثالث کے دور امارت کے تھے۔ اب مولانا زبیر مرحوم کے عہد مشاورت میں ہونے والے اسفار کی تفصیلات سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

یاد رہے کہ مولانا مرحوم نے اپنے عہد مشاورت میں اعذار اور جسمانی طور پر دشواریوں اور ذہنی وفکری الجھنوں کے باوجود ہمت نہیں ہاری اور اجتماع سالانہ میں شرکت کے لئے پاکستان کے متواتر انیس (۱۹) سفر کئے۔

☆ ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء میں ہونے والے اجتماع میں شرکت کرنے نہ کرنے کے

سوال پر بہت سے متضاد مشورے سامنے آتے رہے یہاں تک کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا بھی تحریری طور پر یہی پیغام پہنچا کہ وہاں کا سفر نہ کیا جائے (۱)، اس مشورہ کو پڑھتے ہی مولانا زبیر مرحوم نے تو اپنی رائے ان الفاظ کے ساتھ ظاہر کردی کہ مجھے تو پہلے بھی انشراح نہیں تھا، لیکن اب حضرت مولانا کے مکتوب کے بعد بالکل رائے نہیں رہی۔ مولانا محمد عمر اور میاں جی محراب صاحب نے بھی سفر کی مخالفت اور مولانا زبیر مرحوم کی رائے کی تائید کی اس کے بعد یہ مجلس برخاست ہوگئی۔

یاد رہے کہ ۱۸؍ جمادی الثانی / ۱۲؍ نومبر میں یہ مشورہ بعد عصر ہوا تھا۔

چھ یوم بعد مولانا اظہار الحسن مرحوم نے مولانا محمد عمر، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد یعقوب، مولانا زبیر، میاں جی محراب، بھائی خالد علی گڑھی اور مولوی محمد سعد کو جمع کر کے اس سلسلہ میں دوبارہ مشورہ کیا جس میں متفقہ طور سے طے ہوا کہ رائیونڈ معذرت کا خط لکھ دیا جائے۔ لیکن دو دن کے اندر ہی اندر اس اجتماعی فیصلہ کو بدل کر دوسرا فیصلہ جانے کا کیا گیا۔ چنانچہ ۲۲؍ جمادی الثانی ۱۶؍ نومبر ۱۹۹۵ء جمعرات میں لاہور کے لئے روانگی عمل میں آئی۔

۱۷/۱۸/۱۹؍ نومبر / ۲۳/۲۴/۲۵؍ جمادی الثانی میں یہ سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا، خیر و عافیت کے ساتھ اجتماع کے تمام مراحل مکمل ہو کر ۲۳؍ نومبر / ۱۹؍ جمادی الثانی کو واپسی ہوئی مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا محمد ابراہیم، جناب میاں جی محراب، مولانا احمد لاٹ وغیرہ کی معیت میں آپ بذریعہ طیارہ لاہور پہنچے۔ یہ راقم بھی شریک سفر تھا۔ مطار لاہور پر مجمع عامہ میں مولانا زبیر مرحوم سے دعا کرائی گئی۔

---

(۱) اس موقعہ پر راقم سطور کے روزنامچہ کا اندراج یہ ہے!

''۱۳؍ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ / ۷؍ نومبر ۱۹۹۵ء آج مولانا احمد علی قاسمی، مولانا علی میاں کا ایک تفصیلی خط اراکین شوریٰ نظام الدین کے نام لائے اور بعد مغرب مولانا زبیر صاحب سے ملاقات کر کے اپنی آمد اور خط کا لانا بتلایا اور پھر پانچوں اراکین شوریٰ کو بند کمرہ میں وہ خط دیا۔''

اس سہ روزہ اجتماع میں بہت سی رکاوٹوں اور موانع کے باوجود آپ پوری ذمہ داری اور ذوق وشوق کے ساتھ اپنے امور مفوضہ کی تکمیل کرتے رہے۔

اس اجتماع کی آخری دعا جناب الحاج میاں جی محراب مرحوم کی ہوئی تھی۔

راقم سطور کے روزنامچہ میں اپنی بہت سی عبرتناک جزئیات کے ساتھ اس سفر کا اندراج موجود ہے۔

حضرت جی ثالث کی وفات کے صرف چھ ماہ بعد چونکہ یہ اجتماع منعقد ہو رہا تھا اور مولانا زبیر الحسن مرحوم کے دورِ مشاورت کا یہ پہلا سفر رائیونڈ تھا اس لئے موافقت اور مخالفت کی بڑی کشاکشی میں لیل ونہار گزر رہے تھے۔ کچھ لوگوں کا مفاد وہاں جاکر اپنے معاملات اور مسائل کو حل کرنے میں تھا۔ اغراض اور مفادات کے اس داؤ پیچ میں بیچاری تبلیغ ایک طرف جاکر کھڑی ہوگئی تھی۔

مولانا مرحوم اللہ ان کو غریق رحمت فرمائے اپنا ذہنی، طبعی اور فکری بوجھ کم کرنے کے لئے کاتب سطور کو وقتاً فوقتاً دہلی طلب کر رہے تھے۔ اس لئے بار بار وہاں کا سفر ہوتا تھا۔ اس میں اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے نہ وقت کی قید دیکھی جاتی تھی اور نہ راستے کی صعوبت اور سواری کی راحت خاطر میں لائی جاتی تھی۔

اس طرح کے بہت سے اسفار میں سے ایک سفر جو راقم سطور کا بھاگتے دوڑتے دہلی کا ہوا اس کا اندراج روزنامچہ میں اس طرح سے ہے!

”۱۱ر جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ/ ۷ر اکتوبر ۱۹۹۵ء شنبہ میں مولوی زبیر صاحب اور بھائی کرامت اللہ صاحب سے مشورہ اور ملاقات کے لئے احقر آج بعد ظہر بذریعہ بس دہلی کے لئے روانہ ہوا۔ بڑوت پہنچ کر معلوم ہوا کہ راستہ جام ہے، گاڑیاں پانچ چھ گھنٹے سے دونوں طرف رکی ہوئی ہیں۔

اسی انتظار میں مغرب ہوگئی تو وہاں سے شاہد بذریعہ رکشا بڑوت اسٹیشن گیا تاکہ

ٹرین سے دہلی چلا جاؤں۔ ۸/ بجے شب میں ٹرین بڑوت سے چلی تو اس کا
انجن کھیکڑہ میں خراب ہوگیا، بار بار اعلانات ہوتے رہے کہ بہت جلدی
درست ہوکر گاڑی آگے روانہ ہوجائے گی مگر شب میں بارہ بجے اعلان ہوا کہ
اب دوسرا انجن منگوایا جارہا ہے۔

اللہ اللہ کر کے صبح ۵/ بجے دوسرا انجن آیا اور احقر ۱۲/ کی صبح میں ۸/ بجے
نظام الدین پہنچا۔ یہ ساری شب ٹرین میں بیٹھے بیٹھے گذاری۔"

اس سفر کے لئے مولانا زبیر الحسن مرحوم مرکز کے اندرونی احوال کی وجہ سے سخت متفکر اور پریشان تھے اور وہ اپنے جانے نہ جانے کا فیصلہ پوری بشاشت کے ساتھ نہیں کر پارہے تھے۔ اُن کو بعض اسباب کی وجہ سے اجتماع میں شرکت کرنا ضروری محسوس ہوتا تھا اور بعض احوال کی وجہ سے نہ جانا سمجھ میں آتا تھا۔ کاتب سطور سے ان کی یہ ذہنی کشمکش اور الجھن دیکھی نہیں جاتی تھی، اس لئے راقم سطور نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ اس پورے مسئلہ کو دارالعلوم دیوبند جا کر حضرتؒ مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی کی خدمت میں رکھ دیا جائے اور پھر جیسا وہ مشورہ دیں آنکھ بند کر کے اس پر عمل کرلیا جائے کیونکہ حضرت شیخؒ بھی امور مہمہ میں مفتی صاحب موصوف سے بلا تکلف مشورے فرمالیا کرتے تھے۔

یہ بات سن کر مولانا مرحوم نے جواب دیا کہ میرے بس کا تو ہے نہیں، تم ہی دیوبند جا کر مفتی صاحب سے پورا مشورہ لے کر آؤ۔ راقم سطور اس سے قبل بھی ان کے متعدد مسائل اور مشاکل کے حل کے لئے دیوبند حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں آچکا تھا۔

چنانچہ ۲/ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ/ ۲۹/ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں کاتب سطور دہلی سے دیوبند پہنچا اس کے بعد کی تفصیل روزنامچہ میں اس طرح درج ہے!

"میں نے مولانا ابراہیم سے کہا کہ کمرہ میں سے سب کو چلتا کردو مجھے تخلیہ کرنا ہے اور آپ کے رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ اللہ انہیں جزائے خیر دے

انہوں نے سب کو حکم دے کر چلتا کر دیا۔اب تنہائی ہوگئی۔

میں نے بات شروع بھی نہیں کی تھی کہ خود ہی فرمایا بھائی نظام الدین کا کیا حال ہے؟ میں نے تفصیلی بات کی اور بطور خاص سفر پاکستان کے متعلق مشورہ کیا ساری بات سن کر (حضرت مفتی صاحب) گردن جھکا کر بیٹھ گئے۔دس منٹ بالکل خاموش گردن جھکائے رکھی پھر فرمایا یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ ''مولوی زبیر پورے استقلال اور اللہ جل شانہ پر توکل اور اعتماد کر کے سفر کریں اور اگر .... کی طرف سے کوئی فتنہ اٹھتا ہے تو مولوی زبیر تو بے زبان آدمی ہیں خاموش رہ کر اپنا کام پورا کر کے واپس آجائیں۔''

چنانچہ یہ پورا مشورہ لے کر راقم سطور شام ہی کو دہلی واپس پہنچا اور مولانا مرحوم کے گوش گزار کیا۔جس پر وہ وقت متعینہ پر لاہور کے لئے روانہ ہوگئے۔

☆ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء کا اجتماع ۲۵/۲۶/۲۷/ جمادی الثانی ۸/۹/۱۰/نومبر جمعہ، بار، اتوار میں منعقد ہوا۔راقم سطور کے روزنامچہ کے مطابق ۲۱/جمادی الاول/۵/اکتوبر شنبہ میں مرکز نظام الدین میں صبح مشورے کے بعد اجتماع رائیونڈ میں جانے والوں کی فہرست بننی شروع ہوئی۔سب سے آخر میں مولانا زبیر صاحب نے احقر کا نام بھی مشورہ میں رکھا۔الحمدللہ کسی کی طرف سے بھی اس پر عدم اتفاق سامنے نہیں آیا۔

صاحبزادۂ سلمہ اس وقت تو خاموش رہے اور پھر مشورہ کے بعد میاں جی محراب سے خوب اظہار ناراضگی کر کے اپنا قدیمی جملہ دہرایا کہ اگر شاہد گیا تو میں نہیں جاؤنگا۔

میاں جی محراب موصوف نے بہت دیر تک ان کو سمجھایا اور اس ضد وعناد کے نقصانات بھی بتلائے اور حضرت جیؒ سے انتہائی تعلق اور عقیدت کی بنیاد پر یہاں تک کہہ دیا کہ شاہد حضرت جی کا داماد ہونے کی وجہ سے ہم سب کا داماد ہے۔

اُن سے مایوس ہو کر صاحبزادہ سلمہ نے نماز عصر کے وقت ایک طویل تحریر دستی طور

پر خود مولانا زبیر صاحب کو دی جو کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم کا مکمل نمونہ تھی۔

۲۳ر جمادی الاول/ ۷ر اکتوبر پیر میں مولانا زبیر مرحوم نے مجھے فون پر ہدایت دی کہ صاحبزادہ سلمہ کا ایک گرم خط آیا ہوا ہے میں دہلی آ کر اس کو پڑھوں۔

چنانچہ اگلے دن دہلی پہنچ کر یہ خط پڑھا گیا اور بہت ہی اللہ جل شانہ کے دیئے ہوئے صبر و تحمل کے پیش نظر یہ ہی بہتر سمجھا گیا کہ حضرت جیؒ نے اس احقر کے جو یہ دعوتی اسفار شروع کرائے تھے ان کو فی الحال روک دوں، اس لئے بندہ نے رائیونڈ اجتماع میں نہ جانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر مولانا زبیر مرحوم نے ان الفاظ کے ذریعہ ان کو اطلاع کرا دی کہ!

"شاہد نے اپنے نہ جانے کا فیصلہ کر لیا میں بھی صبر کروں گا اور عزیز شاہد بھی صبر کرے گا"

اس سارے قضیہ میں ہم اس پر شکر ادا کرتے رہے کہ اللہ نے ہمیں محسود بنایا ہے حاسد نہیں بنایا۔

۲۴ر جمادی الثانی / ۷ر نومبر میں مولانا زبیر مرحوم نے لاہور روانہ ہوتے وقت راقم سطور کو پیغام بھیجا کہ تمہارا ٹکٹ اور ویزا وغیرہ سب چیزیں بھائی شرافت اللہ کے پاس محفوظ ہیں اگر ہمت کر سکتے ہو تو اجتماع رائیونڈ میں ضرور شریک ہو جاؤ، لیکن راقم سطور نے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ اگر صاحبزادے سلمہ نے وہاں کوئی ہنگامہ کر دیا تو جگ ہنسائی اور انتشار کے ساتھ ساتھ خدانخواستہ کام کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

☆۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء کا اجتماع ۷/۸/۹ر نومبر/ ۶/۷/۸ر رجب میں منعقد ہوا۔

اس اجتماع سے چند ماہ قبل لسان الدعوۃ والتبلیغ مولانا محمد عمر پالنپوری وصال فرما چکے تھے۔

مولانا زبیر مرحوم نے پورے اہتمام اور وقار کے ساتھ اس اجتماع میں شرکت کی۔

☆۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء کے اجتماع سے چند روز قبل مولانا سعید احمد خاں مدینہ منورہ میں سفر آخرت پر روانہ اور وہیں جنت البقیع میں پیوند خاک کیے گئے۔

مولانا زبیر مرحوم نے اپنے مرکزی قافلہ کے ساتھ اجتماع رائیونڈ میں شرکت کی اور

اپنے متعلق مشورے میں طے ہونے والے تمام امور خوش اسلوبی کے ساتھ پورے کرتے ہوئے روانگی کی ہدایات کے بعد کچھ دیر ناصحانہ کلمات کہتے ہوئے آخری عمومی دعاء کرائی۔

☆ ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء کے ۲۴؍رجب/ ۳؍نومبر منگل میں مولانا زبیر مرحوم اپنے قافلہ کے ساتھ دہلی سے بذریعہ ٹرین روانہ ہوکر اگلے دن صبح سرحد (بارڈر) کے راستے سے لاہور ہوتے ہوئے رائیونڈ پہنچے۔

۶؍نومبر بعد نماز جمعہ اجتماع کا آغاز ہوکر ۱۵؍نومبر میں بخیر وخوبی اپنے وقت پر پورا ہوا دوران اجتماع تمام امور اجتماعی طور پر مشورہ سے طے ہوتے رہے۔

حالات اور وقت کی نزاکتوں کو دیکھتے ہوئے راقم سطور عزیز مولوی محمد صالح سلمہ کے ساتھ ۵؍نومبر میں بذریعہ طیارہ لاہور پہنچا۔ مطار لاہور پر حضرت الحاج حافظ صغیر احمد مع فرزند گرامی قدر مولانا مفتی انیس احمد اور رائیونڈ سے جناب بھائی ہارون قریشی وغیرہ موجود تھے۔ معمول کے مطابق اولاً حضرت حافظ صاحب کے گھر پہنچ کر نماز عشاء اور کھانے سے فراغ پر دس بجے شب میں رائیونڈ اجتماع گاہ پہنچنا ہوا۔

اپنے ہر سال کے معمول کے مطابق ایک دن ڈاکٹر منیر صاحب زید عنایۃ کی کوٹھی پر پہنچ کر اپنی نگاہ بھی ٹیسٹ کرائی گئی، اور پھر واپسی میں عالی جناب الحاج حضرت حافظ صغیر احمد صاحب کے یہاں قیام کیا گیا۔

اسی سفر میں اجتماع سے فراغ پر عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن و مولوی محمد صالح کو ساتھ لے کر منارہ پاکستان، شاہی قلعہ، شاہی مسجد، داتا دربار اور دریا راوی میں کشتی کے ذریعہ سیر کے لئے جانا ہوا۔ ۳؍شعبان/ ۱۲؍نومبر جمعہ میں بذریعہ طیارہ دہلی واپسی ہوئی۔

☆ ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں ہونے والے اجتماع میں بھی مولانا مرحوم پاکستان تشریف لے گئے اور وہاں سے ۱۳؍شعبان/ ۱۰؍نومبر میں مولانا مرحوم کی دہلی واپسی ہوئی۔

☆ ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء ۔۲/۳/۴؍نومبر/ ۱۵/۱۶/۱۷؍شعبان جمعہ، بار، اتوار میں

رائیونڈ کا اس سال کا اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں شرکت کے لئے مولانا مرحوم دہلی مرکز سے ۳۰ر اکتوبر ۲۰۰۱ء/۱۲ر شعبان ۱۴۲۲ھ منگل میں پی آئی آے کے طیارہ سے روانہ ہو کر عشاء کے وقت بعافیت لاہور ایئر پورٹ اترے۔

دونوں دن بعد نماز عصر کے بیانات (ذکر اور نکاح پر) نیز اختتامی بیان میں چند بنیادی امور پر متوجہ کر کے آپ نے اجتماع کی دعا کرائی۔ دو یوم قیام کے بعد ۶ر نومبر/۱۹ر شعبان میں پی آئی اے کے طیارہ سے دہلی واپس ہو گئے۔

جامعہ مظاہر علوم کے ناگفتہ بہ حالات کی وجہ سے احقر اس اجتماع میں حاضری سے محروم رہا۔ اعداد و شمار کے مطابق اس اجتماع میں عمومی شرکاء کے علاوہ ایک سو دس ملکوں کے دو ہزار پانچ سو چالیس دعاۃ و مبلغین نے شرکت کی تھی۔

☆ ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء میں ۲۵/۲۶/۲۷ر اکتوبر/ ۱۸/۱۹/۲۰ر شعبان جمعہ، بار، اتوار میں یہ سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ مولانا مرحوم نے مشورہ میں طے ہونے والے امور مفوضہ بڑے اہتمام کے ساتھ پورے کئے۔

اعداد و شمار کے مطابق جملہ غیر ملکی مہمانوں کی تعداد تین ہزار تین سو اڑتالیس تھی۔

☆ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء کے اجتماع میں شرکت کے لئے مرحوم ۴ر دسمبر/ ۹ر شوال جمعرات میں بذریعہ بس دہلی سے روانہ ہوئے۔ صبح ۶ر بجے اس تھکا دینے والے سفر کا آغاز ہو کر رات ۸ر بجے رائیونڈ پہنچ کر اس کا اختتام ہوا۔

۵/۶/۷ر دسمبر جمعہ، بار، اتوار میں اس اجتماع کی تاریخیں متعین تھیں۔

فراغت کے بعد چار یوم وہاں مزید قیام اور ملکوں کے مسائل و معاملات طے کرنے کے بعد ۱۲ر دسمبر/ ۱۷ر شوال جمعہ میں بس کے ذریعہ ہی دہلی واپسی ہوئی۔

اس اجتماع میں جملہ غیر ملکی شرکاء کی تعداد تین ہزار چھ سو پندرہ تھی۔

☆ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء۔ ۳ر شوال/ ۱۷ر نومبر بدھ کی صبح راقم سطور مع جناب الحاج

نعمت اللہ دہلوی والحاج شفیق احمد (کٹھے والے) اور عزیزان مولویان حافظ محمد صہیب، حافظ محمد خبیب وحافظ محمد یاسر سلمہم دہلی سے بذریعہ بارڈر لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔

مولانا زبیر مرحوم نے ماحول کی سختی اور جبر کی وجہ سے ہم سب کا سفر اپنے سے الگ براستہ بارڈر طے کیا تھا۔ جبکہ مولانا مرحوم خود اپنے قافلہ کے ساتھ ۳ رشوال / ۱۷ رنومبر میں بذریعہ طیارہ لاہور پہنچ گئے تھے۔ ۶/۷/۸ رشوال/ ۲۰/۲۱/۲۲ رنومبر میں اجتماع بخیر د خوبی پورا ہوا۔

اسی سفر میں اجتماع سے فراغ پر حضرت سید شاہ نفیس الحسینی مرحوم کی قیامگاہ پہنچ کر ان کی زیارت وملاقات کی گئی۔

لاہور سے دہلی تو مولانا مرحوم طیارہ سے آگئے اور ہم سب بذریعہ بس ۱۲ رشوال/ ۲۶ رنومبر جمعہ کا دن گذار کر شب میں ۸ ربجے اس طرح دہلی پہنچے کہ بس اڈے سے سیدھے نئی دہلی ریلوے اسٹیشن پہنچ کر مولانا زبیر مرحوم کو اجتماع بھوپال کے لئے روانہ کر کے مرکز نظام الدین واپس آئے۔

اس آمد ورفت کی تفصیلات راقم سطور کے روزنامچہ میں اس طرح درج ہے!

"کاتب سطور جناب الحاج نعمت اللہ دہلی عزیزان مولوی صہیب ومولوی خبیب، مولوی یاسر سلمہم نیز جناب الحاج بھائی شفیق احمد کٹھے والے ۳ رشوال بدھ کی صبح مرکز حضرت نظام الدین سے پانچ بجے روانہ ہو کر بذریعہ بس پاکستان کے لئے روانہ ہوئے اور بڑی عافیت کے ساتھ نماز مغرب لاہور کے بس اڈہ پر ادا کی۔ جناب الحاج بھائی صغیر احمد مع فرزندان نیز الحاج بھائی سعید ٹائر والے موجود تھے۔

لاہور بس اڈہ سے ہمارا یہ پانچ نفری قافلہ جناب الحاج صغیر احمد صاحب کے مکان پر پہنچا۔ شب میں یہیں قیام کے بعد جمعرات صبح نو بجے رائیونڈ پہنچے۔ ۱۱/۱۲ رشوال

جمعرات، جمعہ کی درمیانی شب میں پانچ بجے بس سے ہندوستان کے لئے روانگی ہوئی اور جمعہ کا پورا دن سفر میں گذار کر شب میں آٹھ بجے دہلی بس اڈہ پر اترے۔''

اس اجتماع میں ایک سو دس ملکوں کے تین ہزار دو سو پچیس مہمانان گرامی شریک ہوئے تھے۔

امسال کے ہونے والے اجتماع سے کچھ عرصہ قبل مولانا مفتی زین العابدین بھی اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکے تھے۔

☆۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء۔ اس سال کا یہ سہ روزہ اجتماع ۱۸/۱۹/۲۰ر نومبر/ ۱۵/۱۶/ ۱۷ رشوال میں حضرت الحاج عبدالوہاب صاحب کے بیان سے شروع ہوا۔

چونکہ اس اجتماع سے کچھ ہی قبل پاکستان میں زبردست زلزلہ آچکا تھا اس لئے تمام ہی مقررین نے خصوصیت کے ساتھ اپنے اپنے بیانات میں اس عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے اپنی زندگیوں کا رخ دین وایمان کی طرف موڑنے پر متوجہ کیا۔

مولانا زبیر مرحوم کا بھی اپنی تقریروں میں یہی رخ رہا اور وہ بھی اس غداب الٰہی سے اپنی تقریروں میں ڈراتے رہے۔

۱۷ رشوال/ ۲۰ر نومبر اتوار میں اجتماع کی آخری دعا ہوئی۔

اس سال کے سہ روزہ اجتماع میں تراسی ممالک کے چار ہزار سات سو پچاس دعاۃ ومبلغین بطور مہمان شریک ہوئے۔ روزنامہ اسلام لاہور نے اس اجتماع کے بیانات اور صبح وشام کے معمولات کو تفصیل کے ساتھ شائع کیا۔

☆۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء گذشتہ چند سالوں سے شرکاء اجتماع کے لاکھوں کی تعداد میں شرکت کی وجہ سے رائیونڈ کی مرکزی شوریٰ میں اجتماع کے نظم ونسق اور اس کے کنٹرول کا مسئلہ بڑی شدت کے ساتھ سامنے آرہا تھا۔

چنانچہ اس کا حل وہاں کے ارباب حل وعقد نے یہ تجویز کیا کہ صوبوں، علاقوں اور

شہروں کے اعتبار سے اس اجتماع کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دونوں اجتماعوں کا درمیانی فاصلہ تین یوم رکھ دیا جائے تاکہ پہلے اجتماع کے شرکاء آسانی کے ساتھ لوٹ کر دوسرے اجتماع کے شرکاء آسانی کے ساتھ اجتماع گاہ پہنچ جائیں۔

چنانچہ اس سال پہلی مرتبہ جدید ترتیب کے مطابق دو اجتماع منعقد کئے گئے۔ پہلے مرحلہ کی تاریخیں یہ تھیں۔۹/۱۰/۱۱ر نومبر ۲۰۰۶ء/ ۱۷/۱۸/۱۹ر شوال اور ۱۶/۱۷/۱۸ر نومبر ۲۰۰۶ء/ ۲۴/۲۵/۲۶ر شوال یہ دوسرے مرحلہ کی تاریخیں تھیں۔ اس اجتماع میں اسلامیانِ پاکستان کے علاوہ بانوے ملکوں کے چھ ہزار باون افراد شریک ہوئے تھے۔

☆ ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء۔اس سال کا پہلا اجتماع ۹/۱۰/۱۱ر نومبر/ ۲۷/۲۸/۲۹ر شوال میں اور دوسرا اجتماع ۱۶/۱۷/۱۸ر نومبر/ ۴/۵/۶ر ذیقعدہ میں منعقد ہوا اور طے شدہ مشورہ کے مطابق ہندوستان و پاکستان وغیرہ سے شرکت کرنے والے اصحاب دعوت وتبلیغ کے بیانات ہوئے۔

راقم سطور حضرت مولانا محمد طلحہ زید مجدہ کی معیت میں عالی جناب حضرت الحاج حافظ صغیر احمد لاہوری کی دعوت پر اس اجتماع کے انعقاد سے ایک ہفتہ پہلے پاکستان پہنچ گیا تھا۔ ان سفر میں جناب الحاج بھائی نصرت اللہ (لاہور) کی صاحبزادی کے نکاح مسنونہ میں شرکت، مختلف متعدد علماء سے ملاقاتیں نیز لاہور کے مدارس میں حاضری سے فراغ پر قصور، اسلام آباد، خانقاہ اقبالیہ ٹیکسلا، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن خلیفہ حضرت شیخؒ کے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم زکریا، خانقاہ قادریہ ڈھڈیاں اور حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی کے قائم کردہ مرکز الشیخ فیصل آباد وغیرہ متعدد مقامات پر بڑی وسعت اور عمومیت کے ساتھ پروگرام ہوتے رہے۔

اجتماع کا آغاز چونکہ ۸ر نومبر جمعرات بعد مغرب سے ہو چکا تھا اس لئے تاریخ اور وقت متعینہ پر ہم سب اہل قافلہ بمعیت مولانا محمد طلحہ صاحب رائیونڈ پہنچ کر اجتماع میں شریک

ہوئے۔ نماز جمعہ کی امامت مولانا عبدالرشید کراچوی مرحوم نے فرمائی اور اسی دن بعد نماز عصر کا بیان مولانا زبیر مرحوم نے ذکر اللہ کی اہمیت اور اس کے فضائل پر کیا۔ اسی طرح دوسرے دن (شنبہ کی شام میں) بعد عصر مولانا مرحوم نے نکاحوں کے ایجاب وقبول کرائے اور بعد مغرب مولانا محمد احسان الحق کی دعوت پر ان کی معیت ورہنمائی میں مولانا مرحوم اور راقم سطور نے رائیونڈ کا وسیع وعریض تبلیغی مرکز دیکھا جس میں تین گھنٹے صرف ہوئے۔

اجتماع کے آخری دن صبح دس بجے مشورہ کے مطابق مولانا زبیر الحسن مرحوم اپنی قیامگاہ سے منبر پر پہنچے، حضرت الحاج بھائی عبدالوہاب صاحب زید مجدہ اس وقت روانگی کی ہدایات دے رہے تھے۔ ہدایات مکمل ہونے پر مولانا مرحوم نے تیس منٹ اپنا بیان اور بیس منٹ دعا بہت رقت آمیز آواز میں کرائی۔

اسی دن شام میں مولانا محمد طلحہ زید مجدہ تو احباب کے اصرار پر حضرت سید شاہ نفیس الحسینی کی عیادت ومزاج پرسی کے لئے (جو اس زمانہ میں ہسپتال میں داخل تھے) لاہور واپس آگئے۔ راقم سطور کو بھی ان ہی کے ساتھ لاہور واپس آنا تھا لیکن عزیزم مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ کی رائے تھی کہ مصلحت اس میں ہے کہ میں رات کو یہیں اجتماع گاہ ٹھہر کر علی الصباح لاہور جاؤں، چنانچہ ان کے مشورہ پر عمل کیا گیا۔

اس اجتماع سے فراغ پر اگلے دن اذان فجر پر اپنی نماز ادا کر کے مولانا زبیر مرحوم مع مولانا احمد لاٹ و راقم سطور و دیگر عزیزان ڈاکٹر منیر صاحب کی کوٹھی پر معائنہ چشم کے لئے آئے۔ مولانا محمد طلحہ، مولانا عبدالحفیظ مکی اور جناب الحاج بھائی صغیر احمد بھی ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوٹھی پر تشریف لے آئے۔ سب نے اجتماعی طور پر وہیں ناشتہ کیا۔

اس اجتماع کا دوسرا مرحلہ بھی تمام مشوروں اور اصول وضوابط کے ساتھ پورا ہوا اور اس میں بھی مولانا مرحوم کی اختتامی تقریر ہو کر اجتماع کی طویل اور مؤثر دعا ہوئی۔ دونوں مرحلوں کی دعا مولانا زبیر الحسن مرحوم نے کرائی۔

یہاں پہلے مرحلہ کا آخری بیان اور آخری دعا روزنامہ جنگ لاہور کے حوالے سے نقل کی جاتی ہے۔ روزنامہ میں اس کے چند ہی جملے شائع ہوئے ورنہ یہ بیان اور دعا کافی طویل تھی۔ مولانا مرحوم نے اپنے بیان اور دعا میں فرمایا کہ!

دعوت وتبلیغ کو زندگی کا مقصد بنانے میں کامیابی ہے، دین سے دوری کی وجہ سے آفتیں نازل ہو رہی ہیں۔ اے اللہ! تجھ سے معافی کے طلبگار ہیں ہم سے راضی ہو جا

رائیونڈ تبلیغی اجتماع میں رقت انگیز اختتامی دعا

اے اللہ ہمیں ایک دوسرے کا احترام کرنے والا بنادے، ہم سے راضی ہو جا، ہمارے معاملات کو پاکیزہ بنادے۔

رائیونڈ میں منعقدہ سالانہ عالمی تبلیغی اجتماع کا پہلا مرحلہ امیر جماعت حاجی عبدالوہاب کے بیان اور ممتاز عالم دین مولانا زبیر الحسن کی رقت آمیز دعا کے بعد اختتام پذیر ہو گیا۔

اجتماعی دعا سے قبل مولانا زبیر الحسن نے مجمع کو درود شریف پڑھنے کی ہدایت کی۔ اجتماعی دعا میں انہوں نے کہا کہ اے اللہ! ہم تجھ سے معافی کے طلبگار ہیں، ہمارے ایمان اور یقین کو مضبوط بنادے۔

اے اللہ تو ہم سے راضی ہو جا، ہدایت کے راستے کھول دے، ہمارے معاملات اور معاشرت کو پاکیزہ فرما دے، اے اللہ کرم کا معاملہ فرما، غیبی تائید شامل حال فرما، قرآنی مراکز، مدارس اور تبلیغی مراکز کی حفاظت، ترقی اور ان کے کاموں میں برکت عطا فرما، ایک دوسرے کا احترام کرنے والا بنادے، امت کو برائی والے راستے سے ہٹا کر نجات والے راستے پر ڈال دے، اے اللہ ہمارے مانگنے کو قبول فرما۔

(روزنامہ جنگ لاہور۔ ۱۲ نومبر ۲۰۰۷ء)

مولانا مرحوم کے دوسرے مرحلہ کا آخری بیان اور آخری دعا یہ تھی

''اللہ کو راضی کرنے سے دنیا بھی سنورے گی۔''

رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک سنت معلوم کر کے اسے دنیا میں پھیلایا جائے۔

اختتامی دعا مولانا زبیر الحسن نے کرائی، لاکھوں افراد شریک ہوئے۔

رائیونڈ کا عالمی سہ روزہ تبلیغی اجتماع کا دوسرا مرحلہ بھی اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔

اختتامی دعا مولانا زبیر الحسن نے کروائی۔

مولانا زبیر الحسن نے دعا سے قبل ہدایات جاری کرتے ہوئے کہا کہ!

''ہمیں ہر عمل کرتے ہوئے اپنی نیتوں کو ٹٹولنا ہوگا، جس سے ہمیں ہدایت ملے گی تو پھر سینے میں اللہ کا نور پیدا ہوگا۔ ہم سب مسلمانوں کو نبی اکرم ﷺ کی ایک ایک سنت کو معلوم کر کے اسے پوری دنیا میں پھیلانا ہوگا۔ جتنا علم اور عمل حاصل ہوگا اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوگی۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے رویا اور گڑگڑایا جائے۔ اللہ مانگنے سے خوش ہوتا ہے، بھلے اعمال کرنے سے معاشرے کا ماحول بھی اچھا ہو جائے گا۔ برے اعمال کرنے سے خود بھی اور معاشرہ بھی پریشان ہوگا۔''

اجتماعی دعا سے قبل مولانا زبیر الحسن نے مجمع کو درود شریف پڑھنے کی ہدایت کی۔

اجتماعی دعا میں انہوں نے کہا کہ!

''اے اللہ! درگذر کا معاملہ فرمادے، غفلت میں گذری زندگی اب نبی ﷺ کے طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے، ہم تجھ سے معافی کے طلبگار ہیں ہمارے ایمان اور یقین کو مضبوط بنا دے، اخلاص نصیب فرمادے،

اے اللہ! تو ہم سے راضی ہو جا، ہدایت کے راستے کھول دے، اے اللہ کرم کا معاملہ فرما، غیبی تائید شامل حال فرما، قرآنی مراکز، مدارس اور تبلیغی مراکز

کی حفاظت ترقی اور ان کے کاموں میں برکت عطا فرما، ایک دوسرے کا
احترام کرنے والا بنادے، امت کو برائی والے راستے سے ہٹا کر نجات والے
راستے پر ڈال دے، اے اللہ ہمارے مانگنے کو قبول فرما۔"

(روزنامہ جنگ لاہور ۱۹رنومبر ۲۰۰۷ء)

☆۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء۔اس سال کا یہ سالانہ اجتماع اکتوبر کی ۱۰رتاریخ سے ۱۹رتک اور شوال کی ۹رتاریخ سے ۱۸رتک اپنے دونوں مرحلوں میں خیر وخوبی کے ساتھ پورا ہوا۔اندرون پاکستان لاکھوں کی تعداد میں شرکاء کی وجہ سے یہ اجتماع گذشتہ دو سال سے دو مرحلوں میں کیا جا رہا ہے۔مولانا مرحوم نے اپنی ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ اس اجتماع میں شرکت کی۔

اس سال غیر ملکی مہمانوں کی تعداد تین ہزار چھ سو چھتی جو اٹھہتر ممالک سے تشریف لائے تھے۔

☆۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء میں ہونے والا یہ اجتماع بھی نومبر کی ابتدائی تاریخوں میں منعقد ہوا۔اس میں شرکت کے لئے مولانا مرحوم ۱۵رذیقعدہ/۴رنومبر بدھ میں پی آئی اے کے طیارے سے لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔

راقم سطور مولانا مرحوم کے مشورہ سے ۱۸رذیقعدہ/ ۷رنومبر میں ہونے والے حبیب گڑھ (سہارنپور) کے تبلیغی اجتماع میں شریک ہو کر ۲۲رذیقعدہ ۱۱رنومبر بدھ میں طیارہ سے لاہور کے لئے روانہ ہوا۔

طے شدہ نظام کے مطابق آخری تقریر اور اختتامی دعا مولانا مرحوم ہی کی ہوئی۔
اس اجتماع کے دوسرے دن قدیمی معمول اور ضابطہ کے مطابق مجلس نکاح سے آپ کا خطاب ہو کر بڑی تعداد میں ایجاب وقبول ہوئے۔

اس طرح کی ہر مجلس نکاح میں آپ سادگی کے ساتھ نکاحوں کی ضرورت پر متوجہ

فرما کر سنت کے مطابق نکاحوں میں ہونے والی خیر و برکت اور سکون و سکینت کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔

یہی معمول آپ کا ہندوستان میں منعقد ہونے والے تمام چھوٹے بڑے اجتماعات میں بھی ہوتا تھا۔

یہاں ۱۴ رنومبر ۲۰۰۹ء میں اجتماع رائیونڈ میں ہونے والے مجلس نکاح کے بیان کو مولانا سید محمد زین العابدین اور مولانا انیس احمد مظاہری کی مرتب کردہ کتاب حیات شیخ زبیر کے شکریہ کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

''میرے عزیزو، دوستو، بزرگو اور بھائیو!

جی چاہی پر چلنے والا کبھی کامیاب نہ ہوا ہے، نہ ہو رہا ہے، نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ دنیا جی چاہی پر چلنے کی جگہ نہیں ہے، اول تو دنیا کے اندر کسی کی جی چاہی آج تک نہ پوری ہوئی اور نہ ہوگی، اگر ایک آدھ چیز پوری بھی ہوگئی، تو وہ موت پر ختم ہوجائے گی، لیکن آخرت کے اندر ایسا آدمی جس نے اپنی زندگی خواہشات کے پورا کرنے میں اور اپنی من مانی میں گذاری ہو، تو بھائی! ایسا آدمی دنیا کے اندر بھی چاہے دھوکہ میں مبتلا رہے، لیکن آخرت میں بڑے نقصان میں رہے گا اس لئے اگر ہم نے اس تھوڑی سی زندگی کو اللہ کے حکموں کے مطابق گذار لیا کہ میرا خالق میرا مالک مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ اور نبی پاک ﷺ نے یہ عمل کس طرح کیا؟ اگر ہم نے اس طرح اپنی زندگی گذاری تو خدائے پاک ہمیں دنیا اور آخرت میں کامیابی نصیب فرمادے گا۔

اور بھائی اللہ حفاظت فرمادے کہ اب تو ایسے ایسے واقعات اور حوادثات دن بدن پیش آتے جارہے ہیں کہ آدمی گھر سے اچھا خاصا جاتا ہے اور تھوڑی دیر میں لاش گھر پہنچ جاتی ہے اور بعض دفعہ تو لاش بھی نہیں ملتی کہ نہ جانے

کہاں گئی؟ یہ سارے واقعات یہ ہماری بداعمالی اور بے دینی کا نتیجہ ہیں، کیونکہ یہ چیزیں پیش آتی ہیں انسان کے نکلنے والے اعمال پر، خدائے پاک نے دنیا کی پھیلی چیزوں اور دنیا کے پھیلے ہوئے نقشوں پر کبھی فیصلہ نہیں فرمایا، خدا نے جب بھی فیصلہ فرمایا ہے، حالات کے سدھار کا یا حالات کے بگاڑ کا، وہ انسان کے جسم سے نکلنے والے اعمال پر فرمایا ہے۔

آج دیکھ لو پوری دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچی ہوئی ہے، ہر جگہ تباہی، ہر جگہ بلا، ہر جگہ آفت، ہر جگہ مصیبت، ہر جگہ پریشانیاں، اس کا سبب اس کی وجہ ہم ہی ہیں اور ہمارے اعمال ہیں۔

معاف کرنا بھائیو! برا مت ماننا! آج ہماری ضرورتیں ہمارے اوپر وبالِ جان بنی ہوئی ہیں، جب کسی کی شادی قریب آتی ہے تو کیسے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں، کیونکہ اس کے اندر فضول خرچی اور بے جا افراط کرتے ہیں، جس کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہے، حالانکہ حدیث پاک میں بتلایا گیا کہ "اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ" بڑا برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچہ کم ہو، آج اسراف اور فضول خرچی کو ہم اپنی ناک کا مسئلہ بنائے ہوئے ہیں کہ اگر ہم اسراف اور فضول خرچی نہیں کریں گے، تو ہماری ناک کٹ جاوے گی۔ حالانکہ اگر ہم اسی عمل کو سنت کے مطابق کریں تو خدائے پاک اس کے اندر رحمت و برکت بھی دیں گے اور چین وسکون بھی دیں گے اور اگر خلاف سنت عمل ہوگا تو نحوست آوے گی۔

آج دیکھ لو! گھر گھر پریشانیاں اور لڑائیاں ہو رہی ہیں، میاں بیوی میں تعلق ختم ہوتا چلا جا رہا ہے، لڑائیاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں، اس لئے کہ شیطانی اثرات ہمارے اندر سرایت کئے ہوئے ہیں، بھائی دیکھنے کی چیز دنیاداری اور

مال داری نہیں ہے، دیکھنے کی چیز دین داری ہے، دیکھنا یہ ہے کہ لڑکے کے اندر دین داری ہے یا نہیں؟ اگر اس چیز پر رشتے کریں گے تو رحمت اور برکت آوے گی، پھر اولاد بھی نیک ہوگی اور اگر دنیا اور مال و دولت کو دیکھیں گے تو اولاد بھی نافرمانی میں بڑھی ہوئی ہوگی۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرماوے، یہ جتنے بھی بزرگانِ دین گذرے ہیں یہ اپنے والدین کی دین داری کی وجہ سے بنے ہیں، اولاد کا مسئلہ بہت مشکل ہوتا چلا جارہا ہے، اولاد بے سروپا ہوتی چلی جارہی ہے، اس کی وجہ والدین کی بے دینی ہے، آج ہم یہ سمجھتے ہیں کہ میاں جیسے چاہو زندگی گذار لو، لیکن ہماری اولاد اچھی نکلے، نہیں بھائی جیسے ماں باپ ہوں گے ویسے ہی ان کی اولاد ہوگی، اللہ ہم سب کی حفاظت فرماوے اور ہم سب کو معاف فرماوے۔"

اس سفر کے آمد ورفت کی ترتیب نیز اجتماع سے متعلق مختلف معلومات راقم سطور کے روزنامچہ میں اس طرح درج ہیں!

"مولانا زبیر صاحب اجتماع رائیونڈ کے لئے پچھلے ہفتہ روانہ ہو گئے تھے بندہ کے متعلق ان کا مشورہ یہ تھا کہ میں حبیب گڑھ سہارنپور کا اجتماع پورا کرکے رائیونڈ جاؤں، چنانچہ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے آج منگل میں شاہد بذریعہ ٹیکسی روانہ ہوکر ۸ ربجے مرکز دہلی پہنچا اور بدھ ۱۱ رنومبر میں اللہ کے فضل وکرم سے بہت راحت عافیت سے جملہ مراحل پورے ہوکر ایک گھنٹہ میں مطار لاہور اترا۔ عالی جناب بھائی صغیر احمد مع فرزندان و دیگر احباب مطار پر تشریف فرما تھے۔ موصوف کے مکان پر پہنچ کر شب گذاری کی اور جمعرات کی صبح ۱۰ ربجے اجتماع رائیونڈ بمقام حویلی پہنچا اور آج مغرب سے ہی دوسرا اجتماع شروع ہوا اور پہلے دن بعد مغرب حضرت الحاج بھائی عبدالوہاب صاحب کا

بیان ہوا۔اختتام اجتماع پر روانگی کی ہدایات حضرت حاجی صاحب نے اور دعا مولانا زبیر صاحب نے کرائی۔

شام ۴ ؍ بجے یہ احقر جناب الحاج بھائی صغیر احمد کے مکان پر آ گیا۔ یہاں کے تین روزہ قیام کا تمام وقت مدرسہ احسان العلوم کے معاملات پر غور وخوض طلبہ واساتذہ سے ملاقات دفاتر جملہ شعبے اور کتب خانہ دیکھنے میں گذرا، منگل میں مختلف احباب سے ملاقاتیں رہیں اور اسی دن بعد عشاء حضرت حافظ صغیر احمد کے احباب ورفقاء معتقدین جمع تھے۔ان سے بعد عشاء تقریباً ایک گھنٹہ گفتگو پھر دعا پھر اجتماعی کھانے کے بعد ۱۱ ؍ بجے چل کر ۱۲ ؍ بجے شب میں بعافیت رائیونڈ پہنچا۔

بدھ کی صبح ۱۰ ؍ بجے ناشتہ کھانے سے فارغ ہوکر مطار کے لئے روانہ ہوئے۔ڈھائی بجے جہاز نے پرواز کی۔ایک گھنٹہ میں مطار دہلی پہنچ کر اولاً نماز عصر ادا کی، پھر جملہ مراحل سے فارغ ہوکر اپنی نماز مغرب مرکز آ کر ادا کی۔

جمعرات کی صبح ۱۱ ؍ بجے مرکز سے روانہ ہوکر قبرستان پنج پیراں میں اپنی والدہ مرحومہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کرتے ہوئے شام ۴ ؍ بجے سہارنپور پہنچا۔ کھانا کھا کر بعد عصر والد صاحب سے ملاقات کے بعد نماز مغرب میں مظاہر علوم میں اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔**فللّٰہ الحمد**

☆۱۴۳۱ھ/ ۲۰۱۰ء کے دونوں اجتماعات بھی تاریخوں کے معمولی سے تغیر وتبدل کے بعد ۲ ؍ دسمبر سے شروع ہوکر ۱۱ ؍ دسمبر میں ختم ہوئے۔ مولانا مرحوم بھی معمول کے مطابق اس اجتماع میں شریک رہے۔

☆۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء اس سال کے دونوں اجتماع نومبر کی آخری تاریخوں میں منعقد ہوئے تھے۔جس کے لئے ۱۹ ؍ ذی الحجہ/ ۱۶ ؍ نومبر بدھ میں لاہور کے لئے روانگی

متعین تھی مگر ائیر پورٹ پہنچ کر معلوم ہوا کہ پی آئی اے کا طیارہ اپنی کسی خرابی کی وجہ سے آج نہیں جاسکے گا۔اس لئے چند گھنٹے ایئر پورٹ پر گزار کر مرکز واپس آ گئے۔

اگلے روز جمعرات میں اطلاع ملی کہ ہمارا یہ متعینہ جہاز شام ۳ ربجے کراچی کے راستے سے لاہور جائے گا۔اسی لحاظ سے ہمارا قافلہ مطار دہلی پہنچا لیکن تاخیر در تاخیر کے بعد شب میں ۷ ربجے دہلی سے روانہ ہو کر دو گھنٹہ میں کراچی اور وہاں سے دوسرا جہاز بدل کر شب میں ساڑھے بارہ بجے ملتان ائیر پورٹ اترے اور پھر وہاں سے ہمارا جہاز تیسری بار اڑان بھر کر ۲ ربجے شب میں لاہور مطار پہنچا۔اس طرح دہلی سے لاہور کا ہونے والا سفر آدھ گھنٹہ کے بجائے ۹ ر گھنٹہ میں پورا ہوا۔جب مرکز رائیونڈ پہنچے تو اذان فجر ہو رہی تھی۔ اجتماع کے پہلے مرحلہ میں جمعہ کی امامت مولانا عبدالرشید سورتی مرحوم نے کی۔

اس اجتماع کے موقعہ پر اگر چہ مولانا مرحوم کی طبیعت میں حالات واحوال کی سختی کی وجہ سے تاثر اور سخت اضمحلال تھا لیکن احبابِ مشورہ کے احترام میں شنبہ ۲۲ رذی الحجہ میں مجمع عامہ میں مولانا مرحوم نے نکاحوں کی سادگی اور اہمیت پر بیان کر کے بڑی تعداد میں نکاح پڑھائے۔

۲۳ ر ذی الحجہ اتوار کو آخری دن کے اجتماع میں روانگی کی ہدایات حضرت حاجی صاحب کی اور آخری دعا مولانا زبیر مرحوم کی طے تھی۔مگر سخت نزلہ زکام کی وجہ سے دو تین یوم سے مولانا مرحوم کی آواز بالکل بند تھی۔ اس لئے انہوں نے حضرت حاجی صاحب سے معذرت کر دی کہ میں دعا نہیں کرا سکتا۔چنانچہ پھر دعا بھی حاجی صاحب موصوف ہی کی ہوئی۔ حیات کے آخری چند سالوں میں یہ چیز بڑی شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی تھی کہ مولانا مرحوم کو وقتی طور پر کوئی ایسا عارضہ پیش آجاتا تھا جس کی وجہ سے وہ تقریر اور دعا سے روک دیئے جاتے تھے۔خود مولانا اور ان کے معالجین بھی اس کو سمجھتے تھے۔

قدیم معمول کے مطابق اجتماع سے اگلے دن محترم ڈاکٹر منیر صاحب کی کوٹھی پر پہنچ

کر آنکھوں کا معائنہ اور پھر چائے ناشتہ ہوا۔ حضرت الحاج حافظ صغیر احمد مع عزیزم مولوی مفتی انیس احمد مظاہری یہاں منتظر تھے، ان سے ملاقات کی گئی اور پھر یہ راقم سطور تو ان کے ساتھ مدرسہ احسان العلوم چلا آیا اور مولانا زبیر مرحوم مرکز رائیونڈ لوٹ گئے۔

احسان العلوم میں دو روزہ قیام کے بعد راقم سطور بھی مرکز رائیونڈ واپس آ گیا۔

۲۸ رذی الحجہ جمعہ میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان زید مجدہ کی تشریف آوری ہوئی تو مولانا زبیر مرحوم اور یہ راقم سطور ملاقات کے لئے ان کی قیامگاہ پر ہی حاضر ہو گئے۔ حضرت موصوف بہت مسرت اور بشاشت سے ملے۔

مولانا مرحوم نے موصوف کی خدمت میں عطر اور راقم سطور نے کچھ کتابیں پیش کیں۔ ان کتابوں کا کچھ دیر تک مطالعہ کرتے رہے اور پھر فرمایا کہ!

"آپ کی کتابوں سے میں مستفید ہوتا رہتا ہوں۔"

اس سفر میں متعدد احباب جیسے شیخ سعید ترلیس، شیخ عمران، مولانا کلیم رضا، مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی، مولانا مفتی شیر محمد، مولانا وکیل احمد شیروانی، مولانا مشرف علی تھانوی، مولانا خلیل احمد، مولانا فضل الرحیم، مولانا عبدالرشید انصاری وغیرہ سے ملاقاتیں ہو کر مختلف علمی امور اور دعوتی معاملات پر بات چیت ہو کر کتابی تحائف کا تبادلہ ہوا۔

اس اجتماع سے اختتامی مصافحہ مولانا زبیر الحسن مرحوم اور مولوی محمد سعد نے مشترکہ طور پر کیا تھا۔ اس سفر کے رفقاء میں مولوی محمد صہیب الحسن، مولوی محمد خبیب الحسن، مولانا احمد مرڈھی، عزیز مولوی یاسر سلمہ، احباب علی گڈھ، پروفیسر خالد صدیقی، پروفیسر ثناء اللہ، بھائی فاروق بنگلوری، مولانا احمد لاٹ وغیرہ شامل تھے۔

لاہور ائیر پورٹ پر رخصتی دعا عزیز مولوی زہیر سلمہ کی ہوئی۔ اس لئے کہ مولانا زبیر مرحوم شدید نزلہ، زکام اور کھانسی میں مبتلا تھے۔

۴ رمحرم/ ۳۰ رنومبر میں بخیر وعافیت بذریعہ طیارہ دہلی واپسی ہوئی۔

☆ ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء وسط نومبر میں اس اجتماع کا انعقاد عمل میں آیا۔ نومبر کی ۷ر تاریخ میں آپ لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ عزیزان مولوی زہیر الحسن و مولوی صہیب الحسن آپ کے ہمراہ تھے۔ اس موقعہ پر روانگی کی ہدایات کے بعد اجتماع کی آخری تقریر اور دعا آپ ہی کی ہوئی تھی۔

اس تقریر کا عنوان یہ تھا کہ دین کی محنت اللہ تعالیٰ اپنے چاہنے والوں کو نصیب فرماتا ہے۔ اگر دنیا کا مقام اللہ کے یہاں تھوڑا سا بھی ہوتا تو وہ اپنے نہ ماننے والوں کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔

☆ ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء۔ ۳۱ر اکتوبر سے شروع ہونے والے دونوں اجتماعات حسب معمول نہایت نظم وضبط کے ساتھ پورے ہوئے اور طے شدہ مشورہ کے مطابق آپ نے روانگی کی ہدایات کے بعد اختتامی تقریر و دعا کرائی اور مجلس نکاح میں ضروری نصائح کے بعد سینکڑوں کی تعداد میں ایجاب وقبول کرائے۔

مولانا مرحوم کا یہ سفر ۲۴ر ذی الحجہ/ ۳۰ر اکتوبر یدھ میں شروع ہوکر ۱۱ر محرم ۱۴۳۵ھ/ ۱۶ر نومبر ۲۰۱۳ء میں بخیر وخوبی پورا ہوا تھا۔

ان کی زندگی کے اس آخری سفر میں راقم سطور کو خوب یاد ہے اور وہ رات دن اس کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ وہ ان اجتماعات میں بالکل خاموش اور گہری سوچ میں غرق، یہاں تک کہ روزمرہ کے مشوروں میں بھی بالکل ساکت وصامت رہتے تھے۔

ہندوپاک کے اہل تعلق اور بہت سے عرب حضرات چاہتے تھے کہ وہ ان مشوروں میں کھل کر بولیں اور حجم کررائے دیں۔ راقم نے بھی متعدد مرتبہ اس پر ان کو متوجہ کیا نیز ان کے خادم خاص مولانا احمد مڑھی نے بھی بار بار اس پر توجہ دلائی مگر ان کا سکوت نہیں ٹوٹا جبکہ ان کے چھوٹے مسند پر بیٹھ کر اور مائک سامنے رکھ کر خود ہی فیصلے دینے شروع کر دیا کرتے تھے۔ پھر مولانا زبیر مرحوم کو حکم دیا گیا کہ وہ مشورہ میں اپنی رائے دیا کریں۔

یہ حکم کہاں سے آیا اور کن الفاظ میں کس طرح آیا؟ اس کی تفصیل بہت دل گداز بھی ہے اور دل نواز بھی۔ اور اس سے مولانا مرحوم کے روحانی ارتقاء اور بارگاہ نبویہ میں ان کی قدر و منزلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

وضاحت اس قدر و منزلت کی یہ ہے کہ راقم سطور اس اجتماع کے پہلے مرحلہ سے فارغ ہو کر درمیان کے تین دنوں میں حضرت الحاج حافظ صغیر احمد لاہوری زید مجدہ کی خانقاہ اور مدرسہ میں قیام کی نیت سے لاہور آ گیا تھا۔ اس لئے کہ ان تین دنوں میں خانقاہی نظام میں شمولیت کے ساتھ ساتھ جامعہ احسان القرآن والعلوم النبویہ کے بہت سے داخلی اور خارجی معاملات، تعمیرات اور تعلیمات کے مسائل پر غور و فکر اور گفت و شنید کا موقعہ مل جاتا ہے۔

راقم سطور کو یہاں آئے ہوئے ابھی پہلا ہی دن تھا کہ حضرت مولانا الحاج عبدالحفیظؒ کا ٹیلیفون مدینہ منورہ سے پہنچا، وہ راقم سے براہ راست بات کرنا چاہتے تھے، چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے مجھے قلم کاغذ ہاتھ میں لینے کا حکم دے کر فرمایا کہ بہت اہم پیغام نبوی ہے۔ جس طرح میں بتلاؤں اسی طرح لکھ کر مولانا زبیر صاحب تک پہنچا دیں۔

چنانچہ انہوں نے ذیل کے الفاظ میں وہ پیغام اس طرح لکھوایا۔

”شاہد کو فون کر کے کہو کہ زبیر سے کہے کہ مشورہ میں رائے کو امانت سمجھ کر بہت وقار اور محبت سے ضرور ظاہر کر دیا کریں۔

مولانا عبدالحفیظ مکی نے بتلایا کہ یہ الفاظ اسی طرح ارشاد فرمائے گئے ہیں اور اسی طرح میں اب تم کو لکھوا رہا ہوں۔

چنانچہ راقم سطور نے اسی وقت رائیونڈ مرکز تبلیغ میں عزیزم مولوی زہیر سلمہ کے توسط سے مولانا مرحوم سے موبائل پر رابطہ کر کے یہ پیغام سنا دیا۔

دو یوم بعد جب راقم سطور کی لاہور سے اجتماع گاہ (حویلی) واپسی ہوئی تو تخلیہ میں ہم دونوں نے اس پیغام نبوی پر گفتگو کی۔ مرحوم پر تو اس پیغام کو پڑھ کر گریہ طاری ہو گیا

اور راقم سطور نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے ان سے کہا کہ مجھے تو اس بات سے بڑی خوشی اور مسرت ہے کہ آپ تک پیغام پہنچانے کے لئے مجھ گنہگار کو ذریعہ اور واسطہ بنایا گیا ہے۔ ورنہ میری اوقات ہی کیا ہے اور میرے حوالہ اور نام کے بغیر بھی یہ پیغام براہ راست آپ کو بھیجا جا سکتا تھا۔

راقم سطور نے ان سے یہ بھی کہا کہ میرا تاثر یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ اور مرکز نظام الدین کے احوال کی درستگی کے سلسلہ میں میری اب تک کی کوششیں الحمدللہ والشکرللہ بارگاہ نبویہ میں پسندیدہ اور مقبول ہیں۔

اس پیغام نبوی کے بعد اگلے دن سے مولانا مرحوم نے مشورہ میں اپنی رائے دینی شروع کردی۔

۲ رمحرم/ ۷ رنومبر جمعرات میں اجتماع کے دوسرے دور کا آغاز زوردار بارش کے ساتھ ہوا۔ یہاں تک کہ میدان پانی سے بھر گیا۔ شامیانے اور خیمے بہتے پانی کی زد میں آگئے۔ چنانچہ انتظامیہ کی طرف سے اعلان ہوا کہ تمام غیر ملکی احباب رائیونڈ مرکز چلے جائیں اور شرکائے اجتماع قرب وجوار کی مساجد، فیکٹریوں اور محفوظ علاقوں میں منتقل ہو جائیں۔ آج بعد مغرب کا بیان جو مولانا احمد لاٹ کو اجتماع گاہ میں کرنا تھا وہ ان کو حویلی میں کرنا پڑا۔ بعد عشاء حضرت حاجی صاحب کا پیغام ملا کہ مجھ سے آکر ملاقات کرلو۔ چنانچہ یہ احقر تنہا ہی حاجی صاحب کے کمرے میں چلا گیا اور ڈیڑھ دو گھنٹہ تک حضرت شیخ، حضرت جی وغیرہ کے پرانے پرانے حالات اور واقعات حاجی صاحب کی زبان سے سنتا رہا۔

ساری رات سینکڑوں بلکہ ہزاروں منتظمین اجتماع نے میدان سے پانی نکالا۔

اجتماع کے تیسرے دن (۵ رمحرم/ ۱۰ رنومبر اتوار میں) صبح سات بجے حضرت حاجی صاحب نے روانگی کی ہدایات دینی شروع کیں لیکن نصف گھنٹہ بعد ہی مولانا زبیر مرحوم کو اختتامی دعا کے لئے بلوالیا اور مولانا کے منبر پر پہنچتے ہی حضرت حاجی صاحب نے اپنی

بات ختم کر کے مولانا مرحوم کو بیان اور دعا کا موقع دے دیا۔

مرحوم کا یہ آخری اجتماع رائیونڈ کا آخری بیان اور دعا بڑی مؤثر اور مفید رہی۔
جناب پروفیسر ثناء اللہ (علی گڈھ) کا تاثر جو انہوں نے مولانا مرحوم اور راقم سطور کی مشترک مجلس میں بتلایا یہ تھا کہ آج کے بیان سے اندازہ ہوا کہ اب آپ کا بیان بعد مغرب بھی ہو سکتا ہے۔
راقم سطور نے ان کے اس تاثر کی تائید کی۔

۷ رمحرم منگل میں ناشتہ سے فراغ پر حضرت حاجی صاحب نے دہلی مرکز سے آنے والے تمام احباب کو بڑی دلسوزی اور فکر مندی کے ساتھ نصیحتیں فرمائیں۔ جس میں کام کی اہمیت اس کی عظمت اور اس دعوتی کام کو اپنے تینوں بڑوں کے نقوش اور اصول پر قائم رکھنے اور مضبوطی کے ساتھ ان پر جمنے کی تاکید تھی۔

۸ رمحرم/۱۳ رنومبر بروز بدھ مرکز رائیونڈ سے ایک بجے نماز ظہر ادا کر کے مطار لاہور کے لئے روانہ ہوئے اور وہیں نماز عصر اور مغرب ادا کر کے دہلی کے لئے روانہ ہو کر عافیت کے ساتھ مرکز نظام الدین پہنچ گئے۔ الحمدللّٰہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

دو یوم قیام کے بعد ۱۶ رنومبر شنبہ کی شام میں راقم سطور سہارنپور واپس آ گیا۔

یہ آپ کی حیات مستعار کا آخری اجتماع تھا اور پھر اس کے پانچ ماہ بعد آپ سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃ

زندگی بھر آپ کا معمول بلکہ اصول یہ رہا کہ عالمی اجتماعات ہوں یا علاقائی یا تبلیغی مرکز کے روزمرہ بیانات وتقاریر آپ ہمیشہ اپنے بیانات وتقاریر میں چھ (۶) نمبروں کے دائرہ میں رہتے ہوئے اپنے والد ماجد کے معمول اور طریقے کے مطابق چھوٹے چھوٹے جملوں میں مختصر بیان کیا کرتے تھے، اونچی پرواز کے ذریعہ فقیہانہ نکتے دعوت اور تبلیغ کے اصول میں لغو اضافے یا قرآن وحدیث کی خود ساختہ تشریحات وتعبیرات بالکل نہیں بتلاتے تھے۔

سب سے بڑھ کر ایک خداداد وصف آپ کا یہ تھا کہ کسی بھی جماعت، تنظیم یا مدارس اور

علماء پر نہ نقد و تبصرہ کرتے اور نہ تنقید و تحقیر فرماتے۔اور یہی وجہ ہے کہ ۲۲ رسالہ عہد مشاورت میں ایک تقریر بھی مولانا مرحوم کی ایسی نہیں ملے گی جس پر اہل علم کو کوئی اشکال یا کوئی تردد ہوا ہو۔

اس معاملہ میں آپ کا نظریہ اور فکر و سوچ بالکل وہی تھی جو آپ کے تینوں بڑوں حضرت مولانا محمد الیاس، حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کی تھی کہ دین کی موٹی موٹی باتیں بتلانے پر اکتفاء کیا کرتے تھے۔حضرت جی ثالث تو بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ امت آج عمومی طور پر کلمہ اور نماز سے بھی غافل ہے لہٰذا ان کو موٹی موٹی علمی تحقیقات کے بجائے کلمہ اور نماز پر لانے کی ضرورت ہے۔

بالکل یہی اصول مولانا زبیر الحسن مرحوم نے بھی اپنی تقاریر میں اختیار کر رکھا تھا۔ رائیونڈ نیز بنگلہ دیش اور بھوپال کے ہونے والے سالانہ اجتماعات میں ہر مزاج اور مکتبہ فکر کے علماء، مشائخ تشریف لاتے، اور یہ سب خصوصی طور پر آپ سے ملاقات کرکے آپ کی تقاریر کی عمومی روش پر ہمیشہ تائید و تحسین کرتے ہوئے نظر آتے۔

مولانا زین العابدین اور مولانا انیس احمد مظاہری اپنی مشترکہ تالیف "حیات شیخ زبیر" میں آپ کے اس وصف خاص کو اہمیت اور وضاحت کے ساتھ اس طرح تحریر کرتے ہیں!

"حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کے زیر امارت اکثر ہونے والے اجتماعات رائیونڈ میں ملک عزیز کے جید علماء بالخصوص حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، حضرت مولانا محمد حسن جانؒ، حضرت مفتی نظام الدین شامزئیؒ، حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ، حضرت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، حضرت مولانا محمد ازہر جبکہ بعض مرتبہ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی، مفتی تقی عثمانی، مولانا حکیم محمد مظہر، مولانا محمد زرولی خان، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مفتی خالد محمود و مولانا

زبیر صدیقی وغیرہ بھی شریک ہوتے رہے ہیں اور حضرت مولانا زبیر الحسن سے خصوصی ملاقاتیں کرتے رہے ہیں۔

میرے اسفار پاکستان پر مولانا مرحوم کا فکر و اہتمام

ماحول کی سختی، اور جبری رکاوٹوں کے باوجود مولانا مرحوم کی ہمیشہ کوشش رہی کہ راقم سطور ہر سال رائیونڈ کے اجتماع میں ضرور شرکت کیا کرے۔

وہ حضرت شیخؒ کے زمانہ حیات سے ہی مجھے وہاں کے اجتماعات میں لے جانے کا اہتمام کرتے چلے آرہے تھے اور اس سلسلہ میں پاسپورٹ کی تجدید سے لے کر ویزہ، ٹکٹ وغیرہ سب امور کی پوری پوری فکر رکھ کر اپنی نگرانی میں یہ تمام کام کرایا کرتے تھے۔

آخری سالوں میں جب راقم سطور ان سے اس جبر و سختی کا ذکر کرتا تو بڑے اطمینان سے یہ جواب دیا کرتے تھے کہ تمہارے یہ اسفار بھائی (حضرت جی ثالث) نے شروع کرائے ہیں۔ اِس کی کیا ہمت ہے کہ بند کرادے۔

لیکن جب انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ ان سفروں کی آڑ میں صاحبزادہ صاحب کی مخالفت حد سے بڑھ گئی ہے اور وہ حاسدانہ مزاج اور افتاد طبیعت کی وجہ سے اپنے آپ کو نہیں روک پا رہے ہیں (۱) تب انہوں نے دوسرا فیصلہ لے کر مختلف دعوتی اسفار خصوصاً پاکستان

---

(۱) صاحبزادہ صاحب کی اس وقت ذہنی کیفیت یہ تھی کہ وہ باقاعدہ طور پر اپنے مشورہ میں راقم سطور کا نام لے کر ویزا وغیرہ کے اجراء کی ممانعت اپنے عملہ کے اصحاب سے کیا کرتے تھے اور احقر ہمیشہ یہ کہہ کر کہ!

"ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے"

اس کو بغیر کسی تاثر اور احساس کے نظر انداز کر دیا کرتا تھا لیکن قربان جایئے حضرت حق جل مجدہ کے فضل و کرم اور شہرۂ آفاق کتاب فضائل اعمال کے مصنف مخدومنا حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی سے عقیدت و محبت کا تعلق رکھنے والے حضرات کے کہ انہوں نے ان اسفار میں پیش آنے والے امور کی تکمیل اپنے ذمہ لے لی تھی اور وہ صاحبزادہ صاحب کے عملہ کے افراد کی کارروائی سے بہت پہلے راقم سطور کے سفری انتظامات کی تکمیل کر دیا کرتے تھے۔

کی آمد ورفت اور اجتماع رائیونڈ میں شمولیت کے لئے میری اور میرے ساتھ جانے والے دیگر احباب کی ترتیب علیحدہ سے بنادی۔

چنانچہ راقم سطور اپنے متعدد احباب (جن میں عزیزان مولوی صہیب الحسن، مولوی خبیب الحسن، مولوی مفتی محمد صالح، مولوی محمد یاسر، جناب الحاج شفیق احمد کنتھے والے، جناب الحاج نعمت اللہ دہلوی وغیرہ وغیرہ) شامل ہوتے تھے۔ ایک دن پہلے چلے جاتے اور اکثر وبیشتر ان کی معیت میں یا ایک دوروز بعد واپس آجاتے تھے۔

اس آمد ورفت میں یہ باریک فرق ہم اس لئے بھی ملحوظ رکھتے تھے کہ جاتے ہوئے تو روانگی مرکز نظام الدین سے ہوتی تھی جہاں کے متعلق ان کی خوش فہمی یہ تھی کہ وہ پوری امت کے امیر ہیں اور آتے ہوئے روانگی مرکز رائیونڈ سے ہوتی تھی اور یہاں ان کو پھونک پھونک کر قدم اٹھانا پڑتا تھا۔

لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے وہاں کے تمام ہی محبین ومخلصین اور اہل تعلق پر صاحبزادہ صاحب کی ان حرکتوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ اور وہاں کے حضرات ہمیشہ کے معمول کے مطابق اکرام ضیف کا غیر معمولی معاملہ فرماتے۔ اللہ جل شانہ ان تمام حضرات کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ مخدومنا حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اور حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن نیز مولانا محمد زبیر الحسن مرحوم کی نسبتوں کا نہ صرف بھرپور خیال رکھتے بلکہ ان کا حق بھی ادا کرتے تھے۔

ان محبین ومخلصین میں حضرت الحاج عبدالوہاب زید مجدہ، مولانا محمد احسان الحق اور ان کا خانوادہ نیز مولانا محمد فہیم، مولانا محمد احمد بٹلہ وغیرہ اور حضرت الحاج حافظ صغیر احمد مع فرزندان سب ہی شامل ہیں۔ جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

نواں باب

☆......بنگلہ دیش کے اجتماعات میں شرکت

☆......ٹونگی کے سالانہ اجتماعات

چونتیس (۳۴) سفروں کی مکمل تفصیلات

بنگلہ دیش کے اجتماعات میں شرکت

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن نے بنگلہ دیش کے کل چوبیس سفر فرمائے ہیں۔ان میں مولانا محمد یوسفؒ کی معیت میں چھ سفر اور باقی اٹھارہ اسفار حضرت جی ثانی کی وفات کے بعد اپنے دور امارت میں کیے۔

ان اٹھارہ اسفار میں کچھ تو وہ تھے جو مشرقی پاکستان کی حیثیت سے ہوئے تھے اور پھر جب بنگلہ دیش کا قیام عمل میں آ گیا تو بعد کے تمام اسفار ایک مستقل اور علیحدہ ملک کی حیثیت سے کیے گئے۔

کاتب سطور کی محدود اور ناقص معلومات کے مطابق مولانا زبیر الحسن مرحوم کا اپنے والد ماجد کی معیت میں بنگلہ دیش کا سب سے پہلا سفر ۲۲/۲۳/۲۴/ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ یکم/۲/۳/اپریل ۱۹۷۸ء شنبہ یکشنبہ دوشنبہ میں ہونے والے اجتماع میں شرکت کے لئے ہوا تھا۔ اور خود حضرت جی ثالث کا بھی قیام بنگلہ دیش کے بعد یہ پہلا سفر تھا۔

اس سفر کے لئے ۲۹/مارچ میں دہلی سے روانگی ہو کر ۱۱/اپریل میں واپسی ہوئی تھی۔

اس اجتماع میں عالم عربی کی اہم اور اونچے عہدوں پر متعین دینی و سرکاری شخصیتوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی تھی اس وقت عالمی سیاسی احوال اسلام اور مسلمین کے حوالہ سے انتہائی نازک اور ناگفتہ بہ چل رہے تھے۔

حضرت جی ثالث نے عالم عربی کے ان سرکردہ افراد سے خصوصی طور پر گفتگو فرما کر بحیثیت امت عربی ان کو اپنا فریضہ یاد دلایا اور جو مقام اللہ جل شانہ نے ان کو عطا فرما رکھا ہے اس کے تقاضے یاد دلائے، اور پھر اسی مجلس میں ایک بلند عہدہ پر فائز حکومتی، سرکاری شخصیت کو جھنجھوڑتے ہوئے اور ان کی دینی واسلامی حمیت کو دو آتشہ بناتے ہوئے یہاں تک فرما دیا کہ!

"اغیار کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر اپنے شعائر کو ویران کرنے میں اپنے

اعداء کا آلہ کار نہیں بننا چاہئے۔"

سامعین ومخاطبین اس جملے کو سن کر دہل گئے اور اپنے آنسوؤں کو ضبط نہیں کر سکے۔

پاکستان کے ہونے والے سالانہ اجتماعات میں جس طرح کے معمولات اور بیانات مولانا زبیر مرحوم کے ہوتے تھے یہاں بنگلہ دیش کے اجتماعات میں بھی آپ کا وہی انداز اور طریقہ کار رہتا تھا۔ چنانچہ تمام ملکی و بیرونی ملکوں مشوروں میں شرکت کے ساتھ ساتھ نماز جمعہ کی امامت اور بعد عصر ذکر کے فضائل نیز مجلس نکاح کا انعقاد آپ کا اس میں بیان اور بڑی تعداد میں ایجاب وقبول یہ تمام امور آپ کے لئے متعین تھے۔

اس پہلے سفر کے بعد ہونے والے اسفار کی تفصیلات یہ ہیں۔

☆ صفر ۱۳۹۹ھ/ جنوری ۱۹۷۹ء میں منعقد ہونے والے اجتماع میں بھی مولانا زبیر الحسن مرحوم کی شرکت ہوئی ہے۔ یہ اجتماع ۱۳/۱۴/۱۵؍ جنوری میں منعقد ہوا تھا اور مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا محمد ابراہیم، مولانا سعید احمد خاں دہلی سے کلکتہ ہوتے ہوئے ڈھاکہ پہنچے تھے۔

۹؍ جنوری میں اس سفر کا آغاز ہو کر ۱۹؍ میں اس کا اختتام ہوا۔

☆ اسی طرح جنوری ۱۹۸۰ء/ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ کے اجتماع ڈھاکہ میں حضرت جی ثالث کی معیت میں آپ نے بنگلہ دیش کا سفر کیا۔ اس اجتماع کے لئے ۱۰؍ ربیع الاول/ ۲۹؍ جنوری منگل میں آپ کا اکا میل سے کلکتہ روانہ ہو کر ۱۲؍ فروری میں دہلی مرکز واپس ہوئے تھے۔

راقم سطور کا قیام اس وقت حضرت شیخ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں تھا۔

مولانا مرحوم نے اس اجتماع سے متعلق جو تفصیلی خط وہاں تحریر کیا اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

محب محترم عزیز مکرم میرے پیر بھائی مولوی محمد شاہد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے تم بخیر ہو، الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں۔

ہم لوگ ۲۹؍جنوری منگل کی صبح کو دہلی سے بذریعہ ریل روانہ ہوکر ۳۰؍جنوری بدھ کی صبح بخیریت کلکتہ اسٹیشن پر اترے حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ اسٹیشن پر موجود تھے ملاقات ہوئی بہت خوش ہوئے، اور ماشاء اللہ اچھی آنکھ بنی، دکھائی بھی پہلے کی بنسبت اچھی طرح دینے لگا۔ اس پر مزید یہ کہ ہمارے ہی ساتھ ابھی جہاز میں بنگلہ دیش بھی تشریف لائے ہیں۔ صبح کو نو بجے سے شام کو مغرب بعد تک یہاں ہمارے پاس بلکہ میری ہی چارپائی پر آرام فرما ہوتے ہیں اور مغرب بعد یہاں سے ۱۲؍میل کے فاصلہ پر شہر تشریف لے جاتے ہیں۔ تقریباً پندرہ یوم یہاں قیام رہے گا اور یہاں کے احباب اور علماء کی درخواست پر مختلف مقامات پر تشریف لے جانے کا بھی ارادہ فرما رہے ہیں ہم لوگ ۱۲؍فروری منگل کی دوپہر ڈیڑھ بجے کے جہاز سے سیدھے دہلی انشاء اللہ العزیز روانہ ہوجائیں گے۔

پاکستان سے جمعہ کے دن قاضی صاحب بھائی محمد افضل بھی اجتماع میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ کل منگل کی دوپہر کو واپس کراچی تشریف لے گئے۔

بنگال کے مولوی شوکت علی کے ہمراہ مولانا حبیب اللہ صاحب کا محبت نامہ بلکہ خوشیوں سے لبریز مسرت نامہ ملا جس میں انہوں نے مسرتوں سے بھرپور یہ خبر تحریر فرمائی کہ ۲۴؍جنوری جمعرات کو بعد مغرب میرے حضرت نے تم کو بھی اجازت مرحمت فرمادی۔ مبارک، مبارک، مبارک صد الف مبارک اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

خط پڑھتے ہی میں نے حضرت جی کو اور مفتی زین العابدین کو اور مفتی محمود کو یہ خوش خبری سنادی تھی۔ سب بہت خوش ہوئے اور بہت ہی دعائیں دیں بھائی میرے واسطے بھی بہت بہت دعا کرنا کہ بہت ہی نکما اور ناکارہ ہوں۔ آج کل تم بہت ہی متوجہ الی اللہ ہو گے اور بہت ہی تم پر عاجزی اور گریہ طاری ہوگا اس لئے مکرر لکھتا ہوں کہ میری صلاحیت اور قابلیت اور کچھ مل جائے اس کی بہت ہی بہت دعا کرنا۔

میرے حضرت اقدس سیدی ومولائی کی خدمت بابرکت میں بہت ہی مؤدبانہ دست بستہ سلام مسنون کے بعد دعا اور صلوۃ وسلام کی درخواست کردینا۔

محتاج دعا: محمد زبیر الحسن غفرلہ ڈھاکہ۔ ۶رفروری ۱۹۸۰ء چہار شنبہ"

راقم سطور کی ایک کتاب "علماء مظاہر علوم اوران کی علمی و تصنیفی خدمات" بھی ہے جو کہ پہلی مرتبہ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔(۱)

مولانا زبیر الحسن مرحوم نے بنگلہ دیش کے اس اجتماع میں کتاب کے حوالہ سے ایک مبارک خواب دیکھا تھا جو ان ہی کے قلم سے تحریری شکل میں کاتب سطور کے پاس محفوظ ہے۔ یہاں اس کو بھی نقل کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں!

---

(۱) حضرت شیخؒ کی تعمیل ارشاد میں یہ کتاب لکھی گئی تھی۔ طباعت واشاعت کے جملہ مصارف بھی حضرت نے مرحمت فرمائے تھے۔

اس کی جلد اول حضرت کی حیات میں شائع ہوئی لیکن جلد دوم وفات کے بعد منظر عام پر آئی۔ ۲۶رسال بعد راقم سطور نے اس پر نظر ثانی کے ذریعہ بڑے اہم اور وقیع اضافے کئے اور دوبارہ ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء میں دو جلدوں کے بجائے یہ پانچ جلدوں میں شائع ہوئی۔

کتاب کا عربی ایڈیشن "علمائے مظاہر علوم سہارنفور وانجازاتہم العلمیۃ والتالیفیۃ" کے نام سے ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء میں طبع ہوا۔ فضیلۃ الدکتور علی محی الدین القرہ داغی استاذ جامعہ قطر کی اس پر تقریظ ہے۔

بنگلہ دیش کے اس سفر میں بندہ نے خواب دیکھا کہ ایک موٹر سے بندہ کسی جگہ پہنچا وہاں پر ایک صاحب ملے اور انہوں نے یہ کہا کہ حضور اقدس ﷺ کو مولوی شاہد کی کتاب علماء مظاہر اور ان کے علمی و تصنیفی کارنامے بہت پسند آئی اور حضور اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

مولانا زبیر الحسن مرحوم نے اس اجتماع کی تفصیلات پر مشتمل جو عریضہ حضرت شیخ کو مدینہ منورہ ارسال کیا تھا اس کو شامل کتاب کیا جاتا ہے۔

مخدوم مکرم معظم و محترم حضرت اقدس نانے ابا جی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ مزاج عالی بخیر ہوں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں۔

بہت دنوں سے ارادہ تھا کہ خدمت عالی میں عریضہ ارسال کروں مگر اپنی کاہلی اور سستی اور غفلت کے سبب نہ لکھ سکا، امید ہے کہ معاف فرماویں گے۔

حضرت جی مدظلہ کی امارت میں ہم لوگ ۲۰ر جنوری کی صبح کو دہلی سے بذریعہ ریل روانہ ہو کر ۲۱ر جنوری کی صبح کو کلکتہ پہنچے، ایک شب قیام کے بعد ۲۲ر جنوری کی شام کو بذریعہ طیارہ ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ عشاء کے قریب اجتماع گاہ پہنچے۔ ۲۴/۲۵/۲۶ر جنوری ہفتہ، اتوار، پیر تین دن خوب زوردار اجتماع ہوا۔ اس سال مجمع ہر سال سے زیادہ بتلایا جاتا ہے۔ لوگوں کا اندازہ تقریباً بارہ لاکھ کا اور دعا کے وقت چودہ لاکھ کا ہے۔

اجتماع کے دوران ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ اجتماع میں تشریف لائے اور ایک جماعت سے پرچہ لیا اور اس جماعت کے نام ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ یہ میرا کام ہے۔

اس خواب دیکھنے والے نے قدم بوسی کی درخواست کی اور اس کو اس

سعادت سے نوازا۔

اس اجتماع میں سب کے بیانات بھی خوب نرالے ہوئے اور عجیب سکون اور عجیب کیفیت تھی۔ حضرت جی مدظلہ نے بھی ڈھائی گھنٹے کے قریب مغرب بعد ایمان پر بہت ہی عجیب انداز میں بیان فرمایا۔ عرب حضرات حضرت جی مدظلہ کے بیان سے خوب متاثر ہوئے اور دعا کے وقت تو عجیب ہی حالت تھی۔ مجمع خوب ہی دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ حضرت جی پر بھی خوب رقت تھی۔

۲۷/۲۸/۲۹/ جنوری منگل، بدھ، جمعرات ڈھاکہ ہی میں قیام رہا اور مختلف مسائل پر مختلف حضرات کے مشورے ہوتے رہے۔ جس میں یہ بھی ہوا کہ اس سال حج پر حضرت جی کو جانا چاہئے یا نہیں؟ سب حضرات کی رائے حج پر حاضری کی ہوئی اور اس پر طے ہوگیا مگر قیام کے بارے میں ابھی کچھ طے نہیں ہوا۔ ملک عبدالحق، ملک عبدالغنی صاحبان نے اپنے اپنے مکان پر قیام کرنے کی حضرت جی سے درخواست کی ہے مگر حضرت جی نے ابھی کسی کے یہاں طے نہیں فرمایا۔

۳۰/ جنوری جمعہ کا دن گزار کر رات کو ریل سے نوا کھالی جانا ہوا۔ وہاں پر دن تو بخیریت گزرا مگر رات کو بعد مغرب مولوی عمر کے بیان کے بیچ میں اس قدر شدید بارش اور اتنا موسلا دھار پانی پڑا کہ الامان الحفیظ۔ شنبہ کا دن بھی بارش میں گزرا۔ اس پر مختلف مساجد میں مقررین کو بھیج کر بیانات کرائے گئے۔ رات کو مغرب بعد بڑی جامع مسجد میں مولوی عمر کا ڈیڑھ گھنٹہ بیان ہوا۔ اس کے بعد حضرت جی مدظلہ کا بیان دعا اور تودیع جماعت ہوئی۔ دس بجے اسٹیشن پر پہنچے اور ساڑھے دس بجے بذریعہ ریل نوا کھالی سے روانہ ہوکر ۲/ فروری کو پیر کی صبح بخیریت واپس ڈھاکہ پہنچے۔ اور پیر کا دن گزار کر منگل ۳/ فروری کو بخیر و عافیت

بذریعہ طیارہ ڈھاکہ سے سیدھے دہلی آگئے۔

الحمدللہ حضرت والا کے دعا اور توجہ کی برکت سے یہ سفر پندرہ یوم میں بخیریت پورا ہوا۔ حضرت جی مدظلہ کی طبیعت بھی الحمدللہ اچھی رہی۔

مولوی محمد عمر کو ایک دو دن بخار رہا۔ جس دن دہلی واپسی ہوئی اسی دن صبح کو مولانا سعید خاں صاحب کا بیت الخلاء سے واپسی پر پاؤں پھسلا جس پر داہنی کہنی کی ہڈی پر کافی چوٹ آئی مگر الحمدللہ ٹوٹی نہیں۔ ایک دن دو دن پٹی بندھی رہی اب الحمدللہ اچھی ہے معمولی سا درد ہے۔

اس سفر میں بھائی حلیم صاحب مکی ابن بھائی محمد شمیم صاحب ساتھ تھے۔ ماشاءاللہ خوب جی لگا رہا اور خوب خوش رہے۔ یہاں آنے کے بعد سہارنپور سے بھائی طلحہ کا خط آیا جس میں لکھا کہ خود ان کو تین چار دن سے شدید بخار ہے اور نانی اماں کو گھبراہٹ ہے اور بھائی شاہد کے دانتوں میں شدید درد ہوا جس کی وجہ سے نیچے کے اگلے چار دانت نکلوانے پڑے۔ اور یہاں ہمارے یہاں دہلی میں والدہ صاحبہ اور خالہ صاحبہ کو شدید بخار اور کھانسی، نزلہ، زکام کی پریشانی اٹھانی پڑی۔ اب الحمدللہ سب بخیر ہیں۔

ایک اخبار جس کا نام ہجوم ہے اس میں حضرت مولانا اسعد مدنی کے متعلق اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے متعلق ہے وہ ارسال خدمت ہے۔ ایک اخبار جس کا نام اجتماع ہے وہ بھی ارسال خدمت ہے۔

حضرت والا زید مجدکم کی اکثر خواب میں زیارت ہوتی رہتی ہے۔ مختلف طریقوں سے کبھی تو حضرت والا کو لکڑی سے سہارا دیتے ہوئے چلتے ہوئے دیکھتا ہوں کبھی کسی طریقہ سے اور کبھی کسی طریقہ سے۔

ایک خواب بندہ نے یہ دیکھا کہ سب رائیونڈ میں ہیں وہاں پر بھائی

عبدالوہاب صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے تجھ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے تجھ کو معاف کر دیا اور ہم خوش ہیں۔

اس کے بعد بندہ کی آنکھ کھل گئی۔

ایک خواب اس سفر میں یہ دیکھا کہ ایک صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ مولوی محمد شاہد کی کتاب علمائے مظاہر اور ان کے علمی کارنامے حضور اقدس ﷺ کو بہت پسند آئے اور آپ نے اس کو ملاحظہ فرمایا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

سب حضرات سلام مسنون کے بعد دعا صلوٰۃ وسلام کی درخواست کرتے ہیں بندہ حضرت والا کے دعا اور توجہ کا سب سے زیادہ محتاج ہے کہ سب سے زیادہ نکما اور سب سے زیادہ بیکار یہ نالائق ہی ہے۔ حضرت قاضی زید مجدہم سے بھی سلام مسنون کے بعد دعا اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست ہے۔

مولانا عبیداللہ صاحب ایک ماہ کے لئے اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ پاکستان تشریف لے گئے۔ رائیونڈ جوڑ کے بعد تشریف لاویں گے۔

فقط والسلام دعا اور توجہ کا محتاج: محمد زبیر الحسن

☆ ۱۳ر ربیع الاول ۱۴۰۱ھ/ ۲۰ر جنوری ۱۹۸۱ء میں ہونے والے سفر بنگلہ دیش میں بھی مولانا مرحوم اپنے والد ماجد کے قافلہ عزم وعزیمت میں شریک تھے۔ یہ قافلہ براہ کلکتہ، بنگلہ دیش گیا تھا۔ شرکاء اجتماع کا اندازہ بارہ لاکھ کا تھا۔ عرب حضرات بڑی تعداد میں اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ چنانچہ (۷۲) جماعتیں صرف عربوں کی تیار ہو کر اللہ جل شانہ کے راستہ میں روانہ ہوئیں۔ اس اجتماع کی تمام تر تفصیلات مولانا مرحوم نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ایک مکتوب کی شکل میں تحریر فرمائی تھیں۔

آپ کا یہ تفصیلی مکتوب سوانح حضرت جی ثالث جلد دوم کے ص: ۴۸۰ پر موجود ہے۔

☆☆ اسی طرح ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ/ جنوری ۱۹۸۲ء کے اجتماع میں بھی آپ نے والد ماجد کی معیت میں شرکت کی۔ مولانا محمد عمر پالنپوری، میاں جی محراب، مولانا احمد لاٹ، مولانا محمد بن سلیمان وغیرہ رفقائے سفر تھے۔

۲۵ر جنوری میں اس سفر کا آغاز ہو کر ۹ر فروری میں اس کا اختتام ہوا۔

راقم سطور اس موقعہ پر بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے زیر سایہ عاطفت مدینہ منورہ میں مقیم تھا۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے اپنی بھرپور شفقت سے اجتماع کے کوائف پر ایک تفصیلی خط حضرت مولانا سعید احمد خانصاحب کے ذریعہ بندہ کو مدینہ منورہ بھیجا تھا یہاں اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

عزیز محترم مولوی محمد شاہد سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ تو تم نے سن ہی لیا ہوگا کہ ہم لوگ ۲۵ر جنوری سے دہلی سے نکلے ہوئے ہیں ۲۶ر ۲۷ر جنوری کو کلکتہ میں قیام کرتے ہوئے ۲۸ر جنوری جمعرات کو بنگلہ دیش ڈھاکہ پہنچے، اجتماع الحمد للہ بہت ہی اچھا رہا۔ ہر سال سے زیادہ مجمع بتلایا جاتا ہے لوگوں کا اندازہ ۱۲ر ۱۳ر لاکھ کا ہے۔ دعا کے وقت صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب بھی آئے تھے۔ اسٹیج سے نیچے میدان میں بیٹھے بہت خوش رہے اور خوب دھیان سے حضرت جی کی تقریر سنی۔

جمعہ کے دن شام کو سلہٹ جا کر آج پیر کی صبح کو بخیریت ٹنگرائیل واپسی ہوئی، کل منگل کے دن ۱۲ر بجے دوپہر کے جہاز سے انشاء اللہ دہلی کے لئے روانگی ہے دعا کرتے رہنا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مجھے بھی نوازے۔

اسی وقت مولانا سعید احمد خاں صاحب تشریف لے جا رہے ہیں ان کے ہمراہ یہ پرچہ صرف دعا اور صلوٰۃ وسلام کی غرض سے تحریر کر رہا ہوں۔

الحمد للہ حضرت جی کی طبیعت بھی اچھی ہے اور خوش وخرم ہیں اگر موقع ملے
اور سہولت سے ممکن ہو تو نانے ابا جی کی خدمت میں بھی بہت بہت سلام عرض کردیں۔
نیز حضرت قاضی صاحب سے تو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ سلام کہہ دینا
ان سے انشاء اللہ کل دہلی پہنچنے کے بعد ٹیلیفون پر بات ہوگی۔
خدا کرے کہ تم سے بھی ہو جائے۔ فقط
محمد زبیر الحسن ۸رفروری ۱۹۸۲ء از ڈھاکہ۔

☆ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ/ جنوری ۱۹۸۳ء کے اجتماع میں شرکت کے لئے مولانا مرحوم کے دو ہفتے حضرت جی ثالثؒ کی معیت میں اس ملک میں گذرے۔
۱۱رجنوری سے ۲۵رجنوری تک بفضلہ تعالیٰ کاتب سطور بھی شریک سفر تھا۔
اس سفر میں حضرت جیؒ کی طبیعت کافی علیل رہی۔ چنانچہ مولانا سعید احمد خاں صاحب کے عیادت کرنے پر فرمایا کہ پرسوں رات تو طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔ میں کلمہ پڑھ چکا تھا کہ صبح کو خود ہی سب کو خبر ہو جائے گی۔

اجتماع کے اختتام پر بذریعہ طیارہ جیسور روانہ ہوئے، وہاں یہ احقر حضرت جیؒ سے اجازت لے کر جیسور کی ایک قدیم اور عظیم الشان لائبریری چلا گیا۔ یہاں کتابیں دیکھتے دیکھتے انسائکلو پیڈیا برٹانیکا ہاتھ لگ گئی۔ اس کی انیسویں جلد سے شہر سہارنپور کی تاریخ سے متعلق ایک مضمون کی فوٹو کاپی تیار کرائی۔

☆ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں منعقد ہونے والے اجتماع سالانہ کے لئے حضرت جی مدظلہ مع اپنے رفقا مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن مرحوم، مولانا احمد لاٹ وغیرہ ۱۲ربیع الثانی/ ۱۷رجنوری منگل میں دہلی سے بذریعہ ٹرین کلکتہ روانہ ہوتے ہوئے ڈھاکہ تشریف لے گئے۔

اس سفر کی تفصیلات کے لئے مولانا زبیر مرحوم کا ایک مکتوب کاتب سطور کے ذخیرہ میں محفوظ ہے جو انہوں نے اپنی والدہ محترمہ اور خالہ راشدہ صاحبہ اور اپنی ہمشیرہ کو کلکتہ سے

لکھا تھا یہاں اس کی نقل پیش کی جاتی ہے۔

مکرمہ ومحترمہ والدہ صاحبہ وخالہ صاحبہ وعزیزہ صادقہ سلمہما

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے کہ آپ سب بخیر ہوں۔ یہاں پر سب بخیر ہیں۔

پرسوں شام بعد ظہر آپ سب سے رخصت ہو کر اسٹیشن پر پہنچے۔ سیٹیں الگ الگ جگہ تھیں۔ ساتھیوں کی کوشش سے چار سیٹیں ایک جگہ ہو گئیں اور بہت ہی راحت وآرام سے سوتے جاگتے، کھاتے پیتے اللہ پاک نے دہلی سے کلکتہ کا سفر کل شام خیریت سے پورا کرادیا۔ علی گڑھ سے لے کر یہاں تک ہر اسٹیشن پر کافی مجمع آتا رہا مگر حضرت سے ملاقات سوائے علی گڑھ والوں کے اور کسی سے نہ ہو سکی۔ گاڑی کلکتہ چالیس منٹ لیٹ پہنچی۔

رات حافظ کرامت کے فون کا شدت سے انتظار تھا اس وقت صبح نو بجے تک کوئی خیریت نہ ملی، جس سے خیال لگا ہوا ہے۔ امید ہے کہ زبیر کی والدہ مع بچوں کے بخیریت پہنچ گئی ہوگی۔ دعا کرتی رہیں اللہ تعالیٰ خیریت کے ساتھ اس سفر کو پورا فرمائے۔ بچوں کو بہت بہت دعا پیار۔ بڑوں کی خدمت میں اور باہر سلام مسنون اور درخواست دعوات۔

یہ خط پڑھنے کے بعد باہر مولانا وغیرہ کے پاس بھیج دینا۔

معلوم نہیں کہ ماموں صالح گئے یا نہیں۔ بچوں سے کہہ دینا کہ باہر پیچھے نہ پھریں اور دنگا نہ کریں، کسی کو پریشان نہ کریں۔ صدیقہ سب کی خیر خبر رکھے۔

مولانا عبید اللہ صاحب، منشی بشیر صاحب، مولانا یعقوب، مولانا ابراہیم، سب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام

محمد زبیر الحسن غفرلہ کلکتہ۔ ۱۹ر جنوری جمعرات

ٹونگی کے اس اجتماع سے فراغ پر آپ بمعیت حضرت جی ثالث تھائی لینڈ، سنگاپور روانہ ہو گئے اور ان ممالک کے اجتماعات پورے کر کے ۱۰ر فروری میں دہلی واپس تشریف لائے۔

☆ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ/ جنوری ۱۹۸۵ء کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے مولانا مرحوم اپنے والد ماجد کی ہمرکابی میں ۲۲ ربیع الثانی / ۱۵ جنوری میں کالکا میل سے کلکتہ روانہ ہوئے۔ وہاں سے بنگلہ بیمان سے ڈھاکہ اور پھر ٹونگی (مقام اجتماع) پہنچنا ہوا۔

مولانا مرحوم کی ڈائری میں درج اطلاع کے مطابق اس اجتماع میں چھتیس ملکوں کے تیرہ سو اٹھاون احباب و مبلغین شریک تھے اور آٹھ سو اٹھارہ جماعتیں یہاں سے راہ خدا میں نکلی تھیں۔ واپسی میں کلکتہ ہوتے ہوئے ۸ رجمادی الاولی / ۳۰ رجنوری میں دہلی آمد ہوئی۔

☆ ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء سے رجب ۱۴۱۱ھ/ جنوری ۱۹۹۱ء تک ہونے والے ہر سال کے اجتماع میں مولانا زبیر مرحوم شریک ہو کر ان میں مشورے سے طے ہونے والے امور مفوضہ کی تکمیل و تعمیل کرتے رہے۔

☆ رجب ۱۴۱۲ھ/ جنوری ۱۹۹۲ء کے اجتماع سالانہ میں حضرت جی ثالث کی عدم شرکت (بوجہ علالت) کی وجہ سے آپ بھی نہیں جا سکے تھے۔ لیکن ایک سال بعد رجب ۱۴۱۳ھ/ جنوری ۱۹۹۳ء میں ہونے والے اجتماع سالانہ میں والد ماجد کے ساتھ آپ کی شرکت ہوئی۔ راقم سطور محمد شاہد بھی شریک قافلہ تھا۔

بابری مسجد کی شہادت کی وجہ سے پورے ملک کی فضا ظلم و جبر سے بھری ہوئی تھی۔ اس لئے یہ پورا سفر طیارہ سے کیا گیا تھا۔

☆ شعبان ۱۴۱۴ھ/ جنوری ۱۹۹۴ء میں منعقد ہونے والے اجتماع میں بھی مولانا مرحوم شریک قافلہ رہے۔ راقم سطور اس سفر میں بھی ہمراہ تھا۔

☆ شعبان ۱۴۱۵ھ/ جنوری ۱۹۹۵ء کی تاریخوں میں منعقد ہونے والا بنگلہ دیش کا یہ اجتماع حضرت جی ثالث کی حیات کا آخری اجتماع تھا۔ اس میں آپ نے بڑی اہمیت اور قوت کے ساتھ دعوتی رفقاء کو آپس کی اجتماعیت پر متوجہ فرمایا۔ عربوں اور غیر عربوں میں متعدد موثر اور دل آویز تقریریں کیں۔

اسی سال آپ نے بنگلہ دیش کے اراکین شوری میں مولانا مزمل الحق اور مولانا محمود صاحبان کا اضافہ بھی فرمایا تھا۔

اس اجتماع کے شرکاء میں مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا احمد لاٹ، مولانا احمد مرضی وغیرہ شامل تھے۔ راقم سطور بھی شریک قافلہ تھا۔

پورے سفر میں مولانا زبیر مرحوم پنجوقتہ نمازوں کے امام اور نماز جمعہ کے خطیب رہے۔ حسب معمول قدیم نماز عصر کے بعد ان کا ذکر واذکار کی اہمیت پر ترغیبی بیان بھی ہوا جس کا بنگلہ زبان میں ترجمہ قاری محمد زبیر نے اور انگریزی ترجمہ بھائی فاروق صاحب (بنگلور) نے کیا تھا۔

۱۴ رشعبان/ ۱۶ رجنوری ۱۹۹۵ء بروز دوشنبہ بذریعہ طیارہ ڈھاکہ سے دہلی آمد ہوئی۔

حضرت جی ثالثؒ کے اس سفر بنگلہ دیش کے موقعہ پر بہت ممکن ہے کہ لاکھوں کے اس مجمع میں موجود کسی صاحبِ دل کی زبان پر یہ شعر بھی آ گیا ہو ۔

آغوشِ گل کشودہ برائے وداع ہے
اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

☆ ۹ رشوال ۱۴۱۶ھ/ ۲۹ رفروری ۱۹۹۶ء میں اس سال کے اجتماع بنگلہ دیش میں شرکت کے لئے مولانا مرحوم دہلی سے روانہ ہوئے۔ یہ حضرت جی ثالث کے بعد آپ کے دور مشاورت کا پہلا اجتماع تھا۔

اس زبردست عالمی اہمیت کے حامل اجتماع سے مولانا مرحوم کی واپسی ۱۲ رمارچ میں اس طرح ہوئی کہ ڈھاکہ سے سیدھے بنگال (ہندوستان) کے ایک علاقہ آنکڑھ کے سہ روزہ اجتماع (۹، ۱۰، ۱۱ رمارچ بار، اتوار، پیر) میں شرکت کر کے کالکا میل سے ۱۱ رمارچ کی شام کو دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ راقم سطور بھی کلکرائیل اور آنکڑھ کے اس اجتماع میں شریک تھا۔

کاتب سطور نے مولانا زبیر مرحوم سے مشورہ کر کے مظاہر علوم کے ایک ضروری

کام کے سلسلہ میں اپنا الہ آباد اترنا طے کرلیا تھا۔ چنانچہ ۱۲؍مارچ منگل میں الہ آباد اسٹیشن اتر گیا۔ محترم بھائی جمال شیروانی آئے ہوئے تھے ان کے گھر پہنچ کر ناشتہ وغیرہ کیا اور اسی دن شام کو پریاگ راج سے روانہ ہو کر بدھ ۱۳؍مارچ کی صبح دہلی پہنچا اور دو یوم وہاں قیام کے بعد سہارنپور واپسی ہوئی۔

☆ ۱۴۱۷ھ: (یہ جگہ معلومات کے لئے خالی ہے)

☆ ۱۳؍شوال ۱۴۱۸ھ/ ۱۲؍فروری ۱۹۹۸ء میں مولانا مرحوم اپنے دعوتی رفقاء کے ساتھ بذریعہ طیارہ ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ جناب بھائی نادر صاحب اور علی گڑھ کے دیگر احباب اس اجتماع میں شرکت کے لئے ایک دن قبل بذریعہ ٹرین کلکتہ ہوتے ہوئے بنگلہ دیش روانہ ہو گئے تھے۔

☆ ۱۰؍شوال ۱۴۱۹ھ/ ۲۸؍جنوری ۱۹۹۹ء جمعرات میں مولانا مرحوم دو بجے بذریعہ طیارہ ڈھاکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس سال کے اجتماع کی تاریخیں ۳۰؍۳۱؍جنوری وکیم فروری/ ۱۲؍۱۳؍۱۴؍شوال متعین تھیں۔ اجتماع سے فراغ پر آپ مع رفقاء بخیر و خوبی ۴؍فروری/ ۱۷؍شوال میں دہلی واپس آئے۔

☆ ۲۰؍شوال ۱۴۲۰ھ/ ۲۷؍جنوری ۲۰۰۰ء جمعرات میں آپ کا یہ سفر دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز ڈھاکہ کے لئے شروع ہوا۔ ۲۹؍۳۰؍۳۱؍جنوری شنبہ، اتوار، پیر میں اپنے رفقاء واحباب تبلیغ کے ساتھ ٹونگی کے اجتماع سالانہ میں شریک ہو کر ۳؍فروری/ ۲۷؍شوال جمعرات میں برٹش ایرویز سے دہلی واپس آئے۔

یاد رہے کہ حضرت الحاج عبدالمقیت صاحب کی وفات کے بعد بنگلہ دیش کا یہ پہلا اجتماع تھا۔ حاجی صاحب تقریباً چار ماہ قبل (۸؍اکتوبر ۱۹۹۹ء/ ۲۷؍جمادی الثانی جمعہ) میں وفات پاگئے تھے۔

☆ ۱۰؍۱۱؍۱۲؍شوال ۱۴۲۱ھ/ ۶؍۷؍۸؍جنوری ۲۰۰۱ء بار اتوار، پیر میں اس سال

کا اجتماع منعقد ہوا اس میں شرکت کے لئے مولانا زبیر مرحوم اور ان کی قیادت میں بہت سے خواص تبلیغ ڈھاکہ بنگلہ دیش روانہ ہوئے۔

۴ رجنوری میں یہ سفر طے شدہ تھا مگر شدید کہرہ اور خرابی موسم کی وجہ سے جہاز کی پرواز کینسل ہوکر اگلے دن صبح نو بجے روانہ ہوکر قبل عصر تبلیغی مرکز ٹونگی پہنچے۔

اجتماع ٹونگی سے فارغ ہوکر ۱۱ رجنوری/ ۱۵ رشوال جمعرات کی شام بعافیت نظام الدین پہنچے اور اگلے ہی دن یعنی ۱۲ رجنوری ۲۰۰۱ء/ ۱۶ رشوال جمعہ کی شام کو حبیب گنج ٹرین سے بھوپال کے لئے روانہ ہوگئے۔

چونکہ ان ہی ایام میں مظاہر علوم کا ایک اہم مقدمہ تولیت سنی سینٹرل وقف بورڈ میں چل رہا تھا، اس لئے یہ احقر مظاہر علوم کی ضرورت اور مصلحت کے پیش نظر بنگلہ دیش اور بھوپال کے ان اجتماعات میں شرکت سے محروم رہا۔

☆ یکم ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ/ ۱۶ رجنوری ۲۰۰۲ء میں مولانا مرحوم اس اجتماع کے لئے صبح آٹھ بجے کالکا میل سے کلکتہ روانہ ہوئے۔ راقم سطور نیز عزیزانم مولوی محمد زہیر الحسن و مولوی محمد صالح سلمہا بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔

۱۷ رجنوری جمعرات کی صبح کلکتہ سے تبلیغی مرکز کولوٹولہ مرکز پہنچے اور اسی دن بعد ظہر ہوائی جہاز سے روانہ ہوکر ڈھاکہ، ٹونگی آگئے۔ پاکستانی حضرات کا ایک بڑا قافلہ بھی حضرت الحاج عبدالوہاب صاحب کی قیادت میں آچکا تھا۔ مولانا زبیر مرحوم کے قافلہ میں مولانا احمد لاٹ، مولانا اسماعیل گودھرا، میانجی عظمت اور مولوی محمد سعد وغیرہ شامل تھے۔

۱۹/ ۲۰/ ۲۱ رجنوری/ ۵/ ۶/ ۷ رذیقعدہ ۱۴۲۲ھ میں یہ سہ روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ اس میں پہلے دن بعد عصر مولانا زبیر مرحوم نے دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت پر اور دوسرے دن بعد عصر منعقدہ مجلس نکاح میں بیان کے بعد بڑی تعداد میں ایجاب وقبول کرائے۔

آخری دن بھی مرحوم کا نصائح پر مشتمل بیان ہوکر اختتامی دعا ہوئی۔ بعد کے

دو دن مزید قیام رہ کر ملکوں کی کارگزاریوں اور مسائل پر صلاح ومشورہ ہو کر ۲۴ر جنوری جمعرات میں ڈھاکہ سے کلکتہ اور وہاں سے اسی دن شام کو ہوائی جہاز سے دہلی واپس آ گئے۔

اس اجتماع اور سفر کی لمبی چوڑی تفصیلات راقم سطور کے روزنامچہ میں درج ہیں۔ ان تفصیلات میں ایسی بہت سی جزئیات بھی شامل ہیں جو یقیناً افادیت ونافعیت سے خالی نہیں۔اس لئے مختصر حذف واضافہ کے بعد یہاں اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

''آج صبح چھ بجے نماز اور چائے سے فارغ ہو کر مولانا زبیر الحسن کی قیادت اور مولانا احمد لاٹ کی امارت میں کالکا ٹرین سے کلکتہ روانگی ہوئی۔ ۲۳ رنفر قافلہ میں شامل تھے۔ جن میں علیگڑھ کے اصحاب شوری مولانا محمد یونس، مولانا سعد، مولانا سلیمان جھانجھی، مولانا احمد مرچی، مولانا یٰسین عزیزانم مولوی محمد صالح ومولوی محمد زہیر الحسن وغیرہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ علیگڑھ، کانپور وغیرہ پر بڑی تعداد میں احباب ملاقات کے لئے آئے۔ الٰہ آباد میں محترم بھائی جمال شیروانی کھانا لائے اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کا سلام مسنون پہنچایا۔

بعد عصر ٹرین میں راقم سطور نے مولانا زبیر اور نادر صاحب کو خواب زیارت نبوی سنایا بھائی نادر صاحب نے اس کی تعبیر دی کہ تمہاری کتاب دعوت کی بصیرت قبول ہے اور حضرت جی کے متعلق یہ الزام کہ ۳۲ رسال میں کام انہوں نے بگاڑ دیا اس کی تردید اللہ تعالیٰ نے تم سے یہ کتاب لکھ کر کرادی۔ جمعرات میں نماز فجر پڑھ کر ٹرین میں آرام کیا۔ نو بجے کلکتہ اسٹیشن پہنچے۔ یہاں سے کولوٹولہ مرکز پہنچ کر ناشتہ، پھر متفرق بیانات ہو کر شام تین بجے مطار کے لئے روانہ ہو کر ڈھاکہ وہاں سے بذریعہ کار ٹونگی جانا ہوا۔ نماز عشاء اول وقت مطار ڈھاکہ پر اندر ہی ادا کر لی گئی تھی۔ قیام گاہ پہنچ کر اگلے دن کے لئے مشورہ ہوا۔ بعد مغرب کا عمومی بیان حضرت الحاج بھائی عبد الوہاب کا طے ہوا۔

شنبہ کے دن بعد عصر بیان مولانا زبیر الحسن کا بیان ہوا جس کے مترجم مولانا

قاری زبیر تھے۔

اور آج ہی بعد عشاء یہ احقر علماء بنگلہ دیش کے خیمہ میں گیا۔ متعدد علماء سے ملاقات ہوئی۔ بعض ان میں حضرت شیخ" کے تلامذہ بھی تھے۔ نیز شیخ غانم احقر کے خیمہ میں ملاقات کے لئے آئے، ان کو دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم وادراک (انگریزی ایڈیشن) دی گئی اور عربی کا ترجمہ (غیر مطبوعہ) ان کو دکھلایا گیا۔

اتوار میں بعد نماز فجر محمد شاہد وعزیز محمد صالح، مولوی ابو جعفر بنگلہ دیشی کے ساتھ مرکز الفکر الاسلامی بشوندھرا گئے۔ یہ مرکز آٹھ دس سال قبل حضرت مولانا عبدالرحمٰن مفتی اعظم بنگلہ دیش نے قائم کیا تھا۔ یہاں تخصص حدیث کا شعبہ بھی قائم ہے۔ بندہ کو جب اس شعبہ میں لے جایا گیا تو میری کتاب تخصص حدیث دکھلا کر بتلایا گیا کہ ہم نے اپنے یہاں یہ شعبہ اس کتاب کو دیکھ کر ہی قائم کیا ہے اور اس کے اصول ونصاب بنانے میں اس کتاب سے بڑی مدد لی ہے۔

یہیں پر چند طلبہ نے فضائل اعمال کی تخریج بھی دکھلائی، جس کی فوٹو کاپی بندہ نے اپنے لئے کرائی۔

آج بعد عصر مجلس نکاح میں مولانا زبیر الحسن کا بیان ہو کر تیرہ نکاح پڑھائے گئے۔ بقیہ نکاح دیگر حلقوں میں ہوئے۔ بعد مغرب بیان مولانا احمد لاٹ کا ہوا۔ بعد عشاء تھائی لینڈ وغیرہ کے سفر کا مشورہ ہوا۔ اکثریت کا رجحان احوال کی وجہ سے ملتوی ہونے کا رہا۔

مولوی سعد کی جانب سے آج پورے دن خواص کے مجمع میں منتخب احادیث عربی وانگریزی کی تقسیم ہوتی رہی۔ وہ دو بنڈل اپنے ساتھ دہلی سے لائے تھے۔

۲۱؍ جنوری پیر کی صبح روانگی کی ہدایات مولوی سعد کی ہو کر آخری بیان ودعا مولانا زبیر کی نصف گھنٹہ ہوئی۔ دعا میں صدر اور حسینہ خالدہ ضیاء بھی آئیں، جیسا کہ اخبارات سے معلوم ہوا۔

منگل کی صبح مختلف ممالک کے مشورے شروع ہوئے۔ فلپائن اور ملیشیا والوں کو بلاکران کے یہاں کی آمد کا ملتوی ہونا بتلایا گیا۔

بدھ کی صبح بعد فجر بندہ دوبارہ مرکز الاسلامی چلا گیا۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن اس وقت مسجد میں تقریر کے دوران حضرت شیخ کا تذکرہ کررہے تھے کہ میں پہنچ گیا، ان کے اصرار پر بندہ نے کچھ دیر اتباع سنت پر بیان کیا۔ پھر ناشتہ ہوا، احقر نے ان کو اپنی جدید تصنیف فہرست تالیفات شیخ ہدیہ دی۔ بعد ازاں شعبہ تخصص حدیث اور تخریج فضائل اعمال پر کچھ مشورے ہوکر دس بجے ٹونگی واپسی ہوئی۔

آج نماز مغرب بیت المکرّم میں ادا کر کے وہاں کی عظیم الشان لائبریری دیکھی گئی۔ مختلف ذرائع سے معلوم ہوا کہ آج بھائی سلمان بیگ علیگڑھ نے مولوی سعد سے بندہ کے تعلق سے طویل گفتگو کر کے حضرت شیخ اور حضرت جیؒ کے حوالہ سے ان کو بہت دیر تک سمجھایا۔ لیکن وہ خوب ناراض ہوئے اور بھائی سلمان صاحب پر خوب برسے۔

جمعرات بعد نماز فجر ناشتہ کے بعد مطار کے لئے روانگی ہوئی۔ کارروائی کے بعد نصف گھنٹہ میں کلکتہ پہنچے۔ وہاں حالات مخدوش تھے۔ مختلف علاقوں میں تحقیق اور تفتیش چل رہی تھی۔ اس لئے مرکز میں نہ ٹھیر کر ایک تبلیغی ساتھی کے مکان پر قیام کر کے تین بجے مطار کے لئے روانہ ہوئے۔ دو گھنٹہ کی پرواز کے بعد بعافیت دہلی اور نو بجے بعافیت گھر پہنچ گئے۔

الحمد لله الذی بعزته وجلاله تتم الصالحات

بنگلہ دیش سے واپسی پر راقم سطور پرانوں کے جوڑ کی وجہ سے دہلی ٹھیر گیا۔ اور اس کے اختتام پر سہارنپور واپس ہوا۔

☆ ۱۴۲۳ھ: (یہ جگہ معلومات کے لئے خالی ہے)

☆ یکم ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ/ ۲۵ ردسمبر ۲۰۰۳ء جمعرات میں اس سفر کے لئے دہلی سے روانگی عمل میں آئی۔ ۲۷/۲۸/۲۹ ردسمبر بار، اتوار، پیر میں یہاں اجتماع متعین تھا۔

اس سے فراغ پر یکم جنوری/ ۸ر ذیقعدہ جمعرات میں دہلی واپسی ہوئی۔

☆۱۶ر شوال ۱۴۲۵ھ/ ۲ر دسمبر ۲۰۰۴ء جمعرات میں اس اجتماع میں شرکت کے لئے آپ بذریعہ طیارہ ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ یہاں ۳/۴/۵ر دسمبر جمعہ، بار، اتوار میں سالانہ اجتماع متعین تھا۔ اس میں شرکت اپنے امور مفوضہ کی تکمیل نیز پیش آمدہ ضروری مشوروں سے فراغت کے بعد آپ مع رفقاء ۹ر دسمبر میں ہندوستان (دہلی) واپس ہو گئے۔

☆۲۷/۲۸/۲۹ر ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ/ ۲۷/۲۸/۲۹ر جنوری جمعہ، بار، اتوار میں اس سال کا اجتماع منعقد ہوا۔ آپ ایک یوم قبل دہلی سے ڈھاکہ پہنچ گئے تھے۔

اجتماع سے فراغت پر ٹکرائل مرکز واپس آئے، بہت سے مغربی، مشرقی اور عرب ممالک کے مسائل پر غور وخوض کے لئے دعوتی احباب سے مل کر مشاورت کرتے رہے اور پھر ۲ر فروری پیر ۳ر محرم جمعرات میں ڈھاکہ ایئرپورٹ پر نماز ظہر ادا کرتے ہوئے عازم دہلی ہو گئے۔

☆۱۴۲۷ھ:

☆۱۴۲۸ھ:

☆۱۴۲۹ھ:

☆۱۴۳۰ھ:

☆۱۴۳۱ھ: (ان تمام سنین کی معلومات دستیاب نہیں ہیں

☆۱۴۳۲ھ: قارئین کرام اگر بھیجیں گے تو دوسرے ایڈیشن میں شکریہ کے ساتھ

☆۱۴۳۳ھ: شامل کتاب کردی جائیں گی۔)

☆۲۶ر صفر ۱۴۳۴ھ/ ۱۰ر جنوری ۲۰۱۳ء میں مولانا مرحوم اجتماع ٹونگی میں شرکت کے لئے دہلی سے ڈھاکہ روانہ ہوئے۔ ان ہی تاریخوں میں جامعہ مظاہر علوم کی شوریٰ کا اجلاس متعین تھا۔ اس لئے راقم سطور اس اجتماع میں شرکت نہ کرسکا۔

☆۶ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ/ ۸ جنوری ۲۰۱۴ء بدھ میں بنگلہ دیش کے اس سفر کے لئے مولانا مرحوم بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے روانہ ہوئے۔ یہ آپ کے دور مشاورت کا آخری اجتماع تھا اور پھر اس کے بعد!

''آں قدح بہ شکست وآں ساقی نہ ماند''

راقم سطور مولانا زبیر الحسن کے فرزند عزیزی مولوی زہیر الحسن سلمہ کی کوشش سے ویزا اور ٹکٹ کے حصول کے باوجود مظاہر علوم کے کچھ اہم مسائل اور معاملات کی وجہ سے اس سفر پر نہیں جاسکا تھا۔

کاتب سطور پر مرحوم کا ایک زبردست احسان

احقر کی حیات مستعار سے واقفیت رکھنے والے احباب بخوبی جانتے ہیں کہ مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کی مدینہ منورہ میں سکونت ورہائش کی شدید خواہش پر اپنی وفات سے آٹھ، دس سال قبل ہندوستان سے مدینہ منورہ منتقل ہوجانے پر اولاً اللہ جل شانہ کے فضل وکرم ثانیاً حضرتؒ کی نگاہِ عطوفت وشفقت سے اس احقر کا بھی حرمین شریفین آمدورفت کا دروازہ مفتوح ہوا۔

جب جب حضرتؒ ہندوستان سے مدینہ منورہ جاتے یا وہاں سے ہندوستان آتے یا ان دونوں ملکوں سے کسی تیسرے ملک (افریقہ، انگلینڈ، زامبیا، پاکستان) تشریف لے جاتے تو کاتب سطور ایک کفش بردار کی حیثیت سے ساتھ ساتھ ہوتا تھا اور اس وقت فارسی کے اس شعر میں بیان کردہ حقیقت سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت ووقعت نہیں تھی کہ!

بود مورے ہوسے داشت کہ در کعبہ رسید
دست برپائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

حضرتؒ جب مدینہ منورہ میں وصال اور جنت البقیع میں پیوند خاک ہوکر اپنی مراد کے کمال کو پہنچ گئے، تب ہندوستان میں اس احقر کی مستقل اقامت ہوئی اور وہ اقامہ جو

مدینہ منورہ میں حضرتؒ کی معیت میں رہنے کے لئے بنا تھا قانونی طور پر ختم ہوا۔

وفات شیخ کے فوری بعد جامعہ مظاہر علوم سخت ابتلاء و آزمائش میں آ گیا اور طوفانی تھپیڑے اس دین و دیانت، علم و عمل کی کشتی کو الٹنے کے لئے اپنا پورا زور لگانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے نسبت شیخ کی لاج رکھ کر اس کشتی کو سنبھالنے کا پورا موقعہ عطا فرمایا۔

یہ دور بہت صبر آزما اور بہت طویل تھا۔ ابھی اس دور ابتلاء کا اختتام اچھی طرح ہوا بھی نہیں تھا کہ حضرت حق جل مجدہ کی دستگیری اور مولانا زبیر مرحوم کی بے پناہ شفقت و محبت نے اس کم سواد کو حضرت جی ثالث کی خدمت میں پہنچا دیا۔ یہاں بھی حاضری ایک کفش بردار کی حیثیت سے ہوئی تھی، اس خادمیت اور مخدومیت کے رشتہ کو ابھی مختصر سا عرصہ ہی گزرا تھا کہ حضرت جیؒ نے اپنی ایک مجلس میں یہ فرما کر ہمت افزائی فرمائی کہ!

''مجھے پہلے تو شاہد سے مناسبت نہیں تھی لیکن اب ہو گئی۔''

اور اس طرح مخدومنا حضرت شیخؒ کے اُس جملہ کی صداقت آشکارا ہو گئی۔ جو آپ نے ۲ر ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ/ ۲۶ر دسمبر ۱۹۷۳ء میں مدینہ منورہ میں اس طرح فرمایا تھا کہ!

''تُو، تَو مولوی انعام کا بھی ہے ان ہی کے ساتھ حج کرنا''(۱)

دس سال بعد اس جملہ کی صداقت کے ظہور و اظہار کی تقریب عالم امکان میں اول مرتبہ اس طرح ہوئی کہ اپنے علاج و معالجہ کے سلسلہ میں جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ/ اپریل ۱۹۸۳ء میں مولانا مرحوم کو سعودی عرب کا ایک سفر کرنا پڑا۔ وہ اس سفر پر روانگی کے وقت مجھے اس کا پابند بنا گئے کہ میں وقتاً فوقتاً حضرت جی کی خدمت میں دہلی آتا جاتا رہوں چنانچہ روزنامچہ کے مطابق ۲۷ر جمادی الثانی/ ۱۲ر اپریل منگل میں بطور خاص ان کی تعمیل حکم میں دہلی جانا ہوا۔ اس کے بعد متواتر آمد و رفت بڑھتی چلی گئی۔

---

(۱) ۱۳۹۳ھ میں حضرتؒ مدینہ منورہ میں مقیم رہے حج نہیں کیا تھا۔ چنانچہ یہ جملہ فرما کر حضرت جی ثالث اور مولانا زبیر الحسن مرحوم کے ساتھ مجھے حج کے لئے بھیج دیا تھا۔

زندگی کا کارواں مسلسل رواں دواں تھا۔ روز وشب مہینوں میں اور مہینے سال میں تبدیل ہو رہے تھے کہ ۱۴۱۴/۱۹۹۳ء آ گیا۔ اس زمانہ میں مولانا مرحوم کو اپنے جسمانی عذر اور پھیلاؤ کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل بن گیا تھا کہ اسی اثناء میں ماہ صفر کی ۲۵ رتاریخ جو عیسوی تقویم کے لحاظ سے ۱۵ راگست ۱۹۹۳ء بنتی ہے۔ پاکستان سے مولانا مفتی زین العابدین، حضرت الحاج بھائی عبد الوہاب اور مولانا سعید خاں مدنی کا دہلی مرکز میں ورود ہوا۔ ان سب حضرات نے مولانا مرحوم کی مشکلات اور دشواریوں کو محسوس کرتے ہوئے حضرت جیؒ پر تقاضہ کیا کہ مولانا مرحوم کو علاج کے لئے ایک مرتبہ پھر جدہ (سعودی عرب) بھیجا جائے کہ وہاں اس مرض کے ازالہ کے لئے جدید مشینیں اور قابل وماہر ڈاکٹر دستیاب ہیں۔ اس زمانہ میں جدہ میں ایک ہسپتال ''مستشفی المانیہ'' بھی شروع ہو چکا تھا۔

چنانچہ فوری طور پر قانونی مراحل (ویزہ، ٹکٹ وغیرہ) کی تکمیل کے بعد مولانا زبیر مرحوم ۱۶ ر ربیع الاول/۴ ر ستمبر بروز شنبہ دہلی سے جدہ کے لئے روانہ ہو گئے اور تین رفقاء مولانا احمد لاٹ، شیخ عبد اللہ ربوعی، شیخ عبد العزیز بوقس آپ کے ہمراہ گئے۔

مولانا مرحوم جب رخصتی ملاقات ومصافحہ کے لئے حضرت جیؒ کے پاس پہنچے تو آپ نے پُر درد لہجہ میں یہ شعر پڑھ کر مولانا موصوف سے معانقہ کیا۔

دیدۂ سعدی ودل ہمراہ تُست　　　تانہ پنداری کہ تنہا می روی

وہاں پہنچ کر علاج شروع ہوا اور حیرت انگیز طور پر آپ کو کامیابی ملی۔

اب لکھنے کی بات یہ ہے کہ اس موقعہ پر بھی مولانا مرحوم کا مجھے تاکیدی حکم یہ ہوا کہ میں زیادہ سے زیادہ وقت مرکز نظام الدین میں قیام کر کے حضرت جیؒ کی خدمت میں رہوں۔ چنانچہ ان کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور میرا بہت سا وقت کامیاب وبامراد گزرا۔

یہاں پہنچ کر بغیر کسی حیل وحجت اور بغیر کسی تاویل کے مجھے یہ شعر اپنے اوپر چسپاں کر لینا چاہیے!

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی

منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

یہ اسی زمانہ قیام کی برکت ہے کہ آج تک مرکز اور اکابر ثلاثہ کے دور میں مرکز میں ہونے والی دینی محنت کی عظمت سے دل و دماغ معمور ہے۔ اور وہاں کے موجودہ احوال اور اخلاق و کردار کی پستی پر دل روتا ہے۔

ابھی تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ حضرت جیؒ کاتب سطور کو اپنے ساتھ ملکی و غیر ملکی اجتماعات میں لے جانے لگے۔ چنانچہ پاکستان، بنگلہ دیش، حرمین شریفین اور انگلینڈ کے متعدد اسفار آپ کی معیت میں کیے گئے۔ نیز اندرون ملک میوات، حیدرآباد، آسام، مہاراشٹر، بھوپال وغیرہ کے بہت سے اسفار ہوئے۔

تقدیری بات کہ صاحبزادہ سلمہ کو زندگی بھر حضرت جی ثالثؒ سے نہ صرف استغنا اور بے نیازی رہی بلکہ شدید و عمیق قسم کی دوری رہی اس لئے وہ میرے ان اسفار کو محسوس کرتے ہوئے اپنی ذہنیت کے مطابق ان کو نئے نئے معنی پہناتے رہے، اور ان اسفار کو ختم کرنے کی کوشش میں پریشان رہنے لگے اور جب ان کے لئے حضرت جیؒ کی معیت میں ہونے والے میرے یہ اسفار ناقابل تحمل بن گئے تو پھر وہ مجبور ہو کر حضرت جیؒ کے دربار میں جاکر اس طرح مخاطب ہوئے!

صاحبزادہ صاحب: آپ مولوی شاہد کو اپنے ساتھ سفر میں کیوں رکھتے ہیں؟

جواب: وہ سفر میں میری خدمت کرتا ہے اور ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

صاحبزادہ صاحب: ان کے ان سفروں پر لوگوں کو اعتراض ہو رہا ہے؟

جواب: پھر میں کیا کروں؟ جو اعتراض کرتا ہے کرتا رہے۔

اس سوال و جواب کے بعد وہ اٹھ کر آگئے۔ بعد میں مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا احمد لاٹ وغیرہ معمول کے مطابق حضرت جی کی خدمت میں آئے، تو حضرتؒ نے ان

حضرات کو یہ تمام تفصیل سنا کر ایک عجیب اور بیحد قیمتی جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ!

''بھائی میں نے بہت سوچ سمجھ کر شاہد کو اپنے ساتھ جوڑا ہے۔ مجھے اللہ جل شانہ کی ذات سے امید ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کے ذریعہ سے حضرت شیخؒ کے لوگ تبلیغ میں لگیں گے۔''

حضرت جی ثالث کے اس ملفوظ کو یہاں نقل کرتے وقت کسی تکلف کے بغیر اس کی جو توجیہ راقم سطور کے ذہن میں آئی وہ یہ ہے کہ اب عالمی شوریٰ کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کا جو صحیح اور صاف ستھرا نظام ابھر کر سامنے آرہا ہے اس میں ایسے اصحاب واشخاص اور علماء نمایاں ہیں جو ذہنی وفکری لحاظ سے اور علوم نبویہ شرعیہ میں بلاواسطہ یا بالواسطہ مخدومنا حضرت شیخؒ سے وابستہ اور قلبی طور پر عقیدت وعظمت کے لحاظ سے آپ کے گرویدہ اور دعوتی اصول وضوابط میں آپ کے افکار ونظریات سے بھرپور فائدہ اٹھانے والے ہیں۔

اور اس توجیہ کی صحت میں فی الحال یہاں اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ اس عالمی نظام کے تحت نکلنے والی جماعتوں میں حضرتؒ کی کتاب فضائل اعمال ہی کے پڑھنے پڑھانے پر زور دیا جارہا ہے۔ جیسا کہ وہ گذشتہ ستر سال سے پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے اور بقیہ اکابر کی کتابوں اور علمائے دین کی تصنیفات کو خارجی طور پر مطالعہ میں رکھنے کی ترغیب دی جارہی ہے۔ رائیونڈ (پاکستان) سے بھی پوری دنیا میں اسی (فضائل اعمال) کو پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔

اور یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ خود خانوادہ حضرت شیخؒ کے تمام افراد واصحاب (دو، چار کو مستثنیٰ کر کے) اسی شورائی نظام کے ساتھ ہیں اور انہیں شخصی نظام سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور جن دو چار کو دلچسپی ہے وہ ان کی اپنی ذاتی مجبوریاں ہیں۔

اور یہ ہی حال حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خلفا اور مجازین نسبت کا بھی ہے کہ ان کی اکثریت بھی عالمی شوریٰ کے ساتھ ہے۔

حضرت جیؒ کی وفات کے بعد صاحبزادہ سلمہ نے مولانا زبیر مرحوم پر بہت دباؤ ڈالا اور میرے اسفار کو ایک نشانہ (ایشو) بنا کر اپنی تمام صلاحیتیں ایک فضول اور لغو کام پر خرچ کر ڈالیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے چند اہل میوات کو بھی استعمال کیا۔ ایک سے زائد تحریریں بھی اس مطالبہ پر مشتمل مرحوم کو بھیجیں۔

مگر اللہ جل شانہ کا فضل وکرم اور حضرت جیؒ کی توجہات بلکہ تصرفات ایسے شامل حال رہے کہ ان کی تمام تر ناشائستہ حرکتوں کے باوجود ہم دونوں کی استقامت پر ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی ضرب نہیں پڑی اور پاکستان و بنگلہ دیش ہی نہیں بلکہ حرمین شریفین، امریکہ، انگلینڈ، آسٹریلیا، فیجی ماریشش، جرمنی تک بہت عافیت کے ساتھ جانا، آنا ہو گیا۔ اور پھر اس کے بعد تو مشیت الٰہیہ نے کاتب سطور کے لئے ملکی وغیر ملکی اسفار کا ایسا دروازہ کھولا کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ اب حال یہ ہے کہ بڑی منت وسماجت سے انکار کرنا پڑتا ہے۔

کاتب سطور کے ان اسفار کو لے کر جتنی جتنی مخالفت اور جیسا جیسا ہنگامہ کیا اور کرایا جارہا تھا ویسے ویسے منجانب اللہ ہم دونوں (مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور) کے دلوں میں سکون واطمینان بڑھتا جارہا تھا اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ ہم دل کی گہرائی سے اس پر یقین رکھتے تھے کہ دعوت وتبلیغ میں حضرت جی ثالث کے قائم کردہ نقوش اور خطوط کو ختم کرنے کے لئے ان سے بڑی یا کم از کم ان کے برابر کی شخصیت کا ہونا ضروری ہے۔

اور اس سلسلہ کی آخری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کی ایمانی صفات جلالی کیفیات اور حضرت حق جل مجدہ کی ذات پر ان کے بے پناہ اعتماد اور یقین کے پہاڑ سے ٹکرانا بچوں کے بس کی بات ہے ہی نہیں۔

اس عنوان کی ابتدائی سطور میں جس زمانہ کے احوال وواقعات سپردِ قلم کئے گئے ہیں وہ مخدومنا حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی حیات طیبہ اور انفاس مبارکہ کے آخری ماہ وسال تھے۔ چنانچہ ہر چہار جانب سے......!

ساقیایاں لگ رہا ہے چل چلاؤ　　　جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

کی آوازیں مسلسل اور متواتر آرہی تھیں۔ تمام منامات اور پیغامات بھی یہی اطلاعات دے رہے تھے۔

اس زمانہ میں حضرتؒ کی توجہات اور تصرفات کی برکت سے راقم سطور کثرت کے ساتھ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی کی خواب میں زیارت کیا کرتا تھا۔ ان خوابوں میں عامۃً حضرت مہاجر مدنی جامعہ مظاہر علوم کے بارے میں پریشان و متفکر اور بسا اوقات راقم سطور کو جامعہ کے بارے میں ہدایات اور نصائح فرماتے ہوئے نظر آتے تھے۔

یہ راقم اس طرح کے تمام خواب بڑے اہتمام سے مخدومنا حضرت شیخؒ کو سنا کر صرف آپ ہی سے اس لئے تعبیر کی درخواست کرتا تھا کیونکہ میرے لئے ''شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا'' کے پیش نظر ہر کس نا کس سے بچنا ضروری تھا۔

چنانچہ حضرت کبھی تو خود اس کی تعبیر ارشاد فرمادیتے اور کبھی یہ کہہ کر انکار فرمادیتے کہ اس کی تعبیر مولوی انعام دیں گے۔ ان کو سنانا اور جو تعبیر وہ دیں مجھے بھی بتلانا۔

اسی سلسلہ کا ایک خواب جو بعد میں حقیقت اور واقعہ بن کر سامنے آیا یہ ہے!

''راقم سطور نے ۳۰ رصفر ۱۴۰۰ھ/ ۱۸ رجنوری ۱۹۸۰ء میں دیکھا کہ ایک مکان میں راقم سطور (محمد شاہد) اور حافظ محمد سورتی (۱) اور ایک دو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ حافظ احمد سورتی بیمار ہیں اور ایک حکیم ان کا علاج کر رہا ہے۔

مرض ان کو یہ ہے کہ دفعۃً ان کو دورہ پڑتا ہے۔ جس سے مغلوب ہو کر وہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کو مارنا اور پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی مجلس میں کسی نے مجھ سے کہا کہ حافظ صاحب کے پاس مت بیٹھو کبھی ان کو دورہ پڑ جائے اور

---

(۱) آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خواص منتسبین میں تھے۔ مخدومنا حضرت شیخؒ سے بھی خصوصی تعلق تھا جس کی وجہ سے کثرت کے ساتھ دیوبند و سہارنپور آتے رہتے تھے۔

وہ مارنا شروع کردیں، میں نے جواب دیا کہ کوئی فکر کی بات نہیں، جب ایسا ہوگا دیکھا جائے گا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد ان کو زبردست دورہ پڑا اور انہوں نے مجھے مارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا، میں ایک دم تیزی کے ساتھ اٹھ کران سے دور ہوگیا، وہ میرے پیچھے پیچھے آئے، میں آگے کو بڑھتا رہا اور جب وہ مجھے پکڑنے کے قریب ہوگئے تو میں نے بہت بیتاب ہوکر ایک دم اللہ اللہ کہنا شروع کردیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے پاؤں فوراً زمین سے اٹھ گئے اور بہت تیزی کے ساتھ میں زمین سے اٹھ کر کئی منزلہ مکان کے اوپر جا کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

حافظ صاحب موصوف نے غصہ میں آکر نیچے سے ڈھیلے وغیرہ پھینکے لیکن وہ مجھے نہیں لگے، کچھ دیر بعد وہ تھک کر بیٹھ گئے اور جب مجھے اطمینان ہوگیا تو میں اسی طرح اللہ اللہ کہتا ہوا نیچے سڑک پر آگیا۔

نیچے آکر مجھے خیال ہوا کہ آج تو جمعہ ہے۔ حضرت شیخ کے یہاں مہمان آئے ہوئے ہیں۔ ان کو کھانا کھلانا چاہئے چنانچہ مولانا نصیر الدین صاحب کی ٹال میں آکر میں نے مہمانوں کو کھانا کھلانا شروع کردیا۔ تھوڑی دیر بعد مولانا نصیر الدین یا مولانا سلمان میرے پاس آئے اور کہا کہ حضرت مولانا خلیل احمد تشریف لائے تھے اور تمہیں دریافت فرمارہے تھے۔ ہم نے کہہ دیا کہ وہ تو مہمانوں کو کھانا کھلا رہا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ اچھا وہ اگر مشغول ہے تو اتنی دیر ہم اس کے چھوٹے بھائی ساجد کو لے کر جارہے ہیں۔

یہ فرما کر حضرتؒ اس کو اپنی گود میں لے گئے۔ جب مجھے یہ ساری بات معلوم ہوئی تو میں جلدی سے مہمانوں کو کھانا کھلا کر اور ہاتھ دھو کر حضرت کے انتظار میں کھڑا ہوگیا تاکہ تشریف آوری پر فوراً مصافحہ کرلوں۔

چنانچہ تھوڑی دیر میں حضرت آ گئے۔ ساجد ان کی گود میں تھا میں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ چند قدم چل کر حضرت نور اللہ مرقدہ ٹھہر گئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا مولوی شاہد! دیکھو تو ہم نے سونے کا ایک زیور بنوایا تھا ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ ٹیڑھا ہو گیا ہے تم بھی دیکھو۔

یہ فرما کر حضرت نے جیب میں سے ایک لفافہ نکالا اور اس میں سے وہ زیور نکال کر مجھے دکھلایا میں نے اس کو دیکھتے ہی عرض کیا کہ ہاں حضرت یہ تو ٹیڑھا بنا ہوا ہے۔ فرمایا میں بھی یہی کہہ رہا ہوں۔ مگر یہ نہیں مانتا۔ میں نے پیچھے مڑ کر اس شخص کو دیکھا تو وہ سنار تھا اور اغلب یہ ہے کہ وہ غیر مسلم تھا اور وہ مجھے غصہ سے گھور رہا تھا میں نے اس سے کہا کہ غصہ کیوں کرتے ہو، حق بات کہنی چاہئے چاہے کوئی بھی نہ مانے اور میں یہ کہہ کر جلدی سے حضرت کے قریب ہو گیا۔ تھوڑی دور ساتھ چلا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔''

راقم سطور نے یہ خواب مخدومنا حضرت شیخ کو سنایا تو فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا مولوی انعام کو یہ خواب لکھ کر اس کی تعبیر منگاؤ اور پھر مجھے بھی بتلانا۔

بندہ کو براہ راست حضرت جی ثالث کی خدمت میں یہ خواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی، کیونکہ یہ احقر جس قدر حضرت شیخؒ سے مانوس تھا اتنا ہی اُس زمانہ میں حضرت جیؒ سے مرعوب رہتا تھا۔ اس لئے مولانا زبیر الحسن مرحوم کا واسطہ اختیار کر کے تحریری طور پر ان سے گذارش کی کہ آپ میرا یہ خواب حضرت جیؒ کو سنا کر جو تعبیر وہ ارشاد فرمائیں اس کی مجھے اطلاع کریں تاکہ میں حضرت شیخ تک وہ تعبیر پہنچا دوں۔

چنانچہ مرحوم نے میرا وہ مکتوب حضرت جیؒ کو پہنچایا اور پھر اپنے ہی قلم سے حضرت جیؒ نے بذریعہ مکتوب یہ تعبیر مجھے بھیجی۔

''خواب کے بارے میں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ تمہارے دین کے کام کرنے میں

کچھ مشکلات ظاہر میں آویں گی جن میں توجہ الی اللہ سے حفاظت ہوگی اور تم
دین کے کام میں لگو گے اور اللہ جل شانہ تمہارے ذریعہ سے فائدہ پہنچائیں گے۔
حافظ احمد سورتی سے مراد دین احمد ہے۔ ساجد کے بارے میں جو حضرت شیخؒ
نے فرمایا صحیح ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمہارے انفرادی معمولات کی وجہ سے
حضرت (مولانا خلیل احمد) سہارنپوری تمہاری طرف متوجہ ہوں اور جب عمومی
نفع پر پڑ جاؤ تو دوسری قسم کی توجہ متوجہ ہو۔

اور حضرتؒ کا بنایا ہوا زیور مدرسہ (مظاہر علوم) ہے اور اس کے کارکنان کی
بے عنوانیوں کو زیور کے ٹیڑھا ہونے سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور زیور کی مناسبت سے
سنار کی تعبیر اس کے کارکنان کے لئے ہو۔ اللہ جل شانہ خیر فرمائے۔"

مذکورہ تعبیر پر مشتمل جب گرامی نامہ بندہ تک پہنچا تو وہ حضرت شیخؒ کی منشاء کے
مطابق آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا اور حضرتؒ نے بھی اس تعبیر کی تائید وتصویب فرمائی۔

اس زمانہ میں بہت کثرت کے ساتھ راقم سطور کے مشاہدہ میں یہ چیز آتی تھی کہ
حضرت شیخؒ مختلف انداز اور طور طریق سے مجھے حضرت جی ثالث کی طرف متوجہ ہونے کی
ترغیب دے رہے تھے۔

اس کا ایک اور نمونہ (جس کا تعلق مولانا زبیر مرحوم سے بھی ہے) یہاں پیش کرتا ہوں۔

"۱۸ر ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ/۱۲ر فروری ۱۹۸۲ء میں مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں
حضرت شیخؒ نے مجھے اپنا یہ خواب سنایا کہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کے
ساتھ پالکی میں جا رہا ہوں۔ مجمع بھی ساتھ ہے۔

یہ خواب سنا کر حضرت نے قاضی عبد القادر صاحب سے فرمایا کہ قاضی جی
تعبیر بتلاؤ۔ قاضی صاحب خاموش رہے پھر راقم سطور سے فرمایا کہ مولوی انعام
کو سنا کر اس کی تعبیر لے کر مجھے بتلاؤ۔

اس زمانہ میں موبائل کی موجودہ سہولتیں حاصل نہیں تھیں۔ اس لئے اس طرح کے تمام رابطے جناب الحاج حافظ کرامت اللہ صاحب دہلوی کے ذریعہ ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ بندہ نے حافظ صاحب مرحوم سے ان کے گھریلو فون پر بات کر کے مولانا زبیر الحسن مرحوم کو وہاں بلایا اور پھر براہ راست ان کو یہ خواب سنا کر گذارش کی کہ وہ حضرت جیؒ سے یہ خواب سنا کر کل کو اس کی تعبیر مجھے بتلائیں۔

چنانچہ مولانا مرحوم کا اگلے دن مدینہ منورہ فون پہنچا کہ حضرت جی نے یہ تعبیر دی ہے کہ! انشاء اللہ عزت وشرف کے ساتھ کہیں کا سفر ہوگا۔

بندہ نے اسی وقت یہ تعبیر حضرت شیخؒ کے گوش گذار کر دی۔ اور پھر تین ہی ماہ گزرے تھے کہ یہ خواب اور اس کی تعبیر حقیقت بن کر سامنے آگئی اور ہمارے حضرتؒ بہت عزت وشرف کے ساتھ جنت البقیع میں پیوند خاک ہوگئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

راقم سطور کے ساتھ مولانا زبیر مرحوم کے تعلق اور دل بستگی کا معاملہ یہاں تک پہنچا ہوا تھا کہ ان کو میری خوشی سے خوشی اور میرے غم سے غم ہوتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کی وفات سے سات آٹھ ماہ قبل جب کلکتہ (مغربی بنگال) کے ایک سفر میں مجھے دل کی تکلیف ہوئی اور ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق رجب ۱۴۳۴ھ/ جون ۲۰۱۳ء میں مجھے دہلی ہسپتال میں بائی پاس سرجری کرانی پڑی تو ان کا حزن وفکر دیکھنے کے قابل تھا۔

وہ ہسپتال کے زمانۂ قیام میں بار بار میرے پاس آتے اور تسلی دیتے تھے اور جیسے ہی مجھے ہسپتال سے فارغ کیا گیا انہوں نے حکم دیا کہ دو ماہ تک تمہیں سہارنپور نہیں جانا بلکہ یہیں میرے پاس رہتے ہوئے صرف آرام کرنا ہے۔

مرحوم کا کہنا تھا کہ اگر اسی حالت میں تم سہارنپور چلے گئے تو آرام نہیں کر پاؤ گے اور اپنے روز مرّہ کے مشاغل میں مصروف ہو جاؤ گے۔ چنانچہ یہ احقر وہاں دو ماہ قیام اور آرام کے بعد سہارنپور واپس ہوا تھا۔

دسواں باب

☆......رمضان المبارک کے معمولات

از:۔۱۳۸۲ھ تا ۱۴۳۵ھ

مطابق ۱۹۶۳ء تا ۲۰۱۴ء

☆......عہد مشاورت کے انیس (۱۹) رمضان

ماہ رمضان المبارک کے معمولات و مشاغل

(۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء سے ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ءتک)

مولانا مرحوم نے اپنی پوری حیات میں پینسٹھ (۶۵) رمضانوں کی بہاریں دیکھیں نیز اپنے نانا جان حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث اور اپنے والد محترم حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے ماہ رمضان المبارک کے مشاغل اور شب و روز کے معمولات بھی بکثرت دیکھے، دونوں حضرات کے تلاوت قرآن پاک کا ذوق اور شوق بھی خوب دیکھا اور بہت قریب سے دیکھا۔

یہی ذوق وشوق اور تلاوت قرآن پاک کا اہتمام ان کی زندگی میں بھی رچ بس گیا تھا۔ چنانچہ رمضان المبارک کی ہر شب میں تراویح اور اس کے بعد سحری تک نوافل میں دس بارہ سپارے روزانہ پڑھ دینا ان کے لئے بڑا آسان تھا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ تو انہوں نے مرکز نظام الدین میں اپنی والدہ، خالاؤں اور دیگر مستورات کو تراویح اور اس کے بعد آغاز سحری تک پورا کلام پاک نوافل میں جہر کے ساتھ سنا دیا تھا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ مولانا عبدالغفار منڈی گڑھی ضلع کرنال ہریانہ اس طرح تحریر کرتے ہیں!

"بندہ نے ۱۴۰۹ھ میں آپ سے کتب حدیث میں مسلم شریف پڑھی ہے، ایک موقع پر دوران درس آپ نے یہ واقعہ سنایا کہ جب میں نے کلام پاک حفظ کرلیا تو سہارنپور کا سفر کیا، چونکہ بچپن سے ہی میں بھاری بدن تھا اس لئے سب رشتہ دار جمع ہو کر میرے پاس آئے اور کہا کہ آج کی رات شبینہ ہوگا اور ہمارے مشورے میں طے ہوا ہے کہ زبیر بھائی رات میں قرآن سنائیں گے۔

ان سب کی سوچ یہ تھی کہ میں اپنے جسم کے بھاری ہونے کی وجہ سے زیادہ دیر کھڑا نہیں ہوسکوں گا۔ چنانچہ سب نے مل کر میرا طے کردیا اور میں بھی تیار ہوگیا۔ نماز عشاء کے بعد جماعت کھڑی ہوئی، صف لگی اور میں نے امام بن کر نیت باندھ لی اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ سورہ بقرہ، سورہ آل عمران تلاوت کی، اور پھر جو میں نے پڑھنا شروع کیا تو ایک ہی رکعت میں سورہ ناس پر جا کر قرآن پاک ختم کردیا۔

نماز پوری کر کے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا۔ سب جا چکے تھے۔ صرف ایک بوڑھی عورت موجود تھی اور وہ بھی بیٹھ کر نماز پوری کر رہی تھی۔"

مولانا عبدالشکور ہنگوڑ میوات حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کی خدمت میں کم وبیش بیس سال ایک تلمیذ اور خادم کی حیثیت سے رہ چکے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ!

میں نے حضرت جی کے حکم سے تراویح اور تہجد میں مولانا زبیر مرحوم کا کلام پاک دس سال مسلسل سنا ہے، وہ قرآن پاک اتنا صاف اور عمدہ پڑھتے تھے کہ کہیں بھی نہ متشابہ لگتا تھا اور نہ کسی جگہ سے حروف کٹتے تھے جب کہ تہجد میں ان کا معمول کئی کئی سپارے سنانے کا تھا۔

آنے والے صفحات میں ان کی عمر کے بارھویں سال یعنی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء سے تقریباً تمام ہی رمضان المبارک کے احوال امکانی حد تک تفصیل سے پیش کیے جائیں گے۔

☆ **رمضان ۱۳۸۲ھ:** مولانا زبیر مرحوم نے اپنی والدہ مرحومہ کے ساتھ یہ ماہ مبارک مرکز تبلیغ حضرت نظام الدین میں گذارا اور ۳ رمضان/۲۹ جنوری ۱۹۶۳ء میں حضرت جی ثانی وثالث کے ہمراہ ایک یوم حضرت شیخ کی خدمت میں رہنے کے لئے سہارنپور آئے۔

☆ **رمضان ۱۳۸۳ھ:** (یہ جگہ معلومات کے لئے خالی ہے۔)

☆ **رمضان ۱۳۸۴ھ:** یہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا آخری رمضان اور اس میں ہونے والے

آخری عشرہ کا آخری اعتکاف تھا ایک بڑی جماعت آپ کے ساتھ معتکف تھی۔ جس میں مولانا محمد انعام الحسن مولانا محمد ہارون اور مولانا زبیر الحسن وغیرہ وغیرہ بھی معتکف تھے۔

☆ **رمضان ۱۳۸۵ھ:** بہ حیثیت امیر جماعت تبلیغ یہ آپ کے والد مرحوم کے دورِ امارت کا پہلا رمضان المبارک تھا۔ مولانا زبیر الحسن مرحوم نے حضرت شیخ کی منشاء کے مطابق پہلی مرتبہ مظاہر علوم کی مسجد قدیم میں تراویح پڑھائی اور جد محترم مولانا اکرام الحسن نے ان کے اقتداء میں تراویح ادا کی۔

☆ **رمضان ۱۳۸۶ھ:** مولانا زبیر موصوف کا یہ رمضان دہلی وسہارنپور میں مشترکہ طور پر اس طرح گذرا کہ ابتدائی دوعشرے سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں مقیم رہ کر دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں اپنا کلام پاک تراویح میں سنایا۔

۲۳؍رمضان کو موصوف مرکز تبلیغ حضرت نظام الدین چلے گئے اور وہاں اپنا سلسلہ تراویح اس عمدگی کے ساتھ قائم کیا کہ آخری شب میں پورا کلام پاک بیس رکعات تراویح اور اس کے بعد نفلوں میں زنانہ مکان میں سنایا۔

اس واقعہ کی اطلاع حضرت جیؒ نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ حضرت شیخؒ کو ان الفاظ کے ساتھ تحریر فرمائی!

''رات عزیز زبیر الحسن نے پورا ایک قرآن شریف ختم کیا۔ دس پارے تراویح میں سنائے اور بیس پارے نفلوں میں، آٹھ بجے شروع کیا تھا اور رات کو ساڑھے تین بجے فراغت ہوگئی۔

۲۹؍کی شب میں تراویح کا قرآن مجید اور نفلوں کا دونوں ختم کردئے تھے، چاند نہ ہونے پر اس نے شروع کیا اور الحمدللہ پورا قرآن پاک ہوگیا۔

حضرت شیخ نے بھی اپنے روزنامچہ میں یہ تفصیل تحریر فرما رکھی ہے۔

☆ **رمضان ۱۳۸۷ھ:** اس رمضان کے بھی ابتدائی دوعشرے آپؒ نے حضرت شیخؒ کی

خدمت میں اس طرح گذارے کہ دن میں معتکف شیخ میں رہتے اور رات میں تراویح کا کلام پاک دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں سناتے، تیسرے عشرہ میں آپ نظام الدین چلے گئے۔

☆ رمضان ۱۳۸۸ھ: یہ بھی آپ کا سہارنپور میں گذرا اور حسب معمول دفتر مدرسہ قدیم میں تراویح میں کلام پاک سنا کر ۲۴ ویں روزے میں والد مرحوم کی خدمت میں دہلی آ گئے۔

☆ رمضان ۱۳۸۹ھ: آپ کا یہ پورا مہینہ مرکز نظام الدین گذرا اور تراویح کا کلام پاک والد ماجد کو ان کے حجرہ میں سنایا۔

☆ رمضان ۱۳۹۰ھ: اس ماہ میں آپ کا قیام مرکز تبلیغ دہلی اور معتکف شیخ سہارنپور میں مشترکہ طور پر رہا۔ چنانچہ تین سپارے یومیہ کے حساب سے پہلے عشرہ کی تراویح مولانا عبید اللہ مرحوم کے کمرہ میں پڑھا کر دوسرے عشرہ کی تراویح پہلی مرتبہ حضرت جی کی تجویز اور حضرت شیخ'' کی خواہش پر سہارنپور مسجد دار الطلبہ جدید (معتکف حضرت شیخ) میں پڑھائی اور تیسرے عشرہ میں مرکز نظام الدین لوٹ گئے۔

☆ رمضان ۱۳۹۱ھ: اس سال آپ نے مرکز کی مسجد بنگلہ والی میں پہلی مرتبہ تراویح میں کلام پاک سنایا۔ ۱۶ر رمضان المبارک / ۶ر نومبر ۱۹۷۱ء میں دو شب و روز کے لئے آپ والد ماجد کی معیت میں سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں آئے۔

۲۹ ویں شب میں یہ کلام پاک ختم ہوا، جس کی دعا حضرت جی ثالث نے بہت آہ وزاری کے ساتھ کرائی۔

اس ماہ مبارک کے آغاز سے ایک ہفتہ قبل آپ کے جد مکرم مولانا اکرام الحسن کا سانحہ وفات سہارنپور میں پیش آ چکا تھا۔ جس کا اثر اور قلق فطری طور پر پورے ماہ آپ پر چھایا رہا۔

☆ رمضان ۱۳۹۲ھ: اس سال بھی آپ نے کلام پاک مرکز کی مسجد میں سنایا اور حضرت شیخ کی ترغیب وخواہش پر ۶ر رمضان المبارک کو سہارنپور پہنچے یہاں تین دن میں ایک کلام پاک تراویح میں اور ایک نوافل میں سنا کر ۹ر رمضان المبارک کو دہلی واپس ہو گئے اور

پھر دوبارہ ۱۵؍رمضان المبارک/ ۲۴؍اکتوبر میں والد ماجد کی معیت میں ایک دن کے لئے حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور آئے۔

مولانا اظہار الحسن مرحوم پہلے عشرہ میں دو یوم حضرت شیخؒ کی خدمت میں خانقاہی ماحول میں رہنے کے لئے مرکز نظام الدین سے تشریف لائے، مگر حضرتؒ نے حکماً آپ کو مرکز واپس بھیج دیا۔ روزنامچہ شیخ میں اس کی وضاحت ان الفاظ کے ساتھ درج ہے!

''زکریا نے حکماً اس وجہ سے بھیجا کہ معتکفین کی کثرت کی وجہ سے وہاں ضرورت زیادہ تھی۔

امسال پہلی مرتبہ مولانا زبیر مرحوم نے نماز عید الفطر کی امامت مرکز میں کی تھی۔''

☆**رمضان ۱۳۹۳ھ**: اس ماہ مبارک کا آغاز مولانا محمد ہارون مرحوم کے المناک حادثہ فاجعہ سے ہوا تھا، چنانچہ فطری اور طبعی طور پر یہ پورا مہینہ انتہائی غم وحزن کے ساتھ پورا ہوا۔

خود مولانا زبیر مرحوم اس حادثۂ فاجعہ سے کس قدر متاثر اور دل گرفتہ تھے، اس کا اندازہ اُن کی ڈائری میں موجود اِن سطور سے بخوبی ہوتا ہے جو انہوں نے بھائی ہارون مرحوم کے انتقال پر لکھ رکھی ہیں، وہ لکھتے ہیں!

''حادثہ جانکاہ، روح فرسا سانحہ، جان لیوا واقعہ مولانا محمد ہارون صاحبؒ کا دار الفنا سے دار البقاء کی طرف کوچ کرنا۔ گیارہ بج کر پینتیس منٹ پر روح جسد عنصری سے پرواز کرگئی۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

ساڑھے بارہ بجے جنازہ بذریعہ ایمبولینس مرکز پہنچا، مائک کے برابر والے کمرہ میں رکھا گیا۔ جمعہ بعد غسل دیا گیا۔ مولانا سعید خاں، مولانا عبید اللہ، ماموں افتخار، مولوی داؤد، مولوی سلیمان، صوفی عثمان نے غسل دیا۔

عصر سے قبل مستورات کو صورت دکھائی گئی۔ عصر بعد ۶۴ کھمبے میں بامامت حضرت جی مدظلہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مغرب بعد چھ بج کر پچپن منٹ

پر اپنی والدہ مرحومہ کے آغوش میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

تدفین کے بعد بھائی الیاس و بھائی طلحہ بذریعہ ریل واپس سہارنپور گئے۔

حضرت شیخ اس ماہ میں حرمین شریفین تھے اور آپ کی برکت و توجہ سے کاتب سطور بھی اس سال پہلی مرتبہ حرمین شریفین حاضر اور آپ کی خدمت میں بحیثیت خادم مقیم تھا۔

مولانا زبیر مرحوم نے اس رمضان کا کلام پاک بھی مرکز کی مسجد میں سنایا۔ جس کا حکم حضرت شیخؒ نے ان کو تحریری طور پر مدینہ منورہ سے بھیجا تھا۔

انتیسویں شب میں آپ کا یہ کلام پاک حضرت جیؒ کی دعا کے ساتھ ختم ہوا۔

ملکی مہمانوں کی کثیر تعداد کے علاوہ یورپ اور عرب ممالک کے تقریباً ڈھائی سو احباب اور دعاۃ ومبلغین نے جو چھتیس (۳۶) ملکوں سے تشریف لائے ہوئے تھے، آپ کی اقتدا میں نماز تراویح ادا کی تھی۔

مولانا مرحوم نے آخری عشرہ کے اعتکاف کی خواہش ظاہر کی تو حضرت جی ثالث نے مہمانوں اور معتکفین کی خدمت کی اہمیت وضرورت بتلا کر منع فرما دیا۔

اس ممانعت کا آپ کی طبیعت پر کافی اثر رہا۔ چنانچہ موصوف نے اپنی ڈائری میں اعتکاف میں نہ بیٹھنے کو اپنی محرومی سے تعبیر کر رکھا ہے۔

۱۹ رمضان / ۱۵ اکتوبر میں آپ والد ماجد کی معیت میں ایک دن کے لئے سہارنپور آئے۔ مرکز کی مسجد میں ۲۷ ویں شب میں آپ کا کلام پاک ختم ہو کر حضرت جی ثالث کی طویل دعا ہوئی اور جو مولانا زبیر مرحوم کی اپنی ڈائری کے مطابق!

"ایسی عجیب وغریب اور طویل وعمیق تھی کہ سابقہ آٹھ سالوں میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے، لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اکثر کے دل موم کی طرح پگھل گئے۔ مانگنے کا جو حق تھا اسی طرح مانگا۔"

نمازعید الفطر کی ادائیگی کی اطلاع دیتے ہوئے مولانا مرحوم اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں!

''بنگلہ والی مسجد میں عید کی نماز نو بجے بندہ نے پڑھائی مگر مولوی ہارون کے حادثہ کی وجہ سے سب کی طبیعت پر بہت تاثر تھا۔ خالہ راشدہ کو دورہ بھی پڑا۔''

☆ **رمضان ۱۳۹۴ھ**: متعینہ نظام کے مطابق مرکز کی مسجد میں آپ نے تراویح میں کلام پاک سنایا۔ ۱۵ر رمضان المبارک میں آپ مولانا محمد عمر پالنپوری کی معیت میں سہارنپور حضرت شیخؒ کی خدمت میں حصول دعا و توجہات کے لئے آئے۔

حسن تقدیر سے راقم سطور کو پیش نگاہ سال (۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) کی وہ ڈائری دستیاب ہے۔ جس میں مولانا مرحوم نے اپنے روزمرہ کے تلاوت کی ترتیب اور مقدار خواندگی درج کر رکھی ہے اور وہ اس طرح ہے!

''ایک قرآن تہجد میں دوسرا ظہر کی سنتوں میں اور تیسرا مغرب بعد اوابین میں اور چوتھا دیکھ کر اور پانچواں مولانا یعقوب صاحب سہارنپوری سے دور میں اور چھٹا حافظ صاحب سے دور میں اور ساتواں عبدالخبیر طالب علم کو سنانا شروع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

☆ **رمضان ۱۳۹۵ھ**: آپ نے پہلا عشرہ سہارنپور گذارتے ہوئے حضرت شیخؒ کی خدمت میں مسجد دارالطلبہ جدید یعنی معتکف شیخ میں قرآن پاک سنایا اور پورے ملک کے نامور علماء مشائخ اور مفتیانِ کرام نے دس یوم میں آپ کا یہ قرآن پاک سنا۔

حضرت شیخؒ کے حکم سے اس ختم قرآن پاک کی دعا پورے جہر کے ساتھ آپ نے کرائی تھی۔

آپ ختم قرآن پاک سے اگلے روز دفعتہً ایسے علیل ہوئے کہ نظام کے مطابق دہلی نہ جا سکے۔

اس علالت کا اندراج حضرت شیخؒ نے اپنے روزنامچہ میں اس طرح کر رکھا ہے۔

''اس شب میں عزیز زبیر کا قرآن تراویح میں ختم ہوا مگر اسی دن سے اضمحلال

اور حرارت کا اثر شروع ہو گیا۔ ختم کے بعد بخار نے شدت اختیار کر لی۔

زکریا نے دہلی جانے پر اصرار کیا مگر اس نے انکار کر دیا۔ ۱۴ رمضان کو اسکا پیام آیا کہ مجھے دہلی بھیج دو، چنانچہ حاجی عبد العلیم کی کار میں مولوی موسیٰ سورتی کے ساتھ جانا طے کر دیا، مگر اس نے عشاء کے بعد کہہ دیا کہ میری ہمت جانے کی نہیں ہے بخار تیز ہے، سحری کے وقت معلوم ہوا کہ طبیعت اچھی ہے اور افاقہ ہے۔

☆ رمضان ۱۳۹۶ھ: اس سال ابتدائی دو عشروں میں آپ کا کلام پاک مرکزی مسجد میں مکمل ہوا۔ چونکہ ۱۵ اور ۱۶ رمضان میں اپنی علالتِ طبع کی وجہ سے آپ تراویح نہیں پڑھا سکے تھے۔ اس لئے سترہویں روزہ کی تراویح میں پونے پانچ سپارے پڑھا کر سابقہ کمی کو پورا کر کے قرآن پاک مکمل کیا۔

اس تکمیل قرآن کی دعا آپ نے خود ہی کرائی اور پھر حضرت شیخؒ کی خدمت میں سہارنپور پہنچ کر آخری عشرہ کا قرآن پاک معتکف شیخ میں سنایا۔ جس میں ہزاروں معتکفین غیر معتکفین بشمول علماء وصلحا نے آپ کی اقتداء میں تراویح ادا کی۔ آپ کا یہ قرآن پاک بھی دس روز میں مکمل ہوا تھا۔

معتکف شیخ میں یہ قرآن پاک سنانے کے لئے آپ ۱۸ رمضان کو مولانا محمد عمر پالنپوری کی معیت میں سہارنپور آئے تھے۔ چونکہ آخری عشرہ شروع ہونے میں ابھی دو شب باقی تھی اس لئے حضرت شیخ کے فرمانے پر زنانہ مکان میں ایک کلام پاک اس ترتیب سے سنایا کہ تراویح اور نوافل میں نو، نو سپارے سنا کر دوسری شب میں کلام پاک پورا کر دیا۔

اس تکمیل قرآن پاک کی دعا مولانا عبید اللہ بلیاوی نے کرائی۔ جو مولانا مرحوم کے مطابق پینتیس منٹ میں ختم ہوئی۔

اس رمضان کے دوسرے عشرے میں ابھی آپ مرکز دہلی ہی میں قیام فرماتے تھے کہ سہارنپور میں حضرت شیخ کو ایک زبانی اطلاع پر آپ کا نہ صرف انتظار شروع ہو گیا بلکہ اس

انتظار کی اطلاع بھی آپ کو دہلی میں کردی گئی۔اس پر مولانا مرحوم نے اپنے نظام سفر اور مقصد سفر کی اطلاع میں ذیل کا خط حضرت شیخؒ کو ارسال کیا۔

مکرم ومحترم نانے ابا جی صاحب مدظلہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج اقدس بعافیت ہوں گے، الحمد للہ ہم سب بعافیت ہیں۔

مولوی احمد لاٹ صاحب کے ہمراہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ جس سے معلوم ہوا کہ خبرنہیں کس نے میری آمد کے متعلق آپ سے...... بات کی۔ بندہ انشاء اللہ ۱۸/۱۹رکو حاضر خدمت ہو رہا ہے۔ ارادہ قرآن پاک سنانے ہی کا ہے۔ باقی جیسا حضرت عالی کا ارشاد ہو۔ اپنا ارادہ انشاء اللہ العزیز قرآن پاک سنانے ہی کا ہے۔ بندہ کو جمعہ کے دن سردی لگ کر بخار ہو گیا تھا۔ کل شنبہ کو روزہ بھی کھولنا پڑ گیا۔ دورات تراویح بھی نہ پڑھا سکا۔ اب الحمد للہ طبیعت اچھی ہے۔ آج انشاء اللہ روزہ بھی ہوگا اور تراویح بھی پڑھاؤں گا۔

ماموں اظہار صاحب کے خط سے جناب کے بخار کی شدت کا حال معلوم ہو کر ہم سب بہت ہی فکر مند ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین   فقط والسلام   محمد زبیر الحسن

☆ **رمضان ۱۳۹۷ھ:** اس ماہ مبارک کی آمد سے دو ہفتہ قبل (۱۲رشعبان/ ۳۰رجولائی میں) مولانا مرحوم کی دوسری آنکھ کا آپریشن ہو چکا تھا اس لئے ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق اس سال کی تراویح آپ نے اپنے کمرے میں دو طلبہ کے اقتدا میں ادا کی اور گیارھویں روزے کو حضرت شیخؒ کی خدمت میں ایک شب کے لئے سہارنپور آئے اور دوسری مرتبہ ۲۵ررمضان/ ۱۰رستمبر میں آکر ستائیس میں واپس ہوئے۔ الحاج کرامت اللہ دہلوی آپ کے ہمراہ تھے۔

مرکز نظام الدین پہنچ کر آپ نے اپنی بخیر رسی اور دیگر احوال و جزئیات پر جو مکتوب حضرت شیخؒ کو سہارنپور ارسال فرمایا اس کا متن یہ ہے!

بخدمت اقدس حضرت نانے اباجی صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل صبح پانچ بج کر بیس منٹ پر سہارنپور سے روانہ ہوکر راستہ میں تھوڑی دیر باولی میں ٹھہرتے ہوئے نو بج کر چالیس منٹ پر بخیریت دہلی پہنچے۔ راستہ میں خوب بارش ملی سڑک بھی کافی خراب تھی، مگر الحمدللہ کوئی دقت نہیں ہوئی حضرت قاضی صاحب مدظلہ دو بجے اپنی نماز ظہر پڑھ کر ائیر پورٹ کے لئے روانہ ہوگئے۔ تین بج کر پچاس منٹ پر طیارہ روانہ ہوا۔ بھائی عتیق صاحب سہارنپوری کے ہمراہ مولانا حبیب اللہ صاحب چمپارنی کا پاسپورٹ ٹکٹ ہیلتھ سرٹیفکیٹ بھیج رہا ہوں۔ خیال تھا کہ ان کے نام براہ راست بھیجوں گا مگر وہ ایسے عجیب آدمی ہیں کہ بیان سے باہر ہے، آدمی پریشان رہتا ہے اور ان کو دو سطر لکھنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ جناب کے پاس سے انشاء اللہ رسید ضرور موصول ہوگی اس لئے آپ ہی کے نام بھیجا جارہا ہے۔

حضرت والد صاحب مدظلہ کو لاحقہ امراض کے ساتھ ساتھ پرسوں سے بخار بھی خوب ہورہا ہے۔ کل سارے دن رہا مگر شام سے نہیں ہے۔ البتہ ضعف اور کمزوری خوب ہے۔ باقی الحمدللہ سب بخیر ہیں۔

کل عزیزہ عائشہ سلمہا کا سب سے پہلا روزہ رکھا گیا خوب اہتمام ہوا، بستی کی بہت سی خواتین کو دعوت دی گئی۔ الحمدللہ اس کا روزہ بخیر پورا ہوا۔ موسم بھی بہت خوش گوار چل رہا ہے، بارش، بادل اور ٹھنڈی ہوائیں خوب چل رہی ہیں۔ سب سے سلام مسنون دعا کی درخواست۔ فقط والسلام

محتاج دعا: محمد زبیر الحسن۔ ۲۸ ررمضان ۱۳۹۷ھ

راقم سطور نے ۱۲/۱۳ ررمضان مبارک کی شب مرکز نظام الدین میں گذاری اور

ایک شب کی تراویح مرحوم کے ساتھ ادا کی جبکہ دوسری شب کی خود پڑھائی۔

اس ماہ مبارک میں آپ کے والد ماجد حضرت جی ثالث کی طبیعت بہت علیل رہی جس کی وجہ سے سہارنپور بھی حضرت شیخ سے ملاقات کے لئے تشریف نہیں لا سکے۔

مولانا زبیر مرحوم اس علالت کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت شیخؒ کو لکھتے ہیں!

مخدوم معظم مکرم ومحترم حضرت اقدس نانے اباجی صاحب زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہو، الحمدللہ یہاں پر سب بخیر ہیں۔

حضرت اقدس والد صاحب مدظلہ العالی کی طبیعت پہلے کی بہ نسبت اچھی ہے۔

پرسوں شنبہ کی شام سے الحمد للہ بخار نہیں ہے، نیند بھی پرسوں رات تو خوب گہری آئی باقی کل رات آنکھ کھلتی رہی اور لگتی رہی۔

علاج حکیم عبدالجبار صاحب جو قدیم معالج ہیں، ان کا چل رہا ہے۔ ضعف اور اضمحلال خوب ہے، قیام میرے حجرہ میں ہے۔ وہیں نماز وغیرہ پڑھتے ہیں، تین آدمی مستقل اعتکاف میں بٹھا رکھے ہیں اور بھی جملہ احباب آپ دونوں بزرگانِ دین کی صحت کے لئے ہر وقت دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ حاضرین مجلس کی خدمت میں سلام مسنون۔" فقط

زبیر الحسن دہلی، بنگلہ والی مسجد

☆ **رمضان ۱۳۹۸ھ:** اس رمضان کا پہلا عشرہ مولانا موصوف نے اپنے والد ماجد کی معیت میں پاکستان، اردن، انگلینڈ اور فرانس کے تبلیغی سفر سے لوٹ کر حرمین شریفین میں اس ترتیب سے گذارا کہ ابتدائی چار یوم مدینہ منورہ اور باقی ایام مکہ مکرمہ میں رہے۔

۴ رمضان/ ۹ اگست میں بعد نماز فجر مواجہہ شریفہ اور بقیع میں حاضری دے کر عربی دو بجے مولانا عبدالحفیظ مکی کی معیت میں روانہ ہو کر کچھ دیر بدر قیام کرتے ہوئے مکہ مکرمہ

مسجد حفائر پہنچے۔ قیام اور صیام اسی جگہ پر ہوئے۔

۸؍رمضان/۱۳؍اگست اتوار میں جدہ پہنچ کر بھائی انوار کریم کے مکان پر قیام کیا اور یہیں مولانا مرحوم نے دسویں سپارہ میں بیس رکعات پڑھائیں۔ ۹؍رمضان/۱۴؍اگست پیر میں جدہ سے کراچی اور تیسرے روز یعنی ۱۱؍رمضان/۱۶؍اگست میں مرکز نظام الدین واپس پہنچ کر ۱۲اویں شب سے تراویح کا قرآن پاک گھر میں سنانا شروع کیا۔

۱۷؍رمضان میں وہ ایک شب کے لئے اپنے والد مرحوم کی معیت میں سہارنپور آئے اور معتکف شیخ میں قیام کیا۔

چونکہ حضرت جی ثالث بشمول مولانا زبیر مرحوم اس رمضان مبارک کے پہلے عشرہ میں غیر ملکی سفر پر تھے، اس لئے مولانا اظہار الحسنؒ کا وسط شعبان کا تحریر کردہ مکتوب کاتب سطور کو اس مضمون کا موصول ہوا کہ ماہ رمضان میں دہلی آکر گھر میں کلام پاک سنادو، مگر خود حضرت شیخؒ کے سفر حرمین شریفین پر ہونے کی وجہ سے کاتب سطور پر ایک عجیب قسم کا اضمحلال طاری تھا اور مشکل ہی سے کوئی وقت حضرت کی یاد سے غافل گذرتا تھا۔ اس لئے مولانا اظہار الحسن موصوف کو ۲۴؍شعبان/۳۱؍جولائی میں معذرت کرتے ہوئے بندہ نے تحریری طور پر یہ جواب بھیجا کہ!

"حضرت شیخؒ کے سفر حجاز کی وجہ سے مجھے سہارنپور کے رمضان کا فکر سوار ہے کہ اس مرتبہ کیا ہوگا، یہاں ہمیں سنبھالنے والا کوئی رہا نہیں، ساری عمر میں یہ پہلا رمضان ہے جو اباجی کے بغیر ہوگا۔ اس لئے طبیعت اس قدر افسردہ اور اداس ہے کہ کیا لکھوں، کسے خبر تھی کہ زندگی میں یہ دن بھی دیکھنے ہوں گے۔

اللہ پاک ان کے مبارک سایہ کو عافیت کے ساتھ قائم رکھے۔"

☆**رمضان ۱۳۹۹ھ:** اس ماہ مبارک کے ابتدائی دو عشرے آپ کے مرکز نظام الدین میں گذرے چنانچہ مرکز کی مسجد میں کلام پاک سنا کر حضرت شیخؒ کی طلب پر سہارنپور پہنچ کر معتکف

میں آخری عشرہ کا کلام پاک سنایا۔ مولانا محمد عمر پالنپوری اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

اس سے قبل بھی ۱۶؍رمضان میں بمعیت حضرت جیؒ ایک شب کے لئے آپ معتکف شیخ میں حاضر ہو چکے تھے۔

☆ **رمضان ۱۴۰۰ھ:** اس ماہ مبارک کے آغاز سے چند روز قبل آپ اپنے والد ماجد کی معیت میں چونکہ بحرین، انگلینڈ، امریکہ کے سفر سے واپس ہوئے تھے۔ اس لئے جناب الحاج حافظ کرامت اللہ کی گاڑی میں اعزہ سے ملاقات کے لئے حضرت جی ثالث کی معیت میں سہارنپور آئے اور ایک شب یہاں قیام کے بعد کاندھلہ ہوتے ہوئے ایسے وقت دہلی واپس ہوئے کہ رمضان کا چاند طلوع ہو رہا تھا۔

حسب سابق اس سال کا کلام پاک بھی آپ کا مرکز کی مسجد میں ہوا۔ اور جس کا اختتام ۲۷ویں شب میں حضرت جیؒ کی دعا پر عمل میں آیا۔

حضرت جیؒ کی یہ دعا ۴۵؍منٹ کی تھی۔ اس وقت گریہ وزاری میں لوگوں کا عجیب حال تھا۔ اگلے دن مولانا مرحوم نے تراویح میں مختلف مقامات سے قرآن پاک کی سورتیں پڑھیں نماز عید الفطر بھی عوام وخواص کے ایک جم غفیر نے مولانا مرحوم کی امامت میں ادا کی۔

اس رمضان المبارک کے اہم وقائع اور حوادث میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے تربیت یافتہ خلیفہ ومجاز صاحب کشف وکرامت بزرگ حضرت حافظ مقبول حسن صاحب کی وفات ہے۔ جو اتوار، پیر ۱۳؍۱۴؍رمضان/ ۲۷؍۲۸؍جولائی کی درمیانی شب میں ہوئی۔ مولانا زبیر مرحوم حضرت جی ثالث کی معیت میں ان کی نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کے لئے آستانہ شاہ گل دہلی تشریف لے گئے تھے۔

۱۹؍رمضان/ ۲؍اگست شنبہ میں مولانا مرحوم کی سہارنپور آمد ہوئی، کاتب سطور کے مکان پر قیام اور افطار کیا اور تراویح بھی یہیں ادا کی۔ اس موقعہ پر خاندان کے بہت سے اہل تعلق جمع ہو گئے تھے۔

☆رمضان ۱۴۰۱ھ: اس سال بھی مرکز کی مسجد میں آپ نے قرآن پاک سنایا۔ ۲۷ویں شب میں ختم قرآن پاک کی دعا حضرت جی ثالثؒ نے کرائی۔

سالہا سال کے معمول کے مطابق مقیمین مرکز نے آپ کی اقتداء میں نماز عیدالفطر ادا کی۔ کاتب سطور کا یہ رمضان حضرت شیخؒ کی خدمت میں اسٹینگر (جنوبی افریقہ) میں گذرا تھا۔

☆رمضان ۱۴۰۲ھ: اس سال بھی مولانا زبیرالحسن مرحوم نے مرکز کی مسجد میں کلام پاک سنایا اور ۱۸ر رمضان میں ایک شب کے لئے حضرت جی کی معیت میں سہارنپور آئے۔

اس آمد کا مقصد چونکہ صرف خانقاہ شیخ مرحوم میں قیام کرنا تھا اس لئے نماز ظہر سے لے کر نماز تراویح سے فراغ تک دونوں حضرات معتکف شیخ میں بہ نیت اعتکاف رہے اور بعد تراویح تھوڑی دیر کے لئے گھروں میں آکر فوراً وہیں واپسی ہوگئی۔

حضرت جی ثالث نے اس موقعہ پر اپنی ڈائری میں بعد نماز ظہر مجلس ذکر میں شرکت، بعد عصر حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی کے فرمان پر مولانا محمد عمر پالن پوری کے بیان، بعد تراویح یٰسین شریف اور مجلس درود شریف پھر دعا میں شرکت کو قدرے وضاحت سے تحریر فرمارکھا ہے۔

اٹھائیسویں شب میں آپ کا کلام پاک مرکز میں حضرت جیؒ کی دعا پر ختم ہوا۔ نیز اس شب کی تراویح بھی حضرت جی ثالث نے آپ کی اقتداءمیں مسجد میں ادا کی تھی۔

اس پورے رمضان میں پنجوقتہ نمازوں کی امامت اہل مشورہ کی جانب سے آپ کے لئے متعین کی گئی تھی۔ مولانا مرحوم کے ایک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر اس امامت کا بہت بوجھ تھا اور وہ بہت مشکل سے اس پر تیار ہوئے تھے۔

حضرت شیخؒ کے سانحہ وفات پر کاتب سطور فوری طور پر سہارنپور سے مدینہ منورہ روانہ ہوگیا تھا اور پھر اسی سال رمضان کی بارہویں تاریخ کو جدہ سے دہلی پہنچا تھا۔

مولانا زبیر مرحوم اور جناب الحاج سلامت اللہ دہلوی کاتب سطور کو لینے کے لئے مطار دہلی گئے تھے۔

یہ حضرت شیخؒ کی وفات کے بعد پہلا رمضان تھا جس کی وجہ سے فطری طور پر سب کے قلوب مغموم اور گھائل تھے۔اہل خانہ اور صاجبزادیوں کے اس غم وحزن کی شدت کو کم کرنے کے لئے آپ حضرت جی ثالث کی معیت میں ماہ رمضان سے دو یوم قبل سہارنپور آئے تھے۔مرحوم کی ڈائری کے اندراج کے مطابق!

"سب گھروں میں حاضری دی سب بہت غمزدہ اور رو رہے تھے۔
والد صاحب مدظلہ نے سب کو تسلی و تشفی دی۔"

☆**رمضان ۱۴۰۳ھ:** امسال بھی آپ نے مرکز کی مسجد میں تراویح کی امامت کی۔

اسی ماہ رمضان کی ۹/تاریخ (۲۱/جون منگل) میں اللہ جل شانہ نے آپ کو تیسری بیٹی مرحمت فرمائی جس کا نام عاصمہ تجویز ہوا۔اُس زمانہ میں ٹیلیفون کا عمومی استعمال اور موبائل شروع نہیں ہوئے تھے اس لئے راقم سطور نے ایک دن بعد دہلی پہنچ کر اس تولد کی خوشخبری سنائی تھی۔

۱۳/رمضان میں ایک دن کے لئے حضرت قاضی عبد القادر صاحب کی معیت میں سہارنپور کا سفر کیا۔عزیزم مولوی زہیر سلمہ بھی ہمراہ تھے۔راقم سطور کے مکان پر روزہ کشائی ہوئی۔

☆**رمضان ۱۴۰۴ھ:** مولانا محمد یعقوب صاحب نے مرکزی مسجد میں اور مولانا مرحوم نے اس رمضان میں اپنے زنانہ مکان میں تراویح پڑھائی۔ستائیسویں شب میں حضرت جی کی دعا پر یہ ختم ہوا اور معمول کے مطابق نماز عید الفطر مقیمین مرکز نے آپ کی امامت میں ادا کی۔

☆**رمضان ۱۴۰۵ھ:** ۱۹/رمضان المبارک میں آپ کی ایک دن کے لئے سہارنپور معتکف شیخ میں آمد ہوئی۔

☆ رمضان ۱۴۰۶ھ: مرکز کی مسجد میں آپ نے قرآن پاک سنایا اور ۲۹ ویں شب میں حضرت جی کی دعا پر یہ کلام پاک ختم ہوا۔

سترہویں شب میں بمعیت مولانا اظہار الحسن، مولانا احمد لاٹ، الحاج حافظ کرامت اللہ دہلوی آپ کی آمد سہارنپور ہوئی۔ اور ایک شب و روز معتکف شیخؒ میں قیام کے بعد دہلی واپسی ہوئی۔

آپ کا یہ سفر شدید گرمی اور تیز ہوا میں ہوا۔ وزیر آباد کے پل پر روزہ کھولا اور پھر تیزی کے ساتھ مرکز پہنچ کر تراویح پڑھائی۔

مولانا مرحوم سہارنپور سے دہلی تک گرمی اور دھوپ کی کیفیت اور ماہ مبارک سے متعلق دیگر معلومات اپنی ہمشیرہ کو ایک خط (محررہ ۲۰ ر رمضان) میں اس طرح لکھتے ہیں!

ہمشیرہ سلمہا خوش رہو آباد رہو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے تم سب بخیریت و عافیت خوش خرم ہو۔ الحمد للہ ہم سب خیریت و عافیت سے ہیں۔ کل جمعہ کے دن پونے چار بجے تم سے رخصت ہوئے۔ راستے میں چار جگہ پھاٹک بند ملا اور پھر ایک جگہ پٹرول لیا اور پھر راستے میں باولی پر عصر کی نماز پڑھی اور پھر وزیر آباد کے پل پر روزہ افطار کیا اور آٹھ بجے سے پہلے اللہ پاک نے خیر و عافیت کے ساتھ گھر پہنچا دیا۔

والد صاحب مغرب بعد اوپر جا چکے تھے ان سے ملاقات کر کے نیچے آیا۔ انتظار میں تشریف فرما تھے کیونکہ ان کو اطلاع ہو چکی تھی کہ ہم لوگ پونے چار بجے سہارنپور سے روانہ ہو چکے ہیں۔ سارے راستے وہ لو اور دھوپ اور تپش تھی کہ لطف آ گیا۔ حلق خشک، ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں، رات کو تراویح بھی اپنی مسجد میں پڑھانی پڑی لیکن گھر میں نفلوں کی چھٹی کر دی گئی۔ فوراً سونے کے لئے لیٹ گیا پھر مجھے کچھ نہیں پتہ کیا ہوا۔ سحری میں کھانے کے وقت اوپر بھائی

کے پاس نہ جاسکا اور نہ نماز میں۔ اپنے بستر ہی پر سحری کھائی اور یہیں پر نماز پڑھی، پھر سو گیا۔ ظہر کے وقت بڑی مشکل سے اٹھا، نہایا دھویا تب جا کر اوسان ٹھیک ہوئے۔

آج رات کو اللہ نے اپنے فضل سے مسجد کا قرآن پاک بھی ختم کرا دیا۔ بہت اصرار کے بعد والد صاحب مدظلہ نے دعا بھی فرمادی۔ عزیز محمد صالح کے آنے سے سب کو بہت تعجب ہوا۔ یہاں آکر ماشاء اللہ خوب ہشاش بشاش ہے آج اس کا قرآن بھی نفلوں کا ختم ہو گیا۔

عزیز مولوی شاہد سلمہ سے بعد سلام مسنون۔ تمہارا خط میں نے بہت اہتمام سے بند کا بند حافظ کرامت اللہ کو پہنچا دیا اور امید ہے کہ انہوں نے فون پر تم کو جواب بھی دے دیا ہوگا۔ عزیز محمد کے ہاتھ تین ٹوپیاں بھیج رہا ہوں۔ ایک عزیز یاسر کی دوسری عزیز سہیل اور تیسری عزیز ساجد سلمہ کو دے دیں مگر اور بچوں کو معلوم نہ ہو۔ باقی الحمد للہ سب بخیر ہیں۔ والدہ صاحبہ الحمد للہ خیریت سے ہیں۔ نماز، قرآن، روزہ سب ہو رہا ہے۔

عید کے بعد جب بچے سہارنپور سے آئیں تو مولوی شاہد سے پوچھ لینا کہ تمہیں لانے کے لئے کب گاڑی بھیجنی ہے کیونکہ والدہ زبیر کو خاصا تقاضہ ہو رہا ہے۔ ضرور ان سے بات کر کے لکھنا ٹال مت دینا۔

سب کی خدمات میں سلام مسنون۔ بچوں کو دعا پیار۔ سب کو عید مبارک۔ مکہ میں آج عید ہوگئی ہے بھائی سعدی کا فون آیا تھا۔ عزیز مولوی عمار سے کہنا کہ عید کے بعد سب بچوں کے ساتھ تم بھی آجائیو۔

محمد زبیر الحسن۔ شنبہ۔ ۷ر جون ۱۹۸۶ء/ ۳۰ر رمضان ۱۴۰۶ھ

اس سال نماز عید الفطر بھی مصلیان بنگلہ مسجد نے آپ کی اقتدا میں ادا کی تھی۔

☆ **رمضان ۱۴۰۷ھ**: مولانا زبیر مرحوم نے مرکز کی مسجد میں تراویح میں کلام اللہ سنایا۔ اٹھارہویں شب میں موصوف ایک شب کے لئے سہارنپور معتکف شیخ میں آئے۔ ۲۸ویں شب میں کلام پاک ختم ہوا۔ جس کی دعا حضرت جیؒ نے کرائی۔

آخری عشرہ میں حضرت جی ثالث کی معیت میں تقریباً پچاس مبلغین اور کام کرنے والے احباب معتکف رہے۔ اور جن کی مختلف حیثیتوں سے خدمت مولانا مرحوم کے ذمہ رکھی گئی تھی۔

اس ماہ مبارک میں پہلی مرتبہ مولانا مرحوم نے اپنے بڑے فرزند عزیزم مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ کا قرآن پاک بعد مغرب نوافل میں سنا۔

اس رمضان المبارک کے دو مکتوب جو مولانا مرحوم نے کاتب سطور کو تحریر کیے تھے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

عزیز محترم مولوی محمد شاہد سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے تم سب بخیر ہو۔ الحمد للہ یہاں پر سب بخیر ہیں۔

کل بھائی انعام پانڈولی آئے تھے۔ اُن سے آپ سب کی خیریت معلوم ہوگئی تھی۔ بیچارے رات سے مولوی فضل الرحمٰن صاحب کے مدرسہ میں گئے ہوئے ہیں ابھی تک واپس نہیں آئے۔

یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ مولوی عبدالحفیظ صاحب کے لئے کیا کوشش کی گئی۔ حافظ کرامت اللہ صاحب سے میں نے ان کے متعلق کہا تھا انہوں نے کہا کہ بھائی سعدی کا فون آیا ہے کہ وہ ۲۵ رمضان کو بھائی حلیم کے ہمراہ آرہے ہیں میں نے بھائی کرامت سے یہ بھی کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ان کو ویزا نہیں مل رہا ہے۔ اس پر بھائی کرامت اللہ نے کہا کہ اگر پاسپورٹ نمبر یا فون نمبر ہو تو ویزا دلوایا جاسکتا ہے۔ میں نے کہا کہ بھائی سعدی کا فون آئے تو ان سے کہا جائے

کہ مولوی عبد الحفیظ صاحب براہ راست حافظ کرامت صاحب سے بات کر لیں، اپنی طرف سے تو وہ دوڑ دھوپ کر ہی رہے ہیں، آگے مقدر۔

آپ حضرات کے حسب الحکم کل ایک جماعت بنگلہ دیش کی سہارنپور بھیجی ہے۔ اور آج دوسری جماعت حیدرآباد کی ۱۵؍یوم کے لئے بھیجی جا رہی ہے۔ جیسے مناسب سمجھیں اس کا نظام بنادینا۔ ہر طرح تیار ہیں۔

معلوم نہیں کہ تمہارے یہاں کے فون کا کیا ہوا۔ اس کی کوئی کارروائی چل رہی ہے یا نہیں۔ انتظار اور خیال لگا ہوا ہے۔ ڈاکٹر محسن نے بھی ایک دو مرتبہ پوچھا، میں نے لاعلمی ظاہر کر دی۔

خدا کرے بھائی صاحب کی طبیعت بعافیت ہو اور روزہ رکھ رہے ہوں۔ ان کی خیریت سے جلد از جلد مطلع کرتے رہا کرو کہ تاخیر کی وجہ سے فکر ہو جاتی ہے سودہ سلمہا ماشاء اللہ ساری رات جاگتی ہے اور صبح کو ڈھائی بجے اور پھر تین بجے حوض کے اوپر کی چھت پر نقارہ کے لئے جاتی ہے۔

سب سے سلام مسنون یاسر کو دعا پیار۔ فقط

محمد زبیر الحسن۔ ۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

(۲) عزیز محترم مولوی محمد شاہد سلمہ

خدا کرے کہ مع بیوی بچے و والدین کے بخیر ہو۔ الحمد للہ یہاں سب بخیر ہیں بھائی اسرائیل کے ہاتھ تمہارا خط جو بندہ اور حافظ کرامت صاحب کے نام تھا، بعد ملاحظہ ان کو دے دیا گیا۔

سنانے کی ترتیب قرآن کی ہمارے یہاں وہی ہے جو پہلے خط میں لکھی گئی تھی کہ مسجد میں زبیر، بھائی (والد صاحب) کے یہاں مولانا یعقوب، گھر میں مولوی محمد سلیمان پڑھ رہے ہیں۔ بچوں کی بیماریوں کا سلسلہ یہاں بھی چل رہا

ہے۔خبیب اور عاصمہ تو نمٹ چکے،حفصہ اور صہیب آج کل صاحب فراش ہیں لیکن کمی کے ساتھ گرمی نے بہت بوکھلا رکھا ہے۔

اس سال یہاں پر ہجوم بھی خوب ہے روزانہ تقریباً ۳۰،۴۰ر جماعتیں روانہ ہورہی ہیں۔

والد صاحب مدظلہ صبح کو ساڑھے دس بجے اوپر سے تشریف لاکر جماعتوں کو رخصت بیعت وغیرہ کرنے کے بعد نیچے حجرہ میں ہی لیٹ جاتے ہیں اور مغرب اور افطار وغیرہ سے فارغ ہوکر اوپر جاتے ہیں۔عصر کے بعد حسب معمول گھر میں جاتے ہیں۔

نہ جانے مولانا عبد الحفیظ صاحب تشریف لائے کہ نہ لائے۔ ان کے والد ملک عبدالحق آج تک ان کے انتظار میں تھے۔آج شام کو ہوائی جہاز سے لاہور جارہے ہیں۔ بھائی جمیل حیدرآبادی بھی چار یوم سے آئے ہوئے ہیں۔ کل کو رمضان گذارنے کے واسطے کشمیر جارہے ہیں۔

معلوم نہیں تم نے حکیم ظفر کے ساتھ محمد صالح کو کیوں نہیں بھیجا۔حافظ یعقوب صاحب روزانہ اس کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں اور اس کے بلانے کا بھی تقاضہ کرتے رہتے ہیں، پرسوں سے حافظ نورالدین صاحب بھی آئے ہوئے ہیں۔

زہیر کا رات کو مغرب کے بعد یا تراویح کے بعد نفلوں میں بندہ نے سننا شروع کیا ہے۔آدھ سپارہ یا ایک سپارہ جیسا موقع ہوتا ہے سن لیتا ہوں۔ اس لئے تم عزیز صالح کو جتنی جلدی ہوسکے بھیج دو چاہے حضرت حکیم ظفر صاحب کو اس کے لئے مستقل سفر کرانا پڑے کہ ان سے زیادہ معتبر آدمی کوئی نہیں ملے گا۔

امید ہے بڑے بچے سب بخیر ہوں گے۔قبلہ بھائی صاحب اپنی والدہ اور

اہلیہ اور جملہ ہمشیرگان کی خدمت میں سلام مسنون اور دعا کی درخواست۔
بچوں کو دعاو پیار۔حافظ یعقوب صاحب تشریف فرما ہیں محمد صالح (کو بلانے)
کا تقاضہ فرمارہے ہیں۔والسلام۔ محمد زبیرالحسن۔رمضان ۱۴۰۷ھ

☆رمضان ۱۴۰۸ھ: اس رمضان میں بھی آپ نے تراویح کی امامت مرکز کی مسجد میں کی۔
سترہ (۱۷) رمضان میں آپ بمعیت مولانا اظہارالحسن، مولانا احمد لاٹ سہارنپور آئے۔

مظاہرعلوم کے انتشار وخلفشار کی وجہ سے مولانا محمد طلحہ زید مجدہ نے یہ ماہ مبارک مسلمانانِ شاہ مدار کی خواہش پر ان کے علاقہ کی بڑی مسجد میں کیا تھا۔چنانچہ دہلی سے آنے والے ان حضرات نے بھی وہیں تراویح ادا کی۔

۲۸ویں شب میں آپ کے ختم قرآن پاک کی دعا حضرت جیؒ نے کرائی۔

آغاز رمضان سے پورے پچیس یوم قبل ۵رشعبان/۲۳رمارچ ۱۹۸۸ء میں آپ کی والدہ ماجدہ کا سانحہ انتقال پیش آچکا تھا اور اس حادثہ پر سب کے قلوب مضمحل اور صدمہ میں آئے ہوئے تھے۔اس کے باوجود ہمت کر کے عید الفطر کی امامت مولانا نے کرائی۔

وہ اس موقع پر اپنے فطری رنج وغم کا اظہار اپنی ڈائری میں اس طرح کرتے ہیں!

"والدہ مرحومہ کی خوب یاد آتی رہی، چنانچہ سارے خطبہ میں گریہ طاری رہا، ہمشیرہ اور چھوٹی اماں (خالہ راشدہ صاحبہ) پر بھی بہت اثر رہا۔"

اس ماہ مبارک میں چونکہ جامعہ مظاہرعلوم کا اندرونی خلفشار پورے شباب پر تھا اور ہمہ وقت موافقین اور مخالفین کی آمد ورفت بڑی تعداد میں رہتی تھی اس لئے راقم سطور کے سہارنپور سے دہلی جانے کے حالات متعدد خطرات کی بنا پر مساعد نہیں تھے۔لیکن عید کا چاند ہوجانے پر دفعتہً مولانا زبیر مرحوم کا خیال اتنی شدت سے دل ودماغ پر طاری ہوا کہ راقم سطور ساری احتیاط اور ساری مشغولیت بلکہ سارے خطرات کے باوجود اپنے آپ کو سہارنپور روکنے پر قادر نہیں ہوسکا، چنانچہ ۳۰ر رمضان/ ۱۷رمئی منگل میں عید کا چاند دیکھتے ہی فوراً

بذریعہ ریل دہلی کے لئے روانہ ہوگیا۔

اب اس کے بعد کی مزید تفصیل راقم سطور کے روزنامچہ میں اس طرح ہے!

''اس شب میں شاہد چھتیس گڑھ ٹرین سے دہلی کے لئے روانہ ہوکر یکم شوال یعنی عید کی صبح ۷/بجے نظام الدین دہلی پہنچا۔ ساڑھے ۸/بجے نماز عید مولوی زبیر نے بہت گریہ کے ساتھ پڑھائی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ ان کی والدہ کی وفات کے بعد یہ پہلی عید تھی۔ عید کا یہ پہلا دن دہلی میں گذار کر شاہد شب میں ۱۰/بجے وہاں سے روانہ ہوکر ۲/بجے سہارنپور پہنچا۔

مظاہر علوم کے ہنگامے کی وجہ سے چونکہ ہمارے محلّہ اور قرب وجوار کے حالات ٹھیک نہیں تھے اس لئے شاہد ریلوے اسٹیشن کی مسجد میں قیام کرکے بعد نماز فجر اپنے مکان پر پہنچا۔

اس سے پہلے بھی متعدد مرتبہ ایسا ہو چکا تھا کہ مظاہر علوم کے مقدمات میں کبھی لکھنؤ اور کبھی الٰہ آباد سے واپسی پر شب میں سہارنپور اسٹیشن اتر کر بقیہ شب ریلوے اسٹیشن کی مسجد میں گذار کر صبح کے وقت اپنے مکان پر آیا۔''

☆ رمضان ۱۴۰۹ھ: اس سال بھی آپ نے کلام پاک مرکز کی مسجد میں سنایا۔

کاتب سطور کے دو بھائی مولوی محمد سہیل (مرحوم) اور مولوی محمد ساجد بھی مولانا زبیر مرحوم کی طلب وخواہش پر اس رمضان میں مرکز مقیم رہے۔ وہاں ان دونوں نے تراویح پڑھائی اور اس کی اختتامی دعا حضرت جی نے کی۔

مولانا مرحوم نے ان تینوں حفاظ (عزیزان سہیل، ساجد، محمد صالح) کا حفظ قرآن پاک ۲/۲/مرتبہ تو ماہ رمضان سے قبل سنا اور ماہ رمضان میں ایک ایک مرتبہ ان سب کا حفظ سن کر اپنا بھی ان کو سنایا۔

☆ رمضان ۱۴۱۰ھ: اس سال عزیزان مولوی محمد صالح ومولوی محمد زہیر سلمہما نے پہلی مرتبہ

تراویح سنائی، ان کے مکتب کے حافظ صاحب مدرسہ کاشف العلوم کے درجہ حفظ میں آٹھ، دس آدمیوں کو لے کر تراویح سنتے تھے۔ اولاً بارہ رکعات میں دو سپارے مولوی محمد صالح اور پھر آٹھ رکعات میں ڈیڑھ سپارہ مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ پڑھتے تھے۔

حسب معمول مولانا زبیر الحسن نے تراویح مرکز کی مسجد میں سنائی۔

۱۲/رمضان میں بھائی انعام پانڈولی مرحوم کو حضرت جی مدظلہ، مولانا اظہار الحسن اور مولانا زبیر صاحب کے نام سہارنپور آمد کے سلسلہ میں خطوط دے کر دہلی بھیجا گیا۔ حضرت جیؒ ثالث کی جانب سے اس کا جواب ملا کہ تینوں (مولانا اظہار، مولانا احمد لاٹ مولانا زبیر) کو سہارنپور بھیجا جارہا ہے۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات تشریف لائے اور دس روز میں ختم ہونے والے قرآن پاک کی تقریب میں ایک گھنٹہ مولانا احمد لاٹ کا بیان ہوکر مولانا اظہار صاحب کی دعا ہوئی۔ مولانا زبیر مرحوم نے تھوڑی تھوڑی دیر گھروں پر جاکر اہل خاندان سے ملاقات کی اور اگلے دن بعد نماز فجر دہلی روانہ ہوگئے۔

۲۹/ویں شب میں مسجد میں مولانا زبیر کا کلام پاک پورا ہوا، جس میں شرکت کے لئے کاتب سطور ۲۷/ویں روزہ کو دہلی پہنچ گیا تھا۔ عید الفطر کی امامت مولانا زبیر مرحوم نے کی۔

نیز اسی سال ۱۴۱۰ھ میں آپ کے تیسرے فرزند مولوی محمد خبیب سلمہ نے ۱۱/رمضان المبارک میں پہلا روزہ رکھا۔

☆ **رمضان ۱۴۱۱ھ:** مولانا مرحوم نے اس مرتبہ رمضان میں تراویح کی امامت اپنے اعذار کی وجہ سے پہلی مرتبہ بیٹھ کر مرکز کی مسجد میں کرتے ہوئے ۲۹ویں شب میں کلام پاک ختم کیا اور اس کی دعا حضرت جی ثالثؒ نے بڑی گریہ وزاری کے ساتھ کرائی۔

نماز عید الفطر کی امامت مولانا مرحوم کی متعین تھی لیکن ادائیگی نماز کے بعد ٹانگ میں کوئی سخت چیز چبھ جانے کی وجہ سے ہلکا سا خون نکل گیا، جس کی بنا پر عید الفطر کا خطبہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے پڑھا۔

راقم سطور اس سال تک معمول یہ رہا کہ اپنے اہل وعیال سمیت عید الفطر سہارنپور کرتا چلا آرہا تھا، لیکن مولانا زبیر مرحوم کی خواہش بلکہ شدید اصرار پر اس سال عید نظام الدین میں کی گئی۔ نماز عید الفطر کی ادائیگی کے بعد حضرت جی ثالث مع مولانا زبیر مرحوم زنان خانہ میں تشریف لائے اور کھانا کھا کر دونوں حضرات نے سب بچوں، بڑوں کو عیدی تقسیم کی۔

☆ رمضان ۱۴۱۲ھ: حسب معمول اس سال کا کلام پاک بھی آپ نے مرکز کی مسجد میں سنایا جس کا اختتام ۲۹ ویں شب میں ہوا۔

ان تمام ختمات نیز عزیز مولوی حافظ صہیب سلمہ کے ختم قرآن پاک کی دعا حضرت جیؒ نے کرائی۔

اسی سال عزیزان مولوی محمد زہیر الحسن اور مولوی محمد صالح سلمہما نے پہلی مرتبہ حضرت جی ثالث کو تراویح میں کلام پاک سنایا، جس کی ترتیب یہ رہتی تھی کہ عزیزم مولوی زہیر سلمہ عشاء کے فرضوں کی امامت اور پھر دس رکعات پڑھا کر عزیز مولوی صالح سلمہ دس رکعات مع وتر بڑھاتے تھے۔

اسی سال عزیز مولوی محمد یاسر سلمہ اور مولانا مرحوم کی چھوٹی بیٹی عاصمہ سلمہا نے پہلا روزہ رکھا۔ ان دونوں تقریبات میں بھی کاتب سطور نے دہلی پہنچ کر شرکت کی۔

☆ رمضان ۱۴۱۳ھ: تیس سال متواتر پورے نشاط اور دل جمعی کے ساتھ تراویح میں کلام پاک سنانے کے بعد اس سال (۱۴۱۳) میں پہلی مرتبہ اپنے طبعی ضعف اور مختلف عوارض کی بنا پر آپ تراویح میں کلام پاک نہیں سنا سکے۔

اسی سال مولانا مرحوم کے دوسرے فرزند مولوی محمد صہیب سلمہ نے حضرت جیؒ کو ان کی قیامگاہ کمرہ نمبر ۶ میں اپنا کلام پاک تراویح میں سنایا۔

رمضان مبارک کی ۲۹ ویں شب میں کاتب سطور بھی دہلی پہنچ گیا تھا۔

☆ رمضان ۱۴۱۴ھ: آپ نے مرکز کی مسجد میں قرآن پاک سنایا اور ۲۷ ویں شب میں

حضرت جی ثالث کی دعا پر اس کا اختتام ہوا۔

اسی سال عزیزان مولوی محمد صالح سلمہ و مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ نے حضرت جی ثالث کو دوسری مرتبہ تراویح میں کلام پاک سنایا۔ جبکہ مولوی صہیب سلمہ نے مقبرہ ہمایوں سے متصل مسجد میں پڑھا۔

حسب معمول راقم سطور کا ان ختمات میں شرکت کے لئے دہلی کا سفر ہوا جس کا اندراج ذاتی روزنامچہ میں اس طرح ہے!

''۱۱/مارچ ۱۹۹۴ء/ ۲۶/رمضان ۱۴۱۴ جمعہ صبح دس بجے شاہد بذریعہ بس سہارنپور سے روانہ ہوا کاندھلہ اڈے کی مسجد میں غسل کر کے وہیں جمعہ ادا کیا۔ بعد نماز جمعہ وہاں سے دہلی روانہ ہو کر قبیل عصر نظام الدین پہنچا۔

آج عزیزان زہیر و صالح کا حضرت مدظلہ کے کمرہ میں اور مولانا زبیر صاحب کا مسجد میں قرآن پاک ختم ہے، دعاؤں میں شرکت کی نیت سے یہ سفر ہوا نیز ۲۷/تاریخ میں عزیز صہیب کا قرآن پاک تراویح میں ختم ہوا، جس کی دعا بندہ نے کرائی۔

☆ **رمضان ۱۴۱۵ھ:** اس ماہ مبارک کا کلام پاک آپ اپنی علالت کی وجہ سے مسجد میں نہیں سنا سکے تھے۔ اس لئے مولوی عبدالرحیم بلیاوی کو متعین کیا گیا۔

نیز اسی سال آپ کے تیسرے فرزند مولوی محمد خبیب سلمہ نے تراویح میں پہلی مرتبہ اپنا کلام پاک حضرت جیؒ کو سنایا اور یہی رمضان حضرت جی ثالث کا آخری رمضان تھا۔

اس ماہ کی ۸/تاریخ میں مولانا مرحوم نے جو خط راقم سطور کو سہارنپور تحریر کیا اس کو شامل کتاب کیا جاتا ہے۔

عزیز محترم مولانا الحاج محمد شاہد صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسی وقت ظہر سے پہلے بھائی جنید پہنچے۔ ان کے ہاتھ تمہارا محبت نامہ ملا۔
بندہ کی طبیعت ابھی گڑبڑ ہی چل رہی ہے۔ روزہ تو الحمدللہ رکھ رہا ہوں البتہ
تراویح اور نوافل میں گھر کا قرآن شروع نہیں ہوا۔ مسجد ہی کی تراویح پڑھ رہا ہوں
مسجد میں مولوی عبدالرحیم بن مولانا عبیداللہ صاحب مرحوم پڑھا رہے ہیں۔

ابا کے یہاں عزیزان زہیر وخبیب پڑھ رہے ہیں۔ ماشاء اللہ خبیب بھی
اچھا پڑھ رہا ہے۔ حضرت جی مدظلہ العالی کی طبیعت الحمدللہ اچھی ہے۔ ضعف
کمزوری بدستور ہے۔ معمولات حسب سابق چل رہے ہیں۔

عزیزان جعفر وسہیل کا فون رات یہاں بھی آ گیا اور کل مکہ سے مولوی
سلمان کا فون بھی آ گیا تھا۔ خیریت سے پہنچ گئے تھے۔ رات ہی کو عمرہ وغیرہ
سے فارغ ہو گئے تھے۔ محمد صالح اور سودہ والدہ صالح کا بھی پرچہ پہنچا تھا۔
سب کی خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔

اس رمضان میں تمہارے گھر والوں کی کمی سب نے محسوس کی۔ اور محمد صالح
تو سب کو بہت ہی یاد آیا۔ اس کے جانے کی وجہ سے زہیر، صہیب بھی اکیلے
اکیلے سے ہو رہے ہیں۔ معلوم نہیں تمہارا گھر کا قرآن کب ختم ہو رہا ہے؟
اور کب تک محمد صالح اور تمہاری اہلیہ دہلی آئیں گی؟ ایک عشرہ تو ختم ہونے کو
آ ہی گیا۔ پورا عشرہ بہت ہی بے حلاوت گذرا۔ اللہ ہی معاف فرماوے۔
پرسوں کو سنا ہے کہ مولوی خالد کے بھی آنے کی اطلاع ہے۔ معلوم نہیں ان کی
اہلیہ بھی رمضان میں آئیں گی یا نہیں؟

قبلہ بھائی صاحب، خالہ صاحبہ اور سبھی سے بہت بہت سلام کہہ دیں۔
مولوی جنید کا کام اگر ہوا تو پیر کے دن سے ہوگا۔ باقی سب خیریت ہے۔
بچوں کو دعا پیار۔ اپنی اہلیہ سے سلام کہہ دیں۔

تمہاری اہلیہ کا ایک کنستر بھی ارسال ہے۔ رسید سے مطلع کر دینا۔ فقط والسلام

محمد زبیر الحسن۔ ۸؍رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ جمعرات

عہد مشاورت کے انیس (۱۹) رمضان

کاتب سطور نے حضرت جی ثالث کے سوانح حیات لکھتے وقت حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کے دور امارت میں ہونے والے چوّن (۵۴) رمضان المبارک کی تفصیلات، معلومات اور اس ماہ کے معمولات تحریر کئے تھے اور اس کا عنوان عہد امارت کے رمضان متعین کیا تھا۔

لیکن قارئین نے محسوس کیا ہوگا کہ یہاں مولانا زبیر مرحوم کی سوانح حیات میں عنوان بدل کر ''عہد مشاورت'' لکھا گیا ہے اس لئے کہ عالمی شوریٰ کے اتفاق رائے سے امارت کو مشاورت سے بدل کر یہ طے کر دیا گیا تھا کہ اب پوری دنیا میں یہ دعوتی اور تبلیغی کام امارت کی بنیاد پر نہیں بلکہ مشاورت کی بنیاد پر چلایا جائے گا اور چونکہ اس جماعت مشاورت کے ایک فرد مولانا زبیر الحسن مرحوم بھی تھے۔ اس لئے یہاں عنوان بدل دیا گیا۔

اب ۱۴۱۶ھ سے اُن رمضانوں کی تفصیلات لکھی جاتی ہیں۔ جو آپ کے عہد مشاورت میں گذرے۔

☆ **رمضان ۱۴۱۶ھ**: حضرت جی ثالث کی وفات کو آٹھ ماہ گذر چکے تھے اور اس مدت میں مستقبل کے عزائم اور منصوبہ بندیوں کے پیش نظر بہت سے نئے فتنے اور نئے شگوفے سامنے آچکے تھے۔ ان کو دیکھتے ہوئے مولانا مرحوم کو یہ فکر دامنِ گیر ہوئی کہ ان حالات اور ماحول میں نہ تو یکسوئی کے ساتھ ماہ رمضان میں طاعت وعبادت ہو سکے گی اور نہ ہی روزہ وتراویح کی حلاوت ملے گی۔ اس لئے انہوں نے ذہنی طور پر یہ طے کر لیا تھا کہ ماہ مبارک مدینہ منورہ یا کم از کم سہارنپور گذاریں گے۔

۱۹؍شعبان ۱۴۱۶ھ/ ۱۲؍جنوری ۱۹۹۶ء میں راقم سطور دہلی پہنچا تو مولانا مرحوم

نے اپنی الجھنیں اور دشواریاں سنا کر مرکز نظام الدین سے ہٹ کر کسی دوسری جگہ رمضان کرنے کی تائید اور حمایت چاہی۔

کاتب سطور نے اپنے وسیع اور گہرے تعلقات کے پیش نظر بے تکلفانہ جواب دیا کہ نہ تائید کروں گا نہ حمایت کروں گا اور اس کی میرے پاس بڑی مضبوط سند ہے۔

مرحوم کے اس سوال پر کہ تمہارے پاس کیا سند ہے؟ بندہ نے جواب دیا کہ آج سے تقریباً پندرہ سال قبل مدینہ منورہ میں حضرت شیخؒ کا وصال ہوا۔ حضرت جیؒ اور خود آپ اور یہ احقر تینوں مدینہ منورہ مدرسہ علوم شرعیہ میں موجود تھے۔

مولانا محمد طلحہ زید مجدہ بہت پہلے سے وہاں تشریف فرما تھے۔ موصوف نے بندہ کے ذریعہ حضرت جیؒ سے مدینہ پاک میں رمضان گزارنے کا مشورہ لیا تو حضرت جیؒ نے برجستہ فرمایا کہ!

"بھائی، حضرت شیخؒ کی وفات سے لوگوں کے قلوب اس وقت بہت مغموم ہیں اس لئے طلحہ کو رمضان وہیں کرنا چاہئے تاکہ حضرت شیخؒ کا معتکف آباد رہے اور شیخ کے لوگ ان سے رجوع کر سکیں۔"

اب بھلا میں آپ کو اس نظیر کے ہوتے ہوئے ماہ مبارک میں مرکز نظام الدین چھوڑنے کا مشورہ کیسے دے سکتا ہوں۔

یہ بات سن کر مولانا مرحوم نے مجھ سے فرمایا کہ ذرا دیوبند جا کر حضرت مفتی (محمود) صاحب سے بھی مشورہ کرلو۔ چونکہ وقت بہت کم تھا اور رمضان بالکل قریب آچکا تھا، اس لئے کاتب سطور فوراً دیوبند آیا اور تخلیہ میں حضرت مفتی صاحب کو موافقت اور مخالفت کے تمام احوال سنا کر مشورہ لیا تو اللہ کی شان بالکل وہی مشورہ دیا جو حضرت جیؒ نے پندرہ سال قبل حضرت شیخ کے حادثۂ وفات پر مدینہ منورہ میں دیا تھا۔ یعنی کسی بھی حال میں مرکز کا قیام نہ چھوڑا جائے۔

چنانچہ مولانا مرحوم نے بہت سے گرم و سرد احوال بلکہ خود اپنے الفاظ میں بہت سی

ذلتیں اور رسوائیاں برداشت کر کے پورا رمضان نظام الدین مرکز میں ہی گزارا۔(۱)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے تخلیہ کی یہ مجلس چونکہ بہت پر سکون ماحول میں ہو رہی تھی اور حضرت مفتی صاحب بھی پوری توجہ کے ساتھ متوجہ تھے۔ اس لئے راقم سطور

(۱) حضرت شیخ کے وصال، حضرت جی ثالث اور مولانا محمد طلحہ کے رمضان کے تعلق سے مشورہ لینے کی ان مجموعی تفصیلات لکھنے کے بعد دفعۃً ذہن اور حافظہ کے پردے پر ایک اور واقعہ ابھر کر سامنے آ گیا۔ موقعہ کی مناسبت سے اس کو بھی یہاں جگہ دی جا رہی ہے۔

''۱۴۰۷ھ کا رمضان تھا۔ جامعہ مظاہر علوم خطرناک بحرانی دور سے گذر رہا تھا۔ دیواروں پر فتوے لگے ہوئے تھے کہ کوئی شخص مولانا طلحہ صاحب کے ساتھ اعتکاف میں نہ بیٹھے۔ یہ حرام اور ناجائز ہے۔

ان فتاوی کا منفی اثر آنے والوں پر پڑ رہا تھا۔ چنانچہ حضرتؒ کی اس مسجد میں جہاں سینکڑوں لوگ اعتکاف میں بیٹھتے تھے گنتی کے کچھ ہی حضرات موجود تھے۔

اس نازک بلکہ غمگین صورت حال کو دیکھ کر راقم سطور سے نہیں رہا گیا اور فوراً دہلی پہنچ کر حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کے گوش گذار کیا۔ حضرت جیؒ کے چہرے پر بھی اس کا نمایاں اثر ظاہر ہوا اور پھر فوراً آپ نے مولانا محمد اظہار الحسنؒ کو بلا کر فرمایا!

''مولوی اظہار دیکھو یہ شاہد کیا سنا رہا ہے؟''

مولانا اظہار الحسن مرحوم کو چونکہ حضرت شیخ سے عشق کی حد تک محبت تھی اس لئے ان کو بھی تاثر ہوا اور پھر فوراً حضرت جیؒ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا کہ!

مولوی اظہار! آج سے جتنی جماعتیں سہارنپور اور اس کے قرب و جوار میں جائیں ان کو ہدایت کر دی جائے کہ تین دن مولوی طلحہ کے ساتھ اعتکاف کر کے اپنے مقامات پر جائیں۔

چنانچہ اس فیصلے پر عمل درآمد ہوا اور دار الطلبہ جدید کی مسجد یعنی ہمارے حضرتؒ کا معتکف مہمانوں، نمازیوں اور اعتکاف کرنے والوں سے بھر گیا۔ فللہ الحمد والشکر

جو اصحاب مولانا محمد طلحہ اور اعتکاف کے خلاف اس مہم کو چلا رہے تھے ان کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اس منظر کو دیکھ کر بول اٹھے کہ ''ہم سب سے نمٹ سکتے ہیں مگر اس شاہد سے نمٹنا بہت مشکل ہے۔''

نے موقعہ غنیمت جانتے ہوئے ایک ایسے مرحوم کے متعلق بھی مشورہ کرلیا جواُس مثلث کے تیسرے زاویہ تھے جو اپنی طبعی افتادو مزاج کی وجہ سے یہ طے کئے ہوئے تھے کہ!

''مولوی انعام کے وجود سے نہ تبلیغ کو کوئی فائدہ ہے اور نہ مرکز کو''

لیکن اب وہی مرحوم اپنی مجالس میں مولانا زبیر کی بہت بڑھ چڑھ کر تائید اور حمایت کررہے تھے۔ ہم دونوں (مولانا زبیر مرحوم اور راقم سطور) کو ان کی تردید سے زیادہ چونکہ ان کی تائید اور مخالفت سے زیادہ ان کی موافقت کی فکر تھی، اس لئے راقم سطور نے حضرت مفتی صاحب سے ان کے متعلق بھی مشورہ لیا۔

حضرت مفتی صاحب نے قدرے توقف کے بعد صرف اتنا فرمایا کہ ''احتیاط کرنی چاہئے'' اس پر راقم سطور نے عرض کیا کہ اگر آپ کے قلب مبارک میں احتیاط آتی ہے تو اب انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس جملے پر بہت سنجیدہ لیکن مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ جواباً ارشاد فرمایا کہ!

''آپ کے قلب مبارک میں کیوں اب تک یہ بات نہیں آئی۔

راقم سطور نے بھی اسی سنجیدگی اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ عرض کیا کہ آپ کی برکت سے الحمدللہ اب سمجھ میں آگئی ہے۔

اس گفت وشنید پر یہ مجلس ختم ہوکر فوراً ہی دہلی واپسی ہوگئی۔

راقم سطور یہاں مولانا ابراہیم پانڈور افریقی کا شرعی اور اخلاقی طور پر شکریہ ادا کرنا بیحد ضروری سمجھتا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ میرے لئے ان تخلیوں کی راہ ہموار کی۔ اور کیسے ہی خواص حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں موجود ہوتے۔ لیکن مولانا ابراہیم موصوف تنہائی کا موقعہ فراہم کردیا کرتے تھے۔ اللہ جل شانہ ان کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے ان کے مراتب عالیہ میں برکت اور وسعت دے کر اپنے قرب خاص سے ان کو نوازے۔ آمین

مسجد بنگلہ میں مولانا زبیر مرحوم نے تراویح کا کلام پاک پڑھا۔آپ مولانا محمد طلحہ کی طلب پر ۱۹ر رمضان کو سہارنپور آئے اور بعد ظہر ختم خواجگان اور بعد تراویح ختم قرآن پاک کی دعا موصوف نے کرائی۔

مولانا احمد لاٹ جو اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے ان کا دعوتی بیان ہوکر جماعتوں کی تشکیل ہوئی۔اسی شب میں کاتب سطور کا قرآن پاک بھی ختم ہوا اور اس کی دعا بھی مولانا زبیر مرحوم نے کرائی۔

اس سال مولانا مرحوم کا ارادہ شروع رمضان سے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے کا تھا،چنانچہ وہ ۱۹ر رمضان کی مغرب سے اعتکاف میں بیٹھ گئے۔

مسجد کی صف اول میں دروازہ حجرہ سے متصل ان کا خلوہ تھا۔حضرت مولانا محمد الیاس،حضرت شیخ،حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن رحمہم اللہ تعالیٰ کا خلوہ اور معتکف بھی اپنے اپنے زمانہ میں یہ ہی گوشہ رہا ہے۔حضرت جیؒ کی جانب سے اس موقع پر یہ منامی پیغام پہنچا کہ بہت اچھا کیا کہ اعتکاف میں بیٹھ گئے۔

مولانا محمد عمر پالنپوری اور مولانا احمد گودھرا وغیرہ متعدد اصحاب نے آپ کی معیت میں اعتکاف کیا۔

۲۹ویں شب میں آپ نے قرآن پاک کی دعا کرائی امسال بھی اپنے عذر کی وجہ سے آپ نے تراویح کی امامت بیٹھ کر کی لیکن ختم قرآن کے موقع پر آخری دو رکعت کھڑے ہوکر پڑھائی۔

دو یوم قبل آپ کے بڑے فرزند مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ کا قرآن پاک کوٹ کی مسجد میں ختم ہوگیا تھا۔جس کی دعا کے لئے مولانا مرحوم نے کاتب سطور کو متعین کیا تھا۔ نیز مولوی محمد صہیب سلمہ نے مسجد عرب سرائے میں اور مولوی محمد خبیب سلمہ نے مرکزی مسجد کی بالائی منزل پر تراویح پڑھائی۔

چونکہ حضرت جیؒ کے بعد یہ پہلا رمضان اور اس کی پہلی عید تھی، اس لئے ان کے اہل خانہ پر اس کا تاثر طبعی طور پر بہت زیادہ رہا اور اسی تاثر کی وجہ سے مولانا مرحوم نے نماز عید الفطر کی امامت سے معذرت کردی تھی۔

راقم سطور ۲۶؍رمضان کو دہلی پہنچ کر آٹھ شوال میں سہارنپور واپس ہوا۔

☆ **رمضان ۱۴۱۷ھ:** حسب معمول مرکز کی مسجد میں مولانا زبیر مرحوم نے تراویح پڑھائی اور آخری عشرہ کا اعتکاف کیا۔

کاتب سطور نے مولانا مرحوم کی خواہش اور طلب پر اس ماہ میں دو مرتبہ مرکز نظام الدین کا سفر کر کے آٹھ یوم وہاں قیام کیا۔

مولانا مرحوم کے صاحبزادگان میں عزیز مولوی زہیر الحسن سلمہ نے اس سال کوٹ والی اور عزیز مولوی صہیب الحسن سلمہ نے مقبرہ والی مسجد میں اور عزیز مولوی خبیب الحسن سلمہ نے مسجد کے بالائی حصہ پر اپنا اپنا کلام پاک تراویح میں سنایا اور بستی کے احباب نیز قرب وجوار میں رہنے والوں کی بڑی تعداد نے ان کی زیر امامت تراویح ادا کی۔

حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کے زمانۂ امارت سے چلے آرہے قدیم معمول اور روایت کے مطابق مولانا زبیر مرحوم کے یہاں کھانا افطار اور چائے نماز مغرب سے پہلے اکٹھی ہوتی رہی، انہوں نے مخالفانہ ماحول اور اس قدیم معمول وروایت کو زور وزبردستی ختم کرنے کے باوجود اپنی ذات اور اپنے دسترخوان کی حد تک اس میں کوئی تغیر وتبدل قبول نہیں کیا۔ چنانچہ مرحوم اور ان کے ساتھ بہت سے عرب وعجم مقیم وغیر مقیم اصحاب ان کے حجرہ میں روزہ کشائی کرتے رہے۔

بعد تراویح موصوف کا دسترخوان پھلکی وغیرہ کا اپنے معتکف میں لگتا تھا۔

سالہا سال کے معمول اور دستور کے خلاف اس سال مرکز نظام الدین سے مولانا احمد لاٹ وغیرہ کوئی صاحب دعا اور بیان کے لئے سہارنپور نہیں آسکے، اگرچہ مولانا طلحہ صاحب

نے متعدد فون کرائے مگر وہاں سے یہ کہہ کر انکار کر دیا گیا کہ یہ تو ایک رسم ہے کہ آدمی دہلی سے جا کر دعا کرائے۔

۲۸؍رمضان میں مولانا مرحوم کا قرآن پاک مرکز میں ختم ہوا اپنے عذر کی وجہ سے مولانا نے پوری تراویح بیٹھ کر پڑھائی لیکن آج کی آخری دو رکعت کھڑے ہو کر ادا کی۔

اس رمضان مبارک کے متعلق مولانا مرحوم کی خواہش یہ تھی کہ میں پورا رمضان ان کے پاس دہلی گذاروں، لیکن سہارنپور کے متعینہ مشاغل اور معتکف شیخ میں مہمانوں کی آمد وغیرہ کی وجہ سے یہ احقر ۲۴؍رمضان/ ۳؍فروری کو میرٹھ جامعہ محمودیہ میں مولانا ابراہیم افریقی زید مجدہ کے یہاں ان کے معتکف میں نصف یوم اور نصف شب گذار کر شب میں دو بجے حاجی شاہد اخلاق میرٹھی کی گاڑی سے دہلی پہنچا، اس وقت پولس تھانہ کے پاس سڑک پر عزیزان خبیب اور محمد یاسر سلمہما بہت تیزی کے ساتھ سائیکل چلا رہے تھے۔

مرکز نظام الدین میں عید کر کے ۸؍شوال میں کاتب سطور مع اہلیہ و اطفال سہارنپور واپس ہوا۔

☆ **رمضان ۱۴۱۸ھ:** گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی مرکز کی مسجد میں آپ نے تراویح پڑھائی آپ کے تینوں فرزندوں (مولوی محمد زہیر الحسن، مولوی محمد صہیب الحسن، مولوی محمد خبیب الحسن) سلمہم اللہ تعالی نے بستی حضرت نظام الدین میں واقع مختلف مساجد میں اپنا اپنا کلام پاک سنایا۔ نیز عزیز صالح سلمہ نے دہلی پہنچ کر ایک کلام پاک کمرہ نمبر پانچ میں بستی حضرت نظام الدین کے اپنے مختلف احباب کو دوسرا زنان خانے اور تیسرا مولانا احمد گودھرا مرحوم کو ان کی فرمائش پر ان کے کمرے میں سنایا۔

اسی طرح عزیزم مولانا زہیر الحسن سلمہ نے ایک کلام پاک نوافل میں مولانا احمد گودھرا کو اور تین کلام پاک گھر میں نوافل میں سنائے۔

یہی ترتیب عزیز مولوی صہیب سلمہ کی بھی رہی اور عزیز مولوی خبیب سلمہ نے

دو کلام پاک گھر میں نوافل میں سنائے۔

۱۹ رکی شام سے مولانا زبیر مرحوم بہ نیت اعتکاف مسجد میں مقیم ہو گئے۔

اس آخری عشرہ میں بھی بعد تراویح ان کا دستر خوان جس میں ملکی وغیر ملکی مہمان بڑی تعداد میں ہوتے تھے جاری رہا۔

مولانا مرحوم نے چونکہ زندگی بھر اپنے نانا مخدوم العالم حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے رمضان المبارک کی قرآنی برکات اور اعتکاف کی بہاروں کے روح پرور اور ایمانی حرارتوں سے بھرپور مناظر دیکھے تھے، نیز بنگلہ والی مسجد (مرکز تبلیغ) میں اپنے والد ماجد مرحوم کے آخری دور کے ایمان اور اخلاص سے بھرپور اعتکاف دیکھے تھے، اس لئے ہر رمضان میں مرحوم کی شدید خواہش اور اندرونی تقاضہ یہ ہوتا تھا کہ اعتکاف کا یہ تسلسل اور تواتر آگے کو بھی چلتا رہے، تاکہ امت کے سامنے اپنے بڑوں کے نمونے آتے رہیں۔

لیکن اعتکاف کی یہ سنت اور اپنے بڑوں کی اس ترتیب کو بہت بے رحمی اور بے دردی کے ساتھ یہ کہہ کر مسجد بنگلہ والی میں ختم کیا گیا کہ دعوت اور اعتکاف کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

یہاں تک کہ معتکفین پر طعن و تشنیع بھی ہوتی رہی۔ بہت سوں کو اعتکاف سے جبراً روکا گیا۔ مولانا مرحوم کی طبیعت نے اس کا گہرا اثر قبول کیا۔

راقم کے روزنامچہ کے مطابق ۱۹ ررمضان کے مشورہ میں اس موضوع پر ہونے والی گفتگو بڑی بدنمائی اور ناگواری کے ساتھ ختم ہوئی۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں مرحوم نے صبح کے مشورے میں شرکت ہی ترک کردی تھی جو وہ اس سے قبل بھی متعدد مرتبہ حالات کی سختیوں کی وجہ سے کر چکے تھے۔ دو ہفتے اسی حالت میں گذرے اور پھر ۵ رشوال میں کویت والوں کے جوڑ سے آپ نے شریک مشورہ ہونا شروع کیا۔ جس کا اصرار اُن سے بعض خواص عرب نے کیا تھا۔

یکم رمضان کو مولانا زبیر مرحوم کا فون آیا کہ دہلی آنے کا کیا نظام ہے؟ ان سے کہا گیا کہ ۲۵ ررمضان میں ارادہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ۲۵ رکو تو بہت تاخیر ہو جائے گی

اس لئے ۲۰ر رمضان کو آجاؤ۔ چنانچہ حضرتؒ کے زنانہ مکان (کچے گھر) میں قرآن پاک ختم کر کے ۲۱ر کو دہرہ دون ایکسپریس سے راقم سطور دہلی روانہ ہوا۔ مظفر نگر اسٹیشن پر روزہ کھولا اور شب میں بعافیت ۱۰ر بجے مرکز پہنچا۔

احقر کا ارادہ ۳ر شوال میں سہارنپور واپسی کا تھا۔ مولانا مرحوم سے جب بھی تذکرہ کیا انہوں نے یہ کہہ کر روک دیا کہ ابھی اور ٹھہر جاؤ۔

چنانچہ راقم سطور یہ کہہ کر کہ مظاہر علوم کے چند اہم کاموں کی تکمیل کر کے دو دن بعد واپس آجاؤں گا ۸ر شوال جمعہ کی شام میں دہلی سے سہارنپور پہنچا اور ایک دن قیام کے بعد ۱۰ر شوال اتوار کی صبح دوبارہ بذریعہ بس دہلی روانہ ہو گیا۔

☆ **رمضان ۱۴۱۹ھ:** مرکز کی مسجد میں نماز تراویح مولانا زبیر مرحوم کی زیر امامت ادا کی گئی۔ ستائیسویں تاریخ کو کاتب سطور نے دہلی پہنچ کر موصوف کے ختم قرآن کی دعا میں شرکت کی اور اگلے دن سہارنپور واپس ہوا۔

۱۹ر رمضان ۱۴۱۹ھ/ ۸ر جنوری ۱۹۹۹ء شب جمعہ میں مولانا زبیر مرحوم نے مولانا احمد لاٹ کو معتکف شیخ میں ہونے والے ختم قرآن پاک کی دعا، بیان اور تشکیل کے لئے سہارنپور بھیجا، اس رمضان کی اسی شب میں مولانا محمد طلحہ موصوف نے مولانا احمد لاٹ کو حضرت شیخ کے روحانی سلسلہ میں شامل کرتے ہوئے اجازت بیعت وخلافت مرحمت فرمائی۔

امسال ۲۲ر رمضان/ ۳۱ر دسمبر جمعہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی کا سانحہ وفات پیش آیا۔ اطلاع ملنے پر مولانا زبیر مرحوم اپنا اعتکاف ختم کر کے لکھنؤ جانے کے قصد سے مطار دلی پہنچے، سفر کے تمام انتظامات مکمل ہو گئے تھے لیکن تقدیری بات کہ زبردست کہرا اور بارش کی وجہ سے لکھنؤ جانے والی پروازیں ملتوی ہو گئیں اس لئے آپ یہ سفر نہیں کر سکے۔

☆ **رمضان ۱۴۲۰ھ:** نماز تراویح امسال بھی مولانا مرحوم کی امامت میں ادا کی گئی۔ آخری شب میں ان کا کلام پاک ختم ہوا جس میں شرکت کے لئے کاتب سطور بھی

۲۷ رمضان کی صبح دہلی پہنچ گیا تھا۔

اسی رمضان المبارک کی ستائیسویں تاریخ میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی زاد مجدہ نے مولانا مرحوم کو حضرت مولانا علی میاں کی جانب سے چاروں سلسلوں میں تحریری طور پر بیعت کی اجازت لکھنؤ سے ارسال کی تھی۔

اس رمضان کے آخری عشرہ میں مولانا زبیر مرحوم کو اس کا داعیہ پیدا ہوا کہ ختم رمضان پر فوراً حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی کی خدمت میں دیو بند حاضر ہوا جائے۔

چنانچہ ہم دونوں نے مشورہ سے اس سفر کے لئے ۲ شوال / ۹ جنوری کی صبح طے کی اور مولانا محمد طلحہ زید مجدہ کو بھی اپنے اس پروگرام کی اطلاع کردی۔ چنانچہ وقت متعینہ اور تاریخ مقررہ پر صبح نو بجے مرکز نظام الدین سے روانہ ہوکر حضرت مولانا مدنی کے در دولت پر پہنچے۔ مولانا محمد طلحہ سہارنپور سے آگئے تھے۔ مولانا مدنی نے پر تکلف کھانا کھلایا۔ اس سے فراغ پر ہم سب مولانا سید خلیل حسین کی خدمت میں کچھ دیر وہاں قیام اور آرام کے بعد نماز عصر اول وقت پڑھ کر گنگوہ مزار رشیدی پہنچے، وہاں فاتحہ خوانی اور ذکر جہری کے بعد بوقت عشا سہارنپور آگئے۔ اگلے دن (۳ شوال) کو کلیر خانقاہ صابریہ اور رائے پور خانقاہ قادریہ کا سفر ہوا۔

۴ شوال منگل کی صبح اول وقت سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی کے مزار پر جاکر اسی دن شام میں واپسی ہوئی۔ آخر میں ایک شب سہارنپور قیام کے بعد مولانا مرحوم دہلی روانہ ہوگئے۔

☆ رمضان ۱۴۲۱ھ: امسال بھی تراویح مولانا زبیر کی امامت میں مرکز کی مسجد میں ادا کی گئی۔ جس کا اختتام ۲۹ ویں شب میں ہوا۔

مولانا مرحوم نے آج کی تراویح سورہ والشمس سے پڑھائی۔ ختم قرآن پاک کی دعا میں بڑا مجمع آیا ہوا تھا۔ مرکز کی کئی منزلہ عمارت دعا اور نماز میں شرکت کرنے والوں سے بھری ہوئی تھی۔ مرحوم نے آدھ گھنٹہ دعا کرائی اور پھر روزمرہ کے معمول کے مطابق عوام

وخواص ملکی وغیر ملکی مہمانوں کے لئے ان کا وسیع دستر خوان نصف شب تک چلتا رہا۔

کاتب سطور مولانا کے ختم قرآن پاک میں شرکت کے لئے ایک یوم قبل (۲۷ر رمضان میں) سہارنپور سے ایک بجے بذریعہ بس روانہ ہوا۔ نماز ظہر کاندھلہ کے اڈہ پر عصر بڑوت اور نماز مغرب باغپت اڈہ کی مسجد میں پڑھی۔ یہیں روزہ افطار کیا۔ یہاں سے بھی اگلا سفر بس کے ذریعہ کر کے آٹھ بجے بعافیت مرکز نظام الدین پہنچ کر کھانا کھایا گیا۔

☆**رمضان ۱۴۲۲ھ**: حسب معمول قدیم امسال بھی مولانا زبیر مرحوم نے مرکزی مسجد میں نماز تراویح کی امامت کی۔

۱۰ر رمضان میں مولانا کا فون آیا کہ عشرہ اول پورا ہو رہا ہے اور تم ابھی تک اپنے قدیم معمول کے مطابق مرکز نظام الدین نہیں آئے۔ چنانچہ یہ احقر اگلے روز (۱۱ر رمضان میں) سہارنپور سے روانہ ہو کر دو بجے دہلی پہنچا۔ جناب الحاج نصرت اللہ اور جناب الحاج ذکاء اللہ (برادران حضرت الحاج حافظ صغیر احمد لاہور پاکستان) راقم سطور کے ساتھ تھے۔ یہ دونوں حضرات تو مولانا مرحوم سے ملاقات اور سلام ومصافحہ کے بعد لاہور کے لئے روانہ ہوگئے، اور راقم ایک روزہ قیام کے بعد سہارنپور واپس ہوا۔

۱۹ر رمضان میں عزیزی یاسر سلمہ کی پہلی محراب ختم ہوئی۔ اس میں شرکت کے لئے مولانا مرحوم نے عزیزم مولوی زہیر سلمہ اور مولانا احمد مڑھی کو سہارنپور بھیجا۔

۲۳ر رمضان/ ۹ر دسمبر اتوار میں راقم سطور کا دوسرا سفر مرکز دہلی کا ہوا۔ قدرے تاخیر ہونے کی وجہ سے وہاں نماز عشاء اور آٹھ رکعت تراویح ہو چکی تھی۔ اس لئے کمرہ نمبر ۵ میں اپنی جماعت سے دونوں ادا کی گئیں۔

۲۴ویں شب میں عزیز مولوی زہیر الحسن سلمہ کا قرآن پاک مسجد قریش میں ختم ہوا اور مولانا مرحوم کے مشورہ سے مولانا احمد لاٹ نے ختم قرآن پاک کی دعا کرائی۔ راقم سطور بھی اس میں شامل تھا۔

اٹھائیسویں شب میں مولانا موصوف کا ختم قرآن ہوکر ان کی ہی دعا ہوئی۔

اس مرتبہ بھی بڑا مجمع دہلی اور بیرونِ دہلی سے آیا ہوا تھا۔

کھانسی کی شدت کی وجہ سے مولانا مرحوم کی رائے ختم قرآن پاک پر دعا کرانے کی نہیں تھی لیکن دہلی کے احباب اور سہارنپوری اعزاء نے راقم سطور پر زور دیا کہ مولانا موصوف ہی دعا کرائیں۔ چنانچہ احقر کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے ہی دعا کرائی اور پھر یہ قرآن پاک کا اعجاز تھا کہ طویل دعا میں الحمدللہ ایک مرتبہ بھی کھانسی نہیں اٹھی۔

۲۹ویں شب میں رویت نہ ہونے کی وجہ سے مولانا مرحوم نے سورہ یٰسین، سورہ رحمٰن اور سورہ واقعہ کی تلاوت کرکے بیس رکعت تراویح مسجد میں مکمل کی۔

۳۰؍رمضان/ ۱۶؍دسمبر میں دعوت وتبلیغ سے وابستہ قدیم داعی ومبلغ جناب ڈاکٹر ثناءاللہ صاحب (علیگڑھ) نے مولانا زبیر صاحب کے معتکف میں ان کو اور کاتب سطور کو اپنے فرزند کی شادی کا دعوت نامہ دیکر اس میں شرکت کی خواہش ظاہر کی۔

مولانا زبیر مرحوم نے اسی وقت یہ سفر طے کرتے ہوئے ان کو جواب دیا کہ میرا جانا تو مشکل ہوگا اس لئے شاہد اپنی طرف سے بھی جائے گا اور میری طرف سے بھی۔

چنانچہ ۲۳؍دسمبر/ ۷؍شوال اتوار میں بمعیت عزیزانم مولوی زہیر، صہیب، خبیب اور یاسر سلمہم علیگڑھ کا سفر کرکے اس تقریب میں شرکت کی گئی۔

اس ماہ مبارک میں خواص عرب میں سے شیخ میمون، شیخ معتز وغیرہ کثیر تعداد میں مرکز میں مقیم رہے، یہ سب حضرات مولانا مرحوم کی اقتدا میں تراویح ادا کرکے ان کے دسترخوان پر جمع ہوجاتے۔ جہاں ان سب کی مختلف ماکولات ومشروبات سے تواضع کی جاتی۔

راقم سطور عیدالفطر وہیں کرکے ۵؍شوال میں سہارنپور واپس ہوا۔

☆ رمضان ۱۴۲۳ھ: (یہ جگہ معلومات کے لئے خالی ہے)

☆ رمضان ۱۴۲۴ھ: حسب معمول اس سال کی تراویح کی امامت بھی مولانا زبیر مرحوم نے

مرکز دہلی کی مسجد میں کی۔ کاتب سطور ان کی اور پروفیسر مسعود عبدالحی مرحوم کی طلب پر ۹؍ رمضان المبارک میں دہلی جا کر چوتھے دن سہارنپور واپس ہوا۔

☆ رمضان ۱۴۲۵ھ: معمول کے مطابق مولانا نے تراویح کی امامت کی۔ راقم سطور نے اس ماہ کی ۱۳؍ اور ۱۴؍ تاریخ نظام الدین گزاری، پھر دوبارہ ۲۶؍ میں دہلی کا سفر کر کے ۲۹؍ رمضان میں واپس آیا۔

چونکہ کاتب سطور نے اس سال مع اہلیہ واطفال عید سہارنپور میں کی تھی اس لئے عید الفطر کے اگلے دن ۲؍ شوال/ ۱۶ نومبر منگل میں مولانا مرحوم عید کی ملاقات کے لئے سہارنپور آئے۔ اور چند گھنٹہ کے مختصر قیام کے بعد عجلت میں دہلی واپس ہو گئے۔ کاتب سطور بھی انہی کے ساتھ دہلی گیا۔ یہ عجلت اس لئے تھی کہ ۳؍ شوال/ ۱۷؍ نومبر میں مولانا مرحوم اور ان کی معیت میں کاتب سطور کا اجتماع رائیونڈ میں شرکت کے لئے پاکستان کا سفر طے تھا۔

☆ رمضان ۱۴۲۶ھ: اس رمضان کی تراویح کی ترتیب یہ رہی کہ مولانا مرحوم نے مسجد بنگلہ میں، عزیزم مولوی زہیر سلمہ نے مسجد قریش میں، عزیزم مولوی صہیب سلمہ نے مسجد بغداد والی میں، عزیزم مولوی خبیب سلمہ نے مسجد کوٹ اور عزیزم یاسر سلمہ نے مسجد عرب سرائے میں کلام پاک سنایا۔ مولانا مرحوم نے آخری عشرہ کا اعتکاف بھی کیا۔

۲۷؍ رمضان میں راقم سطور مع اپنے والد ماجد مرحوم اور ہر دو برادران مولوی محمد راشد و مولوی محمد ساجد مرکز نظام الدین پہنچے۔ ۲۹؍ ویں شب میں مولانا مرحوم کی تراویح کا کلام پاک پورا ہوا۔ جس کی دعا میں شرکت کرنے والے افراد کی تعداد معمول سے بہت زیادہ تھی۔ عید الفطر وہیں کی گئی۔ اور ۴؍ شوال میں راقم سطور سہارنپور واپس ہوا۔

اسی رمضان کی ۶؍ تاریخ میں گجرات کے قدیم داعی و مبلغ مولانا عبدالغنی احمد آبادی کا وصال ہوا۔ حضرت مولانا ابراہیم (دیولہ) کی زیر امامت نماز جنازہ ہوئی۔

موصوف جامعہ مظاہر علوم کے قدیم فارغ اور حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ کے

خلفاء ومجازین میں تھے اور اسی لئے وہ دعوت، تعلیم اور ذکر وفکر کو بڑی اجتماعیت کے ساتھ لے کر چل رہے تھے۔

☆ رمضان ۱۴۲۷ھ......۱۴۲۸ھ......۱۴۲۹ھ:

(قارئین کتاب ان تین سالوں سے متعلق معلومات بھیجیں تو کرم ہوگا۔)

☆ رمضان ۱۴۳۰ھ: اس ماہ مبارک کی آمد سے چار یوم قبل مولانا زبیر مرحوم مع قافلہ مستورات سفر حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوگئے تھے۔ پورا ماہ مبارک وہیں گذار کر ۶ر شوال/ ۲۵ر ستمبر جمعہ میں دہلی واپس ہوئے۔

مزید تفصیلات اسفار حج وعمرہ میں ملاحظہ کرلی جائیں۔

☆ رمضان ۱۴۳۱ھ: امسال مولانا زبیر مرحوم نے اپنے گھر میں نماز تراویح کی امامت کی، جس میں بڑی تعداد میں مرکز کے مقیم حضرات اور جماعتوں کے خواص شریک رہے اور چونکہ حال ہی میں ان کے ذاتی مکان کی جدید تعمیر میں ایک بڑا تہہ خانہ (بیسمنٹ) بھی بن چکا تھا۔ اس لئے دہلی اور بستی کی مستورات بھی بڑی تعداد میں شریک تراویح ہوئیں۔

ان کا معمول گھر میں بھی یومیہ سوا سپارہ سنانے کا رہا جس سے وہ بڑے اطمینان کے ساتھ گھنٹہ سوا گھنٹہ میں فارغ ہوجاتے تھے۔ نماز عشاء کی امامت مولانا احمد مڑھی کی ہوتی تھی اور وہی بطور خاص آپ کے سامع بھی ہوتے تھے۔

مولانا کے تینوں فرزندوں نے بستی حضرت نظام الدین میں واقع تین مساجد میں اس سال بھی نماز تراویح پڑھائی۔ یہ راقم ۱۵ر رمضان کو دہلی پہنچ کر ۱۸ر رمضان میں سہارنپور واپس ہوا اور ان کی اقتداء میں پارہ نمبر ۱۸ر و ۱۹ر سنا۔

عزیز مولوی زہیر سلمہ ۲۸ر رمضان میں عزیز محمد صالح کے ختم قرآن میں شرکت کے لئے سہارنپور آکر اگلے دن دہلی واپس ہوئے۔

اس مرتبہ کی عید بھی راقم سطور نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ سہارنپور کی تھی اور

اسی وجہ سے عید بعد سے نظام الدین جانے کا داعیہ پیدا ہوتا رہا۔لیکن خود مولانا زبیر مرحوم کی ہر روز سہارنپور آمد کے احتمال میں میرا سفر دہلی مؤخر ہوتا رہا اور دوسری جانب بابری مسجد تنازعہ پر عدالت کا فیصلہ آنے سے گرم گرم خبروں سے ماحول میں فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلتی چلی گئی۔یہاں تک کہ مولانا مرحوم ۱۸رشوال/ ۲۸ رستمبر میں اپنے اعزہ واقارب ، بیٹیوں اور بھانجیوں سے ملاقات اور عید کی مبارکباد دینے کے لئے سہارنپور آ گئے۔

آپ کے یہاں کے قیام میں بابری مسجد سے متعلق عدالتی فیصلہ آیا۔اس موقعہ پر فکر بھی ہوئی کہ اگر حالات خراب ہو گئے تو ان کی دہلی واپسی مشکل ہو جائے گی۔جبکہ بعض وجوہ سے ان کا مرکز نظام الدین جلدی پہنچنا ضروری تھا۔چنانچہ راقم سطور نے دہلی کے متعدد احباب جناب الحاج بھائی نعمت اللہ صاحب وغیرہ سے مولانا مرحوم کی دہلی واپسی کے متعلق مشورہ بھی کئے اور پھر وہ اللہ کا نام لے کر ۲۱رشوال جمعہ بعد نماز فجر روانہ ہو کر بخیر وعافیت دہلی پہنچ گئے۔

☆ رمضان ۱۴۳۲ھ: اس سال بھی مولانا مرحوم نے نماز تراویح اپنے مکان میں پڑھائی۔ رمضان کے ابتدائی دو روزے، نیز ۲۱ر سے ۲۴رتاریخ تک (۴ یوم) راقم سطور نے نظام الدین میں گذارے، اور مولانا مرحوم کے زیر امامت اپنی تراویح ادا کی۔

مولانا مرحوم کے مشورہ سے انیسویں شب میں مولانا احمد لاٹ مرکز نظام الدین سے تشریف لائے اور انہوں نے معتکف شیخ میں مفتی ناصر سیتاپوری کے ختم کلام پاک پر دعوتی وتبلیغی تقریر، تشکیل اور طویل دعا کرائی۔جس میں مجمع ہمیشہ سے زیادہ تھا۔

رمضان المبارک کی آخری تاریخوں میں راقم سطور کے والد ماجد (مولانا سید محمد الیاس سہارنپوری) نے حضرت نظام الدین دہلی کا سفر کیا اور پھر مولانا مرحوم کے اصرار پر عید الفطر بھی وہیں کر کے ۴رشوال میں واپس سہارنپور آئے۔

یہاں راقم سطور اپنے روزنامچہ کا ایک اندراج نقل کرتا ہے جو مولانا زبیر مرحوم کی

شفقت ومحبت سے تعلق رکھتا ہے۔

”یکم رمضان/۲راگست منگل میں سحری مولانا زبیر کے ساتھ کھا کر بعد فجر ۹ بجے تک آرام کر کے شاہدرہ ۱۰ بجے (مظاہر علوم کے مقدمہ کے سلسلہ میں) سپریم کورٹ پہنچا۔ اور معمول کے مطابق اپنے وکیل کے چیمبر میں ہی تلاوت وغیرہ میں مشغول رہا۔

سپریم کورٹ میں اگلی تاریخ لگنے پر مرکز نظام الدین آکر فوری طور پر سہارنپور روانگی ہوئی۔ مولانا زبیر، عزیز زہیر اور عزیزہ سودہ سلمہا نے ٹھہرنے پر اصرار کیا لیکن بندہ نے یہ عذر کر دیا کہ کل کا سارا دن بھی روزہ ہی کی حالت میں سفر میں نکل جائے گا۔ اس لئے آج ہی جانا بہتر ہے۔

سہارنپور پہنچ کر روزہ کی وجہ سے بڑی تھکاوٹ محسوس ہوئی اس لئے آج کی تراویح گھر میں عزیز یاسر کی اقتداء میں ادا کی اور پھر تیسرے روزہ کی تراویح مظاہر علوم میں اپنے کمرہ میں پڑھائی اور تین سیپاروں سے اس کی شروعات کی۔“

☆ **رمضان ۱۴۳۳ھ:** اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے اس ماہ کی ۳رتاریخ میں ۴۵رمردوں، عورتوں اور بچوں کا قافلہ مولانا زبیر الحسن مرحوم کی معیت وامارت میں حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو کر بڑی خیر وعافیت کے ساتھ ۲رشوال/۲۰راگست میں دہلی واپس ہوا۔

پہلی تراویح مولانا مرحوم نے اپنے حجرے میں عزیز مولوی محمد انس ابن مولانا خالد سہارنپوری کے اقتدا میں ادا کی، مستورات میں عزیز مولوی محمد صالح سلمہ نے سنایا۔

اس سفر کی مزید تفصیلات آنے والے عنوان اسفار حج وعمرہ میں پڑھی جائیں۔

☆ **رمضان ۱۴۳۴ھ:** مولانا مرحوم کی حیات کا یہ آخری رمضان مبارک اپنی کیفیت کے اعتبار سے عجیب بہاریں اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔

دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ خشوع وخضوع رجوع الی اللہ اور دعاؤں کی مقدار اس

ماہ میں بہت زیادہ تھی۔ روزانہ جماعتوں کی روانگی کے وقت بھی مختصر جملوں میں دعوتی اصول وہدایات اور تبلیغی نصائح پر اکتفاء کرتے ہوئے ان پر گریہ طاری ہو جایا کرتا تھا۔

وہ عام طور پر صبح نو بجے استنجاء وضو سے فارغ ہو کر نوافل میں مشغول ہو جاتے۔ اسی میں جماعتوں کی روانگی کا وقت آجاتا تو مسجد میں آجاتے۔ بیان اور دعا کے بعد کمرے میں آکر پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔

ماہ رمضان المبارک میں روزانہ کا مشورہ صبح کے بجائے بعد نماز ظہر متعین تھا لیکن مولانا مرحوم اس میں نہ جا کر وہ وقت ذکر بارہ تسبیح میں لگاتے اور پھر بڑے اہتمام سے مشورہ کی کاپی منگوا کر ملاحظہ کرتے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ آج کے مشورہ میں کیا کیا امور کس کس کے لئے طے ہوئے۔ عصر سے قبل تھوڑی بہت دیر آرام کرتے اور پھر بعد عصر روزہ کشائی سے کچھ دیر پہلے تک مختلف اساتذہ کو حفظ قرآن پاک سناتے۔

عام طور پر ماہ رمضان المبارک میں آپ کا کلام پاک جناب حافظ نورالدین اور جناب حافظ محمد یعقوب سنا کرتے تھے۔

آپ کا افطار کا معمول حضرت جی ثالث کی وفات کے چند سال بعد تک تو عام مہمانوں کے ساتھ رہا۔ حضرت مولانا محمد یوسف، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کے زمانہ حیات میں بھی افطار کھانا اور چائے سب ساتھ ساتھ نماز مغرب سے قبل ہوتی تھی لیکن جب صاحبزادہ صاحب کے تاکیدی اصرار پر اذان کے بعد افطار اور نماز مغرب کے بعد کھانے کی جدید ترتیب بن گئی تو مولانا مرحوم نے اپنے کمرہ میں اسی قدیمی نظام کو بحال کر لیا۔ جوان دونوں بڑوں کے زمانہ سے چلا آرہا تھا۔ چنانچہ آپ کے کمرے میں بہت سے خواص مقیمین اور مختلف ملکوں کے مہمان آکر ایک ہی مجلس میں سب کاموں سے فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ بعد نماز مغرب مختصر سنتیں اور نوافل پڑھ کر چائے پیتے اور پھر فوراً ہی تراویح کی تیاری میں لگ جاتے۔

آخر کے چند سالوں میں مولانا مرحوم نے اپنے زنان خانہ میں تراویح پڑھانی شروع کردی تھی۔ صرف آخر کے دو سالوں میں آپ تراویح نہیں پڑھا سکے۔

اس آخری سال میں عزیز مولوی محمد یاسر سلمہ نے پہلے عشرہ میں ترواتح پڑھائی اور آخر کے دو عشروں میں مفتی محمد صالح سلمہ نے اس قرآن پاک کی تکمیل کی۔

مولانا مرحوم کے بہت سے احباب وخواص جن میں میرے والد (مولانا حکیم محمد الیاس مرحوم بھی شامل ہیں) اس تراویح میں شریک ہوتے تھے۔ ۷؍رمضان/ ۱۸؍جولائی جمعرات میں مولوی محمد صالح سلمہ مدرسۃ الشیخ محمد زکریا سہارنپور میں کلام پاک ختم کر کے دہلی پہنچے اور اگلے دن کی تراویح انہوں نے پڑھائی اور عزیز یاسر سلمہ اسی دن سہارنپور لوٹ آئے تاکہ مکان پر اپنی والدہ اور خاندانی مستورات کو باقی ایام میں کلام پاک تراویح میں سنائیں۔

گھر کی مستورات کے علاوہ بستی حضرت نظام الدین نیز علاقہ جامع مسجد اور بھوگل، اوکھلا کے علاقوں سے بھی مستورات کی ایک بڑی تعداد نیز مرکز میں باہر سے آنے والی مستورات کی جماعتیں اس تراویح میں شرکت کیا کرتی تھیں۔

اٹھائیسویں شب میں مفتی محمد صالح کا کلام پاک ختم ہوا۔ جس میں مردوں اور عورتوں کی بڑی تعداد شریک تھیں۔ آخری شب کی تراویح آپ نے اپنے کمرے میں ادا کی اور جس کی امامت مولوی محمد صہیب سلمہ نے سورہ الم ترکیف سے کی۔

معمول یہ تھا کہ سوا پارہ یومیہ تراویح میں بڑے اطمینان کے ساتھ سنتے یا سناتے تھے۔ مردوں میں حضرت مولانا محمد یعقوب، مولانا احمد مڑھی، ڈاکٹر محسن ولی اور دیگر خواص اہتمام سے شریک ہوتے تھے۔ تراویح سے فراغ پر باہر حجرہ میں آپ کا دسترخوان لگتا جس میں مختلف انواع واقسام کی نعمتیں مثلاً پھلوں کی چاٹ، پھلکیاں، اُبلے ہوئے چنے، مٹھائی وغیرہ ہوتی تھی۔ یہ دسترخوان ملکی اور غیر ملکی مہمانوں کے لئے مخصوص تھا۔ چنانچہ روزانہ کے یہ

خواص آپ کے دسترخوان پر آتے تھے۔ بارہ بجے تک اس سے فراغت پاکر پھر گھر کی مستورات اور بچوں کے لئے دوسرا دسترخوان لگایا جاتا، بعدازاں مولانا مرحوم کچھ دیر آرام کرتے اور پھر بیدار ہوکر نماز تہجد اس کے بعد سحری کھاتے تھے۔ اس موقعہ پر بھی خواص اور عرب وغیر عرب مہمانان اچھی تعداد میں شریک دسترخوان رہتے۔

نماز فجر کے فوراً بعد صبح نو بجے تک سونے کا معمول ہوتا تھا۔

اس مبارک مہینہ کے لیل ونہار بہت برکت وسکون کے ساتھ گذر رہے تھے کہ دفعتہً ۱۱ر رمضان سے آپ کو تنفس کی شکایت پیدا ہوئی۔ سانس کی یہ تکلیف بڑھ جانے پر ۱۵ر رمضان المبارک/۲۴ر جولائی بدھ میں مولانا کو بغرض وآرام ہسپتال لے جانا پڑا۔ تقریباً ایک عشرہ بعد قدرے صحت بحال ہونے پر ۱۵ر رمضان/۴ر اگست میں آپ مرکز نظام الدین واپس ہوئے۔

عید سے اگلے دن حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی (صدر جمعیۃ علماء ہند) اپنے متعدد احباب کے ساتھ آپ کی عیادت ومزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔

۷ر شوال/ ۱۵ر اگست تک راقم سطور ان کی خدمت میں رہ کر مع اہلیہ واطفال سہارنپور واپس ہوا۔ مرحوم کے اصرار پر یہ پورا رمضان مبارک میرے والد محترم نے مرکز نظام الدین قیام کرتے ہوئے ان ہی کے پاس گزارا تھا۔

گیارہواں باب

☆......حضرت جی ثالث کی وفات

اور فتنوں کی برسات

☆......جو درخت جتنا سایہ دار اور بڑا ہوتا ہے......

حضرت جی ثالث کی وفات اور فتنوں کی برسات

۹ رمحرم ۱۴۱۶ھ/ ۹ رجون ۱۹۹۵ء میں حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کی وفات پر اُس دورِ زرّیں کا اختتام ہوا جس کا آغاز حضرت مولانا محمد الیاس کے عہد مسعود میں ہوا تھا۔

اس سانحہ وفات کے فوری بعد آپ کی متعین کردہ عالمی شوریٰ کے متعدد اراکین بشمول حضرت الحاج عبد الوہاب، حضرت مولانا مفتی زین العابدین اور جناب محمد افضل وغیرہ وغیرہ دہلی مرکز تبلیغ تشریف لائے، نماز جنازہ اور تدفین کے مراحل سے فارغ ہوکر ۱۲ رجون ۱۹۹۵ء/ ۱۲ رمحرم ۱۴۱۶ھ کو ان حضرات نے اپنے اجتماعی مشورہ میں دو باتیں بہت اہمیت کے ساتھ طے کیں۔

اول یہ کہ کسی بھی شخص کو امیر مقرر نہ کرکے بنگلہ والی مسجد کے لئے پانچ افراد کی شوریٰ متعین کی اور طے کیا کہ یہ شوریٰ نوبت بہ نوبت ایک ایک ہفتہ فیصل رہ کر دعوتی و تبلیغی امور کا نظم و انتظام چلائے گی۔

دوسری یہ کہ مرکز نظام الدین کی چہار دیواری میں سلسلہ بیعت ختم کیا جاتا ہے۔ اب یہاں پر کوئی شخص کسی کو بیعت نہیں کرے گا۔

مولانا زبیر مرحوم کو اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے کہ انہوں نے حضرت جی ثالث کی وفات کے بعد عالمی شوریٰ کے اس فیصلہ کے احترام میں بیعت کرنے میں بہت ہی زیادہ احتیاط کی۔ حالانکہ حضرت شیخ ؒ نے آپ کو تبلیغی مصلحت سے ہی اجازت وخلافت مرحمت فرمائی تھی اور وقت کے بہت سے اکابر نے طالبینِ اصلاح کو آپ سے رجوع کرنے اور روحانی تعلق رکھنے پر متوجہ کیا تھا۔

انہوں نے اپنا معمول یہ بنالیا تھا کہ جب ان سے بیعت ہونے پر اصرار کیا جاتا

تو وہ اتنا کہہ دیا کرتے تھے کہ والد صاحب کی بیعت ہی کافی ہے۔ اب آپ ان کے بتلائے ہوئے معمولات پر عمل کریں اور جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لیا کریں۔

کاتب سطور ان کی مجلس میں بہت کثرت سے یہ منظر دیکھا کرتا تھا کہ اہل دعوت اور اہل علم ان سے بیعت ہونے کے لئے اصرار کرتے مگر وہ یہ ہی کہہ کر انکار کر دیا کرتے تھے کہ شوریٰ کی طرف سے ممانعت ہے۔

جو درخت جتنا سایہ دار اور بڑا ہوتا ہے اور جتنی اس کی چھاؤں گھنی ہوتی ہے وہ جب کسی وجہ سے گرتا ہے تو اس کی آواز نہ صرف دور دور تک سنائی دیتی ہے بلکہ اس کے گرنے کی وجہ سے گرد و غبار اور دھول مٹی بھی بہت دور دور تک فضا کو مکدر کر دیتی ہے۔

کچھ ایسا ہی نظام اس دنیائے رنگ و بو میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبین اور روحانی صفات و احسانی کمالات سے متصف مخلصین کے لئے کر رکھا ہے کہ ان کی وفات سے نہ صرف دنیا کی فضا مکدر اور خراب ہو جاتی ہے بلکہ ان کی نالہ کشی اور آہ و بکاہ کی برکت سے فتنوں کے جو دروازے بند ہوتے ہیں وہ ان کے اٹھ جانے سے کھل جاتے ہیں اور پھر مداہنت و منافقت کا بازار گرم ہو جاتا ہے اور اندر کا کھوٹ باہر آ کر دلوں میں توڑ پیدا کر دیتا ہے۔

حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسن بلاشبہ اس دور کے خاصان خدا میں تھے اولیاء کبار میں ان کا شمار ہوتا تھا، اپنے وقت کے صاحب ارشاد شیخ تھے دعوت اور دعا ان کا خصوصی وصف تھا، جلال و جمال کا سنگم تھے۔ بارگاہ الٰہیہ سے ان کو شان تمکین و تمکنت عطا کی گئی تھی۔ وہ حضرت مولانا محمد الیاس کے بہترین وارث اور حضرت مولانا محمد یوسف کے سچے جانشین تھے۔ قطب عالم حضرت شیخ اور وقت کے تمام اکابر کے متفقہ فیصلہ کے مطابق انہوں نے اس وراثت اور جانشینی کی ذمہ داریاں کامل طور پر پوری کی تھیں۔

چنانچہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا کہ ان کے اٹھتے ہی فتنوں کے بند دروازے کھلتے چلے گئے۔ یعنی!

دیوار کیا گری مرے کچے مکان کی ‏ ‏ ‏ یاروں نے گھر کے صحن میں رستہ بنالیا

اور وہ چونکہ ایک عالمی امیر ہونے کے حیثیت سے عالمی کام کی سربراہی فرما رہے تھے اس لئے فتنے بھی عالمگیر شکل میں سامنے آئے۔

ان میں بعض فتنوں نے تو ایسی خطرناک شکل اختیار کی کہ مرکز تبلیغ نظام الدین کے بام و در ہل گئے خلوص اخلاص اور للّٰہیت کے جنازے نکلتے ہوئے لوگوں نے دیکھے اور چشم بصیرت نے ان جنازوں پر مولانا محمد الیاس، مولانا محمد زکریا، مولانا محمد یوسف اور مولانا انعام الحسن کی ارواح مقدسہ کو روتے ہوئے پایا۔

مولانا زبیر مرحوم کا صبر وتحمل اور سکوت پیہم

لیکن دنیا نے اس وقت بھی اس کا اعتراف کیا اور آج بھی وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ ان تمام سخت اور صبر آزما حالات میں مولانا زبیر مرحوم استقامت عزم و ہمت اور تسلیم و رضا کا پیکر بنے رہے اور بڑے سے بڑے ناگوار واقعہ پر بھی وہ کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔ ردِعمل کے طور پر وہ بھی بہت کچھ منصوبے بنا سکتے تھے لیکن نہیں بنائے۔

وہاں کی چہار دیواری میں ان کے والد ماجد مرحوم کے نام اور کام کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ خود مولانا زبیر مرحوم کو بھی دیوار سے لگانے کی بیجد جدوجہد کی گئی ان کے ساتھ بھرپور استخفاف کا معاملہ کیا گیا اور قدم قدم پر ان کو یہ بتلایا گیا کہ ہمارے نزدیک اس چہار دیواری میں آپ کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں اور کل جس طرح ہمیں آپ کے والد مرحوم کی ضرورت نہیں تھی اسی طرح آج آپ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن یہ ان کا طبعی کمال اور جوہری وصف تھا کہ وہ روزانہ صبح نو بجے مرکزی شوریٰ میں بڑے اطمینان اور بشاشت کے ساتھ جاتے اور پھر وہاں اپنی ذات اور دعوتی امور و معاملات کے ساتھ ہونے والے طرز عمل کی وجہ سے بڑی ضیق اور انقباض کے ساتھ واپس

آتے وہ مشورہ میں ہر روز شانِ امارت اور شانِ حاکمیت کا کھوکھلا اور بے مقصد نظارہ دیکھتے لیکن خاموش رہتے، بہت سے بہت یہ کر لیتے کہ کئی کئی دن مشورہ میں شریک نہ ہوتے۔

والد ماجد کی وفات کے بعد انہوں نے تسلیم ورضا کو اپنی عبادت اور سکوت و خاموشی کو اپنی عادت بنالیا تھا، وہ صبح سے شام تک مرکز میں سب کچھ دیکھتے اور سنتے تھے لیکن ہونٹوں پر لگی ہوئی مہر سکوت نہیں توڑتے تھے۔ ان کے اس عمل میں یقیناً ان کے والد ماجد کی وہ منامی ہدایت بھی شامل تھی جس کے الفاظ یہ تھے کہ!

''زبیر وشاہد سے کہہ دینا کہ زبان بند رکھیں البتہ یہ دیکھتے رہیں کہ کون کیا کر رہا ہے۔''

ایک مرتبہ ایسے ہی سخت حالات میں شوریٰ سے فراغ پر وہ اپنے حجرے میں واپس آئے تو چہرے پر دوران مشورہ پیش آنے والے احوال کا شدید تاثر تھا اسی وقت حضرت جیؒ ثالث کے کچھ خواص نے حجرہ میں آکر ان سے اس صورت حال پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کچھ کہنے سننے کی اجازت چاہی۔ قریب تھا کہ مولانا مرحوم کی آنکھوں کے پیمانے چھلک جاتے اور ضبط کا بندھن ٹوٹ جاتا لیکن راقم سطور نے (جو اس مجلس میں موجود تھا) فوراً فارسی کے مشہور شاعر ''خاقانی'' کے اشعار پڑھ کر شرکائے مجلس کے جوش وجذبات کو نہ صرف ٹھنڈا کر دیا بلکہ مجلس کا رخ ہی موڑ دیا تھا۔

خاقانی کے وہ اشعار آپ بھی پڑھ لیں!

قل ہو واللہ کہ وصفِ خالق ما است　　　زیرِ تبت یدا ابی لہب است

نے مرا ننگ نے ترا ادب است　　　گر فروتر نشست خاقانی

ان کی موجودگی میں ان کے سامنے ہر ہر لمحہ اُن کے والد ماجد کے ۳۲ رسالہ دور امارت کے دعوتی وتبلیغی کام کی نفی کی گئی اور ہر ہر لحظہ وہاں کے منبر ومحراب سے یہ آواز بلند کی گئی کہ ان کے دور امارت کے ۳۲ رسالہ بگاڑ کو ہم آہستہ آہستہ دور کریں گے۔

صاحبزادہ صاحب کی جانب سے برملا تقریروں میں اعلان کیا جاتا رہا کہ مولانا

یوسف تک تو یہ کام دعوتی اور تبلیغی رہا۔ بعد کے لوگوں نے اس کو تحریک بنا دیا۔

عام سننے والے بھی اس جملہ میں پوشیدہ زہرناکی کو برداشت نہیں کر پاتے تھے تو پھر مولانا مرحوم پر تو کتنی سخت گذرتی ہوگی۔ روزمرہ کی تقریروں میں ان کا نام لینا یا ان کے دور امارت کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں اور ممالک غیر میں کام کے استقبال اور اس کی وسعت ومقبولیت کا ذکر کرنا ایک شجر ممنوعہ قرار دیا گیا لیکن اللہ کے اس مرحوم بندہ نے اس پر گرم وسرد آہیں تو خوب بھریں مگر احتجاج کبھی نہیں کیا اگر وہ ایسا کرتے تو یقیناً ایک عالَم کا عالَم ان کا ساتھ دیتا۔ کیونکہ دنیا اندھی نہیں تھی کہ وہ حضرت جی ثالث کے کام اور مقام کا انکار کر دیتی۔(۱)

اور آپ اس کو حضرت حق جل مجدہ کی بے نیازی سمجھیں یا مقام عبرت کہ ۳۲ رسالہ بگاڑ دور کرنے کے دعویداروں کو حضرت جی ثالث کی بے حد وسیع وعمیق ذات اور روحانی قدروں سے مالا مال شخصیت اور صفات سے اتنی نسبت بھی نہیں تھی جتنی ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے۔ سچ ہے **لا تعمی الابصار ولا کن تعمی القلوب التی فی الصدور.**

اور اس کے بالمقابل گذشتہ بیس بائیس سالوں میں حضرات شیخین (مولانا محمد الیاس، ومولانا محمد یوسف) کے لا تعداد ملفوظات وارشادات منبر ومحراب سے ایسے ایسے سنائے جاچکے کہ زیادہ تر ان کا تعلق بے صفحہ کی کتاب سے ہے اور بطون اوراق ان سے خالی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان ملفوظات وارشادات کی خوشبو مرکز کی چہار دیواری میں نہیں پھیل سکی۔

---

(۱) حضرت جی ثالث کے بعد کے ابتدائی چند سالوں میں صاحبزادہ صاحب کا یہ ملفوظ اس طرح تھا کہ!

''اس دعوتی کام کے دو دشمن ہیں۔ ایک شیخ کہ انہوں نے میرے دادا کی گدی مولوی انعام کو دے دی اور دوسرے دشمن مولوی انعام ہیں کہ انہوں نے اس کام کو ایک تحریک بنا دیا۔''

لیکن بعد میں ان کو اس ملفوظ کی زہرناکی اور خطرناکی کا احساس ہو کر اندازہ ہوا کہ بیک وقت دو پہاڑوں سے ٹکرانا آسان نہیں ہے۔ تب انہوں نے حضرت شیخ کا حوالہ دیئے بغیر صرف حضرت جی ثالث کو نشانہ بنا کر اپنا یہ ملفوظ کھلم کھلا تقریروں میں بیان کرنا شروع کر دیا۔

نصف صدی سے زائد جان ومال اور زندگی کھپانے والوں میں شامل مولانا اسماعیل گودھرا، مولانا عثمان کاکوسی گجرات، مولانا عبدالرحمٰن رویانہ، جناب فاروق بھائی بنگلور، پروفیسر خالد صدیقی علی گڑھ، پروفیسر محمد محسن لکھنؤ، پروفیسر ثناء اللہ علی گڑھ، پروفیسر عبدالرحمٰن مدراس نے بھی اپنے اپنے دستخطوں سے جو طویل مکتوب ''ذمہ داران دعوت وتبلیغ اور ہمدردان ملت کے نام ۲۵رشوال ۱۴۳۷ھ/۳۰رجولائی ۲۰۱۶ء میں مرتب کر کے ہندوستان، پاکستان، سعودی عرب، قطر، کویت، بیلجیم، مصر، فرانس اور یمن وغیرہ کے عمائدین تبلیغ کو بھیجا تھا۔ اس میں بھی حضرت جی ثالث، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کی شخصیت کوداغ دار اوران کے کام اور مقام کو بے قیمت اور بے حیثیت بنانے کی اس مذموم کوشش کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

''مولانا انعام الحسن صاحب کے تیس (۳۰) سالہ دور دعوت کو تنظیم کے نام سے الجھایا اور مجمع کے سامنے یوں کہا گیا کہ مولانا الیاس اور مولانا یوسف صاحب کے زمانے میں (تو دعوتی وتبلیغی) کام ہوا، بعد میں کام نے تنظیم کی شکل اختیار کرلی، جس کا مضر اثر یہ ہوا کہ عملہ کی زبان پر یہ بات آنے لگی کہ مولانا انعام الحسن صاحب ان دونوں بزرگوں کی دعوت کو سمجھ ہی نہیں سکے اور تیس (۳۰) سالہ دور برباد کردیا گیا۔''

اس نوع کے رکیک جملوں کو سن کر گزشتہ ۲۰/۲۲رسالہ دور میں بلا مبالغہ احباب تبلیغ کے سینکڑوں خطوط ہندوستان اور دور ونزدیک کے ممالک سے اس مضمون کے موصول ہوچکے ہیں کہ!

کیا مولانا انعام الحسن نے اپنے ۳۰رسالہ دور امارت میں کوئی کام کی بات ہی نہیں فرمائی اور کوئی کارآمد کام ہی نہیں کیا حالانکہ ان کے زمانے میں کام خوب پروان چڑھا اوران کا وجود کام کے حق میں اور کام کرنے والوں کے حق میں اتنا

بابرکت تھا کہ ان کے جاتے ہی قلوب میں کمزوری اور ساتھیوں میں انتشار کا بڑھنا اور کام والوں کے حوصلہ میں کمی کا پایا جانا روز افزوں ہے اور جس کے تدارک کی کوئی بھی شکل نظر نہیں آرہی ہے۔

دنیا بھر کے عمائدین مبلغین کی جانب سے اس مضمون کے بلا مبالغہ درجنوں خطوط راقم سطور نے خود پڑھے ہیں اور ان میں سے متعدد محفوظ بھی کرر کھے ہیں۔

اسی زمانہ کا ایک واقعہ ہے کہ برسہابرس سے مرکز دہلی میں مقیم ایک داعی و مبلغ سے کاتب سطور نے بڑے تاسف کے ساتھ یہ کہا کہ کبھی تو آپ اپنی تقریر میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا نام لے دیا کریں یا ان کا کوئی واقعہ سنا دیا کریں۔

میری اس درخواست پر انہوں نے معذرت آمیز لیکن رنجیدہ لہجہ میں یہ جواب دیا تھا کہ مہینہ دو مہینہ میں ایک مرتبہ تقریر کا نمبر آجاتا ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔

یہ جواب سن کر بندہ کو ان کی معذرت قبول کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا کیونکہ وہ واقعہ اور حقیقت کے مطابق تھی۔

لیکن یہ بھی خدائے پاک کی شان اور ان کا غیبی نظام ہے کہ حضرت جی ثالث کے زمانے کے علماء و مشائخ اور اہل قلوب سب اس حقیقت کے اعتراف پر متفق اللسان رہے کہ دعوت و تبلیغ کے کام میں وسعت و آفاقیت دیتے ہوئے اپنے پیش رو اکابر کے قائم کردہ اصول اور نقوش پر حضرت موصوف مرحوم نے پورے پورے طور پر عمل کیا چنانچہ اس سلسلہ کی بڑی مضبوط شہادت یہ ہے کہ آپ کے دور امارت کے آغاز میں جب ایک علاقہ کے لوگوں نے حب علی میں نہیں بلکہ بغض معاویہ میں آپ کے خلاف محاذ قائم کیا اور اس کے برے اثرات مرکز کی چہار دیواری تک آنے لگے تب آپ نے مخزن انوار ربانیہ اور سر حلقہ عشاق محمدیہ مخدومنا حضرت شیخ ؒ سے اجازت چاہی کہ مرکز نظام الدین چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر جائیں اور وہاں حضرت مولانا سعید احمد خاں کی معیت و رفاقت میں دعوتی کام کریں۔

اس پر حضرت شیخؒ نے بڑے منکسرانہ لیکن مضبوط لب ولہجہ میں فرمایا کہ!

''مولوی انعام ہرگز ایسا مت کرنا میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت مرکز میں کوئی ایسا نہیں جس میں اس کام کو سنبھالنے کی اہلیت اور صلاحیت ہو''

لیکن خواہشات کی غلامی کرنے والوں پر آج تک یہ حقیقت نہیں کھلی اور نہ کھل سکتی ہے کہ اپنے خلوص واخلاص کی بنیاد پر دین ومذہب پر مرمٹنے والوں کے نام اور کام کی حفاظت خود حضرت حق جل مجدہ کی بے نیاز ذات کرتی چلی آرہی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ وہ خود ان کے سفینہ کی حفاظت کرتے ہوئے سمندری طوفانوں کو حکم دے دیتی ہے کہ وہ اس سفینہ کو اپنی حفاظت میں لے کر کنارہ تک پہنچادیں۔

حفاظت جس سفینہ کی انہیں منظور ہوتی ہے

کنارہ پر اسے خود لا کے طوفاں چھوڑ جاتے ہیں

چنانچہ عالمی شوریٰ کی شکل میں یہاں بھی یہی ہوا کہ سفینہ کنارہ پر لگ گیا، ساحل سامنے نظر آنے لگا۔ شخصی نظام کے مقابلہ میں اجتماعی نظام اپنا وجود منوانے لگا اور حضرت مولانا انعام الحسن کی شخصیت کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔

بہر حال عنوان تھا فتنوں کی برسات کا چنانچہ مولانا زبیر الحسن مرحوم کے بیس سالہ دور حیات میں ایسے چھوٹے بڑے سینکڑوں فتن وحوادث پیش آئے جس میں ان کے امتحانات لئے گئے اور صبر واستقامت نے بلا اختیار ان کے پاؤں چوم لئے۔

لیکن ان میں چند ایسے بھی تھے جن کا ان پر بطور خاص کئی کئی ہفتے اور کئی کئی ماہ اثر رہا لیکن وہ صرف یہ سوچ کر صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئے کہ مرکز اور مرکزی کام کی اجتماعیت اور دعوت کی آبرو خواہ وہ کیسی بھی مضمحل اور کمزور ہو قائم اور باقی رہنی چاہئے۔

جلوت وخلوت اور ظاہر وباطن کے ایک ایک رتی وماشہ اور ایک ایک ذرہ پر اپنی بے پناہ گرفت رکھنے والی ذات عالی کو جو اس کائنات کے مالک وخالق ہیں اور جن کی شان

هو الظاهر و الباطن اور یعلم مافی الصدور ہےکوگواہ بنا کران سطور کا کاتب یہاں یہ لکھتا ہے کہ میں نے ان کو اپنی ذات کے لئے تو ایک مرتبہ بھی نہیں لیکن اس دعوتی عمل کے لئے تنہائیوں میں بار ہا ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے دیکھا ہے اور جب میں ان کو تسلی و تشفی کے کلمات کہتا تو وہ یہ جواب دیا کرتے تھے کہ!

شاہد! میری جان سخت ضیق میں ہے اگر کچھ بولتا ہوں تو فتنہ ہوتا ہے اور اگر خاموش رہتا ہوں تو اس کام کا نقصان ہوتا ہے۔ جس کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی ہے۔

آپ کے صبر وتحمل کا ایک قدیم داعی کی طرف سے اعتراف

دعوت وتبلیغ میں ایک قدیم عرصہ سے اپنی جان، مال اور وقت لگانے والے سعودی عرب میں مقیم ایک صاحب نے اپنا یہ واقعہ خود راقم سطور کو سنایا کہ!

"ایک زمانہ میں مجھ پر بڑے سخت حالات آئے، یہاں تک کہ میرے احباب بھی مجھ سے یکسو ہو گئے۔ جس کے نتیجہ میں اس دعوتی کام سے بھی لگاؤ اور تعلق بڑی حد تک کم ہو گیا۔

اسی دوران میرے دل میں یہ بات آئی کہ مکی حرم محترم میں جا کر خوب دعا کروں اور خوب روؤں۔ چنانچہ کعبۃ اللہ کا پردہ پکڑ کر میں نے دعائیں کیں۔ اس وقت میرے دل میں بڑی شدت سے یہ خیال آیا کہ نظام الدین مرکز پہنچ کر مولانا زبیر مرحوم کے سامنے اپنے تمام احوال رکھ کر ان سے مشورہ لوں۔ چنانچہ میں نے فون پر مولانا سے رابطہ کر کے دہلی آنے کی اجازت چاہی۔ مولانا مرحوم نے بڑی خوشی اور بشاشت کے ساتھ مجھے دہلی بلا لیا۔ میں پہنچا اور تخلیہ میں اپنے تمام احوال، الجھنیں، پریشانیاں اور اپنے احباب کی اپنے سے دوریاں اور ان کی ذات سے پہنچنے والی تکلیفیں تفصیل کے ساتھ سنائیں۔

مولانا گردن جھکائے بہت غور سے میری معروضات سنتے رہے اور پھر اس کے بعد ایک ٹھنڈا سانس بھر کر فرمایا کہ اپنی سنادی اب ہماری بھی سنو!

اور پھر بڑے تاثر کے ساتھ حضرت جی ثالث کی وفات سے اس وقت تک پیش آنے والی تکالیف، مخالفتیں اور اپنے چھوٹوں کے عناد و حسد کے واقعات ایسے درد بھرے انداز سے سنائے کہ مجھے بھی رونا آ گیا۔ وہ خود بھی رو رہے تھے جب مولانا مرحوم خاموش ہوئے تو میں نے بڑے ادب کے ساتھ ان سے یہ کہہ کر معافی مانگی کہ مولانا! آپ کی تکالیف اور ان پر صبر و تحمل کے مقابلہ میں تو میری تکلیفیں اور مخالفتیں ایسی ہیں جیسے پہاڑ کے سامنے کوئی ذرہ۔ اور اصل مجاہدہ تو واقعی آپ کا ہے۔

یہ کہہ کر میں دوبارہ معذرت کر کے ان کی مجلس سے اٹھ کر چلا آیا۔

اسی طرح اپنا ایک واقعہ جناب حافظ مجاہد الاسلام کانپوری اس طرح بیان کرتے ہیں!

''میری نظام الدین بار بار حاضری ہوتی رہی ہے ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ! آپ سے اور حضرت جی مولانا انعام الحسن سے محبت وعقیدت کی وجہ سے نئی نئی باتوں سے طبیعت پر بہت بوجھ ہوتا ہے، بتلایئے کیا کروں؟

اس پر فرمایا کہ خاموش رہو اور دعا کرتے رہو۔ اسی طرح ایک مرتبہ پرانوں کے جوڑ میں حاضر ہونے پر دعا کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ تم تو اپنی باتیں آ کر ہم سے کہہ دیتے ہو ہمارے بڑے تو قبروں میں چلے گئے، اب ہم کس سے کہیں؟ ہمارا تو بس اللہ ہی ہے، یہ کہہ کر خوب روئے اور میرے ساتھی بھی سسکیوں سے رونے لگے۔،

راقم سطور کی طرح نامعلوم کتنے اہل قلوب اور خواص کا وجدان یہ ہے کہ اس بے پناہ صبر و استقامت کی وجہ سے ہی ان پر بارگاہ الٰہیہ سے بڑی سُرعت اور وسعت کے

ساتھ رحمتوں و برکتوں کا نزول اور دربار نبویہ سے مبشرات اور بشارتوں کا ورود شروع ہو گیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ مولانا مرحوم کو خواب میں کثرت کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی زیارتیں ہوتیں اور دیگر ذرائع سے پیغامات ملتے اور جن کو وہ یادداشت کے طور پر اپنی ڈائری میں لکھتے رہا کرتے تھے۔ ان میں ایک پیغام تو ایسا تھا کہ جس شخص کے دل میں ایمان کی ذراسی بھی رمق اور حب نبوی ﷺ کی تھوڑی سی بھی چنگاری ہو تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل جائے۔

اب یہاں چند ایسے ہی فتن وحوادث کا تذکرہ اس یقین کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ تاریخ مستقبل میں ان پر اپنا منصفانہ فیصلہ ضرور صادر کر کے رہے گی، کیونکہ اس کے بے رحم ہاتھوں سے نہ کوئی بڑا بچ سکا ہے نہ کوئی چھوٹا اور نہ کوئی حاکم اور نہ محکوم۔ اور آج اُن کے تاریخ نگار واقعات وحقائق سے ہٹ کر خواہ کتنی ہی تاریخ سازی کر لیں لیکن وقت اور زمانہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دے گا۔

(۱) یہ حبِّ علی نہیں بلکہ بغضِ معاویہ تھا۔

حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کے سانحہ وفات کے صرف دو یوم بعد سب سے پہلا جوڑ ہریانہ پنجاب اور ہماچل پردیش کے کارکنان دعوت وتبلیغ کا مرکز نظام الدین دہلی میں ۱۲/۱۳/۱۴ ر محرم/ ۱۲/۱۳/۱۴ ر جون میں منعقد ہوا تھا اور اس کے دو یوم بعد ۱۷/۱۸/۱۹ ر محرم/ ۱۷/۱۸/۱۹ ر جون میں ہندوستان کے قدماء اور اصحاب دعوت وتبلیغ مرکز نظام الدین میں جمع ہوئے۔ نیز ۲۸ ر محرم/ ۲۸ ر جون میں میرٹھ کا اجتماع بھی ذہنی انتشار وخلفشار کے ساتھ جیسے تیسے کر کے پورا ہو گیا۔

گرم اور تند تیز ہوائیں تو اسی وقت سے چلنی شروع ہو گئی تھیں لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اس کی شدت اور حدت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

راقم سطور چونکہ ان احوال کا مشاہدہ بہت قریب سے کر رہا تھا اور فارسی کی ایک کہاوت نزلہ بر عضو ضعیف می ریزد کا بھی اندازہ تھا۔ اس لئے بہت پھونک پھونک کر قدم

اٹھا رہا تھا۔ چنانچہ احتیاطی تدبیر کے طور پر میرٹھ کے اس اجتماع میں ایک عامی کی حیثیت سے سہارنپور سے شریک ہوکر سہارنپور ہی واپس ہوگیا تھا۔

لیکن جب ۲ر صفر/۲ر جولائی شنبہ میں میوات کا سفر ہوا تو سالہا سال کے معمول کے مطابق یہ احقر بھی مولانا زبیر الحسن کی معیت میں نظام الدین مرکز سے روانہ ہوا اور اسی وقت دوسری گاڑی سے حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری بھی اسی سفر پر روانہ ہوئے۔

اور یہ شخصیت وہ تھی جن کا حضرت جی ثالث" لسان الدعوۃ والتبلیغ کہہ کر عربوں سے تعارف کرایا کرتے تھے۔ اور جن کا تعین حضرت شیخ" نے کئی ہفتوں کے استخاروں اور دعاؤں کے بعد مرکز کے لئے کیا تھا۔ ابھی گاڑی تھانہ نظام الدین کے گیٹ پر ہی پہنچی تھی کہ صاحبزادہ صاحب کا غصہ اور غیض وغضب ساتویں آسمان پر پہنچ گیا اور علی الاعلان گاڑی سے اتر کر راقم سطور پر خوب سب وشتم کرنے لگے۔

بندہ کو حالات اور ان کی دماغی کیفیت کو دیکھتے ہوئے اسی میں بہتر ائی اور خیر نظر آئی کہ خاموشی کے ساتھ خود بھی اتر جاؤں اور گاڑی سے اپنا سامان بھی اتار لوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق اور ان کے دیئے ہوئے صبر وحوصلہ کے ساتھ راقم سطور نے اپنا سفر ملتوی کر دیا اور سامان اتار لیا۔

مولانا زبیر مرحوم کو چونکہ اپنی ہی عزت بچانی مشکل ہو رہی تھی اور وہ حالات کے دباؤ اور ماحول کے جبر کا شکار تھے اس لئے وہ اس وقت بالکل صابر وساکت رہے۔ اس وقت شدت تاثر سے وہ بھی اپنا سفر ملتوی کرنا چاہتے تھے لیکن میری گذارش پر وہ میوات روانہ ہوگئے۔

مجھ سے نمٹ کر صاحبزادہ سلمہ حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری پر برسے ان پر غصہ اس لئے تھا کہ ان کے لئے میرٹھ کے احباب (حافظ محمد ہارون، حافظ سراج اور بھائی امیر الدین اور حاجی رئیس الدین صاحبان) خصوصی طور پر اپنی گاڑی کیوں لے کر آئے۔

اس موقع پر حافظ ہارون صاحب کا جواب یہ تھا کہ ہم لوگ حضرت جیؒ کے زمانے

سے سالہا سال سے اپنی گاڑی لے کر آرہے ہیں اور میوات نیز قرب وجوار کے اسفار حضرت جی اور مولانا محمد عمر کے ہماری گاڑیوں سے ہوتے رہے ہیں لیکن ان کے اس جواب کی کوئی سنوائی نہیں ہوئی۔(۱)

اس ڈانٹ ڈپٹ کے بعد مولانا پالنپوری بھی خاموشی سے گاڑی سے اتر کر اپنے دوخدام کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر تمام اعذار وامراض کے باوجود اس وقت تک سڑک پر کھڑے رہے جب تک کہ ان کے رفقاء ٹیکسی اسٹینڈ سے دوسری گاڑی لے کر نہیں آگئے اور پھر مولانا مرحوم بھی بہت خاموشی اور مجسمہ صبر ورضا بن کر ایک بڑے مجمع کی موجودگی میں دوسری گاڑی (ٹیکسی) میں میوات کے لئے روانہ ہوگئے۔

حزن وقلق سے بھرپور یہی وہ لیل ونہار تھے جن میں مولانا مرحوم نے اپنے درد وتاثر کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو اپنے ایک خط میں یہ الفاظ تحریر کئے تھے!

”حضرت والد صاحب کے انتقال کے بعد سے ہر وقت فکر اور غم سوار رہتا ہے پھر ۱۹/ مارچ سے کولمبو، سنگاپور، انڈونیشیا، آسٹریلیا، تھائی لینڈ ان ممالک کا تقریباً ایک ماہ کا دورہ ہے۔ بہت ہی لجاجت سے ہر آن ہر گھڑی دعاؤں اور توجہات کا محتاج ہوں امید ہے خوب دعاؤں میں یاد فرمائیں گے۔
۲۲/ رمضان سے ہمشیرہ بھی سہارنپور سے آئی ہوئی ہیں۔ حضرت والد صاحب کے حادثہ کا اثر اس پر بہت ہے۔ وہ بھی سلام مسنون اور دعا کی درخواست کرتی ہیں۔(۲)

---

(۱) حضرت مولانا انعام الحسنؒ کی ڈائری سے پتہ چلتا ہے کہ میرٹھ کے ان احباب کا اس مقصد کے لئے مرکز آمد و رفت آنے کا سلسلہ ۱۹۷۱ء میں شروع ہوا تھا۔

(۲) مکتوب محررہ ۲/ شوال ۱۴۱۶ھ/ ۲۲/ فروری ۱۹۹۶ء۔ بحوالہ تذکرہ مولانا محمد زبیر الحسن، مرتب مولانا محمود حسنی ندوی

اس نوع کے واقعات اس زمانہ میں بڑی کثرت کے ساتھ ہو رہے تھے۔

یہاں تک کہ ایک سال بیت کر ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء کا سورج طلوع ہوگیا۔

ابھی اس نئے سورج کو طلوع ہوئے ایک ہی ماہ گذرا تھا کہ ۴ر صفر ۱۴۱۷ھ/ ۲۱ر جون ۱۹۹۶ء کی تاریخ اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ سامنے آگئی اور پھر تقریباً ایک ہفتہ تک ایسے ایسے واقعات مرکز کی چہار دیواری میں پیش آئے جس نے دعوت وتبلیغ کے مستقبل اور خود مرکز کی مرکزیت پر سوالیہ نشان لگا دیا۔

اس گردشِ لیل ونہار کی تفصیلات راقم سطور کے روزنامچہ میں پورے صفحہ پر محیط ہیں اور اب وقت آگیا ہے کہ ان کو بڑی احتیاط اور قدرے اختصار کے ساتھ عوام کی عدالت میں پیش کردوں۔

ان حالات اور واقعات کے تمام کردار باوجود اس کے کہ دنیا سے پردہ کرچکے اور ان کا اعمال نامہ اللہ جل شانہ کے حضور پیش ہو چکا ہے۔ لیکن مختلف نزاکتوں کے پیش نظر اس کتاب میں ان کے ناموں پر پردہ ڈالا جارہا ہے۔ اللہ جل شانہ وعم نوالہ ان سب کی اور ہم سب کی پردہ پوشی فرمائے۔ آمین

اب روزنامچہ کی تلخیص پڑھئے۔

(۴ر صفر ۱۴۱۷ھ/ ۲۱ر جون ۱۹۹۶ء جمعہ) میوات سے اطلاعات آرہی تھیں کہ مولوی......اور مولوی..........وہاں انتشار پھیلا رہے ہیں اور وہاں والوں کو مرکز آنے اور اپنے مطالبات قوت کے ساتھ پیش کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ مطالبات میں ایک اہم مطالبہ یہ بھی ہے کہ صبح گیارہ بجے والی دعا دونوں صاحبان کرایا کریں۔ ایک دن وہ اور ایک دن یہ۔ (۱)

---

(۱) یہ تو خیر سے خدام بارگاہ کی کوشش وجدوجہد تھی جب کہ صاحبزادہ سلمہ خود ہی بنفس نفیس اس سے قبل رائیونڈ کے اجتماع میں وہاں کی شوریٰ کے سامنے بڑی قوت کے ساتھ ان الفاظ سے یہ مسئلہ پیش کر چکے تھے کہ!

دو تین دن قبل اسی موضوع پر............ کے یہاں پنچایت بھی رکھی گئی تھی اور اس میں بھی شدت پسندی تھی۔ مولانا زبیر مرحوم کی طرف سے یہ تمام اطلاعات اور وہاں سے آنے والے لوگوں کو............ کے پاس بھیجا جاتا رہا کہ وہ اس فتنہ کو روکیں۔ مگر انہوں نے خاموشی کو مصلحت سمجھا۔

جمعہ ۴؍صفر/۲۱؍جون میں وہاں کے لوگوں کی آمد شروع ہوئی اور رات تک تقریباً ایک جم غفیر بستی کی ایک مسجد میں جمع ہوگیا۔ بعد عصر وہاں دو اہل علم .... کی بڑی ناصحانہ تقریر ہوئی۔ جس میں ان آنے والوں کو مختلف طریقوں سے سمجھایا گیا لیکن ان کے جذبات ٹھنڈے نہیں ہوئے۔

ان آنے والوں میں سے جب کچھ لوگوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو مولوی...... ان کو یہ کہہ کر روکتے رہے کہ کل بارہ بجے کی دعا سے پہلے ہرگز نہ جائیں۔

بعد مغرب جمعہ کے دن مقامی پولس حرکت میں آئی اور بستی کے چند حضرات کے ذریعہ انہوں نے مولانا............ سے کہلوایا کہ ہمارے پاس مختلف جگہوں سے مسلسل اطلاعات آرہی ہیں کہ غلط عناصر جمع ہو رہے ہیں اور یہ مولوی............ کون ہے؟ ہم اس سے مل کر تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) چونکہ مولوی زبیر روزانہ جماعتوں کی رخصتی اور دعا کراتے ہیں اس لئے لوگ ان ہی کو حضرت جی سمجھتے ہیں، اس لئے ایک دن وہ دعا کرایا کریں اور ایک دن میں خود کراؤنگا۔

صاحبزادہ موصوف برابر اس پر اصرار کرتے رہے لیکن وہاں کے اصحاب شوریٰ نے اس درخواست کو شرف قبولیت نہیں بخشا۔

اُس زمانہ میں صاحبزادہ صاحب اپنے تمام معاملات ومسائل کے حل کے لئے "رائیونڈ" ہی کو اپنا قبلہ وکعبہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ مکان کی تقسیم، بڑے اجتماعات میں مصافحے، باہر کے حجرے کا حصول جیسے معاملات انہوں نے وہاں بڑے اہتمام سے خود بھی پیش کئے اور اپنے عملہ سے بھی پیش کرائے...... مگر اب تو......

یہ باتیں ہیں جب کی کہ آتش جواں تھا

اسی موقعہ پر مولوی............ نے مولوی زبیر مرحوم سے حافظ............ کے ذریعہ کہلوایا کہ ان آنے والوں سے کیا کہا جائے اور کس طرح کی بات کی جائے؟ مولانا زبیر مرحوم نے جواباً کہلوایا کہ اب سے تین چار ماہ قبل بھی اسی طرح مولوی............ لوگوں کو اکٹھا کر کے لائے تھے اس وقت میں نے آپ سے اپنی فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے بات کی تھی لیکن آپ نے کچھ نہیں کیا۔ اب میں کیا بتلاؤں، جو چاہے جس طرح چاہے ان سے بات کریں۔

اگلے دن (شنبہ ۵/صفر میں) یہ آنے والے اصحاب بڑی تعداد میں مشورہ میں پہنچ گئے مولانا زبیر مرحوم اس دن فتنہ کے ڈر سے مشورہ میں نہیں گئے۔ مشورہ میں ان آنے والوں کا مطالبہ یہ تھا کہ جماعتوں کی رخصتی اور دعا کا نظام بدلا جائے۔ مشورہ میں موجود میاں جی محراب صاحب نے تین مرتبہ یہ وضاحت کی کہ عالمی شوریٰ کے مشورہ کے مطابق صبح کی دعا مولوی زبیر ہی کی طے ہے۔ پروفیسر نادر علی خاں صاحب نے بھی اس سلسلہ میں کچھ بات کرنا چاہی تو ان کو مولانا............ نے روک دیا۔ اس دن جماعتوں کی رخصتی کی ہدایات اور دعا بھی مولانا زبیر مرحوم خلفشار اور انتشار کی وجہ سے نہیں کرا سکے اور یہ دونوں کام میاں جی محراب صاحب نے کئے۔

اسی شنبہ کی صبح میں صاحبزادہ صاحب مولانا مرحوم کے پاس کوئی خط لے کر آئے تو ان کو دیکھ کر مرحوم کا ضبط وتحمل جواب دے گیا اور ان پر بہت شدت سے گریہ طاری ہوا اور جو تقریباً دو گھنٹہ تک ایسی شدید ہچکیوں کے ساتھ رہا کہ ان کا تمام چہرہ سرخ ہو گیا۔ عزیز مولوی محمد جعفر سلمہ ابن حضرت مولانا محمد عاقل زید مجدہ بھی اس وقت ہمارے درمیان موجود تھے۔ آں عزیز نے بلند آواز میں مجھ سے کہا کہ بھائی زبیر کو تم خاموش کرو۔

راقم سطور نے صاحبزادہ صاحب کی موجودگی میں برجستہ جواب دیا کہ مولوی جعفر! تم ان کو آج خوب اچھی طرح رونے دو۔ اس لئے کہ ان کے والد مرحوم بھی تہجد میں ہچکیوں کے ساتھ روتے تھے۔ جس کی برکت سے مرکز اور اس میں ہونے والے کام کی عزت اور آبرو محفوظ تھی اب وہ نہیں رہے تو ان (مولوی زبیر) کو رونا پڑے گا اور اگر یہ رونا موقوف کردیں گے تو دنیا بھر کے اہل باطل مرکز پر غالب آجائیں گے۔

بہت دیر بعد جب مولانا مرحوم کو کچھ سکون ہوا تو یہ احقر بڑی مشکل سے ان کو اوپر کھانے پر لے گیا لیکن وہ دسترخوان پر بھی روتے رہے۔ کھانا نہیں کھاسکے۔ گریہ و بکا کا یہ منظر کو دیکھ کر شرکاء دسترخوان پر سخت تاثر ہوتا رہا اور متعدد لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

اسی شنبہ میں بعد عصر مولانا.........نے مولوی زبیر مرحوم سے اجتماع میوات میں جانے کی بات رکھی تو انہوں نے بڑی صفائی کے ساتھ معذرت کردی۔

اتوار ۶ر صفر کی صبح کے مشورہ میں مولانا مرحوم نے شرکت تو کی لیکن وہاں بھی ان پر گریہ ہی طاری رہا اور اسی شدت گریہ میں ان کی زبان پر یہ جملے جاری ہوگئے کہ!

''تیرہ ماہ سے والد صاحب کے انتقال کے بعد سے جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے اب وہ برداشت سے باہر ہے۔ مولانا...........اس طرف کیوں توجہ نہیں دیتے۔''

اسی اتوار میں بعد عصر اجتماع گاہ سے پندرہ بیس میواتی اصحاب آئے اور بہت دیر تک مولانا مرحوم کو اپنے اجتماع میں لے جانے پر اصرار کرتے رہے اور اسی دن بعد عشاء چھانسہ والے بھی آئے اور اپنے یہاں چلنے پر اصرار کیا مگر

مرحوم نے ان کو بھی انکار کر دیا۔

اس انتہائی سنگین صورت حال کے چوتھے روز صبح کے مشورہ میں مولانا .... نے مولوی زبیر مرحوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تین چار یوم قبل تو ایک گروپ کے لوگ آئے تھے اب سنا ہے کہ دوسرا گروپ بھی یہاں آنے کی تیاری کر رہا ہے۔

اس طنزیہ جملہ کی کڑواہٹ مولانا مرحوم برداشت نہیں کر سکے اور فوراً اپنی کمر تکیہ سے ہٹاتے ہوئے آگے کو بڑھ کر جواب دیا کہ!

''جی نہیں! آپ بالکل بے فکر رہیں یہاں ایک ہی گروپ آتا رہے گا۔
دوسرا بالکل نہیں آئے گا۔''

یہ مولانا مرحوم کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایسا صداقت آفریں جملہ تھا کہ اللہ جل شانہ نے بھی اس کی لاج رکھی کہ ہمیشہ ایک ہی گروپ سامنے آتا رہا اور اسی کے ذریعہ حق اور باطل میں واضح خط اور کھلا ہوا فرق پوری دنیا میں قائم ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آج اکیس سال بعد حضرت حق جل مجدہ کی مشیت کاملہ اور قدرت تامہ نے ان باپ بیٹوں کے رونے کی برکت سے ساری دنیا میں حق اور ناحق کے درمیان ایک واضح لکیر کھینچ دی۔

اس لرزہ خیز سانحہ کی تاریخ ہرگز مکمل نہیں ہوگی اگر اس کے ساتھ ذیل کا یہ تتمہ اور تکملہ نہ پڑھ لیا جائے کہ اس واقعہ کے بعد دہلی کی ایک نیم دینی اور نیم سیاسی طاقتور شخصیت نے مولانا مرحوم کو پیغام بھیجا کہ چند یوم قبل مرکز میں جو احوال آپ کے ساتھ پیش آئے میں ان سے انتہائی رنجیدہ خاطر ہوں اور عوام وخواص کی ایک اچھی تعداد لے کر آپ سے مرکز میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

چونکہ مولانا مرحوم پر اس وقت بھی شدید تاثر اور حزن وغم کی کیفیات طاری

تھیں اس لئے انہوں نے خود جواب دینے کے بجائے زنانہ مکان سے راقم سطور کو یہ کہہ کر بلالیا کہ ایک صاحب ایک اہم پیغام لے کرآئے ہیں تم ان سے ملاقات کر کے جو چاہے جواب دے دو۔

راقم سطور نے محض اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق اور ان کے عطا فرمائے ہوئے عزم اور حوصلے سے ان صاحب کی بات سن کر کھڑے کھڑے یہ جواب دیا کہ ہم دونوں کی طرف سے ان کو سلام کہئے اور اس محبت و تعلق کا شکریہ ادا کر کے کہہ دیجئے کہ فی الحال اس قسم کے تعاون کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بھی حفاظت فرمائے اور ہماری بھی حفاظت فرمائے۔

اس جہادِ اعظم سے فارغ ہونے کے تقریباً دو ہفتہ بعد عقل وخرد رکھنے والے کچھ تجزیہ نگاروں کی ایک مجلس دہلی میں منعقد ہوئی۔ جس میں اس ہنگامہ کے ذریعہ ''کیا کھویا اور کیا پایا'' کے عنوان سے غور وفکر ہوا۔

شرکاءِ مجلس میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے خیالات واحساسات پیش کئے۔ راقم سطور سے جب سوال کیا گیا تو عرض کیا کہ اس سارے قضیہ میں بندہ کے نزدیک مولانا زبیر کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ انہوں نے اپنا کوئی گروپ بننے نہیں دیا اور دوسرے کے گروپ سے وہ ذرہ برابر مرعوب نہیں ہوئے اور اپنی خاموشی سے انہوں نے مرکز کی بے بسی اور بے کسی نیز مستقبل کے عزائم اور خطرات حاضرین مجلس پر آشکارہ کر دیئے۔(۱)

(۲) ایک عالمی شوریٰ کی تشکیل

جن خوش قسمت حضرات کو حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کا قرب حاصل رہا

---

(۱) یہ تو اس جہادِ اعظم کا تذکرہ تھا جو صفر ۱۴۱۷ھ / جون ۱۹۹۶ء میں وقوع پذیر ہوا تھا لیکن رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ میں پیش آنے والے سانحہ کا اگر عقل وخرد رکھنے والے آج بھی تجزیہ کریں گے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سب کچھ کھو دیا اور کچھ نہیں پایا۔

اور سفر وحضر میں آپ کی معیت شامل رہی، وہ سب اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ حضرت مرحوم اس دعوتی محنت کے مستقبل سے کس قدر متفکر رہتے اور اس کے لئے خود بھی تدابیر سوچتے اور سطح اول کے اپنے معتمد اور مخلص رفقاء تبلیغ کو بھی اس پر بار بار متوجہ فرماتے تھے۔ وہ اس خطرے سے شدید خائف رہتے تھے کہ عالمی محنت کا یہ کام مستقبل میں کہیں اپنی افادیت ونافعیت نہ کھو بیٹھے اور اس کی اجتماعیت کو کسی کی نظر بدلگ کر یہ اپنے حال اور ماضی سے کٹ کر کسی دوسرے رخ پر نہ چلا جائے۔ اپنی عمومی اور خصوصی مجلسوں میں بار بار مختلف انداز اور الفاظ میں آپ اس پر متوجہ فرماتے رہتے تھے۔

آپ نے اس نوع کے خطرات سے نمٹنے اور مستقبل میں دعوتی کام کے نہج اور منہج کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کے چاروں طرف متعدد حفاظتی حصار قائم کئے۔ چنانچہ تمام اقلیموں اور براعظموں کے بے شمار طویل طویل سفر، ہندوستان بھر میں پورے سال چھوٹے بڑے شہروں میں مسلسل آمدورفت اور اپنے اعذار وضعف طبیعت کے باوجود ان میں کئے جانے والے لمبے لمبے بیانات، ہر سال پاکستان، بنگلہ دیش اور بھوپال کے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کا اہتمام اور ان میں دنیا بھر کے ممالک میں دعوت وتبلیغ کے تعلق سے پیش آنے والی مشکلات کا حل نیز حرمین شریفین اور ممالک عربیہ کے دعوتی احباب واصحاب سے رابطے افریقہ، امریکہ اور یورپی ممالک میں کام کرنے والے احباب کو سال بہ سال ہزاروں کی تعداد میں نظام الدین مرکز بلا کر ان کو دعوتی مزاج کی یکجہتی اور اصحاب دعوت کو وحدت کلمہ اور ذہنی وفکری ہم آہنگی پر بڑی فکر وکڑھن کے ساتھ متوجہ کرنا اور دعوت کی محنت کے ساتھ دعا کا اہتمام اور دین کی عمومی محنت کے ساتھ ساتھ رات میں تضرع وعاجزی اور رجوع الی اللہ کے ذریعہ خصوصی محنت یہ تمام امور مستقبل میں کام کے تحفظ اور بقاء کے لئے بڑے قابل قدر نمونے اور آپ کے ۳۲ رسالہ دور امارت کے نہ مٹنے والے نقوش ہیں۔

ان ہی قابل قدر نمونوں اور تابندہ نقوش میں حضرات خلفائے راشدین کے طرز

پر آپ کی وہ گراں قدر حکمت عملی بھی ہے جس کو آج ساری دنیا ''عالمی شوریٰ'' کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

حضرت جی ثالثؒ نے اپنے آخری زمانۂ حیات میں ایک عالمی شوریٰ قائم فرمائی۔ جو ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش تین ملکوں کے دس قدیم ذمہ دار اصحاب پر مشتمل تھی۔ اگر وہ چاہتے تو اپنے فرزند ارجمند مولانا زبیر الحسن مرحوم کو اپنا نائب قائم مقام اور اپنے بعد امیر جماعت تبلیغ منتخب کر سکتے تھے لیکن قرآن و حدیث، مصادر شریعت، سیرت نبوی اور دور صحابہ کے بھرپور اور گہرے مطالعہ نے ایک عالمی شورائی نظام قائم کرنے پر ان کی رہنمائی فرمائی۔

حضرت جی ثالث کی وفات کے بعد اسی شوریٰ نے نظام الدین مرکز کے لئے مولانا اظہار الحسن کاندھلوی، مولانا محمد عمر پالنپوری، جناب میانجی محراب میوات، مولانا زبیر الحسن اور مولوی محمد سعد پر مشتمل ایک پانچ رکنی شوریٰ متعین کرتے ہوئے طے کیا کہ یہ پانچوں حضرات حروف تہجی کے اعتبار سے فیصل بن کر مرکز نظام الدین کے تمام امور طے کرتے رہیں گے۔

مقدرات الٰہیہ سے دو سال کے مختصر عرصہ میں تین اراکین شوریٰ کے وفات پا جانے پر کام کرنے والے پرانے احباب کی جانب سے ان خالی جگہوں کو پُر کرنے کا مطالبہ سامنے آنے لگا۔ مولانا زبیر مرحوم کی بھی خواہش تھی کہ اتفاق رائے سے ان حضرات کی جگہ پر دوسرے حضرات کو لے لیا جائے مگر مستقبل کے عزائم اور منصوبہ بندیوں کو سامنے رکھتے ہوئے دیگر بہت سے معاملات کی طرح اس معاملہ میں بھی ان کی مخالفت کی گئی اور یہ کام نہیں ہونے دیا گیا۔

وفات سے چند ماہ قبل حضرت مولانا محمد ابراہیم (دیولہ) جیسے قدیم اور مخلص داعی و مبلغ نے خاص طور پر مولانا مرحوم کو شوریٰ کے ارکان میں اضافہ پر متوجہ کیا۔ جس کا اظہار مولانا ابراہیم موصوف نے اپنی تحریر میں اس طرح کیا ہے!

"بعض اہم مسائل کے پیش آنے پر میں نے متعدد بار حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی بنائی ہوئی شوریٰ میں عالمی سطح پر کچھ افراد بڑھانے کی بات رکھی تھی اور یہ درخواست پیش کی تھی کہ پیش آمدہ مسائل کا حل اسی میں ہے آخری عمر میں حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب اس کے لئے تیار بھی ہو گئے تھے لیکن اچانک ان کے وصال کا وقت آ گیا۔ غفر اللّٰہ لہ و ادخلہ الجنۃ"

صورت حال کی نزاکتیں اور دشواریاں اسی کشمکش میں بڑھتی رہیں اور خطرات کی سرخ لکیریں پار کرتی رہیں اور جب پانی سر سے اونچا ہو گیا اور خطرات، واقعات بن کر سامنے آنے لگے تب نومبر ۲۰۱۵ء/محرم ۱۴۳۷ھ میں رائیونڈ (پاکستان) میں ہونے والے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر مختلف ممالک بشمول ہندوستان بڑی تعداد میں احباب نے ایک آواز ہو کر اس شوریٰ کی تکمیل پر اصرار کیا۔

چنانچہ دو تین یوم کی جدو جہد اور باہمی مشوروں کے بعد مرکز نظام الدین کے لئے پانچ حضرات باضابطہ طور پر متعین کئے گئے جن کے اسماء یہ ہیں!

(۱) مولانا محمد یعقوب سہارنپوری، مقیم بستی نظام الدین دہلی

(۲) مولانا ابراہیم دیولہ، مقیم بستی نظام الدین دہلی

(۳) مولانا احمد لاٹ گجرات، مقیم حضرت نظام الدین دہلی

(۴) مولوی محمد سعد سلمہ، مقیم مرکز دہلی

(۵) مولوی محمد زہیر الحسن سلمہ، مقیم مرکز دہلی

ان مذکورہ افراد کے علاوہ عالمی شوریٰ کے لئے مزید افراد کا انتخاب کر کے تعداد کی کمی کو پورا کر دیا گیا۔

آنے والی سطور میں ان تمام اراکین کے اسماء گرامی آپ کی نظر سے گذریں گے۔

تکمیل شوریٰ کا یہ عمل بہت معمولی اور عام قسم کا عمل تھا۔ چنانچہ ہر جگہ کی دینی قوتیں

اور اسلامی مدارس بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ اس کو کرتی چلی آ رہی ہیں لیکن یہاں چونکہ معاملہ اغراض اور مفادات کا تھا اس لئے اس نے انتہائی سنگین صورت اختیار کر لی۔

اس بے حد نازک موقعہ پر دنیا بھر کے دعاۃ، مبلغین اور علماء وقدماء کی موجودگی میں جو احوال وواقعات پیش آئے اور جو جگ ہنسائی ہوئی۔ قرطاس وقلم کو یارا نہیں ہے کہ ان کو تحریر میں لائے۔ دعوت وتبلیغ کے عظیم تر روحانی قائد ومربی حضرت شیخ مولانا محمد زکریاؒ مہاجر مدنی کی عزت وناموس کا ہر وقت پاس ولحاظ رکھنے والوں اور ان ہی کی نسبت وبرکت سے پوری دنیا میں متعارف بعض افراد خاندان (جو اُس وقت مرکز رائیونڈ میں اس تشکیلی مجلس میں موجود تھے) کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور ان کی حساس طبیعتوں نے ان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

یہاں ان واقعات کے اعادہ کی اس لئے بھی ضرورت نہیں کہ اب وہ پوری دنیا میں واٹس اپ اور یوٹیوب پر دیکھے اور سنے جا سکتے ہیں۔

شوری کی اس تکمیل کے بعد رائیونڈ تبلیغی مرکز سے ۴؍صفر ۱۴۳۷ھ/ ۱۶؍نومبر ۲۰۱۵ء میں جو اعلامیہ پوری دنیا میں کام کرنے والے احباب کے لئے جاری کیا گیا اس کا مکمل متن یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

اللہ رب العزت نے اس دور میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے ذریعہ سارے عالم میں دین کے احیاء کے لئے ظاہری وسائل کے بغیر نہج نبوی کے مطابق دین کی محنت کو زندہ کرنے کی مجاہدہ وقربانی کے ساتھ بنیاد ڈلوائی۔

ان کے انتقال سے قبل خود مولانا ہی کے فرمانے پر اس وقت کے اہل حل وعقد نے باہمی مشورہ سے حضرت مولانا محمد یوسفؒ کو ذمہ دار متعین فرمایا، جنہوں نے مولانا محمد الیاسؒ کے طرز پر قرآن مجید، احادیث مبارکہ، سیرت نبوی

اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک زندگی کی روشنی میں کام کے مقصد اور طریقے کو واضح کیا اور اعتدال کی مکمل رعایت رکھتے ہوئے کام کا تفصیلی نقشہ امت کے سامنے پیش فرمایا اور یہ کام سارے عالم میں پہنچ گیا۔

حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے انتقال پر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اہل حل وعقد کے مشورے سے حضرت مولانا انعام الحسنؒ کو اس مبارک کام کی ذمہ داری سونپی۔ انہوں نے ہر طرح کام کے نہج کی حفاظت فرمائی اور پھیلتے ہوئے کام میں اصل نہج کی حفاظت کے لئے انہوں نے اپنے رفقاء کے مشورے سے مختلف ممالک میں شوریٰ کی ترتیب قائم فرمائی۔ کہیں امیر کے ساتھ شوری اور کہیں احباب شوری میں سے باری باری فیصل بننے کی ترتیب بنائی گئی۔ نیز تمام ممالک میں بڑھتے ہوئے کام کی نگرانی اور ترقی کے لئے اپنے ساتھ دس ارکین پر مشتمل اپنی شوری بنائی جو حضرت جیؒ کی سرپرستی میں ہر جگہ کی شوریٰ اور کام کرنے والے احباب کو اعتماد میں لے کر کام کرتی رہی۔ حضرت جیؒ کے وصال کے بعد وہ شوریٰ اسی نہج پر مصروف عمل رہی جس پر تینوں اکابر نے کام کو چلایا تھا۔

نومبر ۲۰۱۵ء میں نظام الدین، رائیونڈ، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کے پرانے ذمہ دار احباب نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ حضرت جیؒ کی قائم فرمودہ شوریٰ کی تکمیل کی جائے، جس کے آٹھ افراد کا انتقال ہو چکا ہے اور صرف دو باقی رہ گئے ہیں، تاکہ اس کام کا نہج اور طریقہ کار محفوظ رہے اور جب کبھی کسی اضافے یا تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو تو وہ اس شوریٰ کے مکمل اتفاق سے ہو، تاکہ اجتماعیت باقی رہے۔ نظام الدین، رائیونڈ اور کاکرائیل میں کوئی ترتیب اس شوریٰ کے اتفاق کے بغیر شروع نہ کی جائے۔ شوریٰ کے کسی فرد کی

کمی ہو جائے تو شوریٰ کے بقیہ احباب میں سے کم از کم دو تہائی افراد کی منظوری سے کمی پوری کر لی جائے تا کہ شوریٰ کا وجود برقرار رہے اور یہ مبارک کام امت کا کام رہے اور اجتماعی کام رہے۔

ہر جگہ کے پرانوں سے مذاکرے اور رائے لینے کے بعد اس شوریٰ میں محترم جناب حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ العالی اور مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ مندرجہ ذیل احباب کا اضافہ کیا گیا ہے۔

انشاءاللہ اب آئندہ یہ شوریٰ تیرہ افراد پر مشتمل ہوگی۔

۱۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب دیولہ (نظام الدین)

۲۔ مولانا یعقوب صاحب (نظام الدین)

۳۔ مولانا احمد لاٹ صاحب (نظام الدین)

۴۔ مولانا زہیر الحسن صاحب (نظام الدین)

۵۔ مولانا نذرالرحمٰن صاحب (رائیونڈ)

۶۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب (رائیونڈ)

۷۔ مولانا عبیداللہ خورشید صاحب (رائیونڈ)

۸۔ مولانا ضیاءالحق صاحب (رائیونڈ)

۹۔ قاری زبیر صاحب (کاکرایل)

۱۰۔ مولانا ربیع الحق صاحب (کاکرایل)

۱۱۔ بھائی واصف الاسلام صاحب (کاکرایل)

اس شوریٰ میں نظام الدین کے جو پانچ احباب ہیں وہ نظام الدین کی شوری میں ہوں گے اور یہ شوری نظام الدین کے جملہ امور باہمی مشورے سے سرانجام دے گی۔

مورخہ: ۴؍صفر ۱۴۳۷ھ/۱۶؍نومبر ۲۰۱۵ء

دستخط کنندگان۔

محمد عبدالوہاب عفی عنہ	محمد یعقوب
نذر الرحمٰن	احمد لاٹ
محمد احسان الحق	محمد خالد صدیقی
طارق جمیل	فاروق احمد
بخت منیر	ثناء اللہ خاں
روح اللہ عفی عنہ	عبدالرحمٰن
محمد رفیق	محمد اسماعیل

اس عالمی شوری کی تشکیل و تکمیل کے بعد جو پانچ حضرات نظام الدین کے جملہ امور کے لئے طے کیے گئے ان کی جانب سے ایک ضروری وضاحت مرتب کر کے عمومی طور پر کارکنان تبلیغ کو فرداً فرداً پہنچائی گئی۔ اس ضروری وضاحت کا متن یہ ہے۔

باسمہ تعالیٰ

۱۔ اللہ رب العزت نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ پر دعوت کی محنت کا القاء فرمایا

۲۔ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے اس محنت کے نہج مقاصد اور طریقہ کار کے ہر ہر چیز کی تشریح فرمائی۔

۳۔ حضرت مولانا انعام الحسنؒ نے اسی کو منظم اور مرتب فرما کر محفوظ فرمایا۔

۴۔ ہم چاہتے ہیں کہ کام اسی اصل اور ڈگر پر رہے اور کوئی ضرورت اس میں اضافے یا ترمیم کی اگر پیش آئے تو اس وقت تک شروع نہ کی جائے جب تک تینوں مراکز (نظام الدین، رائیونڈ، ٹکرائیل) کا اس پر اجماع نہ ہو جائے۔

اسی مقصد کے لئے حضرت جیؒ کی شوری کی تکمیل کی گئی ہے۔

اس شوریٰ میں نظام الدین کے جو پانچ حضرات ہیں وہ نظام الدین میں

نوبت بہ نوبت فیصل رہیں۔ فقط

اس ضروری وضاحت میں دیکھنے اور عبرت حاصل کرنے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر شانِ قدرت کا مشاہدہ کرنے والی چیز یہ ہے کہ مرکز رائیونڈ سے ۴ر صفر ۱۴۳۷ھ/ ۱۶ر نومبر ۲۰۱۵ء میں دنیا بھر کے لئے جاری اعلامیہ اور پھر مرکز نظام الدین دہلی کی پانچ نفری شوریٰ کی جانب سے دنیا بھر میں بھیجی جانے والی اس تحریری وضاحت میں حضرت جی ثالث، حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کا نام نامی اسی شان اور آن کے ساتھ نہ صرف شامل ہے بلکہ حضرت مولانا محمد الیاس اور حضرت مولانا محمد یوسف کے ساتھ ساتھ ثالث ثلاثہ اور فعززناھما بثالث کے طور پر محفوظ و موجود ہے۔

اس سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت جی ثالث کی وفات ۱۰ر محرم ۱۴۱۶ھ/ سے لے کر ۴ر صفر ۱۴۳۷ھ تک حضرت جی ثالث کی محنت کو داغ دار کرنے بلکہ اس کو لغو اور فضول تحریک ثابت کرنے اور بتیس سالہ بگاڑ کو آہستہ آہستہ دور کرنے کی پوری اکیس سالہ محنت کو قدرت کے اَن دیکھے ہاتھوں نے دیکھتے ہی دیکھتے مٹی میں ملا دیا۔ لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک امرا۔

کاتب سطور نے پاکستان کے مشہور و معروف عالم دین اور محدث حضرت مولانا سلیم اللہ خاں زید مجدہ کو ایک تفصیلی مکتوب موصوف کے آمدہ خط کے جواب میں ارسال کیا تھا، چونکہ اس کا تعلق بھی اسی عالمی شوریٰ کی تشکیل، اس کے آغاز اور اس کے پس منظر سے ہے اور اس سلسلہ کی بہت سی تاریخی معلومات اس میں موجود ہیں اس لئے اس کو بھی قارئین کے مطالعہ کے لئے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ اس عالمی شوریٰ کی بنیادیں کس قدر ٹھوس حقائق پر قائم ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت المکرم و مخدوم العالم مولانا سلیم اللہ خاں صاحب زید مجدہ

شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی/صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، یہ احقر بھی بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔
وسط شعبان میں جب کہ یہ احقر گجرات، بنگلور، بہار وغیرہ کے سفر پر تھا۔ رنگون (برما) سے ایک اہل تعلق کا فون موصول ہوا کہ حضرت والا ایک ضروری خط مجھے بھیجنا چاہتے ہیں اس کے لئے ای میل ایڈریس کی ضرورت ہے۔
چنانچہ احقر نے ان کو جامعہ مظاہر علوم کا ای میل ایڈریس بھیج دیا تھا لیکن مجھے حضرت والا کا کوئی خط موصول نہیں ہوا۔ اب ۱۷ر رمضان میں دبئی سے ایک کرم فرمانے حضرت مولانا محمد طلحہ اور اس احقر کے نام جناب والا کے مشترک خط کی فوٹو اسٹیٹ مجھے ارسال کی۔
یہ مکتوب گرامی ۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ/ ۱۰ر جون ۲۰۱۶ء کا تحریر فرمودہ ہے۔ معلوم نہیں اتنے عرصہ تک یہ کہاں ٹھہرا رہا۔ میرا اخلاقی فریضہ ہے اور ادب کا تقاضہ بھی ہے کہ اس خط کا جواب خدمت والا میں ارسال کروں۔
حضرت والا! مرکز نظام الدین دہلی کے قضیہ میں خدا معلوم کتنے لوگوں نے مجھ سے صحیح صورت حال کی وضاحت تحریری طور پر چاہی لیکن اس احقر نے متعدد وجوہات کی بنا پر سکوت کو ترجیح دی اور یہ ہی کہا کہ مرکز کے متعلق وہاں کے مقیم اہل مشورہ یا دعوتی کام کے پرانوں سے رجوع کریں، لیکن جناب والا کی عالمانہ وبزرگانہ شخصیت نیز آپ کا حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کی نسبی دینی اور علمی وراثت کا حوالہ دینے نے احقر کو جواب دینے پر مجبور کردیا، اللہ جل شانہ مجھے بلا خوف لومۃ لائم حق بات کہنے اور لکھنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔
حضرت والا! یہ تو جناب کو معلوم ہی ہے کہ اس احقر کو اللہ جل شانہ نے محض

اپنے فضل وکرم سے مخدومنا حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کی خدمت مبارکہ میں اپنی حیات مستعار کے شب وروز گذارنے کا موقعہ عطا فرمایا اور یہ سعادت بھی عطا فرمائی کہ کم وبیش دس سال تک یہ احقر حضرتؒ کی نگرانی اور تربیت میں بلدہ طیبہ مدینہ منورہ رہا ہے۔ اس لئے ایسے ایسے احوال وواقعات سے واقف ہوں جو دوسروں کو ہرگز معلوم نہیں ہوں گے، ان میں سے چند احقر نے حال ہی میں شائع ہونے والی اپنی جدید کتاب ''عالم عرب میں حضرت شیخ کا مقام'' میں شامل بھی کردیئے ہیں۔

اب مختصراً عرض ہے کہ حضرات اہل علم اور قدیم دعاۃ ومبلغین اور کام کے ذمہ داروں کے تجزیئے اور جائزے کے مطابق مرکز کے ہنگامے اور فتنہ کی اصل وجہ اس شوریٰ کو تسلیم نہ کرنا ہے، جو حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے بڑے غور وتدبر اور اونچی سطح کے حضرات کے باہمی صلاح ومشورہ کے بعد دعوتی کام کے تحفظ اور شرور وفتن سے حفاظت کی غرض سے قائم فرمائی تھی۔

جناب والا کو معلوم ہے کہ دعوت وتبلیغ کی اس عظیم اور مبارک محنت کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کو دربار نبوی ﷺ سے یہ بشارت اور خوشخبری ملی تھی کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ بشارت کا یہ تفصیلی واقعہ حضرت شیخ کی آپ بیتی میں، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی دینی دعوت میں اور اس احقر کی کتاب سوانح ''مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی'' میں موجود ہے۔ اس کے بعد سے بڑے تواتر وتسلسل کے ساتھ نبوی منامات ومبشرات وہدایات پر یہ دعوتی کام پورے عالم میں پھیلتا چلا گیا۔

حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری کو اللہ غریق رحمت فرمائے بڑی کثرت کے

ساتھ ان کو سرکار دو عالم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوتی تھی اور وہ وہاں سے ملنے والی ہدایات اور مشوروں سے حضرت شیخ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمہما اللہ کو بذریعہ خطوط مطلع کرتے اور یہ دونوں حضرات اس کی پوری پوری تعمیل فرماتے تھے۔

حضرت شیخ یہ خطوط سن کر اس احقر کو مرحمت فرمادیا کرتے تھے، چنانچہ آج بھی یہ محفوظ ہیں۔

اسی سلسلۂ احوال وواقعات کا ایک اہم اور نمایاں واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخؒ کو مدینہ منورہ کے زمانۂ قیام میں محسوس ہوا کہ حضرت مولانا انعام الحسن آج کل دہلی میں بیحد متفکر خاموش اور کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں، چنانچہ حضرت شیخؒ نے مولانا محمد عمر پالنپوری سے فرمایا کہ مولانا انعام الحسن صاحب سے پوچھ کر بتلائیں کہ آج کل آپ پر کس چیز کا فکر ہے؟ مولانا پالنپوری کے دریافت کرنے پر حضرت جیؒ نے جواباً فرمایا کہ!

''یہ لکھ دو کہ اپنے بعد اس دعوتی کام کا فکر ہے۔''

حضرت کو جب یہ جواب معلوم ہوا تو اپنے معمول کے مطابق اس مسئلہ کو دربار نبوی سے حل کرانے کے لئے اپنی معروض پیش کی وہاں سے جواب ملا کہ اب یہ دعوتی کام امارت کی بنیاد پر نہیں چلے گا بلکہ مشورہ کی جماعت سے چلے گا۔

چنانچہ اسی منشائے نبوی بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں فیصلۂ نبوی کی بنیاد پر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نے تمام دنیا کے تبلیغی مراکز میں شورائی نظام قائم فرمایا۔ جہاں جہاں شوری موجود تھی اس میں افراد کا اضافہ کر کے اس کو مضبوط کیا اور جہاں شوری نہیں تھی وہاں افراد متعین کر کے اس کو قائم کیا اور حروف تہجی کے اعتبار سے فیصل مقرر فرمائے۔

حضرت والا! اس حقیقت سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ حضرت مولانا انعام الحسنؒ روحانیت اور معرفت وعرفان کے اونچے مقام پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ علمی ومطالعاتی حیثیت سے بھی نابغۂ روزگار تھے۔ قرآن وسنت اور تاریخ صحابہ وسیرت رسول پر آپ کی گہری اور وسیع نگاہ تھی۔ اس لئے مشورہ کی جماعت مشورہ کے اصول اور شوریٰ کی اہمیت وقطعیت پر وہ تمام آیات واحادیث وآثاران کے سامنے موجود تھے جن کے بکثرت حوالے جابجا قرآن وسنت واسوۂ رسول اور تعامل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہمیں دیکھنے اور پڑھنے کے لئے ملتے ہیں۔ چنانچہ اس عالمی شوری کی تشکیل میں بھی یہ تمام عوامل کارفرما ہے۔

اور پھر اسی نظریۂ سیرت اور منشائے نبوی کی روشنی میں ۱۹۸۳ء کے اجتماع رائیونڈ میں حضرت قاضی عبدالقادر صاحب اور حضرت مولانا مفتی زین العابدین جیسے اکابر تبلیغ نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سے طویل مشورہ کر کے ایک ایسی عالمی شوری بنانے پر بھی اتفاق رائے فرمایا جو اس دعوتی کام کی پوری پوری نگرانی کرے وراس کو اپنے بڑوں کے قائم کردہ نہج ومنہج سے ہٹنے نہ دے۔

اس سلسلہ کی جو یادداشت میرے پاس موجود ہے اس میں مخدومنا حضرت الحاج عبدالوہاب صاحب زادمجدہ کا نام نامی درج نہیں ہے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ ایسے اہم اور تاریخی فیصلہ میں وہ ضرور تشریف فرما ہوں گے۔

اس عالمی شوری کی اکثریت جب اپنے اپنے وقت پر اللہ کے حضور میں حاضر ہوگئی تو ضرورت محسوس ہوئی بلکہ حالات اور واقعات نے تمام پرانے کام کرنے والوں کو مجبور کیا کہ وفات یافتگان کی جگہ پر دوسرے حضرات کو نامزد کردیا جائے۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ حالیہ اجتماع رائیونڈ میں وہ نامزد ہوگئے۔

اب جو کچھ بھی احوال ہیں اور جس قدر بھی کام میں ضعف اور انحطاط ہے اور جس قدر بھی دنیا بھر کے مراکز میں دو ذہن بنادیئے جانے کی وجہ سے انتشار وخلفشار ہے وہ مجلس شوریٰ کو تسلیم نہ کر کے اپنی انفرادیت اور حاکمیت کو قائم کرنے کی وجہ سے ہے۔

حضرت والا کو اس کا بھرپور علم ہے کہ جہاں اور جن جن دینی اداروں اور مدارس میں مجالس شوری قائم ہیں وہ ان مدارس کے مقابلے میں زیادہ بہتر اور مؤثر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جہاں پر شورائی نظام قائم نہیں ہے، اسی طرح جن اداروں میں شورائی نظام قائم ہے اور وہ شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی اور حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی کے الفاظ میں ہیئت حاکمہ بن کر کام کر رہی ہے ان مدارس میں ہر اعتبار سے شفافیت نظم وضبط اور قانون کی حکمرانی اُن اداروں سے کہیں بڑھ کر ہے جہاں مجلس شوریٰ ہیئت حاکمہ کی حیثیت سے موجود نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر کے نقوش اور ان کے قائم کردہ خطوط پر اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اگر خدمت دین کرنے کی توفیق عطا فرمائے تو فتنوں کو سر اٹھانے کا موقع ہی نہ ملے۔

حضرت والا اعداء اسلام کی اس دعوتی محنت کو ختم کرنے یا اس کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کے سلسلے میں ایک واقعہ اور بھی عرض کرتا ہوں۔

حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کا میوات کا آخری سفر تھا جس میں یہ احقر بھی ہمرکاب تھا، مجھے اللہ جل شانہ نے بلا استحقاق یہ سعادت عطا فرما رکھی ہے کہ حضرت جی ثالث کی حیات کے آخری سات وآٹھ سالوں میں ان کے تمام ملکی وغیر ملکی اسفار میں ایک خادم کی حیثیت سے ساتھ رہنے کا موقع مرحمت فرمایا۔

چنانچہ اس سفر میوات میں بندہ نے یہ منظر دیکھا کہ حضرت جی ثالث مغرب بعد نوافل سے فارغ ہو کر انتہائی خاموش اور متفکر ہو کر قبلہ رخ بیٹھے رہے۔ عام طور سے ایسی تنہائیوں کے موقع پر یہ احقر ایک دو باتیں خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا لیکن اس وقت کے حزن و تفکر کو دیکھ کر بندہ نے پہلا سوال صحت اور طبیعت کے بارے میں کیا تو فرمایا کہ "الحمدللہ ٹھیک ہے،" کچھ توقف کے بعد بندہ نے پھر صحت مزاج کے بارے میں دریافت کیا تو بہت ٹھنڈا سانس بھر کر یہ جواب دیا کہ بھائی اب اعداء اسلام اور معاندین تبلیغ نے یہ طے کیا ہے کہ دعوت وتبلیغ کے اونچی سطح کے افراد میں باہمی اختلافات پیدا کیے جائیں تا کہ کام کو نقصان پہنچے، مجھے اس وقت اسی کا فکر سوار ہے۔

اب جو دلدوز اور دلسوز احوال مشاہدہ میں آرہے ہیں ان کو دیکھ کر حضرت جیؒ کے تفکرات کی گہرائی کا احساس ہو رہا ہے۔

لیکن حضرت والا! مجھ جیسے بے حیثیت اور دعوت وتبلیغ میں جان و مال اور زندگی بھر کی قربانیوں کے ساتھ چلنے والے لاکھوں باحیثیت لوگوں کے دل ودماغ اندر سے مطمئن ہیں کہ فتح مندی اور کامیابی صرف منشائے نبوت بلکہ فیصلۂ نبوت کے تحت قائم ہونے والی شوریٰ ہی کو ملے گی، اور جو اس منشا وفیصلہ کو توڑیں گے ناکام ہوں گے، اس لئے کہ دنیا بھر میں جس قدر بھی روشنی اور اجالا ہے وہ صرف اسم محمد ﷺ سے ہے، ان کے غیر سے نہیں ہے۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ذہنی وفکری کج روی سے محفوظ رکھے۔

کیونکہ اللہ جل شانہ اور سیدنا محمد ﷺ کے نام اور کام پر مر مٹنے والوں کے قائم کردہ نہج اور منہج سے ہٹنے میں وہ تمام فتنے اور وہ تمام ذلتیں ورسوائیاں موجود ہیں جن کا آپ اور ہم اور ساری دنیا مشاہدہ کر رہی ہے۔ اس لئے کہ

”فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم“ایک حقیقت ہے۔

اعوذ باللہ من غضبہ وغضب رسولہ وغضب اولیائہ

دعوات صالحہ کا محتاج: سید محمد شاہد غفرلہ سہارنپوری

نواسہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی

۲/شوال المکرم ۱۴۳۷ھ/ ۸/جولائی ۲۰۱۶ء

عالمی شوریٰ کی اس توسیع وتکمیل پر دنیا بھر میں اس دعوتی وتبلیغی محنت سے وابستہ یا اس سے دلی ہمدردی ومخلصانہ تعلق رکھنے والے جن حضرات نے اپنی تائیدات پیش کیں اور جس طرح سے ملکوں ملکوں اس کو حمایت ملی وہ بلا مبالغہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور ان مویدین کے نام ہی اس بات کی ضمانت کے لئے کافی ہیں کہ یہ اپنے اپنے ملکوں میں کتنی بلند سطح رکھنے والے حضرات ہیں۔

عالمی شوری کا احترام اور اس کیے فیصلوں پر آپ کا عمل

گذشتہ صفحات میں مختلف انداز سے عالمی شوریٰ کا تذکرہ کافی تفصیل سے آچکا ہے، اب اسی ضمن میں یہاں یہ اضافہ بھی کیا جاتا ہے کہ مولانا مرحوم نے ہمیشہ عالمی شوریٰ کا نہ صرف احترام کیا بلکہ اس کے فیصلوں کی بھرپور تعمیل بھی کی۔

مثال کے طور پر اس شوریٰ نے پہلا فیصلہ یہ کیا تھا کہ اب نظام الدین تبلیغی مرکز میں بیعت کا سلسلہ بند کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جن اصحاب کو جن مشائخ واکابر سے بیعت ہونا ہو وہ اپنے مقامات پر اس سلسلہ کو جاری رکھ سکتے ہیں۔

مولانا زبیر مرحوم کو اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے کہ انہوں نے حضرت جی ثالث کی وفات کے بعد عالمی مجلس شوریٰ کے اس فیصلہ کے احترام میں بیعت کرنے میں بہت ہی زیادہ احتیاط کی۔ حالانکہ وقت کے بہت سے اکابر نے طالبین اصلاح کو آپ سے رجوع

کرنے اور روحانی تعلق رکھنے پر متوجہ کیا لیکن انہوں نے اپنا معمول یہ بنالیا تھا کہ جب ان سے بیعت ہونے پر اصرار کیا جاتا تو وہ اتنا کہہ دیا کرتے تھے کہ والد صاحب کی بیعت ہی کافی ہے۔ اب آپ ان کے بتلائے ہوئے معمولات پر عمل کریں اور جو پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لیا کریں۔

کاتب سطور ان کی مجلس میں بہت کثرت سے یہ منظر دیکھا کرتا تھا کہ اہل دعوت اور اہل علم ان سے بیعت ہونے کے لئے اصرار کرتے مگر وہ یہ کہہ کر انکار کر دیا کرتے تھے کہ شوری کی طرف سے ممانعت ہے اور اس شوری میں، میں خود موجود تھا، جس میں یہ ممانعت کی گئی۔ اس لئے میں کیسے بیعت کر کے اس فیصلے کی مخالفت کروں۔

خود راقم سطور کو متعدد لوگوں نے اس سلسلہ میں ذریعہ اور واسطہ بنانا چاہا لیکن وہ اپنے انکار پر آخر تک قائم رہے۔

اس سلسلہ کی سب سے پہلی سفارش کاتب سطور نے مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی کے مسلسل تقاضوں اور اصرار پر ان کے حق میں کی تھی لیکن مرحوم نے شوری کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے معذرت کر دی تھی۔

ایسے ہی سورت میں مقیم غیار خاندان کی دو مشہور و معروف شخصیتیں (جناب الحاج شیخ محمود مٹیار اور جناب شیخ عبدالحفیظ مٹیار) کے متعلق راقم سطور کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ انہوں نے جب مولانا مرحوم سے بیعت پر اصرار کیا تو ان کو بھی شوری کا فیصلہ کہہ کر معذرت کر دی۔

انکار بیعت کے تعلق سے جناب پروفیسر خالد صدیقی خود اپنے متعلق لکھتے ہیں!

بندہ کو یاد ہے کہ ایک بار تخلیہ میں میں نے مولوی زبیر صاحب مرحوم سے عرض کیا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے اور مجھے بیعت کر لیجئے۔ بندہ پہلے تو مولانا یوسف صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوا تھا، ان کے وصال کے بعد مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ سے بیعت ہوا، اب ان کے اجازت یافتہ صرف ایک آپ ہی ہیں۔

مجھے بیعت فرمالیں تاکہ بندہ کا خانہ خالی نہ رہے۔ مگر بندہ کی اس درخواست پر مولوی زبیر صاحب مرحوم تیار نہ ہوئے جبکہ اس وقت ان کے حجرے میں ہم دونوں ہی تھے اور میری درخواست کے جواب میں فرمایا کہ حضرت کے وصال کے بعد شوریٰ نے اپنے مشورہ سے کسی مصلحت کی وجہ سے بیعت کو موقوف کر دیا ہے۔ شوریٰ میں ایک میں بھی ہوں اور اس مشورہ میں شریک تھا، شوریٰ کے اس فیصلہ کی خلاف ورزی مناسب نہیں ہے۔ تم حضرت سے بیعت تھے اور حضرت نے جو پڑھنے پڑھانے کے لئے فرمایا ہوگا وہ کرتے ہی ہوں گے، البتہ اس سلسلہ میں کچھ رہبری چاہو تو میں حاضر ہوں مگر شوریٰ کے مشورہ کی خلاف ورزی کر کے میرا بیعت کرنا مناسب نہیں۔

اور بندہ کو جہاں تک معلوم ہے انہوں نے اپنی زندگی میں کسی کو بیعت نہیں فرمایا اور بہت جلد اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ خدائے کریم ان کی تربت پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے۔

(۲) اسی طرح اس شوریٰ نے ایک بڑا قدم اٹھاتے ہوئے دوسرا فیصلہ یہ لیا تھا کہ اب اس دعوتی و تبلیغی کام کا کوئی امیر نہیں ہوگا بلکہ اب ہر جگہ جماعتی مشورہ کی بنیاد پر یہ کام ہوگا۔

مولانا زبیر مرحوم نے (اللہ جل شانہ ان کو غریق رحمت فرما کر اپنے آباء صالحین کے ساتھ ان کا حشر فرمائے) اس فیصلہ کو بڑی بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ قبول کر کے اپنی آخری بیس سالہ حیات میں اپنے آپ کو جماعتی فیصلہ اور اجتماعی مشورہ کے تابع کر لیا تھا ان کی اس عظیم قربانی سے یہ دعوتی کام پوری دنیا میں اپنے پاؤں پر کھڑا رہا اور عالمی انتشار و خلفشار سے محفوظ رہا اور یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر بہت بڑا فضل و کرم اور انعام تھا کہ مرحوم نے والد ماجد (حضرت جی ثالث) کی وفات کے بعد اپنے بیس سالہ دور حیات یا عہد مشاورت میں نہ تو اپنے آپ کو امیر کہا نہ پوری امت کا امیر بننے کی خواہش ظاہر کی اور نہ ہی کبھی حیلوں

بہانوں سے اپنا امارت کا دعویٰ کیا۔

اس معاملہ میں وہ اپنے دونوں پیش رو اکابر حضرت جی ثانی اور حضرت جی ثالث کے نقش قدم پر تھے، اس لئے کہ یہ دونوں حضرات بھی بقول حضرت مولانا محمد یعقوب زید مجدہ

اگر چہ سب کے نزدیک متفقہ امیر تھے مگر کبھی انہوں نے امارت کا دعویٰ نہیں کیا کبھی حکم کے انداز میں بات نہیں کی اور کبھی اپنی نہیں چلائی۔ اور امیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ہمیشہ مشورہ کے تابع رکھا۔

(اقتباس مکتوب مولانا موصوف محررہ ۲۳ رذی قعدہ ۱۴۳۷ھ/۱۳ راگست ۲۰۱۶ء)

کاتب سطور نے ان کی جانب سے مجلس شوریٰ کے احترام کی یہ دو نظیریں نمونہ کے طور پر پیش کی ہیں ورنہ یہ فہرست تو بہت طویل ہے۔

(۴) منتخب احادیث بمقابلہ فضائل اعمال

جماعت تبلیغ کی بنیاد جن چھ اصولوں پر قائم ہے وہ کلمہ طیبہ، نماز، علم و ذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت اور تفریغ وقت ہیں، مولانا محمد یوسفؒ نے اپنی وفات سے چند سال پہلے ان چھ اصولوں پر علیحدہ علیحدہ طور سے احادیث جمع کرنے کا اہتمام کیا اور ایک ساتھ متعدد اہل علم کو علیحدہ علیحدہ موضوعات دیئے کہ وہ ان پر وسعت کے ساتھ احادیث جمع کریں اور اس کے لئے آپ نے بہت سے ذیلی عنوانات بھی مقرر فرمائے۔

ان اہل علم حضرات میں ایک مولانا عبداللہ طارق (مقیم بستی حضرت نظام الدین دہلی) بھی تھے، جن کو اکرام مسلم کے عنوان پر احادیث کی جمع و ترتیب کا کام سونپا گیا تھا۔ باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ حضرت مولاناؒ کی منشاء اور خواہش اس کتاب کی جمع و ترتیب سے صرف اتنی تھی کہ اس کتاب کی متعدد نقولات اور قلمی نسخے تیار کر کے مختلف مراکز میں بھیجیں تاکہ وہاں کے مقیم اہل علم و علماء حضرات اس سے استفادہ کریں، اسی لئے یہ حیات الصحابہ، امانی الاحبار وغیرہ کی طرح نہ حضرت جی ثانی کے ۲۲ رسالہ دور میں شائع ہوئی اور نہ ہی

حضرت جی ثالث کے ۳۲ رسالہ طویل دور امارت میں منظر عام پر آئی۔

لیکن ایک خاص ذہنیت اور منصوبہ کے مطابق ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں اردو، عربی وغیرہ دیگر درجنوں زبانوں اور متعدد ملکوں میں اس کی اشاعت بڑی تیزی کے ساتھ عمل میں لائی گئی اور پھر وہ حلقے جن کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی شان محدثیت اور فضائل اعمال کی شہرہ آفاقیت (۱) ہضم نہیں ہوتی تھی اور وہ جماعتیں جو دیو بند اور مقام دیو بند کو زہر آلود نگاہوں سے دیکھتی تھیں ان کے گھروں میں خوشی کے مارے گھی کے چراغ جلنے لگے۔

جماعتوں میں نکلنے والے عام افراد سے اسی طرح بڑے بڑے اجتماعات میں عام شرکاء سے بڑے وعدے اور مواعید اس پر لئے جانے لگے کہ وہ اس کتاب کو ضروری طور پر تعلیم میں پڑھیں گے اور سفر وحضر میں ہر جگہ اپنے ساتھ رکھیں گے۔

لیکن سب کچھ ہو جانے کے باوجود اب بھی یہ کتاب اتنی مظلوم ہے کہ آج تک اس کے تعلیمی اوقات کے بارے میں ذہنی الجھنوں اور فکری تحفظات کی وجہ سے کوئی ایک متعینہ ترتیب قائم نہیں ہو سکی۔ شروع میں اعلانات ہوتے رہے کہ پہلے فضائل اعمال پڑھ کر آخر میں کچھ دیر کے لئے اس کی بھی تعلیم کر دیا کریں، پھر دوسرا رخ یہ قائم ہوا کہ ایک دن فضائل کی اور ایک دن منتخب کی تعلیم ہوا کرے اور اب تیسرا رخ یہ چلایا جا رہا ہے کہ صبح کو منتخب ہوا کرے اور شام کو فضائل اعمال، اب چوتھا رخ کیا ہوگا وہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔

یاد رہے کہ صبح میں منتخب اور شام میں فضائل کی تعلیم کا اصلی منشاء یہ ہے کہ نکلنے والی جماعتوں اور اجتماعات میں تعلیم کا اصل اور وسیع وقت صبح کا ہی ہوتا ہے اور اس میں شرکت

(۱) یہاں راقم سطور کو اس جرمن مستشرق کی تحقیق وریسرچ کا حوالہ بھی دے دینا چاہئے جس میں اس نے دعویٰ کیا ہے کہ آج پوری دنیا میں دیو بند اور مسلک دیو بند کا عروج اور پھیلاؤ صرف فضائل اعمال کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

اب قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ کون سے حلقے اور کون سی جماعتیں ہیں جن کی خوشنودی طبع کے لئے منتخب احادیث کو فضائل اعمال کے مقابلہ پر لایا گیا۔

بھی جماعتی احباب زیادہ اہتمام سے کرتے ہیں، جب کہ شام کا وقت اس کے مقابلہ میں ہر اعتبار سے غیر اہم ہوتا ہے اور مختصر بھی ہوتا ہے۔

اس کتاب کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ یہ جس قدر قیمتی اور وقیع ہے اس سے کہیں زائد یہ تنازعات میں پھنستی اور اترتی چلی جارہی ہے اور کام کرنے والوں کے درمیان تفریق کا ذریعہ بنتی جارہی ہے۔

پہلی وجہ اس کی یہ رہی کہ کھلی آنکھوں رہنے والوں کو اس کے پس پردہ مقاصد بخوبی معلوم تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ اس کا نشانہ صرف اور صرف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کی عالمانہ ومحدثانہ شان کو چیلنج کرنا اور اس کے ذریعہ کام کو دورخ پر ڈالنا اور کام کرنے والوں میں ذہنی وفکری انتشار پیدا کرنا ہے۔

دوسری وجہ یہ رہی کہ کام کرنے والے مخلصین اور دعاۃ ومبلغین سے کسی بھی مرحلہ میں کوئی مشورہ نہیں لیا گیا اور نہ ہی اتفاق رائے کا ماحول بنایا گیا، چنانچہ مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی میں مقیم تمام خواص حضرات مثلاً مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا محمد ابراہیم صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن مرحوم، مولانا احمد لاٹ صاحب، پروفیسر محمد محسن صاحب، جناب الحاج نادر شاصاحب، جناب الحاج خالد صدیقی، جناب پروفیسر ثناء اللہ وغیرہ اور بیرونی دنیا میں نہ معلوم کس قدر خواص اس کتاب سے بالکل علیحدہ اور یکسو رہے۔ ان حضرات نے کبھی بھی کسی وقت بھی اور کسی بھی شکل میں نہ تو اس کتاب کی جماعتوں اور عمومی اجتماعات میں پڑھنے پڑھانے کی تائید کی اور نہ ہی کبھی ملک و بیرون ملک میں ہونے والے بڑے بڑے اجتماعات کے اپنے اپنے بیانات میں اس کی تائید و حمایت میں کوئی لفظ یا کوئی جملہ کہا بلکہ ہر چھوٹے بڑے اجتماع یا مرکز نظام الدین میں ہونے والے ملکی یا غیر ملکی جوڑ میں اس کے خلاف پورے دلائل کے ساتھ مؤثر آواز اٹھا کر فضائل اعمال کی جگہ اس کو لانے کی بھرپور مخالفت کرتے رہے۔

کاتب سطور یہاں اپنے روزنامچہ سے شعبان ۱۴۲۷ھ/ستمبر ۲۰۰۶ء میں ہونے والے جوڑ کا ایک اندراج پیش کرتا ہے۔اس سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ اس دعوتی کام کی باریکیاں اور نزاکتیں سمجھنے والے قدماء (پرانے جماعتی احباب) خواہ وہ حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ یا ان سے قبل حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے دور سے جماعتی امور سے وابستہ رہے ہوں۔ اس کتاب یعنی منتخب احادیث کو دعوت و تبلیغ کے نصاب میں شامل کرنے اور اس کو فضائل اعمال کے مقابلے میں لانے کی کس قدر شدت کے ساتھ مخالفت کرتے چلے آرہے ہیں۔

روزنامچہ کا وہ اندراج یہ ہے!

۱۸ر شعبان ۱۴۲۷ھ/۱۲ر ستمبر ۲۰۰۶ء میں شاہد شام ۴ر بجے سہارنپور سے روانہ ہو کر بخیر و عافیت ۹ر بجے مرکز پہنچا۔

آج کل یہاں ہندوستان کے پرانوں کا جوڑ چل رہا ہے۔معلوم ہوا کہ صاحبزادہ صاحب نے حیاۃ الصحابہ کی تعلیم سے قبل زوردار الفاظ میں مجمع کو منتخب احادیث کی باقاعدہ اجتماعی تعلیم کی ترغیب دی۔اس پر باہر سے آنے والے پرانوں میں بڑا انتشار ہوا اور طے ہوا کہ سب مل کر ان سے کہیں کہ جب تک مشورہ میں طے نہ ہو جائے آپ اس کی ترغیب نہ دیں۔

چنانچہ اس سلسلہ میں بھائی فاروق صاحب، ڈاکٹر ثناء اللہ، بھائی خالد صدیقی، مولانا ابراہیم دیولہ، مولانا احمد لاٹ وغیرہ اجتماعی طور پر بعد عشاء مولانا زبیر مرحوم سے ملنے آئے اور اس مسئلہ پر اپنی گہری تشویش اور فکر کا اظہار کیا اور پھر ۱۹ر شعبان بدھ میں مشورہ کے بعد ان سب حضرات نے بموجودگی مولانا زبیر مرحوم صاحبزادہ صاحب سے گفتگو کی اور ان سب نے اپنی رائے کتاب کی مخالفت میں دی۔

صاحبزادہ موصوف شروع میں تو بہت غصہ ہوئے اور سختی سے بولے لیکن

سب کے اتفاق رائے کے سامنے آخر میں جا کر خاموش ہو گئے اور پھر طے ہوا کہ آنے والے اجتماع رائیونڈ میں اس پر اجتماعی طور سے غور ہوگا۔

دعا کے بعد ایک بجے بندہ دہلی سے روانہ ہو کر قبیل مغرب سہارنپور پہنچ گیا۔

اسی طرح ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۷ء میں ہونے والے حج کے سفر میں بھی دعوت وتبلیغ کے قدماء اور صاحبزادہ صاحب کے درمیان منتخب احادیث کو داخل نصاب کرنے نہ کرنے پر بحث ومباحثہ ہوتا رہا جس میں کئی بار گرما گرمی کی نوبت بھی آئی۔ صاحبزادہ صاحب کا اس پر اصرار تھا کہ یہ فوری طور پر داخل نصاب کی جائے اور ہر جگہ ہر وقت پڑھی جائے۔ جب کہ بقیہ حضرات صرف اور صرف فضائل اعمال پر زور دے رہے تھے۔

کتاب پر قدماء تبلیغ کے تاثرات

اس سلسلہ میں حالیہ مہینوں میں سامنے آنے والی بہت سی اہم تحریروں میں سے پانچ تحریروں کے اقتباسات یہاں پیش کئے جاتے ہیں!

(۱) پہلا اقتباس اُس طویل تحریر کا ہے جو نومبر 2015ء/ محرم ۱۴۳۷ھ میں مولانا اسماعیل گودھرا، بھائی فاروق بنگلور، پروفیسر ثناء اللہ علی گڑھ، ڈاکٹر خالد صدیقی علی گڑھ، پروفیسر عبد الرحمٰن مدراس، مولانا عبد الرحمٰن رویانہ ممبئی جیسے چھ قدماء کے دستخطوں سے جاری ہوئی ہے۔ اس میں بھی یہ شکوہ ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے کہ!

”بغیر مشورے کے منتخب احادیث کو ہوشیاری کے ساتھ مرکز کی سطح سے عالمی سطح پر عام کیا جا رہا ہے۔“

(۲) دوسرا اقتباس پچاس (۵۰) سال کے طویل عرصہ تک مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن کو قریب سے دیکھنے اور سفر وحضر میں ساتھ رہنے والی شخصیت یعنی حضرت مولانا محمد یعقوب مقیم مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی کی ایک تحریر کا ہے۔

موصوف اپنے مکتوب محررہ ۲۳/ ذیقعدہ ۱۴۳۷ھ/ ۲۷/ اگست ۲۰۱۶ء میں لکھتے ہیں!

''مولانا محمد یوسف صاحب نے کبھی بھی اشارۃً، کنایۃً منتخب احادیث کی تعلیم کا ذکر نہیں کیا (چنانچہ اب) فضائل اعمال کو آہستہ آہستہ ختم کر کے اس کی جگہ پر منتخب احادیث کو لانے کی کوشش ہو رہی ہے۔''

(۳) تیسرا اقتباس اُس طویل چار صفحاتی مکتوب سے لیا گیا ہے جو اس کتاب کے تعلق سے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی نے آج سے کئی سال قبل ملک و بیرون ملک کے ذمہ داران دعوت وتبلیغ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، وہ لکھتے ہیں!

''بندہ ابھی چند روز پہلے عمرہ کے سفر پر تھا واپسی پر دیکھا کہ اچھی خاصی ڈاک میرے نام کی جمع ہے، اس میں کئی خطوط اس مضمون کے ملے کہ ذمہ داران تبلیغ کی جانب سے یہ ہدایت اور تاکید کی جارہی ہے کہ تبلیغی جماعتوں اور مساجد میں فضائل اعمال کے بجائے منتخب احادیث کی تعلیم دی جائے۔ چنانچہ بہت سے مقامات پر لوگ وقتی طور سے منتخب احادیث کی بھی تعلیم کرتے ہیں اور جہاں ان ذمہ داران کا اثر ورسوخ زیادہ ہے تو صرف منتخب احادیث ہی کی تعلیم ہوتی ہے اور فضائل اعمال کو بالکلیہ نظر انداز کیا جارہا ہے کیونکہ ان کو بعض مرکزی ذمہ داروں کی جانب سے اشارہ کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔

میرا دل اس بات کو تو قبول نہیں کرتا کہ کوئی مرکزی ذمہ دار اس طرح کا اشارہ دے کہ فضائل اعمال جو تبلیغی نصاب کی حیثیت رکھتی ہے اس کو چھوڑ دیا جائے اور اس کی جگہ منتخب احادیث کی تعلیم کرائی جائے۔

اشکال صرف اس رخ پر ہے جو ہمارے بعض خدام دعوت وتبلیغ اپنے بعض بڑوں کے طرز عمل یا ان کے اشارے سے اپنا رہے ہیں کہ فضائل اعمال کو بالکل پس پشت ڈالتے ہوئے منتخب احادیث کو اس کی جگہ دے رہے ہیں۔

دعوت وتبلیغ میں نکلنے والے احباب کی دینی وعلمی تربیت کی خاطر مولانا

محمد الیاس نے ایک بنیادی نصاب مرتب کرایا اور اصرار کر کے حضرت شیخ سے فضائل کے کچھ رسالے تالیف کرائے۔ اس تجویز میں نہ جانے کس درجہ کا اخلاص تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی اور بے شمار انسانوں کی زندگیوں میں اس کی بدولت صالح انقلاب آ گیا۔

مولانا محمد الیاس کے دونوں جانشین مولانا محمد یوسف اور مولانا انعام الحسن بھی ان کتب فضائل کی تعلیم کو بہتر اور مفید سمجھتے رہے اور کسی طرح کا اشکال انہیں پیش نہیں آیا۔ بلکہ جن حضرات کے اشکالات ان کے سامنے آئے خوش اُسلوبی سے ان کا جواب دے دیا۔ چونکہ ان حضرات کی نظر میں بھی یہ کتاب تبلیغ کے بنیادی نصاب کا درجہ رکھتی تھی۔

مولانا محمد یوسف نے تو اپنے ایک مکتوب میں حضرت شیخ کی فضائل کی ان کتابوں کے نام لکھنے کے بعد صاف طور سے یہ تحریر کر رکھا ہے کہ صرف یہ کتابیں ہیں جن کو اجتماعی تعلیم میں پڑھنا اور سننا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ وابستگان دعوت وتبلیغ کے حق میں ان کتب فضائل کی حیثیت بنیادی نصاب بلکہ بنیادی اصول کی ہے۔ ان سے انحراف یا بے توجہی کسی طرح مناسب نہیں ایسا کرنا اپنے بنیادی اصول سے انحراف قرار پائے گا، بلکہ اپنے اکابر پر جو کام کی بنیاد ہیں اور جن کے واسطے سے یہ کام ہم تک پہنچا ہے ان پر بے اعتمادی کے مرادف ہوگا۔"

حضرت شیخ اور مولانا محمد یوسف، مولانا محمد انعام الحسن سبھی حضرات کے علم میں منتخب احادیث تھی اگر اس کتاب کا بھی اجتماعی تعلیم میں پڑھنا ہوتا تو اس پر عمل ان حضرات کی زندگی میں ہو چکا ہوتا۔

(۴) چوتھا اقتباس مولانا زبیر مرحوم کی اس طویل تحریر سے پیش کیا جا رہا ہے جو

مرحوم نے مرکز کے لئے بننے والی ایک ذیلی مجلس شوریٰ میں پیش کی تھی۔اس تحریر میں آپ نے (۱) منتخب احادیث کے حوالہ سے اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا ہے ان پر آپ نہ صرف آخر تک قائم رہے بلکہ اس سلسلہ میں بڑے بڑے دباؤ اور تقاضوں کو نظر انداز اور دھمکی آمیز تحریروں کو ردی کی ٹوکری میں ڈالتے رہے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے اس کتاب کے حوالہ سے مولانا مرحوم کا جو موقف نقل کیا ہے وہ شدید غلط فہمی بلکہ کذب صریح پر مبنی ہے۔

مولانا زبیر مرحوم کی اس تحریر کا اقتباس یہ ہے!

بندہ کے نزدیک منتخب احادیث کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ ہمارے کام کرنے والے اس کی وجہ سے بہت متفکر ہیں۔مختلف زبانوں میں بغیر کسی مشورہ کے اس کے تراجم کرادیئے ہیں اور اب کوشش اس کی ہورہی ہے کہ وہ اب جماعتوں اور تعلیم کے حلقوں میں اسی طرح پڑھی جائے، جیسے کہ فضائل اعمال پڑھی جاتی ہے۔

کثرت سے خطوط میں اور زبانی کارکنان اس کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کے متعلق سوالات کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے بہت انتشار ہے۔خود ہمارے یہاں گھر میں بلا کسی مشورہ اور اجتماعی رائے کے اس کو شروع کرادیا گیا۔

اس لئے بندہ کی قطعی رائے ہے کہ عمومی تعلیم صرف فضائل اعمال کی ہی ہونا ضروری ہے، جیسا کہ ستر سال سے ہوتی آرہی ہے۔انفرادی مطالعہ میں بیشک اس کو پڑھا جائے۔

(۵) پانچواں تاثر (بلکہ ایک طرح سے معذرت اور معافی نامہ) مولانا محمد بلال

---

(۱) راقم سطور نے (اپنے روزنامچہ کے اندراج کے مطابق) یکم شعبان ۱۴۲۱ھ/ ۲۹راکتوبر ۲۰۰۰ء میں ہونے والے مرکز حضرت نظام الدین کے سفر میں پہلی مرتبہ منتخب احادیث وہاں کے منبر ومحراب اور الماریوں میں رکھی ہوئی دیکھی تھی۔

کراچی کا ہے جنہوں نے عقیدت یا اپنی سادگی مزاج کی وجہ سے حالات کی تہہ میں نہ پہنچ کر کتاب منتخب احادیث کی طباعت واشاعت میں موثر کردار ادا کیا اور جب اس کے نقصانات اور پس پردہ عزائم ان کے سامنے آئے تو انہوں نے فوراً ایک معذرت اور رجوع نامہ وعوتی احباب کی اطلاع کے لئے شائع کر دیا۔

یہ رجوع نامہ واٹس اپ پر ساری دنیا میں پڑھا گیا اور اب وہیں سے نقل کیا جارہا ہے۔

کتاب ''منتخب احادیث'' کے بارے میں ایک اہم انکشاف

اک اہم بات کی طرف تمام عالم کے کام کرنے والے دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

بندہ نے مولوی سعد کاندھلوی کی حمایت میں ان کے اشارے پر جہاں بہت ساری غلطیاں کی ہیں ان میں سے ایک غلطی یہ کی ہے کہ ''منتخب احادیث'' کی تصنیف وترتیب کے لئے علماء کی جو جماعت تھی اس کا مکمل ساتھ دیا۔

مولوی سعد ۲۰۰۰ء میں بجائے مرکز رائیونڈ آنے کے دہلی سے سیدھے کراچی آئے تھے۔ جس پر حاجی عبدالوہاب صاحب نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ ان کو پہلے رائیونڈ آکر مشورہ سے کام کرنا چاہئے تھا۔ بندہ اُس وقت حاجی صاحب کی ناراضگی کی وجہ نہ سمجھ سکا تھا۔

جب احادیث کا ترجمہ مکمل ہو گیا تو یہ مسئلہ آیا کہ کتاب کی نسبتِ تصنیف علماء کی اس جماعت کی طرف ہو جائے جنہوں نے ترجمہ کیا ہے جو ایک حقیقت تھی، مگر حیرت اس وقت ہوئی جب مولوی سعد کے سامنے یہ تجویز پیش ہوئی تو سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ اس کی نسبت میری ہی طرف رہے گی اور مصنف ومرتب کی حیثیت سے میرا ہی نام رہے گا۔ تصنیف کی لائن سے یہ کتنی بڑی خیانت ہے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اب حاجی صاحب کی ناراضگی کی وجہ معلوم ہوئی اور اندازہ ہوا کہ وہ کتنے دوراندیش ہیں۔

ایک اہم بات یہ عرض کرنی ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے چھ نمبروں کی جو احادیث جمع فرمائی تھیں وہ بہت تھوڑی تھیں، زیادہ تر احادیث علماء کی اس جماعت ہی نے شامل کر کے چھ نمبر مکمل کئے ہیں۔ اس لئے اس کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی طرف جو منسوب کیا جارہا ہے وہ بھی ایک صاف جھوٹ ہے۔ افسوس ہے کہ ہمیں اُس وقت اندازہ نہ ہوسکا کہ ہم امت کو کتنے بڑے فتنہ میں ڈال رہے ہیں۔

ہماری آنکھیں اس وقت کھلیں جب حاجی صاحب نے اس (بات) سے بالکل اتفاق نہیں کیا کہ یہ ہماری اجتماعی تعلیم میں شامل کی جائے۔ واقعی یہ بندہ کتنا دوراندیش ہے کہ اُمت کو اس فتنے سے بچالیا۔

اتنے اہم خاندان سے نسبت رکھنے والے مولوی سعد کی یہ خیانت الامان الحفیظ ''عربی منتخب احادیث'' میں بھی مصنف کے نام کی جگہ اپنا ہی نام لکھ دیا۔ شہرت کی اس قدر بھوک، توبہ توبہ استغفر اللہ۔

کوئی پوچھے کہ ''منتخب احادیث'' تو پاکستان ہی کی تصنیف وتالیف ہے اور پہلی بار پاکستان ہی میں چھپی تو پھر اس کو فضائل اعمال کے خلاف شدومد سے کیوں چلا رہے ہو اور حضرت حاجی صاحب کے فیصلہ کو تم ماننے پر کیوں تیار نہیں ہو بلکہ اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو۔

''منتخب احادیث'' اس وقت پورے عالم میں وجہ اختلاف اور فتنہ بن گئی ہے اب ہم لوگوں کو پچھتاوا ہے کہ ہم نے کیوں ایسے کا کہنا مان کر اس کتاب کو مرتب کیا۔ خدائے کریم ہماری اس کوتاہی کو معاف فرمادے۔

تصنیف کی لائن کی تو یہ عظیم خیانت ہے ہی۔

فقط والسلام　　　　بندہ محمد بلال کراچی

مولانا بلال کراچی کے اس مکتوب پر یہاں یہ اضافہ بھی مفید رہے گا کہ دہلی کے وہ حضرات جنہوں نے اس کتاب کی طباعت واشاعت کو اپنے ابتدائی مرحلہ میں ایک کارِ ثواب سمجھ کر اپنی جان، اپنا مال اور اپنا وقت اس پر صرف کیا تھا ان کا کہنا ہے کہ یہ مسودہ کی شکل میں کاپی کے ۳۰/۳۵ صفحات پر مشتمل تھی اور ہم ہی لوگوں نے حفاظت کی خاطر اس مسودہ کا لیمینیشن (Lamination) کرایا تھا لیکن ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کو تصنیف کرکے اتنی ضخامت دے دی گئی۔ اور پوری کتاب کی نسبت حضرت مولانا محمد یوسف کی طرف کردی گئی۔ اگر یہ اطلاع درست ہے تو یہ یقیناً علمی دنیا کی ایک بہت بڑی خیانت ہے۔

راقم سطور کے علم میں یہ بات بہت عرصہ سے ہے کہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن جب پہلی مرتبہ حضرت مولانا محمد یوسف کے وصال کے بعد سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں آئے تو اپنے ساتھ علماء مصر و حجاز کے بہت سے خطوط لے کر آئے، جن میں ان علماء کی جانب سے مولانا محمد یوسفؒ کی حیاۃ الصحابہ کے بہت سے واقعات پر تاریخی اشکالات اور ان واقعات سے نتائج کے استخراج اور استدلالات پر بڑے اعتراض تھے۔

مجموعی طور پر ان علماء کا کہنا یہ تھا کہ فلاں فلاں واقعات حیاۃ الصحابہ سے نکال دیئے جائیں کیونکہ وہ تاریخی معیار پر پورے نہیں اترتے۔

اس مجلس میں دونوں حضرات کا ان خطوط اور اس میں ذکر کردہ اعتراضات پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ حضرت شیخ نے ان اعتراضات واشکالات کو بڑے غور سے سننے کے بعد ان سے صرفِ نظر کرتے ہوئے جواباً ارشاد فرمایا کہ!

’’مولوی انعام! ان سب لوگوں کو جواب میں بس اتنا لکھ دو کہ مصنف کا انتقال ہو چکا ہے اور اب ہمیں ان کی کتاب میں تغیر و تبدل کا کوئی حق نہیں ہے۔‘‘

کاش فضائل اعمال کے ساتھ بھی اسی سیر چشمی اور وسعت قلبی کا معاملہ کرلیا جاتا لیکن اس پر کہاں تک رویا جائے کہ دعوت وتبلیغ کے معاندین اور حضرت شیخؒ سے فکری اور نظریاتی اختلاف رکھنے والے جو کام خیر القرون میں مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن سے نہیں کرا سکے وہ ان کے بعد ایک ہی جھٹکے میں بڑی آسانی سے ان ہی کے حسب ونسب سے کرالیا گیا، سچ ہے!

نسیم ! اعداء سے کیا شکوہ پس مرگ
ہمیں یاروں نے مٹی میں ملایا

حیات الصحابہ پر حضرت شیخ کے اس اصولی جواب سے پتہ چلتا ہے کہ اگر اذہان وافکار میں قبولیت حق کی صلاحیت موجود ہے اور دل ودماغ حق وباطل کی کشاکشی سے محفوظ ہے تو پھر اپنے بڑوں کی عزت اور حرمت کی حفاظت بڑی آسان ہے۔

مولانا محمد یوسف اور مولانا انعام الحسن کے دور سے دعوت وتبلیغ کے میدان میں جان، مال اور اوقات کھپانے والے معمر مبلغین پہلے ہی دن سے اس کتاب (منتخب احادیث) کے متعلق تحریراً وتقریراً، اجتماعاً وانفراداً یہ وضاحت اور تنبیہ کرتے چلے آرہے ہیں کہ شوریٰ اور ساتھیوں کو مطمئن کیے بغیر اس کتاب کو اجتماعات، عمومی جماعتوں اور مساجد ومراکز میں پڑھنا اور پڑھانا بہت بڑے فتنہ کا پیش خیمہ ہے، چنانچہ ہر ہر ملک کے تمام مراکز اور تمام مراکز کے افراد شوریٰ میں اس کتاب کو لے کر جو قضیے اور اختلافات رونما ہوئے اور بیشتر مقامات پر آپسی ٹکراؤ کے جو واقعات سامنے آئے اس نے اجتماعیت کا شیرازہ بکھیر دیا اور دنیا کے کسی بھی ملک میں کام کرنے والوں کو کلمۂ واحدہ پر قائم نہیں رہنے دیا اور یہی اعداء اسلام اور معاندین تبلیغ کی خواہش اور گہری سازش تھی۔

راقم سطور کو چند سال پہلے کا اپنا واقعہ خوب یاد ہے کہ جب اس نے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے ایک بہت بافیض ممتاز خلیفہ اور خدارسیدہ شخصیت کے سامنے

فضائل اعمال کا رونا رویا اور ان کو بتلایا کہ یہ ساری اسکیم اور جدو جہد حضرت شیخ" کے عالمانہ وحمد ثانہ مقام کو مجروح کرنے کے لئے چلائی جارہی ہے تو انہوں نے بہت ٹھیرے ہوئے لب ولہجہ میں بڑے اطمینان اور سکون سے راقم کے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا تھا کہ!

''شاہد تمہیں فکر اور تاثر کی بالکل ضرورت نہیں اس لئے کہ فضائل اعمال اپنا بدلہ خود لے لیگی ''

چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ جتنے اصحاب جانتے بوجھتے منتخب کی آڑ میں فضائل اعمال کو پس پشت ڈالنے میں لگے ہوئے تھے یا اپنے بھولے پن اور سادگیٔ مزاج کی وجہ سے اُس کی طباعت اور اشاعت کو دعوت وتبلیغ کا شاہکار سمجھ رہے تھے، وہ سب کے سب عجیب وغریب طرح کے ابتلاآت اور آزمائشوں میں پھنستے چلے گئے، اور ان سطور کے لکھتے وقت بھی اُن سب کے چہرے راقم سطور کی نظروں میں ہیں لیکن فضائل اعمال کے مصنف کا حد سے بڑھ کر اخلاص، امت کی اصلاح کی کڑھن اور ہر امتی کے دل میں حدیث رسول ﷺ پہنچ جانے کا داعیہ اور اس کے مصنف کی ظاہری وباطنی طہارت اور سب سے بڑھ کر ہمہ وقت رجوع وانابت الی اللہ کا یہ سحر ہے یا کرشمہ کہ فضائل اعمال آج بھی افقِ عالم پر اپنا لوہا منوانے میں سو فیصد کامیاب اور اس کا مقابلہ کرنے والے سو فیصد ناکام ہیں۔

اور آج کی تاریخ میں دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں اور سمجھنے والے سمجھ رہے ہیں کہ فضائل اعمال اپنا بدلہ خود لے رہی ہے کیونکہ یہ کتاب سیاہ روشنائی سے نہیں بلکہ خون دل کی سرخ لکیروں سے لکھی گئی ہے اور عشق نبوی اور محبت رسول سے سرشار ایک ایسے مومن بندہ کے ہاتھ کے تابندہ نقوش ہیں جس کا ہاتھ یقیناً اللہ کا ہاتھ ہے!

ہاتھ ہے اللہ کا ، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب وکار آفریں، کار کشاؤ کارساز

فضائل اعمال اور اس کے قابل صد احترام مصنف کے متعلق راقم سطور کے مذکورہ بالا حقیقت پر مبنی تاثرات کو ان کے فرزند مولانا محمد طلحہ کاندھلوی اپنے ایک مکتوب میں (جو چند

سالانہ اجتماع رائیونڈ (پاکستان) کے موقعہ پر وہاں کے اصحاب دعوت و تبلیغ کو بھیجا گیا تھا) مختصر الفاظ میں اس طرح لکھتے ہیں!

''ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور مخصوص خدام سے سنا ہے کہ حضرت شیخؒ فضائل کے رسالوں کی تالیف کے دوران طہارت ظاہرہ کا اہتمام صد درجہ فرمایا کرتے تھے۔ اور جہاں تک طہارت باطنہ کا تعلق ہے تو یہ دیکھنے کی چیز نہیں۔

البتہ ان کتابوں کی محیر العقول حد تک مقبولیت اور عامۃ المسلمین کی زندگیوں میں ان کے حیرت انگیز اثرات سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی مقبولیت ونافعیت کمال اخلاص کے بغیر ممکن نہیں۔

اسی مکتوب کے آخر میں مولانا محمد طلحہ زید مجدہ فیصلہ کن انداز میں لکھتے ہیں کہ!

''حضرت شیخؒ اور مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن سبھی حضرات کے علم میں منتخب احادیث تھی، اگر اس پالیسی کے مطابق جس کا تذکرہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے آخری وقت میں کیا تھا کہ!''پالیسی طے ہو چکی ہے'' اس کتاب کا بھی اجتماعی تعلیم میں پڑھنا ہوتا تو اس پر عمل ان حضرات کی زندگی میں ہو چکا ہوتا۔

اس لئے گذارش ہے کہ کسی کے اعتراض کی پرواہ کیے بغیر اس نصابی کتاب کو جوں کا توں باقی رکھیں۔ اس کی جانب سے بے اعتنائی تحریک تبلیغ کے لئے نقصان دہ ہوگی بلکہ اگر کسی طرف سے اس طرح کی بات معلوم ہو تو بروقت اس کا تدارک کرنے کی سعی کریں اسی میں انشاء اللہ خیر ہوگی اور اب تک کا تجربہ بھی یہی ہے۔''

راقم سطور نے دونوں کتابوں کے حوالہ سے یہاں تک جو کچھ لکھا ہے اس کا تعلق

ہمارے ملک ہندوستان سے تھا، پاکستان کا معاملہ اس لحاظ سے بالکل بدلا ہوا ہے اور دوسرے رخ پر ہے، وہاں کے ارباب حل وعقد اور مرکزی ارکان خاص کر رائیونڈ مرکز کے احباب شوریٰ نے اپنی بالغ نظری دور بینی اور سب سے بڑھ کر دعوتی اصول وضوابط پر اپنی مضبوط گرفت کی وجہ سے منتخب احادیث کی طباعت واشاعت کے اصلی پس منظر کو پہلے ہی دن دیکھ لیا اور سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ وہاں دور ونزدیک اور ملک وبیرون ملک میں جانے والی تمام جماعتوں کو آج بھی صرف اور صرف فضائل اعمال پڑھنے پڑھانے کی تاکید اور اس کی ترغیب دی جاتی ہے۔

وہاں کے احباب شوریٰ اور ذمہ دار اصحاب اس کتاب کے حوالہ سے ہمیشہ متفکر اور متردد رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً اس کی طرف متوجہ بھی کرتے رہے۔ چنانچہ جنوری ۲۰۱۵ء کے ہونے والے اجتماع ٹونگی میں بھی ان احباب کی جانب سے تحریری طور پر کتاب کے تعلق سے اپنی فکر کا اظہار کرتے ہوئے آٹھ نمبرات پر مشتمل ایک یادداشت سونپی گئی تھی۔ جس میں چھٹے نمبر پر اسی کتاب سے، بہت سے ممالک میں جگہ جگہ اختلاف وانتشار کی بات کہی گئی ہے۔

راقم سطور کا دعوتی وجماعتی لحاظ سے پاکستان کا سب سے پہلا سفر آج سے چالیس سال قبل ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء کے اجتماع رائے ونڈ کے موقعہ پر ہوا تھا۔

اب یہ اللہ جل شانہ کا فضل واحسان ہے کہ اس طویل عرصہ میں (چند اجتماعات کو چھوڑ کر) تمام ہی اجتماعات میں یہ شرکت اپنے پہلے دور میں حضرت شیخؒ کی سرپرستی میں، دوسرے دور میں حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کے کفش بردار کی حیثیت سے اور تیسرے دور میں مولانا محمد زبیر الحسن مرحوم کی محبتوں وشفقتوں کے زور سے ہوتی رہی ہے۔

اپنے طبعی ذوق (یا زیادہ بہتر الفاظ میں مخدومنا حضرت شیخ کی عادت مبارکہ کے مطابق) ہر اجتماع کا کھلی آنکھوں مشاہدہ، ہر قسم کے مثبت ومنفی احوال وافکار کا مطالعہ،

مردانِ کار سے ملاقاتیں، جماعتوں میں نکلنے والے ملکی وغیر ملکی احباب کے گوشوارے اور ان گوشواروں میں ہر سال عددی لحاظ سے ہونے والے ترقیاتی اضافے، ملکوں کے مسائل اور عالمی مشاکل اور پھر اکابر تبلیغ کی طرف سے ان کی گرہ کشائی، نیز ہر طرح کی صحافتی اور غیر صحافتی رپورٹوں، تحریروں کو پڑھ کر ان کا تجزیہ و جائزہ اور پھر پوری احتیاط اور سلیقہ کے ساتھ اپنے روزنامچہ (ڈائری) میں ان کی تفصیلات کے اندراج سے شاید ہی کوئی سال یا کوئی اجتماع باقی رہ گیا ہو۔

اللہ مجھے معاف کرے اس ساری خودنمائی اور خود پسندی کے اظہار بلکہ ''در مدح خود قصیدہ خوانی'' کے بعد راقم سطور کو یہاں یہ لکھنے میں کوئی تامل نہیں ہے اور اگر کوئی صاحب اس سے اتفاق نہ کریں تو مجھے ان پر ذرا بھی اصرار نہیں ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں ہونے والے دعوتی و تبلیغی کام کی اسی (۸۰) فیصد کامیاب قیادت مخدومنا حضرت الحاج عبدالوہاب صاحب زید مجدہ کی نگرانی اور سرپرستی میں مرکز رائے ونڈ کے قدماء اور اصحاب مشورہ کے ذریعہ ہو رہی ہے اور اس کامیاب قیادت کی جڑیں اور بنیادیں مضبوط ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں وہ حضرات دعوت و تبلیغ کے اکابر اربعہ یعنی حضرت مولانا محمد الیاس، حضرت مولانا محمد زکریا، حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن رحمہم اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نقوش و خطوط پر ہوشمندی کے ساتھ ثابت قدم رہ کر البرکۃ مع اکابرکم جیسے اثر اور من کان مستنا فلیستن بمن قدمات فان الحی لاتومن علیہ الفتنہ جیسی حدیث نبوی کا لطف اور اس کی اثر انگیزی کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

یہاں پہنچ کر راقم سطور کو حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسنؒ کا بے اختیار وہ ملفوظ یاد آ گیا جو ان کی زبان حق ترجمان سے متعدد مرتبہ سنا کہ!

''میں نے کبھی بھی اپنے آپ کو رائیونڈ والوں کا امیر نہیں سمجھا بلکہ ان کو ہمیشہ اپنا

رفیق اور دعوتی عمل کا ساتھی سمجھا ہے۔

اب وہاں کی اسی (۸۰) فیصد کامیاب قیادت میں حضرت جی ثالث کی اس عالی ظرفی، سیر چشمی اور وسعت قلبی کا کتنا عمل دخل ہے اس کو صرف وہی سمجھ سکتے ہیں جن کو حضرت حق جل مجدہ کی بارگاہ سے داعیانہ صفت اور مومنانہ بصیرت عطا کی گئی ہے ورنہ تو......!

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

(۴) حجرہ متصل مسجد اور معاہدہ کی خلاف ورزی

مرکز تبلیغ دہلی میں مسجد سے ملحق تعمیر شدہ ایک حجرہ (کمرہ) دعوت و تبلیغ کی تاریخ کا چشم دید گواہ بنا چلا آرہا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد الیاس، حضرت مولانا محمد یوسف، حضرت مولانا محمد انعام الحسن اپنے اپنے دور امارت میں قیام فرماتے رہے ہیں۔

چنانچہ آغاز دعوت و تبلیغ سے اپنی وفات (رجب ۱۳۶۳ھ/ جولائی ۱۹۴۴ء تک) اٹھارہ سال بحیثیت حضرت جی اول مولانا محمد الیاس، ان کے بعد اپنی وفات (ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ/ اپریل ۱۹۶۵ء تک) بائیس سال بحیثیت حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب اور ان کی وفات کے بعد (محرم ۱۴۱۶ھ/ جون ۱۹۹۵ء تک) بتیس سال بحیثیت حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا مسلسل اور متواتر قیام اسی حجرہ میں رہا ہے۔

اس حجرہ کی چھت چونکہ کافی بلندی پر واقع ہے اس لئے مولانا محمد یوسف کے دور میں وہاں آگے کی جانب لکڑی اور تختوں کی ایک چھت بنا کر مولانا محمد یوسفؒ کے دار التصنیف سے اس کو موسوم کیا گیا اور مولانا محمد انعام الحسن کے دور میں اس کے عقبی حصہ میں پختہ لینٹر کی چھت ڈال کر اس کو ایک کمرہ کی شکل دے دی گئی۔

جناب الحاج بھائی محمد یوسف رنگ والے (کراچی) نے حضرت جی ثالث کے آرام و راحت کی غرض سے یہ کمرہ بنوایا تھا۔

مولانا محمد انعام الحسن کی وفات تک یہ حجرہ روزانہ صبح مشورہ کے لئے کھلتا تھا لیکن معلوم نہیں کہ یہ حبِّ علی کا نتیجہ تھا یا بغض معاویہ کا اثر یا اور کوئی تیسری چیز (۱) کہ دیگر مطالبات کی طرح یہ مطالبہ بھی شدت سے اٹھایا گیا کہ ہمیں اس حجرہ کی ضرورت ہے لہٰذا ہمیں دیا جائے۔ اس مطالبہ میں روز بروز گرمی آتی چلی گئی اور مرکز کے بام و در اس گرمی کی تپش سے سرخ ہونے لگے اور پھر اس وقت کے اپنے انتہائی معتمد لیکن آج کے انتہائی غیر معتمد حضرات یعنی جناب بھائی فاروق احمد بنگلور، جناب ڈاکٹر ثناء اللہ علیگڑھ، جناب عبدالحفیظ منیار سورت جناب بھائی محمد خالد صدیقی علیگڑھ کو اس مسئلہ کے حل کے لئے ذریعہ اور واسطہ بنایا گیا۔

ان حضرات نے اندرونی خلفشار و انتشار ختم کرنے کی تدبیر کے طور پر مؤرخہ ۱۰ر صفر ۱۴۱۷ھ/ ۲۷ر جون ۱۹۹۶ء جمعرات میں اپنی ایک اجتماعی مجلس منعقد کر کے ان مسائل و معاملات پر کھل کر گفتگو کی۔

راقم سطور کے روزنامچہ کے مطابق یہ باہمی مشورہ صاحبزادہ صاحب کے کمرہ نمبر ایک میں ہوا تھا اور اس میں مرکز سے متعلق مختلف مسائل جیسے حضرت جی کا حجرہ اور مولانا زبیر صاحب کی ۱۱ بجے والی صبح کی دعا سے یہ مجلس شروع ہوئی اور پھر طویل گفتگو مختلف موضوعات پر چلتی رہی۔

آج کی مجلس میں طے ہوا کہ جب تک حجرہ کی تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ وراثت ہے یا مسجد میں داخل ہے، اس وقت تک اس کی تین تالیاں بنوا کر مولانا اظہار الحسن مولانا زبیر الحسن اور مولوی سعد کو ایک ایک دے دی جائے اور صبح کا مشورہ اس میں ہوتا رہے اور یہ بھی طے

(۱) اس تیسری چیز میں یہ خوشنما تخیل اور یہ خوش فہمی بھی شامل تھی کہ یہ حجرہ آج تک امرائے تبلیغ کے قیام کے لئے مخصوص رہا ہے، اس لئے جو بھی اس حجرہ (کمرہ) میں رہے گا وہ پوری امت کا امیر ہوگا اور جو پوری امت کا امیر ہوگا وہ اس حجرہ میں رہے گا۔

ہوا کہ اوپر دو چھتی میں جس کی کتابیں ہیں وہ لے لیں۔

اس مشورہ کی اطلاع کاتب سطور کو سہارنپور میں جمعرات کی شام ۵ ربجے ہوئی اور مولانا زبیر مرحوم کا پیغام ملا کہ تم دہلی آجاؤ، چنانچہ یہ احقر جمعہ کی صبح بذریعہ بس روانہ ہو کر نماز جمعہ شاہدرہ میں پڑھ کر ۳ ربجے دہلی مرکز پہنچا، اور اسی دن یعنی ۱۱ رصفر جمعہ کو حجرہ کھولا گیا اور پہلی مرتبہ اس میں مشورہ ہوا اور پورے ۴۵ ردن بعد اسی حجرہ شریفہ میں مولانا اظہار الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔

۱۷ رصفر ۱۴۱۷ھ / ۴ رجولائی ۱۹۹۶ء میں مجلس شوریٰ کے پانچ حضرات نے اندرونی اور بیرونی عوامل کی تیار کردہ گرما گرم فضا میں باہمی گفت وشنید اور اتفاق رائے سے اس مسئلہ کشمیر یا قضیہ فلسطین کو نمٹانے کے لئے جو امور طے کئے ان کو اپنی ایک تحریر میں ان الفاظ کے ساتھ مرتب کر کے متعلقہ افراد کے حوالہ کر دیا۔

یادداشت

آج بتاریخ ۱۷ رصفر المظفر ۱۴۱۷ھ / ۴ رجولائی ۱۹۹۶ء بروز جمعرات شوریٰ کے پانچوں حضرات مولانا محمد اظہار الحسن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، میانجی محراب صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور مولوی محمد سعد صاحب نے مندرجہ ذیل امور مشورہ سے طے فرمائے۔

۱۔ مسجد کی امامت اور بعد مغرب دعا مولوی محمد سعد صاحب کیا کریں گے۔ جماعتوں کی روانگی کی دعا اور مصافحہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کیا کریں گے۔

۲۔ مسجد سے متصل حجرہ جس میں بڑے حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ کا قیام رہا اس کے بارے میں طے پایا کہ جلد از جلد تحقیق کر لی جائے کہ اس حجرہ کی نوعیت کیا ہے، آیا یہ مسجد سے متعلق ہے یا زنانہ مکان میں شامل ہے؟

سر دست اس حجرہ کا استعمال یہ طے پایا کہ شوریٰ کے پانچوں حضرات روزانہ ۹ ربجے

صبح کا مشورہ اس میں کیا کریں گے۔ مشورہ کے بعد یہ کمرہ بند کردیا جایا کرے گا۔ حجرہ کی ایک ایک کنجی مولانا اظہار الحسن صاحب مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور مولوی محمد سعد صاحب کے پاس رہا کرے گی۔

۳۔ اس حجرہ کی دوچھتی میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جو کتابیں ہیں وہ مولوی محمد سعد صاحب لے سکتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی جو کتابیں اور الماریاں ہیں نیز باہر جو سامان ہے وہ مولانا زبیر الحسن صاحب لے سکتے ہیں اور جو کتابیں مدرسہ کاشف العلوم کی ہیں وہ اس میں داخل کردی جائیں۔

۴۔ گھر کی خواتین بروز جمعہ صلاۃ التسبیح اور جمعہ کی نماز میں شامل ہونے کے لئے اس حجرہ میں آتی ہیں اس بارے میں طے پایا کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

۵۔ یہ تحریر آج ۱۹ر صفر المظفر ۱۴۱۷ھ بروز ہفتہ حضرات شوریٰ کو سنادی گئی اور ان کے ارشاد سے بطور یادداشت لکھ لی گئی۔

۶۔ اس مشورہ میں عبد الحفیظ منیار، فاروق احمد، ڈاکٹر ثناء اللہ، محمد عثمان علی خاں اور محمد خالد صدیقی موجود تھے۔ یہ بھی طے پایا کہ یہی لوگ تمام ضروری کاغذات فراہم کرکے حضرات شوریٰ کے سامنے پیش کردیں۔ بقلم محمد عثمان علی خاں

اس مشورہ میں مذکورہ پانچ حضرات نے مسئلہ انخلاء کی نزاکت وخطرات کے پیش نظر مکان، مسجد اور حجرہ سے متعلق زمینی اور ملکیتی حقائق معلوم کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کی۔ متعدد مرتبہ دفتر وقف بورڈ دہلی جاکر قدیمی کاغذات اور فائلوں کا مطالعہ کیا۔ قدیم وجدید بیعنامے پڑھے۔ زنانہ مکان کا ایک نقشہ تیار کیا گیا۔ جس کے لئے جناب فصیح الدین، قاضی حسین احمد دہلوی اور جناب الحاج محمد شفیع سے بار بار مراجعت کی گئی اور اس کے نتیجہ میں ایک چار صفحاتی رپورٹ ۸ر ربیع الاول ۱۴۱۷ھ/ ۲۵ر جولائی ۱۹۹۶ء میں مرتب کرکے اراکین شوریٰ کی خدمات میں پیش کردی گئی۔

مؤرخہ ۱۷؍صفر ۱۴۱۷ھ/ ۴؍جولائی ۱۹۹۶ء میں مجلس شوریٰ کے پانچوں حضرات کی طرف سے ہونے والے اس تحریری معاہدہ کی روشنائی ابھی خشک بھی نہیں ہو پائی تھی اور معاہدہ کو تحریری شکل دینے والوں نے ابھی اطمینان وسکون کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ عہد شکنی کی نئی نئی شکلیں سامنے آنے لگیں۔

☆ چنانچہ کچھ عرصہ بعد یہاں مستورات کو نماز تراویح ادا کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ جس کا سلسلہ کم وبیش چالیس سال سے حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کے زمانہ سے متواتر چلا آرہا تھا۔

☆ نیز اسی ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب مولانا زبیر مرحوم اعتکاف کے لئے مسجد میں بیٹھ گئے تو یہ حکم بھی نافذ کر دیا گیا کہ اس حجرہ سے گزر کر مولانا مرحوم کے زنانہ مکان میں آنے جانے اور وہاں سے سحری اور افطاری لانے لے جانے پر پابندی ہے۔

چنانچہ عزیزان مولوی زہیر، صہیب وخبیب وغیرہ آخری عشرہ میں گھر سے مسجد اور پھر مسجد کا صحن عبور کر کے مولانا مرحوم کے معتکف میں تمام کھانا پینا اور اس کے لوازمات لاتے اور واپس لے جاتے رہے۔

☆ اس کے بعد حضرت مولانا انعام الحسنؒ کا تمام سامان اور کتابیں اپنے معتمدین کے ذریعہ حجرہ کی دوچھتی سے نکلوا کر مولانا زبیر مرحوم کے کمرہ میں بھجوادیں۔

خدام بارگاہ جب بغیر کسی اطلاع کے سامان اور کتابیں لے کر اچانک مولانا مرحوم کے کمرہ میں پہنچے تو وہ حیران ہو گئے اور ان پر شدید تاثر ہوا لیکن اپنی عادت اور معمول کے مطابق صبر کر کے خاموش رہے۔

☆ اس زمانہ میں صاحبزادہ صاحب پر اندرونی وبیرونی عوامل واسباب کی وجہ سے کچھ ایسا نشۂ قوت سوار تھا کہ مذکورہ واقعہ کے کچھ ہی دن بعد کھانے کے دسترخوان پر جب کہ بہت سے خواص بھی موجود تھے۔ انہوں نے مولانا مرحوم سے حاکمانہ اقتدار کے لہجہ

میں فرمایا کہ مجھے حجرہ میں بیت الخلاء بنانا ہے لہٰذا وہاں سے الماریاں نکلوالیں۔

مولانا مرحوم نے جب اس حکم کی تعمیل میں کچھ تامل کیا تو وہ دسترخوان پر ہی ناراض ہوگئے اور ابھی اسی وقت تالیاں طلب کیں۔ اور پھر حسب تحریر مولانا زبیر مرحوم!

''بندہ نے حالات اور مصلحت اور مرکز کی رسوائی کو دیکھتے ہوئے کھانے کے بعد ان کی خدمت میں تالیاں بھیج دیں۔''

☆تحریری معاہدہ کی رُو سے تین تالیاں تین اصحاب کے پاس رہنی طے تھیں لیکن کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ تالا ہی بدل دیا گیا۔

صاحبزادہ صاحب جب کہیں ذاتی سفر پر جاتے تو پھر صبح کا مشورہ اس حجرہ میں ہونے کے بجائے باہر ہال میں ہوتا اور تمام اہل مشورہ بشمول مولانا محمد یعقوب، مولانا زبیر مرحوم، مولانا ابراہیم، مولانا احمد لاٹ، پروفیسر محسن صاحب وغیرہ ایک بڑے مجمع کے ساتھ ہال ہی میں جمع ہوجاتے اور وہیں مشورہ کرلیتے۔

(۵) ایک ذیلی مجلس شوری کا قیام اور اس کا انجام

حضرت جی ثالثؒ نے اس وسیع دعوتی کام کی حفاظت اور اس کو اپنے قدیمی نہج پر قائم رکھنے کے لئے جو عالمی شوریٰ تشکیل دی تھی اس کی افادیت اور نافعیت کو دنیا بھر کے ممالک میں کام کرنے والے دعوتی احباب نے بہت سراہا، غیروں نے اس کی اہمیت اور واقعیت کو تسلیم کیا لیکن مشہور کہاوت ''چراغ تلے اندھیرا'' کے مطابق اپنوں کی سمجھ میں نہ اس کی افادیت و نافعیت آئی اور نہ انہوں نے اس کی اہمیت اور واقعیت کو دل و جان سے تسلیم کیا اور تسلیم بھی کیوں کرتے جب کہ وہ اس کو بتیس سالہ دور انعامی کا ایک بگاڑ یقین کیے ہوئے اور اس کو مستقبل میں اپنے لئے ایک کانٹا سمجھے ہوئے تھے۔

ماہ و سال اسی امید و بیم میں گذرتے چلے گئے یہاں تک کہ آٹھ سال گذر جانے کے بعد ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ/فروری ۲۰۰۴ء میں دعوت و تبلیغ کے بارہ اعلیٰ سطحی افراد کو یہ داعیہ اور

تقاضہ پیدا ہوا کہ اگر عالمی شوریٰ کو اپنا موثر کردار ادا کرنے کا موقع نہیں دیا جارہا ہے تو کم از کم ایک ذیلی شوریٰ بنا کر اتفاق رائے سے اس کے اراکین متعین کر لئے جائیں اور اس کے ذریعہ آپس کے اختلافی متنازعہ امور اجتماعیت یا اکثریت کی بنیاد پر طے کر لئے جائیں، چنانچہ نظام الدین مرکز کی حد تک ایک ذیلی مجلس شوریٰ کی تشکیل کی گئی اور دس اعلیٰ سطحی افراد اس میں شامل ہوئے ان کے اسمائے گرامی بالترتیب اس طرح سے ہیں......!

☆مولانا محمد یعقوب دہلی ☆ جناب الحاج رحمت اللہ بنارس ☆مولانا محمد ابراہیم دیولہ گجرات ☆مولانا احمد لاٹ گجرات ☆ مولانا اسماعیل گودھرا (گجرات) ☆جناب بھائی فاروق احمد بنگلور ☆جناب الحاج خالد صدیقی علی گڑھ ☆جناب الحاج ثناء اللہ علی گڑھ ☆جناب پروفیسر عبدالعلیم علی گڑھ ☆جناب پروفیسر محمد محسن لکھنؤ ☆جناب الحاج سلمان بیگ علیگڑھ ☆جناب پروفیسر مسعود عبدالحی ناگپور۔

۲۲ رذی الحجہ ۱۴۲۴ھ/ ۱۴ فروری ۲۰۰۴ء شنبہ میں ان مذکورہ حضرات کا انتخاب اتفاق رائے سے ہو کر اس کے حدود اور میدان عمل کے لئے پانچ دفعات پر مشتمل جو دستاویز اتفاق رائے سے مرتب ہوئی، اس کا مکمل متن یہ ہے۔

(۱) یہ مجلس شوریٰ مولانا زبیر الحسن صاحب اور مولانا سعد صاحب کے منتخب کردہ افراد پر مشتمل ہے۔ دونوں صاحبان نے یہ افراد اپنے اپنے طور پر تجویز کئے ہیں، اس لئے کسی فرد کی کمی پر اس کی جگہ جدید انتخاب بھی اسی کا حق ہوگا۔

(۲) اس مجلس شوریٰ میں وہ تمام دعوتی امور اور مرکز کے انتظامی امور و معاملات زیر غور آئیں گے جن پر یہ دونوں حضرات کسی وجہ سے متفق نہ ہو سکیں۔ ایسے امور پر اجتماعی مشورہ ہو کر فیصلہ ہوگا۔

(۳) ذاتی وخانگی معاملات میں جو امور باہمی طور پر طے نہ ہو سکیں مثلاً مکان رہائش وغیرہ ان پر بھی مشورہ سے فیصلہ ہوگا۔

(۴) تمام امور پر فیصلے اجتماعیت یا اکثریت کی بنیاد پر ہوں گے۔

(۵) دعوتی امور کے وہ معاملات جن میں آپس میں اختلاف رائے ہو اس مجلس میں بحث و گفتگو کے لئے آئیں گے پھر یہ مجلس اپنا فیصلہ ہر دو حضرات کے گوش گذار کرے گی لیکن اگر مجلس کا یہ فیصلہ کسی کو قبول نہ ہو تو اس وقت تک اس عمل کو موخر رکھا جائے گا جب تک کہ دونوں حضرات میں اتفاق رائے نہ ہو جائے۔ (فقط)

ابتدائی پانچ ماہ میں ان حضرات نے بڑی کڑھن اور دلسوزی کے ساتھ اپنی چار مجلسیں مختلف معاملات و مسائل پر غور کرنے کے لئے منعقد کیں۔

پہلی مجلس شوری (منعقدہ ۳۰؍رجب ۱۴۲۵ھ/ ۱۶ ستمبر ۲۰۰۴ء جمعرات) کے بعد دوسری مجلس کے انعقاد سے قبل مولانا زبیر مرحوم نے اس شوریٰ کے قیام پر اپنے اطمینان و مسرت اور بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کام کے تحفظ و بقا کے لئے اپنے اندرونی جذبات اور دلی احساسات کے اظہار کے لئے جن الفاظ کا سہارا لے کر ان کو تین مکتوبات کی شکل میں اراکین شوریٰ کو پیش کیا وہ دعوت و تبلیغ کی اسی سالہ تاریخ میں ایک سنگ میل اور شب تاریک میں ایک قندیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے یہاں ان کا مکمل متن پیش کیا جاتا ہے!

پہلا خط

مکرمان محترمان بندہ..........زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے دعوتی معاملات و مسائل کو سلجھانے کے لئے یہ جو ایک تدبیر و کوشش مجلس شوری کی شکل میں سامنے آئی ہے۔ اللہ رب العزت اس کو ہم سب کے لئے اور مرکز کے لئے باعث خیر فرمائے اور ابواب خیر کے مفتوح ہونے اور ابواب شر کے بند ہونے کا اس کو ذریعہ فرمائے۔ آمین

اس دوسرے اجلاس میں رکھنے کے لئے بندہ کے ذہن میں چند مسائل ہیں امید ہے کہ ان پر غور وفکر ہوگا۔

(۱) عزیز مولوی سعد سلمہ نے اپنے طور پر جو فہرست شرکاء آپ حضرات کو دی تھی اس میں مولانا احمد لاٹ صاحب کا نام بھی تھا، مگر پہلی شوریٰ میں عین وقت پر مجھے بتلایا گیا کہ ان کا نام اب نہیں ہے۔

مجھے اس اطلاع سے تعجب ہوا۔ مولوی (احمد لاٹ) صاحب موصوف قدماء میں سے ہیں دعوت وتبلیغ اور مرکز کے مقیمین میں صاحب بصیرت افراد میں ہیں۔ والد ماجد مرحوم ان کی تقاریر سے نہ صرف مطمئن تھے بلکہ ان کو موثر سمجھتے تھے۔

اس لئے بندہ کی رائے میں آپ حضرات ان کو اپنی اس شوری میں ضرور لے لیں۔ انشاء اللہ عالمی سطح سے بھی مفید ہوگا۔

(۲) بندہ نے اپنے گذشتہ عریضہ میں لکھا تھا کہ ہم میں اپنے بڑوں کے اعتبار سے نہ وہ جذبہ ہے اور نہ وہ قربانی اور اخلاص ہے اس لئے کوشش اس کی کرنی ہے کہ بس ان ہی کے نقش قدم پر چلتے رہیں خواہ وہ دعوت کے مسائل ہوں یا مرکز کے معاملات۔ اس میں انشاء اللہ فتنوں سے بھی حفاظت ہے اور لوگوں کے طعن وتشنیع سے بھی بچاؤ ہے۔ فقط

پانچویں مجلس جو ۲۷/۲۸/۲۹/ نومبر ۲۰۰۴ء/ ۱۳/۱۴/۱۵/ شوال ۱۴۲۵ھ میں منعقد کی گئی تھی۔ اس میں بحث وگفتگو کے لئے ان حضرات نے ضروری سمجھا کہ مولانا زبیر مرحوم سے بھی باہری حجرہ اور خانگی معاملات (خصوصاً رہائشی مکان کی تقسیم) پر ان کے خیالات واحساسات معلوم کر لئے جائیں۔ چنانچہ انعقاد مجلس سے کم وبیش دو ماہ قبل ۶/ اکتوبر ۲۰۰۴ء/ ۲۰/ شعبان ۱۴۲۵ھ میں ارکان شوری کی جانب سے جناب الحاج سلمان بیگ

مرحوم نے مولانا زبیر مرحوم کو ایک مکتوب بھیج کر ان کے خیالات واحساسات یا بالفاظ دیگر مسائل ومشاکل دریافت کیے۔ اس پر مولانا مرحوم نے اس ذیلی شوری کو یہ مکتوب تحریر کیا!

دوسرا خط

مکرمان محترمان بندہ..............زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے

آپ حضرات کے گذشتہ اجلاس شوری میں زنانہ مکان کے متعلق جو امور زیر گفتگو آئے ان کے تعلق سے جناب بھائی سلمان بیگ صاحب کا ایک مکتوب محررہ ۶ ر اکتوبر ۲۰۰۴ء مع تحریر عزیز مولوی سعد سلمہ مجھے دستی موصول ہوا۔

میں نے سابقہ خط میں کام اور اس کے نہج کی حفاظت سے متعلق ایک تحریر ارسال کی تھی جو یقیناً ملاحظہ سے گذری ہوگی۔

میرے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ اجتماعی کام کے مقابلہ میں شخصی اور انفرادی کام کو اہمیت دی جائے، اس لئے کہ یہ مجلس شوری صرف اس لئے نہیں بنی کہ میرے یا عزیز مولوی سعد سلمہ کے مکان کا مسئلہ حل کردے اور پھر اس کی چھٹی کردی جائے بلکہ اس کا اصل کام یہ ہے کہ ان جملہ بے عنوانیوں پر نگاہ رکھے جس سے دعوت کا یہ عالمی کام متاثر ہو رہا ہے اور دنیا بھر میں ہمارے مرکز (نظام الدین) کی سبکی ہو رہی ہے اور کام دو ''رخ'' پر جارہا ہے جن میں ایک رخ ہمارے قدیم اکابر کا ہے اور دوسرا رخ جدید اکابر کا ہے۔

فی الوقت میرا خیال یہ ہے کہ آپ حضرات گذشتہ بے عنوانیوں کی اصلاح کی فکر فرماتے ہوئے آئندہ اقدامات فرمائیں۔

مثلاً باہر کے حجرہ کا مسئلہ ہے تقریباً دس بارہ افراد (بشمول مولانا اظہار الحسن

صاحب وعزیز مولوی سعد و بندہ زبیر الحسن) کے دستخطوں سے ایک تحریر مرتب
ہو کر جو کچھ اس حجرہ سے متعلق طے ہوا تھا اب اس کے بالکل خلاف اور منافی
عمل ہو رہا ہے۔ لیکن دستخط کنندگان حضرات جن میں سے بعض اس وقت
شوریٰ میں بھی موجود ہیں اس بے اصولی اور بے عنوانی کو روک نہیں سکے۔
یہاں تک کہ مجھے ایک بہت مختصر سے زبانی اور تہدیدی نوٹس پر اپنا تمام سامان
وہاں (حجرہ) سے نکالنا پڑا۔ دو چھتی میں سے والد ماجد مرحوم کا تمام سامان اور
ان کی کتابیں واپس لینی پڑیں کہ عزیز موصوف سلمہ نے اوپر سے تمام سامان
اور کتابیں اپنے ۲/۳ رخدام کے ذریعہ اٹھوا کر نیچے حجرہ میں رکھوا دیں اور مجھے
اطلاع بھجوادی کہ اپنا سامان اٹھوالیں۔

بندہ نے اس جبری حکم کے آگے کچھ بولنا مناسب نہیں سمجھا اور خاموشی سے
سب سامان اٹھوالیا۔

کچھ دن گذرنے کے بعد انہوں نے دوپہر کے کھانے پر مجھے امر فرمایا کہ حجرہ
میں بیت الخلاء بنانا ہے لہٰذا وہاں (والد صاحب مرحوم کی) جو الماریاں کھڑی ہیں
ان کو نکلوانا ہے بندہ نے کچھ تامل کیا تو وہ دستر خوان پر ہی ناراض ہو گئے۔ ان کا کہنا
تھا کہ (الماریوں کی) تالیاں فوراً مل جائیں یہ کام ابھی اور اسی وقت ہوگا۔

بندہ نے حالات اور مصلحت اور مرکز کی رسوائی کو دیکھتے ہوئے کھانے کے
بعد ان کی خدمت میں تالیاں بھیج دی تھیں۔

حضرات اہل شوریٰ کو میں یہ بھی بتلانا چاہتا ہوں کہ اوپر دو چھتی کے دو حصے ہیں
پشت کی جانب کا پختہ حصہ (کمرہ) والد ماجد مرحوم کی علالت اور یکسوئی کے پیش نظر
بھائی یوسف رنگ والوں نے تیار کرایا تھا لیکن وہ بھی اسی حکم شاہی کی نظر ہو گیا۔
مجھے رہ رہ کر یہ احساس ہے اور اس احساس سے کلفت ہے کہ اگر حجرہ کے

متعلق طے شدہ تحریر پر عمل ہو جاتا تو بندہ مسجد کی جماعت سے محروم نہ رہتا۔
اب مجھے گذشتہ دس سال سے خارج مسجد نماز ادا کرنی پڑ رہی ہے۔ اپنی معذوری
کی وجہ سے عربیہ پر ہر نماز میں وہاں جانے اور ہٹو بچو کر کے راستہ بنانے میں بھی
شرم آتی ہے۔ اس لئے بندہ کی گذارش ہے کہ اُن مسائل اور معاملات کو حل کرلیا
جائے، جن میں طے شدہ ہونے کے باوجود خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ فقط

اس مذکورہ تحریر کے ساتھ ساتھ ارکان شوریٰ کی خواہش پر مولانا مرحوم نے مرکز کے اندرونی احوال اور دعوتی عمل سے متعلق بعض خطرات کی نشان دہی کرتے ہوئے تیسرا مکتوب اور بھی ارسال کیا تھا۔

اس مرحوم شوریٰ کے آخری پانچویں اجلاس میں (جو انتہائی گرما گرمی کے ماحول میں ہوا تھا) مولانا زبیر مرحوم کی جانب سے پڑھی جانے والی حقائق اور واقعات سے بھرپور یہ تیسری تحریر ان کی مظلومیت کی داستاں ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے بلا خوف لومۃ لائم کلمہ حق کہنے کی ایک مضبوط اور موثر شہادت بھی ہے اور ان کو ایک بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہونے کی حیثیت سے یہی کرنا چاہئے تھا۔ (۱)

---

(۱) اور اس بڑے باپ کی جولانیوں اور کلمہ حق کو بہت دور تک پہنچانے کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۷۷ء کی خون آشام ایمرجنسی میں وقت اور موقعہ کی سنگینی اور خطرات کے تمام تر احساس کے باوجود ایمانی غیرت اور حمیت کا حق ادا کرتے ہوئے محترمہ اندرا گاندھی صاحبہ کو ان کے ایک پیغام کے جواب میں قبولیت اسلام کی دعوت دے دی تھی۔

حضرت شیخ ؒ اس وقت مدینہ طیبہ مقیم تھے۔ آپ کے علم میں جب اس دعوت کی تفصیلات آئیں تو آپ نے اپنے مکتوب (محررہ ۱۶/ اپریل ۱۹۷۷ء میں) حضرت جی ثالث کو ان کی خدمت میں یہ کلمات تحسین و تبریک تحریر فرمائے کہ!

''آپ کا جواب بہت ہی اہم ہے اللہ جل شانہ آپ کو بہت ہی بلند درجہ عطا فرمائے۔ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ میں نے اپنے آپ کو بہت ٹٹولا اور بہت ہی ندامت ہوئی کہ میں تو اس جواب کی جرأت نہیں کر سکوں گا۔''

تیسرا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت حاجی رحمت اللہ صاحب زادمجدہ کا پیغام ملا کہ بندہ آپ حضرات کی اس مجلس شوری میں پیش کرنے کے لئے کچھ مسائل لکھ کر دے اور جو چیزیں قابل اصلاح ہیں ان کی فہرست مرتب کرے۔

(ا) بندہ کی نگاہ میں والد ماجد حضرت جی (مولانا انعام الحسنؒ) کے بعد مرکز کا سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس دعوتی کام کی حفاظت کس طرح ہو اور کیسے اس کام کو اسی نہج پر باقی رکھا جائے جس پر ہمارے بڑے ہم کو ڈال کر گئے ہیں۔

آپ سب حضرات اس چیز سے بخوبی واقف ہیں کہ مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم کا جو طریقہ اس دعوتی کام کا تھا اسی پر والد ماجد مرحوم آخر دم تک قائم رہے جس کی برکت سے کام سارے عالم میں ایک ہی طرز وفکر پر رہا لیکن اب ہماری شامت اعمال سے یہ بات ختم ہوتی جارہی ہے اور ہر جگہ مختلف ذہن بن رہے ہیں جن سے کام میں نقصان اور ضعف آرہا ہے، مردوں کا کام بھی متاثر ہو رہا ہے اور مستورات کا بھی۔ پرانوں میں بھی دو ذہن ہو رہے ہیں۔

آپ حضرات اس کام کے نہج اور طریقہ کار سے خوب واقف ہیں۔ نبوی طرز اور طریقہ اسلاف یہ اس کام کی جان ہے اور ہمارے مرحوم حضرات اسی طرز پر کام کر کے گئے ہیں۔ اس لئے البرکة مع اکابرکم کے اصول پر ہمیں ہر حال میں اسی نہج کو قائم دائم رکھنے کی بھرپور جدوجہد کرنی چاہئے۔ اگر خدانخواستہ یہ مبارک طریقہ عمل ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور نئی نئی شکلیں سامنے آتی چلی گئیں تو پھر اس کا کہیں اختتام نہیں ہوگا۔

اس لئے میں تو یہی عرض کروں گا کہ یہ مجلس شوری کام کے تقاضوں اور اس

کے اصول وضوابط کو ہی سامنے رکھے اور یہ سوچے کہ ہم اپنے اکابر کے نقوش قدم سے اگر تھوڑا سا بھی ہٹے تو اس میں صرف ہمارا ہی نقصان نہیں بلکہ پوری امت کا نقصان ہے اور کام کا ضیاع ہے۔ اللہ جل شانہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

(۲) اس کے ساتھ ساتھ آپس کا جوڑ بھی بہت قیمتی دولت ہے، رائے کا اختلاف کوئی مضر چیز نہیں، لیکن شیطان لعین اس راہ سے بہت دھوکہ دیتا ہے کہ میری رائے صحیح ہے باقی سب غلط ہے۔ یہ چیز ہمارے اندر کی اجتماعیت کو ختم کر رہی ہے اللہ جل شانہ اپنا فضل فرمائے اور ہمیں کام کی قدر اور اس کی استعداد عطا فرمائے۔ ہمارے اندر نہ بڑوں جیسی فکر ہے اور نہ ان کی جیسی قربانی ہے، اس لئے اب تو ان کے بتلائے ہوئے اصول ہی ہمارے لئے اور اس کام کے لئے رہنما ہیں۔

(۳) کام کے اعتبار سے اور اپنے مرکز کی چہار دیواری کے اعتبار سے جو مسائل اور مشکلات ہیں ان کا بخوبی علم آپ سب حضرات کو بھی ہے، بندہ کی نگاہ میں ان سب کا حل صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم اپنی سمجھ بوجھ کو اپنے بڑوں کی سمجھ بوجھ کے تابع کر دیں اور یہ دیکھ لیا کریں کہ بڑوں کی ترتیب کیا رہی اور انہوں نے ایسے موقعہ پر کام کو اور اسکی نزاکتوں کو کیسے سنبھالا۔ نہ یہ کہ ہم ان کی اور ان کے کام کی تنقید و تنقیص کر کے اس کی اصلاح شروع کر دیں۔ اگر خوانخواستہ ہماری یہ سوچ رہی تو بڑے نقصانات کا اندیشہ ہے۔

(نوٹ) بندہ نے مذکورہ بالا تحریر لکھ کر اراکین مجلس شوریٰ کو بھیج دی تھی اس کو ملاحظہ کر کے ان حضرات نے یہ رائے دی کہ اس میں ایسے چند مسائل اور مشکلات کا اضافہ ضروری ہے جن پر مجلس شوریٰ غور کر سکے۔ اس لئے عرض ہے کہ!

(۱) بندہ کے نزدیک منتخب احادیث کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ ہمارے کام کرنے والے اس کی وجہ سے بہت متفکر ہیں۔ مختلف زبانوں میں بغیر کسی مشورہ کے اس کے تراجم

کرادیئے ہیں اوراب کوشش اس کی ہورہی ہے کہ وہ اب جماعتوں اور تعلیم کے حلقوں میں اسی طرح پڑھی جائے ، جیسے کہ فضائل اعمال پڑھی جاتی ہے۔ کثرت سے خطوط میں اور زبانی کارکنان اس کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کے متعلق سوالات کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے بہت انتشار ہے۔ خود ہمارے یہاں گھر میں بلاکسی مشورہ اوراجتماعی رائے کے اس کوشروع کرادیا گیا۔

ارکان شوریٰ کے علم میں یہ بات آجانی چاہئے کہ منتخب احادیث کی طرح خود میرے والد ماجد مرحوم کی ایک کتاب الابواب المنتخبہ من المشکوۃ ہے جوانہوں نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے حکم سے مرتب کی تھی لیکن بندہ کوآج تک بھی اس کا خیال نہیں آیا کہ ساری دنیا میں اس کے ترجمے کرا کر اس کوعمومی تعلیم کی کتاب بنادوں کیونکہ میں خوب سمجھتا ہوں کہ اگر یہ سلسلہ چل نکلا تو اس کو روکنا مشکل ہو جائے گا۔

اس لئے بندہ کی قطعی رائے ہے کہ عمومی تعلیم صرف فضائل اعمال کی ہی ہونا ضروری ہے، جیسا کہ ستر سال سے ہوتی آرہی ہے۔ انفرادی مطالعہ میں بیشک اس کو پڑھا جائے۔

(۲) زنانہ مکان کے متعلق بندہ زبانی بھی عرض کر چکا کہ باہر کا مردانہ حجرہ (ایک اجتماعی تجویز کے خلاف) مولوی سعد سلمہ لے چکے ہیں اور والد ماجد مرحوم کا تمام سامان اور کتابیں وغیرہ وہاں سے نکلوا چکے ہیں پھر اندر کے مکان پر ان کو اصرار کیوں ہے؟ پہلے حجرہ سے متعلق تجویز پڑھ لی جائے جس پر سب کے دستخط بھی ہیں، اس پر غور فرمائیں کہ وہاں اجتماعی فیصلہ کے خلاف کیوں عمل ہوا؟

نیز ارکان شوریٰ زنانہ مکان کا بھی جائزہ لے لیں اور پیمائش کرلیں کہ کس کے پاس کتنا حصہ ہے اور کس کے پاس کتنے کمرے ہیں اور اس کی ضرورت کتنی ہے۔

اس کے علاوہ مکان کے مسئلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کی حق ملکیت کس کی ہے اگر وہ عزیز موصوف کی ہے تو وہ شرعاً ان کا حق ہے، میں اس حق سے انکار نہیں

کر سکتا اور اگر ان کی ملکیت نہیں ہے تو پھر فضول اصرار ترک کر دیں۔
باہر کے حجرہ کے متعلق مجھے اس کا بہت احساس ہے کہ اگر فیصلہ پر عمل ہوتا تو مجھے مسجد کی باجماعت نمازیں مل سکتی تھیں لیکن اب معذوری کی وجہ سے اپنے حجرہ کے پاس ہی پڑھنی پڑتی ہے۔

(۳) ایک گذارش یہ ہے کہ مسجد وار کام بہت اہم ہے لہٰذا اس میں کوئی اضافہ استقبال کی جماعت یا کسی بھی شکل میں ایسا اضافہ جو بڑوں کے زمانہ میں نہ ہوا ہو بالکل غیر مناسب اور کام کے لئے مضر ہے۔ اس پر ضرور غور فرمایا جائے۔

(۴) بندہ کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ مقیمین مرکز سے ہر ایک سے ان کی صلاحیت اور استعداد کے موافق کام لیا جائے، اپنے اعتبار سے نہ ان کو جانچا جائے اور علیگڑھ کے احباب کا زیادہ سے زیادہ قیام یہاں ہونا چاہئے تاکہ مرکز کی ضروریات بھی پوری ہوتی رہیں اور مشکلات بھی حل ہوتی رہیں۔ فقط والسلام

بندہ محمد زبیر الحسن کاندھلوی

راقم سطور کو اگر دعوتی و تبلیغی احباب معاف فرمادیں تو یہ عرض کرنے کی جرأت کروں کہ آپ حضرات کو اس کام کے نہج و منہج اور اکابر کے طریقہ پر اس کو باقی رکھنے کا اتنی شدت اور قوت کے ساتھ داعیہ اور اس کے لئے میدان عمل میں اترنے کا تقاضہ مولانا زبیر الحسن مرحوم کے حادثۂ وفات کے بعد پیدا ہوا لیکن مولانا مرحوم کی یہ تحریرات اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں کہ مرحوم کی آنکھیں بہت دور تک دیکھ رہی تھیں اور وہ اپنی زندگی میں ہی اس کام کو اکابر کے طریقہ پر قائم و باقی رکھنے کے لئے اس کا داعیہ و تقاضا اپنے دل و دماغ میں موجزن پا رہے تھے اور یہ یقیناً شیخین جلیلین (حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث اور مولانا محمد انعام الحسن حضرت جی ثالث) کی حسن تربیت اور ان کے جوتے سیدھے کرنے کی برکت اور اس کے اثرات و ثمرات تھے۔

یہاں بے اختیار علامہ حالی کا ایک شعر نوکِ قلم پر آ گیا آپ بھی پڑھ لیں!

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

اس ذیلی مجلس شوریٰ کی یہ پانچویں آخری نشست تھی اور اس کا خاتمہ اس وقت ہو گیا جب اس مجلس میں موجود سب سے کم عمر رکن شوریٰ نے جس کے تین دن بھی دعوتی اصول، تقاضوں اور اس کے آداب کو سامنے رکھ کر نہیں لگے تھے، سب سے معمر اور قدیم داعی و مبلغ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہاں تک کہہ دیا کہ!

”تم کیا جانو کام کو، کام کو تو میں لے کر چل رہا ہوں۔“

لیکن سچی اور خدا لگتی بات یہ ہے کہ نومبر ۲۰۱۵ء کے اجتماع رائیونڈ میں عالمی شوریٰ کی تشکیل اور بین الاقوامی سطح پر اس کا استقبال و پذیرائی اور حج (ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ) اور اجتماع رائیونڈ (نومبر ۲۰۱۶ء) نے ساری دنیا کو واضح لفظوں میں یہ پیغام دے دیا ہے کہ کوئی بھی شخص اس دعوتی کام کو لے کر نہیں چل رہا ہے بلکہ کام ہی سب کو لے کر چل رہا ہے۔

کاتب سطور مرکز تبلیغ کے بہت سے اندرونی و بیرونی احوال اور داخلی و خارجی معاملات سے واقف رہا ہے، وہاں کے متعدد چڑھاؤ اتار اور رونما ہونے والے واقعات کچھ تو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے ہوئے ہیں اور بہت کچھ حضرت شیخؒ کے روزناچوں مخفی تحریروں اور خطوط کے ذخیروں سے علم میں آئے ہوئے ہیں۔ خاص طور سے ایک مخصوص علاقہ کی مخصوصیت ذہنیت رکھنے والوں کے وہ احوال و واقعات جو حضرت مولانا محمد یوسف کے بعد وہاں رونما ہوئے اور جن کی روک تھام کے لئے مخدومنا حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نے اپنی روحانی قوت، ایمانی فراست اور مومنانہ بصیرت سے سدِ سکندری کھڑی کر دی تھی۔

ان وجوہات سے کاتب سطور کی شدید خواہش بلکہ کوشش رہی کہ یہ مجلس شوری مضبوط اور پائدار شکل اختیار کر لے تو اس کے ذریعہ بہت سے فتنوں کے سوراخ بند کیے

جاسکتے ہیں۔اور بہت سے ایسے حملوں کا دفاع کیا جاسکتا ہے جو مرکز کی اس چہار دیواری میں کودنے اور پھاندنے کے لئے اپنے پر تول رہے ہیں اور اس کی عظمت وسالمیت کو شدید نقصانات مستقبل میں پہنچاسکتے ہیں۔لیکن قدر اللہ ماشاء۔

مذکورہ بالافکر وسوچ کے پیش نظر اس مجلس شوری کے قیام کے لئے وقت وقت پر جو کوششیں راقم سطور کی جانب سے ہوئیں ان کے متعدد اندراج اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ روز نامچہ میں مذکور ہیں۔اب اگر کوئی شخص اس کو فساد سمجھتا ہے تو میرے شیخ کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی کے الفاظ میں ''میری پاپوش سے''۔

یہاں بلا خوف لومة لائم بطور نمونہ پہلا اور آخری اندراج اس یقین کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ کسی کا بھی سب وشتم نہ حق کو دبا سکتا ہے اور نہ اس کو کچل سکتا ہے اور نہ ہی وقتی اچھل کود کوئی دائمی پختگی اور مضبوطی دے سکتی ہے۔

ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ کے پہلے عشرہ میں جناب الحاج رحمت اللہ بنارسی سے اس ذیلی شوری کے بارے میں چند ضروری مشورے پہلے سے متعین تھے،لیکن انہی ایام میں مظاہر علوم کے حوالہ سے لکھنؤ اور الہ آباد کا ضروری سفر سامنے آگیا۔اس لئے بہت بھاگ دوڑ کر کے لکھنؤ الہ آباد اور دہلی کے سفر کیئے گئے۔یہ تینوں سفر بندہ کی نگاہ میں بہت اہم اور ضروری تھے اور ان میں تاخیر اور تعویق سے دونوں جگہ نقصانات کا اندیشہ تھا۔

اس بھاگ دوڑ کا کچھ اندازہ کاتب سطور کے روزنامچہ میں درج سفرنامہ سے ہوتا ہے شکر نعمت کے طور پر یہاں اس سلسلہ کی دو نقولات پیش کی جاتی ہیں۔

☆۲۸رمئی ۲۰۰۴ء/ ۸ر ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ جمعہ ساڑھے دس بجے شب میں سدّ بھاؤنا ایکسپریس سے شاہدرہ روانہ ہوکر صبح شنبہ نو بجے لکھنؤ پہنچا اور امور متعلقہ مدرسہ انجام دیئے۔مغرب سے عشا تک عابد علی صاحب وکیل سے مختلف مشورے ہوتے رہے۔اتوار کی صبح ان سے ملاقات کر کے جامعہ مظاہر علوم کے

خلاف دائر ہونے والی رٹ پٹیشن نمبر ۲۷ر۲۷ر پر خصوصی مشورہ ہوا اور
اسی وقت بارہ بجے بڑی گرمی ودھوپ میں بذریعہ بس لکھنؤ سے الہ آباد کے لئے
روانگی ہوکر مغرب کے وقت وہاں پہنچا۔ عابد علی صاحب چونکہ ساتھ تھے اس
لئے ہوٹل میں قیام کیا گیا اور شب میں دس بجے تک مظاہر علوم کے دو قانونی مشیر
گروور صاحب اور روی کرن جین صاحب سے مل کر ان مقدمات کا جائزہ لیا گیا۔
جو مفتی مظفر صاحب مرحوم نے مجلس شوریٰ کے حدود واختیارات کے سلسلہ میں
دائر کر رکھے تھے۔

پیر ۱۱ر ربیع الثانی کی صبح دس بجے الہ آباد ہائی کورٹ گئے اور وہاں بھی
ریکارڈ روم میں فائلوں کا معائنہ کیا گیا۔ بعد ازاں مختصر سا کھانا کھا کر ایک بجے
اسی دھوپ وگرمی میں بس سے روانہ ہوکر بعد مغرب آٹھ بجے لکھنؤ پہنچا، اور فوراً
ہی اسٹیشن کے لئے روانہ ہوکر دس بجے دہلی کے لئے بذریعہ لکھنؤ میل روانہ ہوا
چونکہ ریزرویشن پہلے سے نہیں تھا اس لئے ٹی ٹی سے بات کر کے ریزروڈبے
میں بیٹھ گئے، سونے کی سیٹ نہیں مل سکی اس لئے دو سیٹوں کے درمیان......
ڈبہ میں نیچے اپنا بستر بچھا کر شب گذاری کی اور صبح آٹھ بجے بعافیت دہلی پہنچا۔
حاجی رحمت اللہ صاحب بنارسی سے آج کا دن بندہ کی ملاقات کا طے تھا اس
لئے بعد مغرب تا عشاء ان سے طویل مشورہ بابت اصول وضوابط ذیلی مجلس شوریٰ
مرکز نظام الدین بموجودگی پروفیسر مسعود عبدالحی (پونہ) ہوا۔

۲ر جون کو دہلی میں قیام کے بعد ۳ر جون کی صبح عزیز سلمان مدراسی کی گاڑی
سے عزیز مولوی زہیر وسودہ سلمہا کو ساتھ لیکر بخیر وعافیت دو بجے سہارنپور پہنچا۔
لکھنؤ والہ آباد کے اس سفر میں سوانح حضرت جی ثالث جلد سوم کی مکمل تلخیص
اس احقر نے کی اور مولانا وثیق الدین صاحب ندوی کے حوالہ کی تا کہ وہ اس کی

تعریب کردیں۔

☆اس ذیلی شوریٰ کے تعلق سے دوسرا اندراج یہ ہے!

"۲۷رشوال ۱۴۲۵ھ/ ۱۱ردسمبر ۲۰۰۴ء شنبہ میں مرکز کی مجلس شوریٰ بموجودگی جملہ ارکان ہوئی۔ ان اراکین شوریٰ نے مولوی سعد کو بھی بلالیا، وہ آ کر خوب برسے، سب سے زیادہ غصہ بندہ پر تھا، بار بار احقر کو برا بھلا کہتے رہے۔ شرکائے اجلاس کا کہنا ہے کہ اس پوری مجلس میں زبان فیض ترجمان سے پانچ مرتبہ اس احقر کو 'خبیث'' کا تمغہ مرحمت فرمایا گیا۔

اراکین شوریٰ خصوصاً جناب الحاج رحمت اللہ صاحب (بنارس) نے ان کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ اس شوریٰ کو بنوانے میں آپ شامل تھے، شاہد نہیں۔ غصہ میں جواب دیا کہ میں نے جو تائیدی دستخط شوری بننے پر کئے ہیں وہ میں واپس لیتا ہوں۔ کام تو میں کر رہا ہوں، آپ لوگ کام کیا جانیں؟ وغیرہ وغیرہ۔"

مسلسل اور متواتر نصف صدی تک اپنی جان مال اور اوقات لگانے والے اراکین شوریٰ نے اس صورت حال سے متاثر اور رنجیدہ ہو کر نیز صاحبزادہ صاحب سے یہ سرٹیفکٹ حاصل کر کے متفقہ طور پر اسی وقت یہ شوریٰ ختم کر کے دونوں کو تحریری طور پر اُس کی اطلاع کردی۔

جیسا کہ اوپر لکھا گیا اس آخری اور اختتامی شوریٰ میں سب سے زیادہ گالیاں راقم سطور پر پڑی تھیں۔ لیکن تیرہ سال مدت گذرنے کے بعد پوری خیر خواہی، دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ آج بھی راقم سطور اپنی اس سوچ پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہے کہ اگر اس ذیلی شوریٰ کا تعاون کیا جاتا اور انانیت وخود رائی اور ضد سے ہٹ کر اس شوریٰ کو کھلے دل سے قبول کرلیا جاتا اور اس کو کام کرنے کا موقعہ فراہم کیا جاتا تو بہت سے فتنے اور حادثے اپنی موت آپ مرجاتے۔ اور وہ رسوائیاں ہرگز پیش نہ آتیں۔ جو بعد میں آئیں۔

لیکن حضرت حق جل مجدہ کو اپنے پیاروں کی عزت، ان کے نام وکام اور اس دعوتی عمل کے نہج ومنہج کی حفاظت تو کسی نہ کسی طرح کرنی ہی تھی اس لئے ایک کے بعد دوسرا سانحہ اور دوسرے کے بعد تیسرا حادثہ ایسے تسلسل وتواتر کے ساتھ سامنے آتا چلا گیا کہ اس نے سوچنے سمجھنے کا موقعہ ہی چھین لیا۔

اور پھر ان حوادث اور سانحات کے نتیجہ میں بہت سے منصوبے خود بخود زمین میں دفن ہوتے چلے گئے۔

(۶) رھائشی مکان اور اس کی تقسیم

زمانہ دراز سے مرکز نظام الدین دہلی کی ایک جانب میں ایک پختہ اور وسیع مکان زنان خانہ کے طور پر موجود چلا آرہا ہے اور غالباً اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے، جتنی کہ خود مرکز نظام الدین کی اپنی عمارت کی ہے۔

اس لئے کہ حضرت مولانا محمد الیاس کی زوجہ مرحومہ ہمیشہ اسی زنان خانہ میں مقیم رہیں اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا محمد یوسف کا پہلا نکاحِ مسنونہ جب ۴ رمحرم ۱۳۵۴ھ / ۷ راپریل ۱۹۳۵ء میں حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی صاحبزادی مسماۃ زکیہ خاتون سے ہوا تو وہ بھی سہارنپور سے دہلی پہنچ کر اسی مکان میں اتریں۔

بعد ازاں مولانا محمد انعام الحسنؒ کی اہلیہ مرحومہ مسماۃ ذاکرہ خاتون صاحبہ (صاحبزادی حضرت شیخ) کا قیام بھی زندگی بھر اسی مکان میں رہا اور یہیں آپ نے آخری سانس لیا۔

پھر اس کے بعد مولانا محمد یوسفؒ کا نکاح ثانی حضرت شیخؒ کی تیسری صاحبزادی مسماۃ راشدہ خاتون صاحبہ سے ہوا تو ان کا قیام بھی وفات تک اسی مکان میں رہا۔

اور جب مولانا محمد اظہار الحسن مرحوم حضرت شیخ، حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کے مشورہ سے مرکز نظام الدین آگئے تو ان کی اہلیہ مرحومہ نے

بھی اسی مکان میں سکونت اختیار کر کے یہیں اپنی زندگی کے لیل ونہار پورے کیئے۔

پھر بعد کے دور میں مولانا محمد ہارون مرحوم، مولانا زبیر الحسن مرحوم بھی اپنی اپنی زوجات واطفال کے ساتھ اسی مکان میں مقیم رہے۔

نیز اپنی وفات سے کافی عرصہ قبل حضرت جی ثالث، مولانا محمد انعام الحسنؒ نے اسی زنان خانہ کی بالائی منزل پر حضرت مولانا محمد الیاس کی نسبی نسبت کا لحاظ کرتے ہوئے ایک کمرہ مولانا محمد طلحہ صاحب کے لئے بھی تعمیر کرادیا تھا۔

قصہ مختصر یہ کہ اللہ جل شانہ نے اس چہار دیواری میں بڑی برکت وسکینت مرحمت فرمارکھی تھی اور یہاں رہنے والوں کے سامنے ہمہ وقت ومن دخلہ کان آمنا کا منظر رہتا تھا۔

اسی کے ساتھ ساتھ مولانا محمد الیاس، مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن نیز مخدومنا شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے مبارک وجود اوران کی برکت سے یہاں خیر غالب تھی اور شر مغلوب، اس لئے قلوب میں اجتماعیت تھی اور سب باہم مجتمع تھے۔

راقم سطور کو اپنے بچپن کا وہ منظر آج بھی خوب یاد ہے کہ روزانہ بعد عصر اس کے صحن میں تین، چار پلنگ بچھا کرتے۔ درمیانی پلنگ پر مولانا محمد یوسف اور دائیں وبائیں پلنگ پر اماں جی صاحبہ مرحومہ (یعنی والدہ مولانا محمد یوسف) اور مولانا محمد انعام الحسن تشریف فرما رہتے، باقی مستورات اپنے اپنے حساب سے بیٹھتی تھیں۔

اس وقت چائے کا دور چلتا اور گھریلو امور ومعاملات کے ساتھ ساتھ جماعتوں میں آنے والی مستورات (جن کی تعداد اس وقت بہت معمولی ہوتی تھی) کے متعلق گفت وشنید ہوتی اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلۂ خیال ہوتا۔

جمعرات کے دن یہ مجلس اس وجہ سے منعقد نہیں ہوتی تھی کہ بستی اور دہلی کی مستورات عصر سے عشاء تک یہاں ہونے والی اجتماعی تعلیم میں شرکت کرتی تھیں۔

مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن کی باہمی رفاقت ومحبت کا نظارہ جس طرح

پورے دن باہر مسجد میں آنے والا مجمع کرتا۔ اسی طرح ان حضرات کی محبت اور رفاقت روزانہ شام کو زنان خانہ میں بھی دیکھنے کو ملتی تھی اور یہ پورا زنان خانہ اس کا چشم دید گواہ بنتا تھا۔ (۱)

تقدیر خداوندی سے جب حضرت مولانا انعام الحسنؒ کا دور مسعود ختم ہو کر ماحول حسد و عناد اور انتقامی جذبات سے تار، تار ہو گیا اور بتیس سالہ بگاڑ کو دور کرنے کا موقع ہاتھ آیا تو بہت سے دیگر مطالبات کی طرح اس زنان خانہ سے انخلاء کا مطالبہ بھی سامنے آنے لگا اور اس کے لئے پیہم تقاضے و مطالبے اور روز بروز اس کے لئے مختلف حیلے بہانے تراشے

(۱) ان ہر دو حضرات کی محبت و رفاقت کے گواہ آج بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں لیکن یہاں بطور خاص حضرت شیخؒ کے حوالہ سے ایک گواہی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی پیش کی جاتی ہے۔

اس گواہی سے قبل یہ تشریح ضروری ہے کہ دونوں حضرات کا شوال ۱۳۷۹ھ/ اپریل ۱۹۶۰ء میں اجتماع رائیونڈ میں شرکت کے لئے سفر کا مسئلہ درپیش تھا۔ مولانا انعام الحسن اپنی علالت کی وجہ سے ہمت نہیں کر پا رہے تھے، جبکہ مولانا محمد یوسف کی طبعی اور دلی خواہش آپ کو اپنا شریک سفر بنا کر رائیونڈ لے جانے کی تھی۔ حضرت شیخؒ کے دربار عالیہ میں یہ مسئلہ پیش ہوا تو آپ نے اس کو رائے پور دربار قادریہ پر محول کر دیا۔

چنانچہ حضرت مولانا اکرام الحسن (والد ماجد مولانا محمد انعام الحسن) حضرت شاہ عبدالقادر کی خدمت میں اس سلسلہ کے دو خطوط لے کر رائے پور پہنچے۔

اب حضرت شیخؒ کے مکتوب گرامی محررہ ۲۲ صفر ۱۳۷۹ھ/ ۲۷ اگست ۱۹۵۹ء کے حوالہ سے وہ گواہی پڑھئے جو مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن کو ایک مشترکہ خط میں آپ نے تحریر فرمائی، لکھتے ہیں!

''ہر دو خطوط اسی وقت حضرت (رائے پوریؒ) کو کتاب کے سماع کے درمیان روک کر سنائے گئے بعد مغرب حضرت نے برادر اکرام کو بلا کر تنہائی میں فرمایا کہ میرے نزدیک تو مولوی انعام کو ساتھ ہی جانا چاہئے اس لئے کہ ان کو مولوی یوسف کی غیبت میں نظام الدین کا قیام دشوار ہوگا اور وقت ہوگی اور مولوی یوسف کا بھی ان کے بغیر دل نہیں لگے گا۔ ماشاء اللہ دونوں کے تعلقات سے بہت دل خوش ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ حضرت رائے پوری کے اس مشورہ پر دونوں حضرات نے اجتماع رائیونڈ میں شرکت کی۔

اس اجتماع کی تفصیلات کے لئے پڑھئے سوانح حضرت جی ثالث جلد ۲ ص: ۳۴۳ (اسی مصنف کے قلم سے)

جانے لگے۔ یہاں تک کہ اس مسئلہ نے بھی بڑی شدت اور حدت کے ساتھ ایک کریہہ اور ناگوار شکل اختیار کر لی۔

اس معاملہ میں عامۃ الناس کا سب سے اذیت ناک اور دل ودماغ کو جھنجھوڑنے والا تبصرہ یہ ہوتا تھا کہ جب اپنے ہی گھر کو نہیں جوڑ سکے تو پوری امت کو کیا جوڑیں گے؟

مولانا زبیر مرحوم کے سامنے جس قدر جارحانہ انداز سے یہ مسئلہ آتا وہ اس کو سن کر اور دیکھ کر صرف ایک جملہ کہہ کر اپنی بات ختم کر دیا کرتے تھے کہ!

''ماموں حضرت مرحوم اور والد صاحب ہمیشہ ساتھ رہے ہیں ہم بھی ساتھ رہیں گے''

مولانا زبیر مرحوم اس معاملہ میں اس قدر مطمئن یا حساس تھے کہ اس کے خلاف کچھ سننا بھی نہیں چاہتے تھے۔ لیکن یہ راقم سطور چونکہ اندرونی گھریلو ماحول میں بڑھتی ہوئی دھوپ اور گھٹتے ہوئے سایہ کا، اور بیرونی ماحول میں گھٹتی ہوئی روشنی اور بڑھتی ہوئی تاریکی کا خوب مشاہدہ کر رہا تھا اس لئے ان کی اس رائے اور خواہش کا نہ مؤید تھا اور نہ حامی۔ بلکہ ہمیشہ مولانا مرحوم کو یہ مشورہ دیتا تھا کہ باوقار طریقہ پر گھر علیحدہ کر کے پُرسکون زندگی گذاری جائے اس لئے کہ گھر گھرہستی کے مسلمہ اصول میں یہ بات شامل ہے کہ جس کو اپنے گھر میں سکون نہیں ملتا اسکو پھر پوری دنیا میں کہیں سکون واطمینان نہیں مل سکتا۔

تیزی کے ساتھ لیل ونہار گذر رہے تھے اور مولانا ظفر علی خان مرحوم (ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور) کے الفاظ میں مشق سخن کے ساتھ ساتھ چکی کی مشقت بھی چل رہی تھی کہ مولانا مرحوم نے دہلی سے مجھے فون کیا کہ ایک ضروری بات کرنی ہے اگر آج شام تک آجاؤ تو بہت اچھا ہے۔

چنانچہ راقم سطور (محمد شاہد) کے مرکز نظام الدین پہنچنے پر انہوں نے مختلف امور کے علاوہ ایک متقی صالح تہجد گذار کا ایک خواب جو سراسر ہمدردی اور غمگساری کا مضمون اپنے اندر۔ لئے ہوئے تھا، سنایا! اس خواب میں حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی جانب سے ایک ایسی

حقیقت کا اظہار تھا جس کی صداقت اور سچائی کا مشاہدہ اُن ایام میں ہم سب کو بخوبی ہو رہا تھا۔ مشاہدہ نہیں بلکہ ہم سب اس کو جھیل رہے تھے۔

راقم سطور نے اس خواب کو سنتے ہی فوراً اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے مولانا مرحوم سے گذارش کی کہ اب اس پر عمل درآمد میں تاخیر نہ کی جائے۔ اس لئے کہ خواب میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا حالات اور واقعات کی روشنی میں صحیح اور سچ ہونا آپ کو بھی معلوم ہے اور مجھے بھی معلوم ہے۔

چنانچہ اس مسئلہ کو انتہائی فکر و تشویش کی نگاہ سے دیکھنے والے حضرات جیسے مولانا محمد ابراہیم (دیولہ)، مولانا محمد یعقوب دہلی، جناب فاروق احمد بنگلور، جناب بھائی خالد صدیقی، جناب ثناء اللہ خاں علیگڑھ، جناب الحاج رحمت اللہ انصاری بنارس اور جناب عبدالحفیظ مِیار (سورت) کو مولانا نے اطلاع کرادی کہ تقسیم مکان کی کارروائی کرلی جائے۔

چنانچہ اولاً پورے مکان کی پیائش متعدد زاویوں اور طریقوں سے کرائی گئی پھر اس کو منصفانہ طریقے پر دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک واضح خط کھینچ دیا گیا اور مولانا مرحوم کی استغنا اور بے نیازی۔ سے بھرپور اس وضاحت کے بعد کہ میرے لئے تو دونوں حصے برابر ہیں انہوں نے موجودہ رہائشی حصہ کو قبول کرلیا اور پھر فوراً ہی اپنے متعینہ حصے کو پورے طور پر منہدم کرا کر نئی تعمیر کرالی اور خیر و عافیت کے ساتھ اس میں منتقل ہو گئے۔ اور پھر واقعتاً اللہ جل شانہ نے ایسی سہولت و رحمت اور سکینت قلب عطا فرمائی کہ اس سے پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ **اللھم لک الحمد کلہ ولک الشکر کلہ**

اللہ تعالیٰ بیحد جزائے خیر عطا فرمائے جناب الحاج حافظ شرافت اللہ دہلوی کو کہ انہوں نے پوری دلجمعی اور ذمہ داری کے ساتھ مولانا مرحوم کے اس مکان کو نہ صرف بہترین طریقہ پر تعمیر کرایا بلکہ سہولت اور راحت کے تمام گوشے بھی اس تعمیر میں ملحوظ رکھے۔ اور اس سلسلہ میں پڑنے والے کسی بھی طرح کے دباؤ سے وہ ہرگز متاثر نہیں ہوئے۔

اس موقع پر ۱۸رجنوری ۲۰۰۶ء/ ۱۷رذی الحجہ ۱۴۲۶ھ میں جو اہم دستاویزی معاہدہ تیار ہوا اس کی نقل اور اس کا عکس دونوں شامل کتاب کیے جاتے ہیں۔

باسمہٖ تعالیٰ

بنگلے والی مسجد بستی حضرت نظام الدینؒ میں واقع ہمارے حضرات کا زنانہ مکان جس میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور بعد میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ مقیم رہے۔ اور اب ہم دونوں اس میں رہ رہے ہیں۔

ہم دونوں نے یہ محسوس کیا کہ اب دونوں خاندانوں کے افراد بڑھ گئے ہیں۔ بچے بڑے ہو گئے ہیں۔ ہم دونوں کے اعزہ کی آمد بھی رہتی ہے۔

مکان میں ہماری رہائش کچھ اس طرح ہے کہ ایک طرف کے کچھ حصے میں ایک کا قیام ہے تو دوسری طرف کے کچھ حصے میں دوسرے کی رہائش ہے۔

ہم دونوں نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ مکان کے دو حصے کر لئے جائیں تا کہ ہر ایک اپنے اپنے حصہ میں سہولت سے رہے اور ایک دوسرے کا تداخل نہ رہے۔

اس ضرورت کے پیش نظر ہم نے آپسی مشورے سے اور احباب کے مشورے سے اس کے دو حصے کیے ہیں اور اسے نقشہ بنا کر دو رنگوں میں دکھلایا ہے۔ مستقبل میں دونوں کو اس کا اختیار ہوگا کہ اپنی ضرورت اور سہولت کے لئے اپنے حصے میں جس طرح چاہیں تعمیر کریں اور اس پر ہم دونوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

ہم دونوں اس بات کی بھی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مکان پر ہم میں سے کسی کو بھی ملکیت کا دعویٰ نہیں ہے اور نہ ہی یہ مسجد یا مدرسہ کا حصہ ہے، بلکہ ہمارے بڑوں نے اسے ہمارے لئے وقف کیا ہے۔

نقشے میں جو سبز رنگ دکھلایا گیا ہے اس میں مولانا زبیر الحسن صاحب اور ان کے گھر والوں کا قیام رہے گا اور گلابی رنگ کے حصہ میں مولانا سعد صاحب اور ان کے گھر والوں کا قیام رہے گا۔

کل مکان کا رقبہ ۲۸۲ مربع گز ہے اور ہر حصے میں ۱۴۱ مربع گز آیا ہے۔

اللہ رب العزت اسے قبولیت نصیب فرمائیں اور ہمارے آپس میں اور خاندانوں میں الفت ومحبت کے بڑھنے کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

محمد زبیر الحسن غفرلہ۔ محمد سعد۔

گواہان:۔ رحمت اللہ انصاری (بنارس) محمد یعقوب عفی عنہ (دہلی)

ثناء اللہ خاں (علیگڑھ) محمد ابراہیم غفرلہ (دیولہ)

بندہ خالد صدیقی (علیگڑھ) فاروق احمد (بنگلور)

یہ تمام لکھت پڑھت مکمل ہو کر ابھی اس پر عمل درآمد اور مولانا زبیر مرحوم کے یہاں تعمیری عمل شروع ہی ہوا تھا کہ صاحبزادہ صاحب نے محترم پروفیسر ثناء اللہ صاحب علیگڑھی کے ذریعہ مولانا مرحوم کو پیغام بھیجا کہ مکان کی تقسیم غلط ہوئی ہے۔ لہٰذا دوبارہ پیمائش کرائی جائے گی۔ اس لئے آپ اپنا تعمیری کام روک دیں۔

پروفیسر صاحب جب اس پیغام کو لے کر مولانا مرحوم کے پاس گئے تو ان کا جواب یہ تھا کہ اس معاملہ میں شاہد سے بات کرو۔(۱)

جب پروفیسر صاحب نے مجھ تک پیغام پہنچایا تو راقم سطور نے پہلے تو ان سے یہ وعدہ لیا کہ جو جواب میں دوں گا وہی آپ کو "باب عالی" تک پہنچانا ہوگا۔ اور پھر ان کے وعدہ کرنے پر میرا جواب یہ تھا کہ!

---

(۱) اور راقم سطور کو ہمیشہ ایسے موقعوں پر بلا اختیار حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ یاد آجاتے کہ ان کا معمول بھی یہی تھا کہ ایسے مواقع پر سوال کرنے والوں کے لئے ان کا جواب یہ ہوتا تھا کہ مولوی انعام سے پوچھ لو۔

باسمہ تعالیٰ

۱۵ جنوری ۲۰۰۶
مطابق ۱۲ ذی الحجہ ۱۴۲۶

بنگلے والی مسجد بستی حضرت نظام الدینؒ میں واقع ہمارے حضرات کا زنانہ مکان
جسمیں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور بعد میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ پھر مولانا انعام الحسن صاحبؒ
مقیم رہے۔ اور اب ہم دونوں اس میں رہ رہے ہیں۔ ہم دونوں نے یہ محسوس کیا کہ اب
دونوں خاندانوں کے افراد بڑھ گئے ہیں۔ بچے بڑے ہو گئے ہیں۔ ہم دونوں کے اعزہ کی
آمد بھی رہتی ہے۔ مکان میں ہماری رہائش کچھ اس طرح ہے کہ ایک طرف کے کچھ
حصے میں ایک کا قیام ہے تو دوسری طرف کے کچھ حصے میں دوسرے کی رہائش ہے۔
ہم دونوں نے اسکی ضرورت محسوس کی کہ مکان کے دو حصے کر لئے جائیں
تاکہ ہر ایک اپنے حصے میں سہولت سے رہے اور ایک دوسرے کا خیال رہے
اس ضرورت کے پیش نظر ہم نے آپسی مشورے سے اور
احباب کے مشورے سے اسکے دو حصے کئے ہیں۔ اور اسے نقشہ بنا کر
دو رنگوں میں دکھلایا ہے۔ مستقبل میں دونوں کو اس کا اختیار ہوگا کہ
اپنی ضرورت اور سہولت کے لئے اپنے حصے میں جس طرح چاہیں تعمیر کریں
اور اس پر ہم دونوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔
ہم دونوں اس بات کی بھی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مکان پر
ہم میں سے کسی کو بھی ملکیت کا دعویٰ نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ مسجد یا مدرسہ کا حصہ ہے
بلکہ ہمارے بڑوں نے اسے ہمارے لئے وقف کیا ہے

نقشے میں جو سبز رنگ دکھلایا گیا ہے اسمیں مولانا زبیر الحسن صاحب اور
انکے گھر والوں کا قیام رہے گا ۔ اور گلابی رنگ کے حصے میں مولانا سعد صاحب اور
انکے گھر والوں کا قیام رہے گا ۔ کل مکان کا رقبہ 282 مربع گز ہے اور ہر حصے میں
141 مربع گز کا ہے اللہ رب العزت اسے قبولیت نصیب فرمائیں اور ہمارے آپس میں
اور خاندانوں میں الفت و محبت کے بڑھنے کا ذریعہ بنائیں ۔ آمین

گواہان

محمد زبیر الحسن

[illegible]

[illegible]

شناء اللہ خان

محمد یعقوب [illegible]

[illegible]

[illegible]

فاروق الحق

مکان کی تقسیم تو ہو چکی، اب اگر جی چاہے تو مرکز کی تقسیم کر لو، دو دن میں پتہ چل جائے گا کہ تبلیغ کدھر جاتی ہے۔

راقم سطور کو یقین ہے کہ یہ جواب اسی طریقہ سے باب عالی میں پہنچ گیا تھا کیونکہ پھر یہ مطالبہ دوبارہ سامنے نہیں آیا۔

دو ضروری وضاحتیں

(۱) شورائی اور اجتماعی نظام کے مقابلہ میں شخصی اور انفرادی نظام کو اہمیت اور فوقیت دینے والے بلند مرتبہ قائدین میرے اس جواب کو اپنی منفی فکر و سوچ اور اپنے مذعومہ تخیلات کے اندھیروں میں رکھ کر نہ پڑھیں بلکہ حقیقت اور سچائی یہ ہے کہ یہ جواب دیتے وقت میرے کانوں میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ جیسے کاشفِ اسرارِ الٰہیہ اور مخزن انوار ربانیہ کے یہ الفاظ گونج رہے تھے جو آپ نے اپنے ایک بہت ہی قریب ترین عزیز کو بطورِ نصیحت یا بطور فہمائش فرمائے تھے کہ!

''پیارے...... یا تو مولوی انعام کی مان کر چل لے ورنہ یہ تبلیغ کہیں اور چلی جائے گی۔''

(۲) حضرت جی ثالث کی وفات اور فتنوں کی برسات کی جو تفصیلات قارئین نے پڑھی ہیں ان میں یقیناً کچھ فتنوں کا تعلق گھریلو معاملات اور خاندانی اختلافات سے تھا اور یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی کیونکہ ہر خاندان میں کچھ نہ کچھ اختلافات ہوتے ہی ہیں لیکن یہاں اختلاف بلکہ حسد وعناد اس زعم فاسد کی وجہ سے تھا کہ حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کے بعد امارت اور دعوتی کام کی ذمہ داری حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کی طرف کیوں منتقل ہوئی؟

چونکہ یہ ہنگامے ذاتی اور گھریلو نوعیت کے تھے اس لئے اس کا دائرۂ اثر محدود سے محدود رہا۔ اور مولانا زبیر الحسن مرحوم کے حد سے زائد تحمل دور اندیشی اور تدبر کی وجہ سے یہ مرکز کی چہار دیواری سے باہر نہیں نکل سکا۔ لیکن مرحوم کے حادثہ فاجعہ کے بعد جب کھلا اور

وسیع میدان ہاتھ لگ گیا تو ملفوظات تقاریر اور بیانات میں پرواز بہت اونچی ہوگئی اور قرآن وسنت کی من مانی تشریحات، دل پسند تعبیرات اور اپنے ذوق کے مطابق تاویلات و تفسیرات اور فقہی نکات کھلم کھلا عوامی مجمع میں سنائے جانے لگے تو اس وقت یہ ہنگامے اور اختلافات ذاتی اور گھریلو نوعیت کے نہ رہ کر عالمی اور بین الاقوامی بنتے چلے گئے۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں مفتیان کرام کے بہت سے فتاوی سامنے آگئے اور مختلف علماء کی متعدد تصنیفات و تالیفات عوام کے ہاتھوں میں پہنچ گئیں تو پھر انتہائی مجبوری میں عالمی سطح پر امت محمدیہ مرحومہ کو ہر طرح کی کجی، کجروی اور ذہنی وفکری ضلالت سے بچانے کے لئے اسلامیان عالم کے دو مضبوط اداروں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کو بے شمار علماء، صلحاء اور مشائخ وقت کی تائید وتحسین کے ساتھ میدان میں اتر کر دین وشریعت کی حفاظت اور دعوت وتبلیغ کے نہج ومنہج کی آبرو باقی رکھنے کے لئے عزیمت کا راستہ اختیار کرنا پڑا اور دوسری جانب قدمائے دعوت اور مخلصین تبلیغ کی ایک بڑی تعداد کو عالمی شوریٰ کے توسط سے یہ عالمی کام اپنے ہاتھوں میں لینا پڑا۔

جامعہ مظاهر علوم سے تعلق اور اس کے مفادات کی نگرانی

جامعہ مظاہر علوم مولانا مرحوم کی مادر علمی تھی۔ انہوں نے شروع سے آخر تک یہاں تعلیم حاصل کر کے اساتذۂ حدیث شریف سے سند حدیث حاصل کی تھی۔

اس کے علاوہ یہ ان کے شیخ ومرشد اور مربی واستاذ حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی ایک عظیم الشان اور قابل فخر یادگار بھی تھی اس لئے انہوں نے ہمیشہ اس کے مفادات کا تحفظ کیا اور اس کے خلاف چلنے اور اٹھنے والے فتنوں کا بڑی خاموشی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ وہ چونکہ ایک عظیم القدر باپ کے عظیم المرتبت بیٹے ہونے کی حیثیت سے ایک امتیازی شان کے مالک تھے۔ اس لئے ہر طبقہ کے افراد کا ان کی جانب جھکاؤ بلکہ رجوع رہتا تھا۔ چنانچہ مرحوم ان اشخاص وافراد کے ذریعہ مظاہر علوم کے مشکل مسائل اور معاملات کی گتھیاں

سلجھالیا کرتے تھے۔

جامعہ مظاہر علوم میں جو قضیہ مجلس شوری سرپرستان کے ٹکراؤ اور مقابلہ سے شروع ہوا تھا اور اس کو وقف ورجسٹریشن کا خوبصورت عنوان دے دیا گیا تھا۔ اس میں مولانا مرحوم نے اپنی شخصیت کا تمام وزن اور اپنے تعلقات کی تمام تر وسعتوں کو جامعہ مظاہر علوم اور اس کی مجلس شوریٰ کے پلڑے میں ڈال دیا تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وزن سے عدل وانصاف کی ترازو کا وہی پلڑا بھاری رہا۔

بستی نظام الدین دہلی میں مقیم جناب الحاج حافظ کرامت اللہ، جناب الحاج حافظ نعمت اللہ اور الحاج سلامت اللہ دہلوی کی جامعہ مظاہر علوم کے حق میں جس قدر اور جتنی بھی خدمات ہیں اور جن سے کسی بھی وقت انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح جناب ڈاکٹر محسن ولی دہلی کی سرکاری سطح پر پذیرائی اور شناسائی سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے متعدد مواقع کو یہ کاتب سطور کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ جل شانہ ان سب حضرات کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ان سب حضرات کی یہ تمام جانفشانیاں اور کوششیں حضرت جی ثالث کے توسط سے مولانا زبیر الحسن مرحوم کے صدقات جاریہ میں داخل ہیں۔

مولانا مرحوم کو اپنی اس مادر علمی سے آخر حیات تک ایسا تعلق خاطر رہا کہ وہ اس کے لئے ہر وقت مضطرب اور متفکر رہ کر تعاون اور اعانت کی نئی نئی شکلیں اختیار کرتے رہتے تھے چنانچہ مختلف علاقوں اور صوبوں کے ذمہ داران تبلیغ تک صحیح احوال کی آگہی، وقت وقت پر مجلس شوریٰ کی طرف سے دیئے جانے والے پیغامات کو علماء اور خواصِ ملت تک پہنچانا، جامعہ کے لئے اس بے اعتمادی کی فضا میں مالیات کی فراہمی میں اعتماد واعتبار کی بحالی اراکین مجلس شوریٰ سے روابط یہ سب ان کی شخصیت جلیلہ کے ایسے جلی عنوانات ہیں کہ اس پر بہت سے صفحات لکھے جا سکتے ہیں۔

صاحبزادہ سلمہ آج کی طرح اُس وقت بھی اجتماعیت کے مقابلہ میں شخصیت اور اجتماعی نظام کے مقابلہ میں انفرادی نظام کا ساتھ دے رہے تھے اس لئے ان کو مولانا مرحوم کی یہ کوششیں اور کاوشیں بڑی ناگوار گزرتی تھیں۔

مرحوم گاہ بگاہ بڑے اہتمام سے مظاہر علوم کے حوالہ سے راقم سطور کی ملاقاتیں اہم شخصیتوں سے بھی کراتے رہتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں جامعہ کو زبردست فوائد اور منافع حاصل ہوتے۔

مظاہر علوم کی الجھنوں اور مشکلات کے دفعیہ کے حوالہ سے مولانا مرحوم کا معاملہ راقم سطور کے ساتھ اچھے اچھوں کے عقل وفہم سے بالاتر تھا۔ جب جب یہ راقم سطور کسی کام سے ان کو کوئی خط بھیجتا تو وہ اس کا نہ صرف بھرپور اہتمام کرتے بلکہ ہر طرح کی تسلی وتشفی دیتے ہوئے اپنی تمام کوششیں اس کے حل میں لگادیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ راقم سطور نے مظاہر علوم سہارنپور کے ایک اہم معاملہ میں ان کو خط تحریر کیا اور اہمیت کے پیش نظر مولوی قاری عمار الہاشمی کے ذریعہ دستی حضرت نظام الدین دہلی ان کی خدمت میں بھیجا جس پر یکم رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ/ ۱۴ر فروری ۱۹۹۴ء میں، ان کا جواب موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ!

”رات کو تراویح کے بعد مولوی عمار سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے تمہارا محبت نامہ دیا جس کو پڑھ کر خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔

تم نے جس مقصد سے مولوی عمار کو بھیجا اس پر بہت ہی حیرت اور افسوس اور تعجب ہوا کہ اتنے سے کام کے لئے یہ قدم اٹھایا۔ تمہارا پرچہ ہی ماشاء اللہ سب کچھ ہے۔

آج تو اتوار نکل آیا۔ کل کو انشاء اللہ کوشش کرتے ہیں اللہ آسان فرمائے اور خیر فرمائے۔ تمہاری اور مدرسہ کی طرف سے اکثر فکر لگا رہتا ہے۔ طرح طرح

کی خبریں سنتے رہتے ہیں۔ اللہ ہی اپنے فضل وکرم سے اپنے امان میں رکھے،
ہر طرح کے شرور وفتن سے حفاظت فرمائے۔

☆ مظاہر علوم کے مفادات اور اس سلسلہ میں راقم سطور سے جذباتی لگاؤ اور
احوال پر کڑھن کا دوسرا ثبوت ذیل کا یہ مکتوب ہے۔ جو مولانا مرحوم نے شدید گرمی میں
راقم سطور کے اچانک کلکتہ کا سفر پیش آجانے پر دہلی اسٹیشن پر دستی بھیجا تھا۔

عزیزم مولوی محمد شاہد صاحب بعد سلام مسنون

کل دو پہر تمہارا ٹیلیفون آیا اسی وقت تمہاری اہلیہ اور ہمشیرہ کو پہنچا دیا تھا۔
حسب الحکم تمہارے ٹکٹ اور کھانا ارسال ہے۔

معلوم نہیں تم نے نظام الدین آنے کا پروگرام کیوں نہیں بنایا سپر فاسٹ
بارہ بجے (دہلی) آتی ہے اور ڈیلکس پانچ بجے (دہلی سے) جاتی ہے۔ یہ وقت
بجائے اسٹیشن گزارنے کے گھر پر گزار لیتے۔ روزہ میں کمرہ سے باہر بھی نکلنا
مشکل ہے۔ مگر اللہ ہمت وقوت نصیب فرماوے کہ تم روزہ کی حالت میں اتنا
لمبا سفر اسٹیشن پر تکلیف میں گذار رہے ہو۔

عبداللہ بن مولوی سلیمان کے ہاتھ تھرماس بھیج رہا ہوں اگر تمہارے پاس
تھرماس ہو تو برف کو اپنے تھرماس میں خالی کرلیں اور اگر نہ ہو تو یہی لیتے جانا۔

برائے کرم اس کو واپس لیتے آنا کسی کو ہدیہ پیش نہ کرنا۔ الحمد للہ تمہارے بیوی
بچے خیریت سے ہیں۔

معلوم نہیں تمہاری واپسی کب ہوگی اور کہاں سے ہوگی اور کس وقت ہوگی۔

فقط والسلام محمد زبیر الحسن

☆ اسی مذکورہ بالا عنوان کی وضاحت میں مرحوم کا تیسرا مکتوب یہ ہے!

عزیزم مولوی شاہد سلمہ

بعد سلام مسنون۔ رات حکیم جی تمہارا پرچہ لے کر پہنچے، جس کا مجھے بہت شدت سے انتظار تھا کیونکہ جب سے میں سہارنپور سے آیا اس کے بعد سے نہ تمہارا فون نہ کوئی خط آیا۔ اتنا تو معلوم ہو گیا تھا کہ تم لکھنؤ چلے گئے۔

ہر وقت تمہارا خیال لگا رہتا ہے۔ تم نے (وقف بورڈ لکھنؤ کے) مقدمہ میں ۱۸/ نومبر تاریخ لگوائی معلوم نہیں اتنی لمبی تاریخ کیوں لی گئی۔ جب وقف بورڈ نے کچی تحریر تم کو دے دی تھی تو ان سے کہہ کر پکی دلوا دیتے، خواہ مخواہ چالیس روز کا بوجھ سر پر رکھا۔

حاجی علاء الدین (ممبئی) میرے سہارنپور جانے سے پہلے آئے تھے۔ اسی وقت ان سے بات ہوئی تھی کہ وہ ۱۵/ تاریخ کو دہلی آئیں گے، پرسوں مولانا عمر بمبئی سے واپس آئے تو میں نے ان سے حاجی علاء الدین کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا کہ وہ بمبئی سے دیوبند سیدھے جائیں گے اور وہاں کی شوریٰ کے بعد پھر یہاں پر آئیں گے۔ کس دن پہنچیں گے یہ انہیں بھی نہیں معلوم، آگے مجھے بھی کچھ معلوم نہیں کہ ان کا کیا نظام ہے، باقی سب خیریت ہے۔

والدہ صاحبہ خیریت سے ہیں۔ محمد صالح بھی الحمدللہ خیریت سے ہے۔

قبلہ بھائی صاحب، عزیزہ صادقہ راشد سے سلام مسنون۔ بچوں کو دعا پیار۔

والسلام۔ محمد زبیر الحسن

(۲) جامعہ مظاہر علوم کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم کو جمعیۃ علماء ہند سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔ وہ حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی صدر جمعیۃ سے عشق کی حد تک تعلق رکھتے ہوئے حضرت موصوف کے قومی اور ملی نیز علمی اور دینی کاموں کے بڑے مداح اور معترف تھے۔

کتنی ہی مرتبہ ایسا ہوا کہ ملک بھر میں کہیں بھی ہونے والے جمعیتی اجلاس میں وہ اپنے معتمدین (جیسے عزیزان مولوی محمد طیب قاسمی، مولوی محمد قاسم ابناء، مولانا ریاض احمد

بارہ بنکوی مقیم بستی حضرت نظام الدین دہلی وغیرہ) کو بھیجتے اور وہ مولانا مرحوم کی ہدایت کے مطابق حضرت مولانا مدنی کی تقریر شروع ہوتے ہی اس کا رابطہ اپنے موبائل کے ذریعہ مولانا کے موبائل سے قائم کردیتے اور مولانا اسی وقت پوری تقریر اپنے کمرہ میں بیٹھے ہوئے سن لیا کرتے تھے۔ ملاقاتیں بھی طرفین میں کثرت کے ساتھ ہوتی رہتی تھیں اور اللہ جل شانہ بہت جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مدنی موصوف کو کہ مولانا مرحوم کی وفات کے بعد بھی ان کے فرزندوں سے ربط وتعلق کا یہ تسلسل قائم اور باقی رکھا۔

(۳) اسی طرح مولانا مرحوم کو راقم سطور کے قائم کردہ قرآنی ادارہ "مدرسۃ الشیخ محمد زکریا لتحفیظ القرآن الکریم سہارنپور" سے بھی گہری وابستگی اور دلی ہمدردی تھی۔ وہ وقتاً فوقتاً اس کا مالی تعاون بھی کرتے رہتے تھے۔

یقینی طور پر یہ دنیا کا وہ پہلا اور آخری مدرسہ ہے جس کے سالانہ جلسوں کی تاریخ وہی طے کرتے اور بڑے اہتمام کے ساتھ شروع سے آخر تک اس کی کارروائی میں شریک رہ کر اختتام جلسہ کی دعا کراتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کے پاس مجمع الملک فہد مملکت عربیہ سعودیہ سے شائع ہونے والے قرآن مجید بڑی تعداد میں آئے تو وہ انہوں نے مدرسۃ الشیخ میں یہ کہہ کر جمع کرادیئے کہ جلسۂ سالانہ کے موقع پر حفاظ کو میری طرف سے بطور انعام دے دیں۔

مدرسہ کی اس موجودہ توسیع وترقی میں یقیناً ان کی دعاؤں کا بڑا حصہ ہے۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

جیسا کہ اوپر لکھا گیا مولانا مرحوم ہر سال بڑے اہتمام سے اس کے سالانہ جلسہ میں شرکت کیا کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے ان کی زندگی کا آخری سفر ۲۴؍ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ/ ۳۰؍ستمبر ۲۰۱۳ء پیر میں ہوا تھا۔ اس موقعہ پر وہ بذریعہ ٹرین سہارنپور پہنچے اور بڑے پیمانے پر ہونے والے مدرسۃ الشیخ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کرکے جلسہ کی اختتامی دعا کرائی۔

بارہواں باب

☆......معمولات وعادات، اخلاق وصفات

☆......تلاوت قرآن مجید

☆......کثرت درود شریف

☆......مستعدی اور چستی

☆......شب وروز کے معمولات

وغیرہ وغیرہ

معمولات وعادات، اخلاق وصفات

بارگاہ ازلیہ سے مولانا مرحوم کو جن بے شمار صفات ظاہرہ اور کمالات باطنہ سے زیب وزینت بخشی گئی تھی اس کے قابل قدر نمونے آپ کی حیات میں جابجا بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔خصوصیت کے ساتھ والد ماجد کی وفات کے بعد آپ کا کانٹوں بھرا عہد مشاورت جن خصوصیات اور امتیازات سے مالا مال رہا ان میں آپ کا تحمل، سکوت، چشم پوشی اور عفوودرگذر کو اپنوں ہی نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی تسلیم کیا۔

یہ آپ کا وصف خاص تھا کہ بڑے سے بڑے ناگوار اور ناقابل تحمل واقعہ کو اس طرح خاموشی کے ساتھ پی جاتے تھے جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں اور یقیناً اس معاملہ میں آپ کے اندرونی وبیرونی معاندین وحاسدین کو کتنی ہی مرتبہ آپ کے ہاتھوں شکست اٹھانی پڑی۔

آنے والے صفحات میں آپ کی بلند مرتبہ شخصیت کے چند ایسے اعلی اور قیمتی نمونے پیش کئے جارہے ہیں جن کا اعتراف اور احساس ہر شخص کو تھا۔

(۱) تلاوت قرآن مجید

آپ بچپن ہی سے جید حافظ قرآن تھے تمام عمر آپ کو اس کی تلاوت سے گہرا شغف اور تعلق رہا۔سنن ونوافل اور تہجد میں کئی کئی سپارے یومیہ پڑھ لیا کرتے تھے۔اور اپنے سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو تاکید کیا کرتے تھے کہ نوافل میں تلاوت قرآن پاک کا اہتمام کریں۔ترغیب کے طور پر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ نوافل میں قرآن پاک کی تلاوت سے حفظ پختہ اور مضبوط ہوجاتا ہے۔

قرآن پاک سے مرحوم کے لگاؤ اور شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ وہ اس کی تلاوت کی ترتیب الگ الگ رکھتے تھے۔چنانچہ عام نوافل کا قرآن الگ، فجر کی سنتوں کا قرآن مجید

الگ اور بقیہ سنن میں ہونے والی تلاوت کا قرآن پاک علیحدہ رکھتے تھے۔

سالہا سال تک والد ماجد مرحوم نے بھی ان کو اپنا قرآن پاک سنایا ہے۔

تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ نماز باجماعت کا بھی بڑا اہتمام تھا۔ اور اس اہتمام میں پختگی والد مرحوم کی توجہ و برکت سے ہوئی تھی۔ کیونکہ ایک طویل عرصہ تک آپ والد ماجد کے پنجوقتہ نمازوں کے امام رہ چکے تھے اور اس امامت کا آغاز خود اپنی یادداشت کے مطابق ۲۴ رذی الحجہ ۱۴۰۴ھ / ۳۱ ر ستمبر ۱۹۸۴ء بروز جمعہ عصر کی نماز سے ہوا تھا۔

(۲) کثرت درود شریف

اپنے نانا جان اور پیر و مرشد مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے طرز و اصول کے مطابق آپ نے ایک بڑی تعداد یومیہ درود شریف کی متعین کر رکھی تھی اور اس کے لئے ایک ہزار دانوں کی تسبیح بنوا رکھی تھی خود بھی اس کا اہتمام کرتے اور جو واردین و صادرین کسی بھی لائن کی اپنی مشکلات بیان کر کے کوئی وظیفہ دریافت کرتے تو ان کو بھی درود ابراہیمی کی تلقین کیا کرتے تھے۔

مولانا مرحوم کی وفات کے بعد جب ان کے کاغذات اور کاپیاں دیکھی گئیں تو بہت سی ایسی ملیں جن کے ابتدائی کئی کئی صفحات پر خود ان کے اپنے قلم سے درود شریف لکھے ہوئے موجود تھے۔ کثرت درود شریف کی برکت سے آپ کے قلب میں ایسی محبت نبوی پیدا ہوگئی تھی جو ہمہ تن آپ کو بےچین اور اضطرابی کیفیت میں مبتلا رکھتی تھی۔ اور اس کا خصوصیت کے ساتھ ظہور اس وقت ہوتا جب آپ حرم نبوی شریف میں بیٹھے ہوتے یا مدینہ منورہ سے واپسی کا نظام بنتا۔ ہمیشہ آپ کو دیکھا گیا کہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھنے کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرتے جہاں سے گنبد خضراء واضح طور پر نظر آتا ہو اور آپ وہاں کافی دیر دیر تک باادب ہو کر بیٹھے رہتے۔

(۳) مستعدی اور چستی

مولانا مرحوم کا جسم اگرچہ بچپن سے بھاری تھا لیکن اس کے باوجود وہ بڑی چستی اور توانائی کے ساتھ اپنے سفر وحضر کے معمولات پورے کرتے تھے۔ پنجوقتہ نمازوں اور ماہ رمضان کی تراویح کی امامت ہمت مردانہ کے ساتھ کرایا کرتے تھے۔ ملکی اور غیر ملکی سفروں میں جب وہ امام بنتے تو بڑے بڑے علماء ومشائخ اور قدماء ومبلغین ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے تو بسااوقات ان کے پیچھے نماز پڑھنے والے عمر رسیدہ حضرات کو رکوع وسجود میں ان کی موافقت دشوار ہو جاتی تھی۔

راقم سطور کو یاد ہے کہ وہ پاکستان کے ایک سفر میں امامت کر رہے تھے حضرت جی ثالث، مولانا قاضی عبدالقادر جھانوریاں، مولانا مفتی زین العابدین اور مولانا محمد عمر پالن پوری وغیرہ وغیرہ حضرات ان کے مقتدی تھے۔ انہوں نے اپنے معمول کے مطابق چستی کے ساتھ رکوع وسجود کیے تو نماز سے فراغ پر قاضی صاحب مرحوم نے ان سے ہنس کر فرمایا:

> ارے مولوی زبیر! تم نے تو مجھے نماز میں دوڑا دیا۔ مجھے تمہارے رکوع اور سجدے پکڑنے مشکل ہو گئے۔

(۴) شب وروز کے معمولات

مولانا مرحوم کے چوبیس گھنٹہ کے اعمال اور معمولات کی ترتیب یہ رہتی تھی کہ نماز تہجد کے لئے بیدار ہو کر اس میں طویل قرأت کرتے، پھر نماز فجر مسجد کی جماعت کے ساتھ ادا کرتے، عام طور پر مسجد کی صفوں کا الحاق ان کے کمرہ سے ہو جایا کرتا تھا۔

بعد نماز فجر مولانا محمد یعقوب، جناب الحاج نعمت اللہ دہلوی اور آپ کے خادم خاص مولانا احمد مرچی جیسے حضرات تھوڑی دیر آپ سے ملاقات کرتے۔ بعد ازاں ڈیڑھ دو گھنٹے آرام کے بعد اپنے کمرہ میں چائے اور ناشتہ سے فارغ ہو کر بڑے اہتمام کے ساتھ روزانہ کے اخبارات دیکھتے، پھر مشورہ میں چلے جاتے، وہاں سے فارغ ہو کر کچھ وقت اپنی

زیر درس کتابوں کا مطالعہ کر کے سبق پڑھاتے، اس کے بعد اگر کچھ وقت باقی رہتا تو اس کو مطالعہ یا اہم اہم خطوط کے جوابات لکھنے میں صرف کرتے۔ اتنے میں بارہ بج جاتے اور روانگی کے ذمہ داران میں سے کوئی شخص جماعتوں کی روانگی کے پرچے لے کر آتا تو ان کو ملاحظہ کرتے اور پھر استنجاء وضو سے فارغ ہو کر مسجد پہنچ کر نکلنے والی جماعتوں کو ضروری ہدایات اور مختصر نصائح اور جہری دعا کے بعد مصافحہ کر کے رخصت کر دیا کرتے تھے۔

ان تمام کاموں سے فراغ پر آپ کے حجرہ سے متصل ہال میں دستر خوان اور کھانا تیار ہوتا۔ مقیمین حضرات اور خاص خاص مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے، گھر میں سے گرم گرم روٹی تیار ہو کر آتی تو اس کے تین چار ٹکڑے کر کے اپنے اردگرد بیٹھنے والے مہمانوں کو دیتے رہتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے حجرہ میں آجاتے، پھر حسب موقعہ وسہولت کبھی تو نماز ظہر اپنی جماعت سے پڑھ کر فوراً آرام کر لیتے اور کبھی مسجد کی جماعت کا انتظار کرتے پھر ظہر سے اذان عصر تک اپنے حجرہ میں بخاری شریف یا کسی دیگر متعینہ کتاب کا درس دیتے۔

عصر سے مغرب تک کا وقت بیوی بچوں اور افراد خانہ کے ساتھ چائے اور ملاقات کے لئے متعین تھا۔ اذان مغرب پر یہ مجلس برخواست ہوتی۔ نماز مغرب باجماعت ادا کر کے جلدی جلدی سلوک اور احسان کی لائن سے سوالات کرنے والوں کے جوابات اور اصحاب معمولات کے حالات واحوال سن کر ان کی مزید رہبری ورہنمائی کرتے اور پھر اپنے ہی حجرہ میں ذکر جہری کرتے۔ ایک زمانہ میں اس مجلس کو باقی رکھنے میں آپ کو بڑی دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن آپ مضبوطی کے ساتھ جمے رہے۔

ذکر سے فارغ ہو کر اول وقت نماز عشاء ادا کر کے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے، پھر کچھ دیر کے لئے زنان خانہ میں آکر بیٹھتے۔ اس موقعہ پر کھانے پینے کی ہلکی پھلکی اشیاء کھائی جاتی اور پھر اپنے حجرہ میں پہنچ کر آرام کرنے کے لئے لیٹ جاتے۔ سونے سے قبل مسنون طریقہ پر سرمہ لگانا نہیں بھولتے تھے۔ مولانا کے بہت ہی معتمد

خدمت گذار مولانا احمد مڑھی (میوات) نماز فجر سے لے کر رات کے آرام کرنے تک آپ کے پاس رہتے اور شب میں مولانا کو لٹا کر اپنے گھر چلے جایا کرتے تھے۔

(۵)سادہ زندگی اور زاھدانہ مزاج

اپنے والد ماجد کی طرح آپ کو بھی سادہ اور زاہدانہ زندگی پسند تھی۔لباس کے معاملہ میں زیادہ قیمتی کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن کھانے پینے میں مہمانوں کے اعزاز واکرام کی وجہ سے وسعت اور تنوع پسند تھا۔اور اسی وجہ سے زنانہ مکان میں بھی مختلف قسم کے سالن تیار ہوتے اور باہر مردانہ میں بھی حضرت جی ثالث کے دور سے چلے آرہے خادم خاص بھائی عبدالخالق آپ کے حکم سے علیحدہ سالن سبزی وغیرہ تیار کراتے جس کا حساب مولانا مرحوم ماہ بماہ اپنی جیب خاص سے کرتے تھے۔

(۶)استغناء اور بے نیازی

اس کے علاوہ استغناء اور بے نیازی میں بھی آپ اپنے والد ماجد کے قدم بقدم تھے۔خصوصاً مرکز کی مالیات اور وہاں کے آمد وخرچ کے معاملات میں بڑی احتیاط فرماتے۔اہل خیر حضرات جب آپ کے توسط سے مرکز کا مالی تعاون کرتے تو بارہا دیکھا گیا کہ ادنی توقف کے بغیر مولانا یوسف سیلونی کو بلا کر وہ امانت ان کو سونپ دیا کرتے تھے۔ ان کے والد ماجد کی وفات کے بعد سالہا سال سے چلے آرہے اس مالیاتی نظام میں اگر چہ جبری طور پر ردو بدل کیا گیا مگر وہ اسی روش پر قائم رہ کر مالیاتی امور متعلقہ فرد کو متعینہ جگہ پر پہنچاتے رہے۔

(۷)مختصر تقریریں اور بیانات

آپ کی عادت لمبے لمبے بیانات کی نہیں تھی۔مختصر بیان فرماتے اور نپے تلے مختصر جملوں میں دعوتی کام کی حیثیت اور اہمیت اپنے مخاطبین کو سمجھا دیا کرتے تھے۔

دعوتی اور تبلیغی معاملات میں مشورہ کا اتنا زبردست اہتمام کرتے کہ شاید ان کی

زندگی میں تلاش کرنے سے بھی ایک واقعہ ایسا نہ مل سکے جس میں ان پر خودرائی اور خود بینی کے ساتھ کام کرنے کا الزام آسکتا ہو۔ مرحوم اپنے دونوں پیشرو بزرگ حضرت جی ثانی اور حضرت جی ثالث کے دعوتی طریقۂ کار کو نہ صرف مضبوطی کے ساتھ تھامے ہوئے تھے بلکہ درحقیقت ان بزرگوں کی طرح لکیر کے فقیر بنے ہوئے تھے۔ اور اسی وجہ سے آپ نے اپنی پوری حیات میں ایک مرتبہ بھی منتخب احادیث کی نہ تائید کی اور نہ موافقت۔

(۸) محبت اور دلداری

اسی طرح مولانا مرحوم کے یہاں محبت شفقت اور دلداری کا بھی بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔ خاص طور سے اہل قرابت اور اہل تعلق میں جو جتنا قریب ہوتا اس کے ساتھ اتنا ہی حسن سلوک کا معاملہ کیا جاتا تھا۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ سے قبل گھر کے بچوں، مستورات، اہل تعلق اور خدمت میں آنے جانے والے اور انسیت رکھنے والوں کی مالی ضرورتوں کا پورا پورا خیال رکھ کر ان کے لئے عیدین کی خوشیوں کا بندوبست فرماتے اور عید آنے پر بڑے اہتمام سے اپنے چھوٹوں کو عیدی دیتے اور اپنے بڑوں سے عیدی وصول کیا کرتے تھے۔ اسی ضمن میں آپ نے عصر سے مغرب تک کا وقت اپنے اہل خانہ اور بچوں کے ساتھ مخصوص کر رکھا تھا۔ ان ہی کے ساتھ چائے پیتے اور روزمرہ کے احوال، مستورات کی آمد و رفت کی تفصیلات معلوم کر کے ضروری ہدایات اور مشورے دیتے۔

(۹) علمی رسوخ اور ذوق مطالعہ

مولانا مرحوم کا علم بہت گہرا اور پختہ تھا۔ تمام علوم اسلامیہ کے مقابلہ میں فن حدیث شریف کو ترجیح اور اہمیت حاصل تھی اور اسی وجہ سے فارغ اوقات میں کتب احادیث اور ان کی تشریحات وتحقیقات کا مطالعہ چلتا رہتا تھا۔

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کی تالیفات وتصنیفات سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ آپ کی ہر تصنیف کا کئی کئی دفعہ مطالعہ فرماتے اور جب بھی حضرتؒ کی کسی جدید تصنیف کی

طباعت واشاعت ان کے علم میں آتی تو فوراً سہارنپور سے تقاضا کر کے اس کو منگاتے اور جب تک نہ پہنچتی بار بار یاددہانی کرتے۔

ایک مرتبہ ان کی مجلس میں آپ بیتی کا ذکر آ گیا تو کہنے لگے کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں ہر طبقہ کے لئے اصلاح اور درستی کا سامان ہے۔ پھر خوشی اور مسرت کے لہجے میں بتلایا کہ میں اب تک یہ "آپ بیتی" تقریباً تیس مرتبہ پڑھ چکا ہوں۔ اور یہ ان کی محبت شیخ ہی تھی کہ انہوں نے سارے زور اور سارے دباؤ برداشت کر لئے۔ بہت سی دھمکیاں سن لیں۔ لیکن فضائل اعمال پر کبھی کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔

سفروں میں بھی جو بہت کثرت کے ساتھ ہوتے تھے متعدد کتابیں مطالعہ کے لئے رکھا کرتے تھے۔ اور اپنے معمولاتِ یومیہ نیز دعوت وتبلیغ کی ذمہ داریوں سے جتنا بھی وقت فارغ ملتا اس کو کتب بینی میں صرف کرتے۔

آپ میں چونکہ علمی رسوخ بہت تھا۔ پڑھنے کے زمانہ میں اچھی طرح اور بعد میں پڑھانے کے زمانے میں بہت اچھی طرح محنت کی تھی۔ اس لئے استعداد بھی بلند درجہ کی تھی اور اسی رسوخ اور استعداد کی وجہ سے آپ تبلیغ اور مدرسہ میں تفریق کے قائل نہیں تھے بلکہ دونوں کو ایک دوسرے کا رفیق سمجھتے تھے اور اسی لئے جب بھی اور جہاں بھی دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتعلم کو ہم آہنگ کرنے کا مسئلہ آپ کے سامنے پیش ہوتا تو آپ کی حتمی رائے یہی ہوتی تھی کہ دونوں کو ساتھ لے کر چلا جائے۔ کیونکہ دونوں دینی عمل ہیں۔ اس لئے ایک عمل کی وجہ سے دوسرے عمل کو نہ چھوڑا جائے اور نہ اس کو نقصان پہنچایا جائے۔

آپ کے اس رجحان اور فکر وسوچ کی تائید میں بطور نمونہ یہ واقعہ بہت کافی ہے کہ!

"سورت (گجرات) میں واقع دینی ادارہ" دارالعلوم رامپورہ" میں جناب الحاج عبدالحفیظ منیار کو جب وہاں کا رکن شوریٰ متعین کیا گیا تو موصوف نے جواب دیا کہ میرا تعلق تو مولانا زبیر الحسن سے ہے اگر مولانا اجازت دیں گے تو

قبول کروں گا ونہیں۔

چنانچہ دارالعلوم رامپورہ کے ذمہ داران نے فون پر مولانا مرحوم سے رابطہ کر کے اجازت چاہی تو آپ کا جواب یہ تھا کہ مدرسہ بھی اپنا ہی کام ہے اور دین کا کام ہے۔ تبلیغ بھی اپنا ہی کام ہے اور دین کا کام ہے۔ لہٰذا قبول کرلیا جائے۔ چنانچہ بھائی عبدالحفیظ منیار نے اس کو قبول کرلیا۔''

(۱۰) مسواک اور پان کا اہتمام

پنجوقتہ نمازوں کے لئے مسواک کرنے اور ہمہ وقت پان کھانے کا زبردست معمول تھا۔ سفر وحضر میں ڈبیا، بٹوا ساتھ رکھتے تھے۔ تاہم تقریر، دعا اور اسباق کے اوقات اس سے مستثنیٰ تھے۔ چنانچہ ان تینوں کاموں کو شروع کرتے وقت بہت اچھی طرح کلی کر کے منہ صاف کر کے جایا کرتے تھے۔ الائچی خورد اور زعفرانی گولی بھی پان میں استعمال کرتے تھے اگرچہ آخر عمر میں عوارض کی وجہ سے ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق اس میں اور پان کے استعمال میں بہت کمی آگئی تھی۔

(۱۱) ذکر کا اہتمام

مولانا زبیر مرحوم اپنے پیر ومرشد حضرت شیخ اور حضرت جی ثالث کے حکم کی تعمیل میں بڑے اہتمام سے روزانہ بعد نماز مغرب ذکر بارہ تسبیح کرتے تھے۔ مرکز کے بعض مقیم اور غیر مقیم ذکر وشغل کرنے والے بھی پانچ سات کی تعداد میں اس میں شریک ہوتے۔ لیکن صاحبزادہ صاحب کو اس سے بہت ناگواری ہوتی اور وہ ہمیشہ اس مجلس کو کسی بڑی بدعت کی شکل میں دیکھتے۔ جب صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو انہوں نے اس کو ختم کرنے کے لئے ایک عجیب وغریب شکل یہ اختیار کی کہ اپنے کچھ پسندیدہ احباب کو مولانا مرحوم کے پاس بھیجنا شروع کردیا اور وہ باقاعدہ آپ سے اس مجلس پر مباحثہ ومناظرہ کرتے۔ مولانا کی استطاعت میں جہاں تک ہوتا ان کو مطمئن کرتے اور پھر کہہ دیا کرتے تھے کہ مولانا احمد لاٹ

سے ملاقات کرلو وہ تمہارے اشکالات کے جوابات دے دیں گے۔

مولانا مرحوم کی زندگی تک تو یہ مجلس ذکر کسی نہ کسی شکل میں چلتی رہی لیکن ان کی وفات کے بعد صاحبزادہ صاحب نے باضابطہ طور پر ان ذاکرین کو فرداً فرداً اپنی بارگاہ میں طلب کرکے سختی کے ساتھ منع کردیا۔ مجلس ذکر پر پابندی کا یہ عمل مولانا مرحوم کی وفات کے بعد ہوا۔ جب کہ وہ حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسنؒ کی وفات کے بعد اپنے اجتہاد سے ریلوے والوں کا جوڑ، کالج کے طلبہ اور پروفیسروں نیز ڈاکٹروں کا جوڑ یہ کہہ کر بند کر چکے تھے کہ اس سے امت میں تفریق پیدا ہوتی ہے۔ لیکن شاید وہ بھول گئے کہ اگر اس سے امت میں تفریق ہورہی تھی تو تفریق کا یہ عمل ان کے جد محترم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے زمانہ سے چلا آرہا تھا اور اس سے بھی بڑھ کر سالہا سال سے بعد نماز مغرب ان الفاظ کے ساتھ ہونے والا یہ اعلان کہ!

تمام لوگ سنتوں سے فارغ ہوکر یٰسین شریف کا ختم کریں اس کے بعد دعا ہوگی کو ختم کرکے ان الفاظ سے شروع کرادیا کہ تمام لوگ اپنے معمولات سے فارغ ہوجائیں پھر دعا ہوگی۔"

خدا معلوم اس تغیر و تبدل سے وہ کن لوگوں کو یا کس طبقہ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ ان کو شاید یاد نہیں رہا کہ ختم یٰسین شریف کا یہ اعلان حضرت مولانا محمد یوسف کے زمانہ میں بھی ہوتا تھا۔ غالباً وہ یہ سمجھتے رہے کہ یہ مولانا انعام الحسن کے دور سے شروع ہوا ہے۔

(۱۲) نماز تہجد کا اہتمام

مولانا مرحوم کا شمار ان دُعاۃ اور مبلغین میں تھا جو پورے اہتمام کے ساتھ تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ اور اس معاملہ میں ان کے یہاں سفر اور حضر دونوں برابر تھے اور اسی وجہ سے وہ اپنے دن کے معمولات اذان فجر سے پہلے پہلے پورے کرلیا کرتے تھے۔

ان کے والد مرحوم کی بھی ان کو یہی تاکید اور وصیت تھی کہ ہمیشہ تہجد اور اس وقت

میں اپنے معمولات کو پورا کرتے رہنا۔خود والد ماجد مرحوم کے یہاں بھی اس کا بڑا اہتمام تھا۔

مولانا زبیر مرحوم کے یہاں شب کے معمولات کا جو اہتمام تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں حج سے فراغت پر جماعتیں رخصت ہونی تھیں ۔ بعد عشاء کا وقت اس کے لئے متعین تھا۔حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کو رخصتی کی ہدایات دینی تھیں۔مشورہ میں یہ بھی طے ہوا کہ مولانا زبیر مرحوم حاجی صاحب کی معیت میں روانگی کی اس مجلس میں شامل رہیں گے۔ چونکہ حضرت حاجی صاحب کی تفصیلی ہدایات میں وقت بہت لگتا تھا اس لئے مولانا مرحوم نے اپنے بے تکلفانہ لہجہ میں حاجی صاحب سے کہا کہ!

”لمبی ہدایات مت دینا، رات کو اٹھ کر اعمال بھی کرنے ہوتے ہیں۔آپ تو ماشاء اللہ ہر حال میں اپنے اعمال اور معمولات پورے کرلیتے ہیں لیکن ہم کمزور ہیں اور ہمیں جلدی سونا ہوتا ہے۔“

(۱۳)دن کے اعمال کی مضبوطی کا ذریعہ

موصوف مرحوم کے یہاں جس طرح شب کے اعمال کی اہمیت تھی اسی طرح دن کے اعمال کا بھی خصوصی فکر اور التزام تھا۔ان کا یہ مقولہ لاکھوں لوگوں نے سنا ہوگا کہ!

”رات کے اعمال سے دن میں کئے جانے والے اعمال کو تقویت ملتی ہے اور دن میں کی جانے والی محنت اور جدوجہد میں شب کے اعمال سے مضبوطی اور پختگی آتی ہے۔“

چنانچہ وہ اپنے ہر ملنے جلنے والے کو اسی کی تاکید اور نصیحت کیا کرتے تھے اور اتنا ہی نہیں بلکہ دعوت وتبلیغ میں ہونے والی کمی اور کوتاہی کو توبہ واستغفار کے ذریعہ پوری کرلینے پر بھی توجہ دلاتے تھے۔

جناب عبدالروف منیار (سورت، گجرات) بتلاتے ہیں کہ میں والد مرحوم شیخ محمود

غبار کے انتقال کے بعد جب پہلی مرتبہ مدرسۃ الشیخ محمد زکریا سہارنپور کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے گیا تو مولانا زبیر مرحوم بھی اس اجلاس میں شرکت کے لئے دہلی سے آئے ہوئے تھے۔ جلسہ سے فراغ پر وہ تخت پر بیٹھے ہوئے تھے تو اشارہ سے مجھے اپنے پاس بلایا اور بڑی محبت سے والد صاحب کے بعد خانگی اور تجارتی احوال بہت دیر تک معلوم کرتے رہے آخر میں میں نے کہا کہ مجھے تو خود آپ سے کچھ ضروری مشورے کرنے تھے تو فرمایا کہ تجارتی معاملات میں میرا کیا مشورہ؟ یہ تو تاجروں سے کرنا چاہئے۔ میں نے جواب دیا کہ میرا مشورہ تو دعوتی وتبلیغی کام سے متعلق ہے اس پر کہنے لگے کہ ضرور پوچھو۔ میں نے کہا کہ کام میں بہت اونچ نیچ ہوجاتی ہے۔ دعوتی تقاضے پورے نہیں ہوتے۔ اس پر فرمایا کہ جس وقت اس کا احساس ہو کہ کام کا حق نہیں ادا ہو رہا ہے تو فوراً توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کرلیا کریں۔

تیرہواں باب

☆......علالت سے وفات تک

☆......آخری دور کے امراض۔

☆......سہارنپور کا آخری سفر

☆......آخری علالت اور وفات

☆......تعزیتی پیغامات اور تاثرات

آخری دور کے امراض

مولانا مرحوم کی علالت کا سلسلہ وفات سے کم وبیش دس سال قبل شروع ہو چکا تھا آہستہ آہستہ امراض اور ان میں شدت و زیادتی بڑھتی جارہی تھی۔ یہاں تک کہ آخری سالوں میں کمّیت اور کیفیت کے اعتبار سے اس میں ایسا اضافہ ہوگیا کہ متعدد مرتبہ ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ چونکہ حیات مستعار باقی تھی۔ اس لئے آپ قدرے شفایاب اور تندرست ہو کر واپس آتے رہے۔

بہت عرصہ قبل یعنی ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء سے ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء تک دونوں آنکھوں میں موتیا اتر آنے کی وجہ سے دو مرتبہ سے زائد آپریشن کرانے کی نوبت بھی آئی۔ اور اس کے لئے متعدد مرتبہ علی گڑھ بھی جانا ہوا۔ جہاں آپ کے میزبان محترم جناب خالد صدیقی ہوا کرتے تھے۔ اللہ جل شانہ نے اس آپریشن کے ذریعہ دونوں آنکھوں کی روشنی بحال کی اور آپ بہت سہولت وراحت کے ساتھ پڑھنے لکھنے لگے۔ تاہم خطرناک عوارض کا سلسلہ ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء سے شروع ہوا۔ چنانچہ ۱۱ر ربیع الاول ۱۴۲۲ھ/ ۳ر جون ۲۰۰۱ء میں مختلف اعذار وامراض کے ازالے کے لئے مولانا مرحوم کڑکڑ ڈوما ہسپتال میں داخل ہوئے۔ پروفیسر مسعود عبدالحی (پونہ) اور شیخ عبداللہ ربوی مدنی کا آپ کے پاس مستقل قیام رہا۔ اس علاج اور علالت کے زمانہ میں بھی آپ ہر جمعہ کو مرکز آکر ۱۱ بجے بیان دعاء اور مصافحہ کرا کر نماز جمعہ ادا کرتے اور پھر ۳ بجے ہسپتال واپس ہوجاتے۔

بائیس روزہ قیام کے بعد ۲۳ر جون/ یکم ربیع الثانی سنیچر میں آپ ہسپتال سے بعد مغرب بخیریت مرکز واپس آئے۔

اس کے دو سال بعد بہت سے احباب کے اصرار وتقاضوں پر آپ نے اپنی

جسمانی فخامت (موٹاپا) کا علاج شروع کیا اور اس کے لئے ۲۸/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ/ ۲۰/فروری ۲۰۰۴ء میں داخل ہسپتال ہوئے۔ احباب بالخصوص بنگلور، مدراس کے اہل تعلق اور جناب سلمان مدراسی اوران کے والد ماجد پروفیسر عبدالرحمٰن کا اصرار آپ کو علاقۂ مدراس میں لے جانے کا تھا لیکن مختلف وجوہات کے پیش نظر آپ نے دہلی میں رہ کر علاج کرانے کو ترجیح دی۔

سالہا سال کی علالت اور بیماری میں سب سے شدید اور طویل علالت وہ تھی جس کا آغاز میوات سے دہلی پہنچنے پر ہوا تھا۔ تفصیلات اس کی یہ ہیں کہ آپ ۱۹/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ/۲/مارچ ۲۰۱۳ء شنبہ میں سہارنپور سے بذریعہ کار روانہ ہوکر مرکز نظام الدین پہنچے اور اگلے روز (۳/مارچ) میں میوات کا سفر ہوا۔ دہلی واپس پہنچ کر شب میں طبیعت بڑی ناساز ہوئی۔ سانس لینے میں دشواری محسوس ہوتی تھی۔ ڈاکٹر محسن ولی کے مشورہ سے رام منوہر لوہیا ہسپتال میں داخل کئے گئے۔ چند روز تک طبیعت انتہائی نازک اور تشویشناک بلکہ ڈاکٹروں اور تیمارداروں کے لئے مایوس کن بنی رہی۔ لیکن اللہ جل شانہ نے پھر شفاء اور صحت دی۔

میرے والد ماجد نے بھی مولانا مرحوم کی عیادت کے مد میں مسلسل پندرہ روز وہاں قیام کیا۔ یہ مرض اتنا شدید تھا کہ ڈاکٹر بھی مایوس ہوگئے تھے۔ چنانچہ ان کے ایک غیر مسلم ڈاکٹر کا تاثر یہ تھا کہ یہ تو پرماتما سے اوپر جاکر مل کر آئے ہیں۔ دوسرے ڈاکٹر نے ان الفاظ میں اپنے احساسات کا اظہار کیا کہ یہ تو......! یہاں سے چلے گئے تھے اور پرماتما کے درشن کر کے آئے ہیں۔ اس پورے عرصہ میں راقم سطور ان کے پاس دہلی میں مقیم رہا۔

عزیزان مولوی محمد صالح، مولوی محمد یاسر ان کی والدہ بھی وہی مقیم رہیں۔ سہارنپور سے بقیہ اعزا و اقارب کی مسلسل آمد و رفت ترتیب کے ساتھ رہتی تھی۔ مولانا محمد خالد سہارنپوری کے فرزند عزیز مولوی محمد اسامہ سلمہ نے بھی دہلی میں قیام کیا۔ یہ سب اصحاب صبح اول وقت جاکر بعد نماز عشاء واپس ہوتے تھے۔

مولانا مرحوم کو بظاہر اس موجودہ علالت سے اپنے چل چلاؤ یا کچھ زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہنے کا اندازہ ہوگیا تھا۔ چنانچہ ہسپتال میں علاج کے دوران اپنے تینوں صاحبزدگان (مولوی محمد زہیر الحسن، مولوی محمد صہیب الحسن، مولوی محمد خبیب الحسن سلمہم) کو ترتیب کے ساتھ کھڑا کر کے راقم سطور کو بہت اہتمام کے ساتھ مخاطب کر کے کہا کہ ''بھائی مولوی شاہد ان تینوں بچوں کی خیر وخبر رکھنا'' اور جب اس کے جواب میں بندہ نے ان کی درازی عمر کی تمنا وخواہش کا اظہار کیا تو جواب میں ''نہیں، نہیں'' کہہ کر خاموش ہوگئے۔

نہیں بھولتا اس کی رخصت کا دن

وہ رو، رو کے ملنا بلا ہوگیا

۱۴ / مارچ / ۲۹ / ربیع الثانی جمعرات میں ہسپتال سے رخصت ہوکر اپنے قدیمی معالج ڈاکٹر محسن ولی کے مشورہ پر دہلی میں واقع ان کی کوٹھی پر آرام وراحت کی غرض سے چند روز مقیم رہ کر مرکز نظام الدین آگئے۔ لیکن طبیعت میں چڑھاؤ اتار مسلسل ہوتا رہا۔ علالت کے ان آخری سالوں میں مختلف طرح کے سحر بھی آپ پر ہوتے رہے۔ جس کے علاج بھی مختلف عاملوں کے ذریعہ کئے جاتے رہے۔ ساحرین اور ان کے پس پردہ معاونین بھی معلوم ہوتے رہے۔ اور جن سے انتقام کے لئے یقیناً اللہ جل شانہ کی ذات عالی بہت کافی ہے۔

سہارنپور کا آخری سفر

صحت اور بیماری کے اوقات اسی طرح گذرتے رہے اور دن بدن حیات کے مقابلہ میں آپ وفات کے قریب ہوتے چلے گئے۔ اسی عرصہ میں راقم سطور اور عزیز محمد صالح کی دعوت پر ۱۱ / ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ / ۱۲ / فروری ۲۰۱۴ء بدھ میں آپ کا آخری سفر بذریعہ ٹرین سہارنپور کا ہوا۔ یہ سفر اپنی سب سے چھوٹی نواسی عزیزہ دانیہ سلمہا بنت مفتی محمد صالح کے عقیقہ مسنونہ میں شرکت کے لئے ہوا تھا اور جس کا اہتمام وانتظام قدرت کی جانب سے راقم سطور کے ذریعہ بڑی وسعت وکشادگی کے ساتھ ہوگیا تھا۔

راقم سطور کے روزنامچہ کے مطابق خاندان اور شہری افراد مل کر پانچ سو کے قریب مہمان تھے۔ کھانے اور مجمع میں الحمدللہ برکت رہی۔ بہت ممکن ہے کہ غیر ارادی اور غیر محسوس طریقہ پر یہ تمام انتظام واہتمام اس وجہ سے ہوا ہو کہ یہ ان کا آخری سفر سہارنپور تھا چارروزہ قیام کے بعد موصوف ۱۶رفروری اتوار میں بذریعہ ٹرین دہلی واپس ہو گئے۔

راقم سطور بھی ان کے ساتھ ہی دہلی جاکر ۱۸رفروری کی شام کو سہارنپور آگیا اور پھر مرحوم کی ناسازی طبع کے پیش نظر ۲۳رفروری اتوار میں دہلی جاکر چارروزہ قیام کے بعد دوبارہ واپس ہوا۔ اور پھر یکم مارچ شنبہ میں دہلی کا سفر کر کے اگلے ہی دن مختلف ذمہ داریوں اور مصروفیتوں کی وجہ سے سہارنپور لوٹ آیا۔

آخری علالت اور وفات

اب اس کے بعد ان کی حیات میں دہلی کا آخری سفر، آخری علالت مرض الوفات اور وفات کی تفصیلات راقم سطور کے روزنامچہ میں ان الفاظ کے ساتھ درج ہیں۔

(۸رجمادی الاول ۱۴۳۵ھ/ ۱۰رمارچ ۲۰۱۴ء پیر)

آج دوپہر مولانا زبیر کی علالت طبع کی اطلاع بلکہ شدت علالت محمد صالح نے دفعتہ بتلائی۔ مولوی زہیر کا بھی فون آیا کہ آپ آجائیں تو اچھا ہے۔ چنانچہ شام کو شتابدی سے شاہد وصالح دہلی آئے۔ مولانا زبیر کرٹر ڈوما سے لوہیا ہسپتال میں سانس اور پیشاب کی تکلیف کی وجہ سے منتقل ہو چکے تھے۔

بندہ اسی وقت ہسپتال پہنچا تو طبیعت مایوسی کی حد تک ناساز پائی۔ ڈاکٹر محسن نے بتلایا کہ گردے فیل ہو چکے ہیں اور وہ اپنا عمل نہیں کر رہے ہیں۔ دوا علاج منگل کے دن بھی جاری رہا۔ منگل کی شام میں مولانا زبیر اور محمد شاہد نے آخری کھانا اکٹھے ان کے بیڈ پر بیٹھ کر کھایا۔ بدھ کی شب تشویش و تکلیف میں گذری۔ تو بدھ کی صبح نو بجے وہیں آئی سی یو میں ڈائی لیسس کے لئے لے

گئے۔ایک ایک دن چھوڑ کر تین مرتبہ ڈائی لیسس ہوا۔

۱۹ر مارچ بدھ کی صبح چوتھی مرتبہ یہ ہو رہا تھا کہ اسی وقت ہارٹ اٹیک ہوا اور جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔آئی سی یو کے مدت قیام میں دواؤں کے ذریعہ ڈاکٹروں نے نیم بے ہوش رکھا۔تیمار دار مستقل آتے رہے۔حضرت مولانا محمد طلحہ، حضرت مولانا ارشد مدنی، مولانا محمود مدنی، جناب احمد پٹیل اور بہت سے خواص عیادت کے لئے آتے رہے۔یہ احقر اس پورے عرصہ میں صبح کو جا کر شام کو آتا رہا۔عزیزان زہیر، صہیب، خبیب، صالح، یاسر، مولوی جعفر، عثمان، نعمان مسلسل رہے۔مولانا عاقل، مولانا سلمان عیادت کے لئے سہارنپور سے آئے۔میرے والد حکیم محمد الیاس صاحب کا مستقل قیام اس عرصہ میں نظام الدین رہا۔

انتقال کے وقت یہ احقر گھر سے ہسپتال جا رہا تھا کہ راستہ میں حادثہ کی اطلاع سنی۔چنانچہ وہیں سے گھر واپس آ گیا۔اہل خانہ کو تسلی دیتا رہا۔ مولوی زہیر بھی ہسپتال سے فوراً آ گئے۔عزیزان صالح، صہیب وخبیب وغیرہ تین گھنٹہ بعد جنازہ کے ساتھ واپس پہنچے۔مرکز کے عقبی حصہ میں مطبخ کے پاس غسل دیا گیا اور دس بجے شب میں مولانا افتخار الحسن صاحب کی زیر امامت نماز جنازہ ہو کر حضرت مولانا انعام الحسن کے پہلو میں دفن کئے گئے۔رحمہ اللہ تعالیٰ

مجمع اس قدر بے حد وحساب تھا کہ پولیس نے دو بجے سے ہی تمام راستے بند کر دیئے تھے۔بھوگل تک اور نیلا گنبد سے آگے تک انسان ہی انسان تھے۔ دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ جنازہ پر مجمع حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سے بھی زیادہ تھا اور اس طرح پھر ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل کا مقولہ .... بیننا وبینھم الجنائز کا منظر لوگوں نے دیکھ لیا۔

قبر کی تعیین سے پہلے تک ہم لوگوں کو خطرہ تھا کہ کہیں خدانخواستہ تدفین پر کوئی ناگوار صورت حال پیش نہ آجائے، کیونکہ ہم لوگ اس سے قبل حضرت مولانا انعام الحسنؒ کی تدفین پر اس طرح کی مذموم کوشش دیکھ چکے تھے۔(۱)

چنانچہ اس سلسلہ میں صاحبزادہ صاحب سے پہلے ہی بات کرنا ضروری سمجھا گیا۔ راقم سطور کی نظروں میں آج بھی وہ منظر محفوظ ہے کہ حضرت مولانا محمد ابراہیم زید مجدہ راقم سطور اور صاحبزادہ صاحب ہال میں اسی موضوع پر بات کر رہے تھے کہ دفعتہً انہوں نے بلند الفاظ میں اپنے دونوں ہاتھ اونچے کر کے سامنے کھڑے ہوئے مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ بھائیو! سب لوگ میری یہ وصیت یاد رکھیں کہ میری تدفین ہرگز ہرگز یہاں نہ کی جائے۔ غالباً ان کا مقصد اس جملہ سے ماحول میں گرمی پیدا کر کے وہاں منفی اثرات پھیلانا تھا لیکن اللہ جل شانہ نے مولانا زبیر مرحوم کی برکت اور طفیل سے، بہت فضل فرمایا اور خیر و عافیت کے ساتھ حضرت مولانا انعام الحسن، حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد الیاس کے پہلو بہ پہلو ان کی تدفین عمل میں آگئی۔

اس موقع پر مولانا احمد مڑھی (میوات) ان کے فرزندان اور دیگر احباب کی ہمت اور حوصلے کو سلام ہے کہ انہوں نے بڑی جرأت رندانہ اور ہمت مردانہ سے کام لے کر کسی کے حکم کا انتظار کیے بغیر قبر کی تیاری شروع کر دی۔ لحد میں آپ کو اگرچہ گیارہ بجے شب میں اتارا گیا تھا لیکن خلق خدا کی طرف سے ساری رات اور اگلے دن شام تک مٹی ڈالنے کا عمل مسلسل جاری رہا۔ کیونکہ...... عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔

---

(۱) اور حضرت جی ثالث کے بعد راقم سطور اپنی والدہ مرحومہ کی تدفین کا ہنگامہ دیکھ چکا تھا کہ خود مولانا زبیر مرحوم نیز راقم سطور اور پورے خاندان کی شدید خواہش کے باوجود صاحبزادہ صاحب کی ضد، حسد اور عناد کے ملے جلے جذبات کی وجہ سے مرحومہ کو مرکز کے عقب میں اپنی تینوں بہنوں کے برابر میں دفن نہ کر کے بستی حضرت نظام الدین میں واقع قبرستان پنج پیران میں دفن کرنا پڑا مجھے آج بھی اس کا یقین ہے کہ اگر میری ''ماں'' مولانا زکریا کی ''بیٹی'' نہ ہوتی تو ہرگز ان کی طرف سے یہ ہنگامہ نہ کھڑا کیا جاتا۔

ابھی مولانا مرحوم کی تدفین کو بمشکل پندرہ گھنٹے ہی گذرے تھے کہ صاحبزادہ صاحب کے ایک معتمد خاص عزیز مولوی زہیر سلمہ کو یہ کہہ کر اپنے ساتھ لے گئے کہ "حضرت اپنے حجرے میں آپ کو بلا رہے ہیں" راقم سطور اور دیگر حضرات کا جو اس وقت عزیز موصوف کے پاس بیٹھے ہوئے تھے خیال ہوا کہ شاید تعزیت مسنونہ یا دعوت وتبلیغ کے چوتھے نمبر "اکرام مسلم" کے پیش نظر حق پڑوس ادا کرنے کے لئے بلایا جارہا ہوگا۔ لیکن عزیز موصوف جب صاحبزادہ صاحب کے پاس سے واپس آئے تو ان کا چہرہ تاثرات اور غم وحزن کی شدت سے سرخ تھا اور مکمل سکوت کی کیفیت ان پر طاری تھی۔ بعد میں حجرہ میں ہونے والی گفتگو (سوالات وجوابات) کی تفصیلات جب سامنے آئیں تو وہ اس طرح تھیں۔

صاحبزادہ صاحب:۔ جب تمہیں مولوی زبیر کی تدفین کے معاملہ میں میرا رجحان معلوم ہوگیا تھا تو تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟

جواب:۔ مجھے خیال ہوا کہ والد صاحب کی ساری عمر مسجد میں گذری ہے اس لئے اب تدفین بھی مسجد کے پڑوس میں ہی ہوجائے۔

صاحبزادہ صاحب: شاید تمہاری مستورات نے مجبور کیا ہوگا یا اعزہ نے اس پر اصرار کیا ہوگا۔

جواب:۔ نہ کسی نے مجبور کیا نہ کسی نے اصرار کیا۔

صاحبزادہ صاحب: یہ تم نے میرے دل میں ایسا کانٹا چبھویا ہے کہ زندگی بھر یہ چبھتا ہی رہے گا۔

عزیز زہیر سلمہ اس جملہ کا کوئی جواب دیئے بغیر واپس آگئے۔ کیونکہ تعزیت مسنونہ کا حق پورا ہو چکا تھا۔

یہ تفصیلات علم میں آنے کے بعد راقم سطور بہت دیر تک سوچتا رہا کہ یہ کس طرح کی قساوت وشقاوت ہے ورنہ ایسے موقعہ پر تو بڑے سے بڑے کافر کا بھی دل پگھل جاتا ہے اور سخت سے سخت پتھر سے بھی پانی نکل آتا ہے۔ سچ ہے!

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑے زمانے میں

تعزیتی پیغامات، خطوط اور تاثرات

اس عنوان کے تحت سب سے پہلے تو خود راقم سطور اپنے تعزیتی تاثرات یہاں پیش کرتا ہے۔ جو مولانا سید محمد زین العابدین اور مولانا انیس احمد مظاہری (پاکستان) کی مشترکہ تالیف ''حیات شیخ زبیر'' میں مقدمہ اور پیش لفظ کے طور پر شائع ہو چکے ہیں۔

''۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ ۱۸ر مارچ ۲۰۱۴ء منگل کی صبح پیش آنے والے اس حادثہ فاجعہ کے نتیجے میں اللہ جل شانہ کی یہ عظیم ترین امانت بلکہ نعمت اللہ حوالہ کے کر دی گئی۔

دعوت وتبلیغ کی کم وبیش ستر (۷۰) سالہ تاریخ میں مولانا موصوف کا یہ حادثۂ ارتحال مختلف نوعیتوں اور حیثیتوں سے بڑی اہمیت اختیار کئے ہوئے ہے۔ جن کی نشان دہی مختصر الفاظ میں اس طرح کی جاسکتی ہے۔

☆ وہ اس عظیم ترین دعوتی کام کے دل ودماغ یعنی مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اور اس عالمی کام کی بتیس (۳۲) سال مسلسل ومتواتر دینی سیادت اور روحانی قیادت فرمانے والے داعی اور مربی روحانی حضرت جی ثالثؒ کے منظورِ نظر تربیت یافتہ اور ان کی علمی وراثتوں کے امین اور روحانی مجلسوں کا بھرپور فیض اٹھائے ہوئے تھے۔

☆ وہ بیک وقت ان مذکورہ حضرات کی تربیت سے مصفی ومجلی ہو کر ان کی نگاہوں میں اس حد تک قابل اعتماد اور لائق اعتبار بن چکے تھے کہ ہر دو حضرات نے ان کو دعوت وتبلیغ کی اس محنت کو مسلسل آگے بڑھانے کا اہل اور صاحب صلاح سمجھ کر ایک امتیازی مقام بخشا تھا۔

چنانچہ مخدومنا حضرت شیخ مہاجر مدنیؒ نے ۳ر ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/ ۱۰ر فروری ۱۹۷۸ء میں آپ کو اجازت بیعت اور صاحب ارشاد وصلاح بناتے وقت جو خلافت نامہ

تحریر فرما کر دیا تھا اس میں یہ تصریح فرمادی تھی کہ!

''بصر ورت تبلیغ توکلاً علی اللہ تعالیٰ تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں۔''

☆وہ بیک وقت علم نبوت، عمل نبوت اور نور نبوت کے حامل رہ کر بعثت نبوی ﷺ کے تینوں اہم اور عظیم مقاصد کے علمبر ادتھے۔ یہ عظیم دعوتی محنت چونکہ مدرسہ اور سلوک وروحانیت نیز ذکر وفکر سے ہمیشہ وابستہ بلکہ صحیح معنی میں ایک مثلث کے تین زوایے بن کر رہی ۔ جس کے ثبوت وشواہد قدم قدم پر حضرت مولانا محمد الیاسؒ، حضرت مولانا محمد یوسفؒ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ کی حیات طیبہ میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ مولانا زبیر الحسن کی پوری حیات میں بھی یہی تینوں زاویے اسی شان وآن کے ساتھ ہر دیکھنے والے کو نظر آجاتے ہیں۔

چنانچہ اگر وہ ایک جانب حضرت شیخ مہاجر مدنیؒ اور اپنے والد ماجد سے اجازت بیعت وخلافت یافتہ ہونے کی بناء پر خود بھی ذکر وفکر میں مستغرق رہتے اور ہر روز بعد مغرب مجلس ذکر منعقد کرتے تو دوسری جانب تعلیم وتعلم، درس وتدریس اور علم ومطالعہ میں اپنا بڑا وقت خرچ کرتے تھے۔ چنانچہ متفرق کتابیں نور الایضاح، کنز الدقائق، مشکوۃ شریف اور مسلم شریف پڑھانے کے بعد سالہا سال سے بخاری شریف ان کا امتیازی درس تھا اور پھر باقی تمام اوقات دعوت کے ان عظیم تقاضوں کو پورا کرنے میں لگا دیتے جن کی بجا آوری کی ذمہ داری اولاً ان کے والد ماجد مرحوم نے اپنی حیات میں اور پھر ان کی وفات پر عالمی شوریٰ نے ان کے کاندھوں پر رکھی تھی۔

☆وہ اپنے ہم عصروں اور دعوتی رفقاء میں اس لحاظ سے بھی امتیازی شان اور اعلیٰ حیثیت رکھتے تھے کہ حالات کے جبر اور ماحول کی سختی وتنگی کے باوجود موصوف ایک لحظہ کے لئے بھی اس نہج ومنہج سے ہٹنے کو تیار نہیں ہوئے جو دورِ الیاسی، دورِ یوسفی اور دورِ انعامی میں اس عالمی محنت کے لئے قائم کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا انعام الحسنؒ کی وفات کے

بعد مولانا زبیر الحسن مرحوم کے بیس سالہ دورِ مشاورت میں نئے نئے اُصول وضع کرنے کی کوششیں ہوئیں۔ طرح طرح کی ہدایات سے اذہان وقلوب کو پراگندہ ومنتشر کرنے کی سعی کی گئی۔ خاص طور پر دورِ انعامی میں قائم وباقی رہنے والی چیزوں کو جو دراصل دورِ یوسفی اور دورِ الیاسی کا ہی عکسِ جمیل تھیں، ختم کرنے کی مذموم کوششیں کی گئیں اور جس کے نتیجہ میں عالمی سطح پر کام کرنے والوں میں انتشار اور وہاں کے مراکز میں فتنوں کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ لیکن مولانا مرحوم نے ایسے تمام معاملات ومسائل میں نہ جھکنا گوارا کیا اور نہ اپنے پیش روتینوں اکابر ومشائخ کے نقوشِ قدم سے ہٹنا منظور کیا اور پھر دنیا کو یہ بھی معلوم ہو چکا کہ اس نہ جھکنے اور نہ ہٹنے کی اُن کو کیسی کیسی قیمتیں ادا کرنی پڑیں۔

ایسے تمام اہم اور احساس معاملوں میں وہ بالکل **طابق النعل بالنعل** کا صحیح مصداق بن کر اپنے والد ماجد مرحوم کے نقش قدم پر رہتے تھے۔ چنانچہ جس طرح حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کی وفات کے بعد مولانا زبیر الحسن کے والد ماجد مرحوم اپنے بتیس (۳۲) سالہ عہد امارت میں ہر نئی چیز، ہر جدید مشورہ، ہر نئی کتاب اور ہر نئے طور وطریقہ کو یہ کہہ کر ٹھکراتے رہے کہ "ہم تو لکیر کے فقیر ہیں اس لئے ہم نے جو اپنے بڑوں کو کرتے دیکھا ہے وہی کریں گے۔"

بالکل یہی شان اور یہی آن وبان مولانا زبیر الحسن مرحوم کی بھی تھی کہ انہوں نے اس دعوتی محنت کو اپنے بڑوں کی روش سے ہٹنے نہیں دیا اور ہر جبر واکراہ کا بڑے تدبر، حکمت اور خاموشی سے مقابلہ کر کے ان تمام امور سے خود بچتے رہے اور دنیا بھر میں کام سے واقعی مخلصانہ تعلق رکھنے والے قدماء تبلیغ کو بھی بچاتے رہے۔ جو ان حضرات اکابر ثلاثہؒ کے دور میں نہیں تھے۔ چنانچہ ان کی وفات پر ملک وبیرون سے شائع ہونے والے تمام تعزیتی مضامین اور آنے والے تعزیتی خطوط میں حضرت مرحوم کو بطور خاص اس پر خراج عقیدت پیش کیا گیا اور آج بھی ہزاروں زبانوں پر اس کی دادِ تحسین موجود ہے۔

یہ ناچیز مقدمہ نگار چونکہ ان کے مزاج سے بچپن سے ہی خوب واقف تھا۔ اس لئے ان کی دور اندیشی اور حکمت عملی کا آئے دن مشاہدہ کرتا رہتا تھا اور ان کے بہت باریک بینی کے ساتھ ایک ایک قدم کو ناپ تول کر اٹھانے والے مزاج اور اس عادت کو خوب دیکھتا تھا کہ وہ انتہائی تحمل اور کمال صبر کے ساتھ خاموش رہ کر مشکلات اور مخالفتوں کو برداشت کرتے تھے۔

یہ مقدمہ نگار ان کے بیس سالہ دور مشاورت کے نشیب و فراز سے بھرپور سینکڑوں المناک واقعات کے پیش نظر یہاں اگر یہ لکھ دے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد مرحوم کے بعد سکوت وخاموشی کو بطور عادت اور صبر وتحمل کو بطور عبادت اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا تو غلط اور بے جانہ ہوگا۔

ان سطور کے کاتب کا احساس ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ ارشاد ربانی ''انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب'' کے مطابق ان کی حیات میں جو ان کو بارگاہِ الٰہیہ سے فیوضع له القبول فی الارض کا خصوصی اور امتیازی تمغہ عطا کیا گیا۔ وہ سب ان کے اسی صبر وتحمل اور کمال استقامت کا صلہ وانعام تھا اور بعد الوفات ملنے والے صلہ وانعام میں دنیا نے ایک مرتبہ پھر حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے اس یادگار تاریخی جملہ ''بیننا وبینھم الجنائز'' کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ چنانچہ حالات اور واقعات سے نتائج اخذ کرنے والے آج تک اس پر محو حیرت ہیں کہ ان کی نماز جنازہ پڑھنے، ان کے لئے دعائے مغفرت کرنے اور ان کی قبر پر فاتحہ پڑھنے اور عقیدت مندانہ انداز میں مٹی ڈالنے کے لئے خلق خدا کا یہ اژدحام کہاں سے آیا اور کیسے آیا؟

جن تجزیہ نگاروں کی نگاہوں میں ان کے والد مرحوم کا بیس سال قبل ہونے والا حادثۂ وفات اور نماز جنازہ میں امڈ کر آنے والا بے پناہ مجمع موجود تھا۔ وہ اس دوسرے مجمع کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ افراد انسانی کی شمولیت وشرکت کے لحاظ سے بیٹا، باپ سے

کہیں بڑھ گیا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

ارباب دانش وبینش کو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن مرحوم کے حادثۂ وفات سے ایک ایسے عہد اور ایک ایسے دور کا خاتمہ ہو گیا جو بیک وقت شیخین جلیلین (مخدومنا حضرت شیخ اور حضرت جی ثالثؒ) کی حلاوتوں اور لطافتوں کی چاشنی اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ اب خدا ہی کو معلوم ہے کہ ان سے محبت وعقیدت رکھنے والے کب تک زبانِ حال سے اپنے پر جوش جذبات کا خاموش طریقہ پر اظہار کر کے یہ پڑھتے رہیں گے۔

غزالاں! تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانہ مرگیا آخر تو ویرانہ پہ کیا گزری

(۲) مکرمی جناب مولانا زبیر الحسن صاحب سلام مسنون

یہ خبر سن کر بہت رنج ہوا کہ آپ کے والد محترم مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی صاحب امیر جماعت تبلیغ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بلاشبہ مولانا کا انتقال ملت اسلامیہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مولانا کا شمار ہندوستان کے معروف مبلغین میں ہوتا ہے۔ دینی ودعوتی سرگرمیوں میں ان کا ایک مقام تھا۔ ان کی زندگی دعوت وتبلیغ اور خدمت خلق میں گذری۔

میں ان کے انتقال پر دلی رنج کا اظہار کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور امید کرتا ہوں کہ مولانا کے صاحبزدگان اپنے بزرگوں کی خدمات جلیلہ کو ہمیشہ جاری وساری رکھیں گے۔ آمین

خیر اندیش محمد حامد انصاری نائب صدر جمہوریہ ہند۔ ۲۲ رمارچ ۲۰۱۴ء

(۳) برادر عزیز گرامی مرتبت جناب مولانا زبیر الحسن صاحب سلمکم اللہ وعافاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عافیت خواہ بخیر ہے

آپ کے والد بزرگوار اور دین وملت کے مخلص ترجمان وداعی الی اللہ حضرت اقدس مولانا زبیر الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات سے مطلع ہو کر غیر معمولی صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ بمقدار، تقبل اللہ حسناتہ وتجاوز عن زلاتہ۔

کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مولانا اپنے علم وعمل، تقویٰ وطہارت، انابت الی اللہ اور خوف وخشیت جیسے گرانمایہ دلکش اوصاف وکمالات کا حسین مجموعہ تھے۔ وہ اپنے پیش رو اکابر اہل اللہ اور اعیان امت کی ان سنہری روایتوں کے طرح دار تھے۔ جن کی تابانی سے ایک عالم ضوفشاں ہے اور ان کے دیرپا افادی اثرات دین ودانش کے حدی خوانوں کے لئے باعث مہمیز ہیں۔

رب دو جہاں نے انہیں دل دردمند اور فکر ارجمند بخشا تھا۔ ان کا سوز دروں مرحوم کے چہرے بشرے سے مشاہد ہوتا تھا۔ مبدأ فیاض نے انہیں کار نبوت کی انجام دہی اور عشق نبوی ﷺ کی انجذابی صفات کا حامل بنایا تھا۔ اسی لئے ان کے جہد وعمل کا دائرہ وسیع بھی ہے اور تعلیمات نبوی ﷺ سے مستعار بھی۔

بندہ کاتب الحروف کو ان سے قلبی تعلق تھا اور ان کی داعیانہ کاوشوں کا اعتراف بھی ان کے دینی اضطراب، دعوتی طرز زندگی، حکیمانہ اسلوب اور معتدل فکر ورائے نے ان میں جامعیت کی شان پیدا کر دی تھی۔ وہ بافیض داعی الی اللہ تھے اور مسند درس حدیث کی رونق تھے۔ سلوک واحسان کی نسبت بھی انہیں حاصل تھی اور علم مطالعہ کا انہاک بھی انہیں محبوب تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی ہمہ جہت صفات کی حامل شخصیت کا سانحۂ ارتحال بے شمار محرومیوں کا عنوان ہے۔ بس اللہ پاک سے دلی دعا ہے کہ انہیں اپنا جوار نصیب کرے ان کے خلا وخسران کی بھرپائی کرے اور تمام متعلقین ومحبین کو صبر جمیل کی توفیق دے، آمین۔

غم کے ان لمحات میں بندہ برابر آپ کا شریک ہے۔

یہاں جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں ایصال ثواب کر کے ان کے لئے دعاء مغفرت کی گئی ہے۔دعوات صالحہ میں یادآوری کی درخواست۔والسلام

سوگوار(مولانا مفتی)خالد سیف اللہ گنگوہی

(ناظم وشیخ الحدیث)جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۴۳۵/۸/۱۵ھ

(۴)مکرمی ومحترمی قابل صداحترام جناب حضرت مولانا زہیر صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی صحت کے ساتھ ساتھ لمبی لمبی حیات کی دعا کرتا ہوں۔اللہ نے آپ کے والد مرحوم کو اپنے پاس بلالیا۔ان کا خاموش مزاج ذکر وفکر اور تعلیم وتعلم اور ان کی دعائیں و کیفیات وصفات بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔حضرت مرحوم کی وفات کا ناقابل برداشت صدمہ آپ نے اللہ تعالیٰ ہی کے کرم وفضل سے سہا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ سب گھر والوں کو مزید صبر جمیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی آپ کے والد مرحوم کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

ازطرف شوریٰ دارالسلام تنزانیہ،افریقہ، ذمہ دار:احمد عبداللہ پالیکر

(۵)......از احباب شوریٰ،مرکز کیمرون

بعد تمہید وحمد وصلوٰۃ،بخدمت مشائخ کرام مسجد بنگلہ والی بستی نظام الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شیخ زبیر الحسنؒ کے وصال کی خبر سن کر آنکھیں اشکبار اور دل محزون ہیں۔لیکن وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔انا للہ وانا الیہ راجعون ۔یقیناً ہم ان کی جدائی پر غمزدہ ہیں۔غفر لہ اللہ لہ ورحمہ واسکنہ فسیح جناتہ۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو صبر وسکون عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل

نصیب فرمائے۔وما ذالک علی اللہ بعزیز

(۶)بسم اللہ الکریم والحمدللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام ابداً

علی حبیبه الکریم وعلی اله وصحبه اجمعین

مخدومان ومحترمان مولوی محمد زہیر الحسن،محمد خبیب الحسن ومحمد صہیب سلمہم الرحمٰن وزاداللہ فی

محاسنکم وجملہ اہل خانہ حضرت جی رابع مولانا زبیر الحسن صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد ہمارے سب کے مخدوم اور ہمارے دلوں کی دھڑکن کو سمجھنے والے اور ہمارے سہارا حضرت جی رابع اللہ کو پیارے ہو گئے۔

اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنے فتنے رکے ہوئے تھے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللھم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده۔اللہ ہی ان تمام فتنوں کی اور تمام خدشات کی سرکوبی فرماتے ہی رہیں۔

تعزیت کے لئے الفاظ نہیں بس حضرت عباسؓ کے انتقال پر ایک دیہاتی نے ابن عباسؓ کو جو کلمات تعزیت کہے تھے۔وہی اصل ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہم سب ہی تعزیت کے محتاج ہیں۔

الحمدللہ! آج بعد نماز ظہر یا قبل عصر اہتمام کے ساتھ سات قرآن کریم سوالا کھ مرتبہ درود شریف،کلمہ طیبہ کا نصاب،سوالا کھ آیت کریمہ پڑھا گیا اور ایصال ثواب کا اہتمام گھر میں ، مدرسہ میں، انفرادی طور پر بھی جاری ہے۔گھر کے جملہ افراد والدہ صاحبہ و ہمشیرگان کی خدمت میں بھی تعزیت مسنونہ پر یہ عریضہ بھی پیش ہے۔

ہمارے مخدوم ومکرم مولانا سید محمد شاہد صاحب زید فضلہ وزید مجدہ کی خدمت میں بھی تعزیت مسنونہ پیش ہے۔ فقط والسلام دعا گو،دعا جو:محمد صغیر احمد غفرلہ(لاہور)

(۷) پچھلے دنوں آنحضرت کے والد بزرگوار، یادگار اسلاف حضرت جی ثالث

حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے حقیقی جانشین اور مدرسہ کاشف العلوم کے شیخ الحدیث
حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ کے رحلت کی خبر صاعقہ بن کر گری۔
حضرتؒ کی رحلت کا سانحہ ایک کنبہ، برادری، گاؤں، قریہ، ملک ہی نہیں بلکہ پوری امت
مسلمہ کے لئے حادثۂ عظیم ہے۔ آج امت مسلمہ اپنے ایک عظیم مربی ومحسن کی آہ سحر گاہی
سے محروم ہوگئی۔ واقعی اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بہت ہی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ موفق من
اللہ بندوں میں سے تھے حضرت مرحوم کا وجود امت مسلمہ کے لئے ایک بہت بڑی ڈھارس
تھی۔ باری تعالیٰ حضرت کی جملہ خدمات کو قبول فرمائیں۔ اپنی رحمتوں، مغفرتوں، انعامات
ونوازشات سے ڈھانپ لے پسماندگان کو صبر جمیل واجر عظیم سے نوازیں اور ہم سب نام
لیواؤں کو حضرت کے جملہ اوصاف حمیدہ، ایمان ویقین، اخلاص وللّٰہیت، زہد وورع،
صبر وشکر، تسلیم ورضا، تقوی وطہارت، عفت وپاکدامنی کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔
اللہ رب العزت آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو صحت، ہمت، قوت عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام مع الاحترام۔ روح الامین بن حاجی محمد شفیع مالونیا

صدر مدرس مدرسہ احیاء العلوم جامع مسجد لوناواڑہ

۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ ۲۴ر مارچ ۲۰۱۴ء بروز پیر

(۸) مکرم معظم محترم حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب ادام اللہ مجدکم ومتعنا والمسلمین

بفیوضکم وبرکاتکم وبطول بقائکم　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ حضرت والا سے کتنے قریب تھے اور حضرت والا
حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ سے کتنے قریب تھے۔ یہ بندہ پر ایک گونہ عیاں ہے جو غم
حضرت والا پر اس وقت طاری ہوگا بندہ کے پاس اس کے لئے تعزیتی الفاظ نہیں ہیں۔ باوجود اس
کے حضرت والا خود اپنے بڑوں چھوٹوں کے لئے تسکین کا باعث ہیں اور بندہ کے لئے بھی۔

محمد صدیق دانم باڑی۔ ۱۹ر جمادی الاول ۱۴۳۵ھ/ ۲۱ر مارچ ۲۰۱۴ء

(۹) محترم المقام عالی جناب حضرت مولانا شاہد صاحب

حفظہ اللہ ورعاہ وعظم أجرہ فی فقیدہ وألہمہ الصبر والسلوان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنجناب کے عزیز محترم، عالم اسلام کی محبوب ومقتدر ہستی اور ہم سب کے مخدوم بزرگ داعی الی اللہ حضرت مولانا زبیر صاحب ؒ کی وفات حسرت آیات کو سن کر دل دھک سے رہ گیا۔ بلاشبہ ان کی وفات پوری امت مسلمہ کا ایک عظیم خسارہ ہے۔ تعزیت کی سنت کی ادائیگی کی خاطر آپ حضرات کی خدمت میں یہ سطور ارسال ہیں۔ ویسے تو ہر مسلمان اس عظیم حادثہ پر مستحق تعزیت ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی بال بال مغفرت فرمائے۔ اور انہوں نے جو بے پناہ دل سوزی، اپنے اسلاف کے قدم بہ قدم چلتے ہوئے انتہائی خاموشی، جاں فشانی اور اذکار و اشغال میں مصروف رہنے کے ساتھ ساتھ دعوتی سلسلہ کی آبیاری کی ہے۔ اس کو قبول فرما کر انہیں جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ اور جماعت تبلیغ کے اس مبارک مشن کو جو حقیقت زیغ وضلالت اور الحاد وارتداد کے طوفانوں میں ایک سفینۂ نجات کی طرح ہے۔ ہر قسم کے شرور وفتن، تشتت وانتشار اور نظر بد سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے سبھی پسماندگان، اعزا و اقربا اور احباب کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔

سوگوار وطالب دعا: شبیر احمد سالوجی۔ مدیر دار العلوم زکریا، جنوبی افریقہ

۱۸/اپریل ۲۰۱۴ء

(۱۰) مولانا نوع بنوع خوبیوں اور عمدہ صفات کے حامل انسان تھے۔ تواضع، انکسار، حلم، جود وسخا، للّٰہیت، خوف وخشیت، اللہ واسطے کی دوستی، اللہ واسطے کی دشمنی، بڑوں کا اکرام چھوٹوں پر شفقت، دین کے سلسلے میں مسلسل محنت، شب بیداری آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ مولانا نے فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ کے لئے بڑی محنت کی ہے۔

آپ میں اپنے والد مرحوم کی خوبیاں اور خصوصیات بڑی حد تک رچ بس گئی تھیں۔ مرحوم ان لوگوں میں سے تھے جن کو اہل علم وتقوی، اعزاء واقارب نہ جلد بھولیں گے نہ بھولنا گوارہ کریں گے۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔

اللہ مرحوم کو غریق رحمت کرے، مغفرت کی بارش کرے، جنت کا اعلیٰ مقام عطا کرے۔

(۱۱) عزیزان گرامی مرتبت مولوی زہیر الحسن، مولوی صہیب الحسن

ومولوی خبیب الحسن سلمہم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عظم اللہ اجرکم فی وفاہ ووفقھم لما یحب ویرضیٰ والدکم الجلیل غفراللہ لہ ورحمہ رحمۃ واسعۃ وادخلہ فی جنت النعیم. مع النبین والصدیقین والشھداء الصالحین وحسن اولئک رفیقاً.

اللہ تعالیٰ کی مرضی میں کسی کو کیا دخل اور اس کا ہر کام حکمت ورحمت کا ہوتا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کے لئے اپنے یہاں پہنچنے کا فیصلہ فرمادیا۔ یہ ہم سب کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو دعوتی خدمات پر بہتر سے بہتر جزاء دے اور پسماندگان کو صبر کا ثواب عطا فرماتا رہے۔

والدہ صاحبہ اور دیگر بزرگان خاندان حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب، مولانا سید محمد شاہد صاحب اور سبھی پسماندگان کو سلام وتعزیت پیش فرمادیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔ میری یہ تحریر برادر عزیز واضح رشید حسنی کی طرف سے بھی ہے۔

تعزیت کے لئے حاضری کا ارادہ ہے، ریزرویشن ہونے پر سفر کرسکوں گا۔ عزیزان مولوی محمود حسن حسنی اور مولوی سید محمد یوسف حسنی خدمت میں آرہے ہیں ان کے ہمراہ یہ خط ارسال ہے۔ (حضرت مولانا) محمد رابع حسنی۔ ۱۴۳۵/۵/۱۶ھ

(۱۲) برادران مکرمان، مخدومان محترمان میرے پیارے بھائیو حضرت مولانا محمد زہیر الحسن مولانا محمد صہیب الحسن ومولانا محمد خبیب الحسن صاحبان زاداللہ فی محاسنکم وادامکم اللہ فی ظلہ رحمتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کریم آپ کو اپنی رحمتوں کی چادروں میں لپیٹ لیں اور ابد الاباد عافیتیں عطا فرمائیں۔ حضرت اقدس سیدی والد صاحب مدظلہ العالی کا مکتوب گرامی بسلسلہ تعزیت مسنونہ تو آپ حضرات کو موصول ہو گیا ہوگا۔ مظاہر علوم کے پتہ پر میل کیا تھا۔

مورخہ ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء بوقت ۱۱/ بجے ''میرے مخدوم ومحسن مشفق...... آگے الفاظ کے ذریعہ دلی کیفیت وتعلق کی ترجمانی سے عاجز ہوں۔ آپ کے حضرت اقدس والد ماجد اور سب ہی کچھ'' کے اللہ جل شانہ اور نبی کریم ﷺ سے وصال ولقاء کی خبر موصول ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ حضرت کا وصال اور لقاء محبوب ان کے لئے تو نعمت عظمیٰ ہے اور ہم پیچھے رہنے والوں کے لئے عظیم سانحہ ہے اور دعوت وتبلیغ کے لئے ایک عظیم خلاء ہے۔ اس خلاء کو بھی اللہ کریم عافیت دارین کے ساتھ آپ حضرات کے ذریعہ پُر فرمادیں گے اور عظیم سانحہ پر صبر کی وجہ اللہ کریم اپنی محبت خاصہ وعامہ، تامہ سے مالا مال فرمائیں گے۔ ''ان اللہ مع الصابرین'' کہ اللہ کریم کی طرف سے اس بشارت سے بڑی نعمت عظمیٰ کیا ہو سکتی ہے۔

اس عریضہ کے ارسال کرنے میں یقیناً تاخیر ہوئی ہے لیکن ابتداء تو حالت ہی ایسی کئی دن رہی کہ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ پھر ایک دم حضرت جیؒ کی سوانح مبارکہ پر کام کا شدت سے تقاضا ہوا۔ اس پر کام شروع ہوا اور چند صفحات مرتب کر کے حضرت مخدوم مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں ارسال کر دیئے ہیں۔

ہم سب خدام واہل خانہ آپ سے کے لئے دعوت صالحہ کر رہے ہیں اور اپنے لئے دعوت صالحہ کے متمنی ہیں۔ حضرت والدہ صاحبہ زید مجدہا وہمشیرگان، زوجات کی خدمت میں ہماری والدہ صاحبہ واہلیہ کی طرف سے سلام مسنون ودعوات صالحہ کی استدعا ہے۔

فقط والسلام۔ دعا گو دعا جو: انیس احمد المظاہری مدنی یکم رجب ۱۴۳۵ھ/یکم مئی ۲۰۱۴ء

(۱۳) سیدی المکرم سلالۃ المشائخ، الاولیا حضرت مولانا سید محمد شاہد مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ الحمدللہ یہاں خیریت ہے۔ کچھ آسانیاں ہوتی ہیں، مشکلات کافی ہیں۔ مدرسہ اور تبلیغ کا کام چل رہا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا عبدالحمید کی سرپرستی میں کام کافی بڑھ گیا ہے۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔ حضرت مولانا زبیرالحسن کی جاں گداز رحلت سے سخت متاثر ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

عظم الله اجركم وغفرله ورحمه واسكنه في رحمة والحقه با بائه الصالحين ورزقكم جميعاً الصبر والعافيه۔

حضرت کے انتقال سے ایک دن پہلے ہمارے دارالسلام زاہدان کے ناظم عمومی مولانا احمد فاروقی صاحب کا بھی حادثہ وفات پیش آیا تھا۔ حادثہ بذریعہ ایکسیڈینٹ پیش آیا ان کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

یہاں حضرت مولانا زبیرالحسنؒ کے لئے دعا اور ایصال ثواب کا اہتمام ہوا۔

دعا گو دعا جو: محمد قاسم دارالسلام زاہدان۔ خادم الحدیث والافتاء والطلاب

(۱۴) بسم الله الرحمن الرحيم وصلاة وسلاما على من لا نبي بعده

الى ابناء الشيخ الفاضل مولانا زبير رحمه الله رحمة واسعه نتقدم اليكم بالتعزية لفقيدنا المبارك. عظم الله اجركم ورزقكم الصبر انا والله لقد فجعنا بالخير وتمنينا ان نكون حاضرين في جنازته فهو الحبيب لدينا فانا لله وانا اليه راجعون.

انا اخوكم يونس المحب لكم ودواما ندعوا له ولكم ان يتغمده برحمته ويرزقه اعلى درجه الجنان آمين بلغوا سلامنا الى كل الابناء والى كل اهله

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته. يونس بن محمد التليلى

(۱۵) بسم الله الرحمن الرحيم

الى المشائخ الكرام فى نظام الدين دامت بركاتهم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

لقد سمعنا خبر وفاة مولانا الشيخ زبير نور الله مرقده وقداحزننا هذا الخبر كثيرا "انا لله وانا اليه راجعون" نرجو من الله تعالىٰ ان يدخله الفردوس الاعلىٰ وأن يتغمده بواسع رحمته وان يلهمنا جميعاً واسرته الصبر الجميل. من احبابكم فى السودان. بقلم رهب حسن خليل

۱۹/۳/۲۰۱۴ء

(۱۶) حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کے سانحۂ ارتحال کی خبر بجلی کی طرح ہم سب کے دلوں پر گری۔ جس کی وجہ سے دل بڑا غمگین ہے لیکن اس کے علاوہ ہمارے پاس کیا چارہ ہے کہ ہم صبر کریں اور وہ مسنون دعاء پڑھیں جو اس موقعہ پر ہم کو بتلائی گئی ہے۔ انا لله وانا اليه راجعون، اللهم لا تفتنا بعده ولا تحرمنا اجره، الله اجرنا فى مصيبتنا هذه واخلفنا خيراً منه، انا بفراقك يا زبير لمحزونون.

حضرت مولانا کا انتقال صرف بستی نظام الدین مرکز کے لئے خلاء نہیں ہے بلکہ پورے عالم کے لئے خلاء ہے۔ جیسا کہ مشہور مقولہ ہے "موت العالم موت العالَم" اور وہ بھی وہ ربانی عالم جو داعی الی اللہ بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

ہم سب دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کی بال بال مغفرت فرمائے۔ ان کے درجات کو بلند فرمائے، جنت الفردوس میں ٹھکانہ نصیب فرمائے اور مولانا کی بیماری اور قربانیوں کو پورے عالم کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے اور آپ

حضرات کوخصوصاً بستی نظام الدین مرکز والے صاحب و مقیمین حضرات کواور پورے عالم کے مسلمانوں کوصبر جمیل عطافرمائے۔آمین یارب العالمین فقط والسلام

منجانب:احمد بھیکو (پناما)۔بقلم:افضل پٹیل اکاشفی

۱۸/جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ/۲۰/مارچ ۲۰۱۴ءالخمیس

(۱۷) دراصل حضرت مولانا ہم سب کے لئے بڑی نعمت تھے اور استاذ محترم حضرت شیخ الحدیثؒ کی یادگار تھے۔جب میں دیوبند سے سہارنپور حضرت شیخ الحدیثؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اکثر مولانا حضرت کے پاس نظر آتے۔اس وقت ان کی عمر یہی کوئی دس بارہ سال رہی ہوگی۔حضرت شیخ الحدیثؒ ان کی خصوصی تربیت فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم گھر کے ہی اکابرین سے حاصل کی۔ان کی حفظ کی ابتداء شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے کرائی اور خوب دعاؤں سے نوازا۔

مولانا نے تاعمر حضرت شیخ الحدیثؒ کی تمام ہدایات کو مشعلِ راہ بنائے رکھا اور مرکزی امیر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی وفات تک اس عہد کو پابندی سے نبھایا اور ان کی وفات کے بعد باقاعدہ تبلیغی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا عہد لیا۔پھر آخری سانس تک ان کو پورا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

(مولانا) عبدالرؤف ہردوئی۔نائب ناظم مجلس دعوۃ الحق ہردوئی

بحوالہ ماہنامہ اشرف الجرائد حیدرآباد۔مئی ۲۰۱۴ء

(۱۸) مولانا زبیر الحسن کے سانحہ رحلت کی خبر وحشت اثر جیسے ہی برقی میڈیا کے ذریعہ عام ہوئی تو ہر طرف سناٹا چھا گیا،فون پر فون بجنے لگے،ملک اور بیرون ملک جماعتی رفقاء، دعوتی احباب اور دین پسند حضرات جنہیں مذکورہ ایمانی تحریک کے عالم گیر انقلابی اثرات کی کسی بھی درجہ میں شدبد ہے مضطرب وبےچین ہو اٹھے۔ظاہر ہے کہ ان کا یہ

اضطراب فطری بھی تھا اور واجبی بھی کہ آخر مولانا مرحوم جماعت مذکور کے نظام دعوت وعمل کو اپنے اکابر اہل اللہ کے وضع کردہ خطوط پر نہ صرف استوار رکھنا چاہتے تھے بلکہ عملاً اس کے لئے تادم حیات سبک سار وکوشاں بھی رہے۔

ہوا تھی گو تیز وتند لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے تھے انداز خسروانہ

اللہ بزرگ وبرتر نے انہیں بے شمار اوصاف وکمالات سے آراستہ کیا تھا۔ وہ ایک ایسی دل آویز شخصیت کے مالک تھے جس میں علم وعمل، تقویٰ وطہارت، جود وسخا، صدق وصفا اور تواضع وخاکساری جیسے حسین اوصاف کا اجتماع معلوم ومشاہد ہوتا تھا۔ ظاہری وباطنی کمالات نے ان میں جامعیت کی شان پیدا کردی تھی۔ وہ ایک عالم باعمل صوفی منش، جہاں دیدہ مبلغ اور خدا رسیدہ ترجمان اسلام تھے۔

ان میں نہ ادعائی مزاج تھا اور نہ تعلّی وتفاخر سے کوئی سروکار۔ زبان پر بے پناہ کنٹرول، بے ضرورت گفتگو سے مکمل احتراز اور غیبت وبدگوئی سے ہمہ وقت اجتناب۔ جماعتی نظام کو ان کے معتدل تجربات سے نہ صرف روشنی ملتی بلک وہ ہر لحظہ اس کے فروغ واستحکام کی ادھیڑ بن میں متحرک نظر آتے تھے۔ اجتماعی مفادات کی برابری وبقا کے پیش نظر ذاتی حصولیابیوں سے صرف نظر کرلینا مرحوم کا وصف خاص تھا۔ وہ اپنی رائے دوسروں پر تھوپنے کے بالکل قائل نہیں تھے۔ بلکہ ان کی ہر جائز رائے وخواہش کا احترام لابدی جانتے تھے۔

مفتی محمد ساجد کھجناوری استاذ جامعہ اشرف العلوم رشید گنگوہ

بحوالہ ماہنامہ اشرف الجرائد حیدر آباد۔ مئی ۲۰۱۴ء

(۱۹) بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کا داغ مفارقت دل پر زخم کر جاتا ہے اور ان کی کمی ہمیشہ کھلتی رہتی ہے۔ ایسی ہی شخصیتوں میں ایک نام حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کا بھی ہے۔ جو ۱۸ر مارچ ۲۰۱۴ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

آپ کسی تعریف کے محتاج نہیں۔ آپ کے انتقال کی خبر سرعت سے عالم میں پھیل گئی اور لوگ آپ کے لئے ایصال ثواب کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کی زندگی ہمیں بتاتی ہے کہ جو فقیرانہ زندگی گزارتے ہیں اللہ ان کی بادشاہت اور اخروی انعامات کے اثرات دنیا ہی میں دکھا دیتے ہیں۔ الغرض آپ نے تبلیغ دین کے لئے خود کو وقف کر دیا تھا۔ اس لئے ہم تمام قارئین کا فریضہ بنتا ہے کہ وہ اپنے اس محسن کے لئے، مفکر قوم وملت کے لئے، خوب خوب دعائیں کریں۔ اللہ آپ کے اہل وعیال کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرکز نظام الدین کو نعم البدل عطا فرمائے۔

تجویز تعزیت جامعہ اشاعت العلوم اکل کنواں (مہاراشٹر) اپریل ۲۰۱۴ء

(۲۰) الی مشایخنا واحبابنا فی مرکز نظام الدین المحترمین دھلی

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

نبعث الیکم تعازی الاحباب فی مملکة البحرین بوفاة المغفور لہ باذن اللہ تعالیٰ الشیخ الزبیر ابن الشیخ انعام الحسن رحمھما اللہ تعالیٰ

تغمد اللہ الفقید بواسع رحمتہ واسکنہ فسیح جناتہ والھم اھلہ والمسلمین الصبر والسوان، وانا للہ وانا الیہ راجعون.

والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

عبد الصمد محمد رشید العوضی. عن جمعیة البحرین للدعوة

۲۴/جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ/ ۲۵/مارس ۲۰۱۴ء مملکة البحرین

(۲۱) الی حضرة مشایخنا الکرام اھل شوری نظام الدین من اھل شوری مصر

السلام علیکم ورحمةاللہ وبرکاتہ

انا للہ وانا الیہ راجعون بقلب یملاہ الحزن والاسی تلقینا خبر وفاة مولانا الشیخ محمد زبیر رحمة اللہ علیہ واسکنہ فسیح جناتہ

وانزل عليه سحائب رحمته ومغفرته ورضوانه.

ولقد اسرعنا الى سفارة الهند لاتخاذ تاشيرة للمجى الى رحابكم لواجب العزاء الا انه حتى الان لم ياتي الرد من السفارة للحصول على التاشيرة. نسال الله لكم ولاسرة المتوفى ولسائر الامة الاسلامية الصبر والسلوان ولفقيدنا الفردوس من الجنان .

ونسأل الله ان يوفقكم ويسدد خطاكم دائماً حاملين هذه المسؤلية العظيمة والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

عن جماعة شورى مصر. حسن نصر

(٢٢) بسم الله الرحمن الرحيم

والصلاة والسلام على سيدنا محمد ﷺ الى مشايخنا الكرام

حفظهم الله من جماعة الشورى بالجزائر

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

اما بعد:فقد آلمنا نبأ وفاة الشيخ الزبير. رحمه الله تعالىٰ. فعند الله نحتسبه، انا لله وانا اليه راجعون. مشايخنا الكرام احسن الله عزائكم وعظم الله اجركم، ان الله ما اعطى وله ما اخذ، وكل عنده باجل مسمى، نرجو الله ان يغفرله وان يرحمه وان يسكنه فسيح جناته والهمنا واياكم الصبر والسلوان.

جماعة الشورى الجزائر

(٢٣)بسم الله الرحمن الرحيم

الى حضرات مشائخنا الكرام بنظام الدين حفظهم الله تعالىٰ

بلغنا بكل حزن واسى وفاة مولانا الشيخ محمد

الـزبيـر الـكاندهلوى رحمه الله تعالىٰ. واذ اننا نعزيكم بفقدان هذا الرجل العـضيم اذ نحن نعزى انفسنا بفقدانه. فا نا لله وانا اليه راجعون ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

ابنكم سهيل حميدة تونس

(۲۴)الى مشائخنا الكرام حفظهم الله

لقد بلغنا خبر انتقال شيخنا الكرام الشيخ الزبير الى الدار الباقية فـامتـزجـت الـمشاعر بالحزن على فراقه وانقطا ع رؤية وسماع ادعية الـفـرح له ان قبض وهو قائم باعمال الدعوة الى الله فهنيئا له فنرفع اليـكـم والـى ذويـه تـعازى احباب البحرين سائليين الله العزيز ان يتغمده برحمته ويتقبله فى الصالحين.

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته. تعزية الاحباب البحرين

(۲۵)الـى مـولانـا مـحـمـد زهيـر واخـوتـه ابناء الشيخ الزبير بنظام الدين من البشير اليونسى واحباب المغرب. السلام عليكم ورحمةالله وبركاته

اما بعد: فالحمد لله الذين الا يحمد على مكروه سواه.

لـقـد تـلـقينا بقلوب مؤمنة بقدر الله وقضائه وببالغ الاسى الحزن الشـديد وفاة شيخنا الزبير، فانا الله وانا اليه راجعون. احسن الله عزائكم وعظم اجركم فان لله ما اخذ وله ما اعطى وكل شيئى عنده باجل مسمى. فلنصبر ونحتسب.

نـرجـو الـلـه ان يغفرله ويرحمه ويسكنه فسيح جناته مع الانبياء والـصـديقيـن والشهـداء والـصـالين وان تكونوا خير خلف لخير سلف

ان شاء الله. والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته البشير اليونسى

(٢٦) بسم الله الرحمن الرحيم

الدوحة. قطر

فى التاسع عشر من شهر جمادى الاولىٰ ١٤٣٥ﻫ/ ١٩/مارس ٢٠١٤م

المشائخ الكرام بمشورة مسجد بنغلا والى مسجد. نيو دهلى الموقرين

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وبعد......

فان الحمد لله الذى لا يحمد على مكروه سواه والصلاة والسلام على خير خلقه وصفوتهم على آل بيته وصحابته ومن تبعهم باحسان الى يوم نلقاه وبارك وسلم.

ان القلب ليحزن وان العين لتدمع ولا نقول الا مايرضى ربنا وانا لفراق شيخنا الجليل الزبير الحسن لمحزونون. وانا لله وانا اليه راجعون. فاحسن الله عزاء جميع الامة المسلمة فى هذا الفقد الجليل العظيم، ونساله ان يجرنا فى مصيتنا هذه ويخلفنا خير منها، فانه ولى ذالك والقادر عليه.

تقلبوا تعازى جميع الاحباب بطرفنا فالجميع محزونون جدا ولا يملكون سوى الدعاء بالمغفرة والرحمة لشيخنا رحمه الله تعالىٰ، كما ويسألون للجميع وخاصة اسرة الفقيد ان يلهمهم الصبر ويرزقهم السلوان.

وختاما نرجو منكم ابلاغ تعازى جميع الاحباب بقطر لاسرة الفقيد، ولا تنسونا من صالح الدعا.

الشيخ ممتاز خان. واحباب المشورة وعموم احباب قطر

عنهم طالب مسلم عقيل

(۲۷) محترم ومکرم احباب شوری نظام الدین سلام مسنون

حضرت مولانا زبیر الحسن کے انتقال پر ملال کی خبر سنی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور امت کو بھی صبر عطا فرمائے۔ مونٹریال کے تمام احباب اعمال اور ایصال ثواب میں مشغول ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مرتے دم تک اسی کام میں لگائے رکھے۔ جس کو کرتے کرتے حضرت مولانا اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ نسئل الله ان يجعله فى الفردوس الاعلى عظم الله اجركم. دعاؤں کے طلبگار اہل مونٹریال۔ عامر رشید

(۲۸) مکرمین ومحترمین اہل نظام الدین

ہم نے چاہا تھا کہ نہ ہو مگر ہوئی صبح فراق

موت کا جب وقت آجاتا ہے تو ٹلتا نہیں

محفل دوشین کا وہ چراغ سحر جو کئی سال سے ضعف ومرض کے جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جاتا تھا بالآخر ۱۵ر جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ/ ۱۸ر مارچ ۲۰۱۴ء بروز پیر ہمیشہ کے لئے بجھ گیا۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

یعنی محبوب خلائق احیاء سنت کے علمبردار علوم نبوت کے عاشق حقیقی نبی ﷺ کی رسالت کے صدقہ طفیل نبوت والا غم وفکر اٹھانے والے اور نمونہ اسلاف حضرت مولانا زبیر صاحب نے پیر کے روز اس دار فانی کو الوداع کہا اور لاکھوں معتقدوں اور مستفیدوں کو غمگین ومجبور چھوڑا۔

انا لله وانا اليه راجعون. اللهم اكرم نزله ووسع مدخله وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس.

مرحوم بھی اللہ تعالیٰ کی عاریۃ دی ہوئی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی۔ اللہ تعالیٰ پسماندہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ صبر ہی کے ذریعہ ہم اس مصیبت عظمیٰ کا اجر وثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

حق تعالیٰ حضرت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ مرحوم کی زندگی کی ہر اداء ہر خاص وعام کے لئے مشعل راہ ہے ایسے باکمال لوگ مرتے نہیں بلکہ اپنے کارناموں باقیات صالحات وفیض رسانی کے ذریعہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

محمد راوت اور معتقدین ومستفیدین۔ لوسا کا زامبیا

(۲۹) مولانا زبیر مرحوم کے سانحۂ ارتحال کی خبر سے قلبی رنج وافسوس ہوا۔ مولانا مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ دعوت وتبلیغ کے حوالہ سے انہوں نے بڑی نمایاں خدمات انجام دیں۔ بہت سی خوبیاں مرحوم کو اپنے والد محترم حضرت مولانا انعام الحسن سے ورثہ میں ملی تھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مرحوم کی مغفرت فرما کر انہیں جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے۔

(مولانا مفتی) ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

(۳۰) تمام اراکین شوری نے حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی مرحوم کی وفات کو علم وعمل اور دعوت وتبلیغ کا عظیم خسارہ محسوس کیا۔ مولانا موصوف مرحوم نے جس بالغ نظری اور دوراندیشی کے ساتھ اپنے آباء صالحین یعنی حضرت مولانا محمد انعام الحسن، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی نور اللہ مراقدہم کے قائم فرمودہ دعوتی نہج اور تبلیغی منہج کو قائم رکھنے میں بے حد جدوجہد فرمائی اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے اور بڑی سے بڑی تکلیف ومشقت جھیلنے میں کوئی کمی نہیں ہونے دی یہ بیشک ان ہی کا حصہ اور ان ہی کے لئے منجانب اللہ سعادت تھی۔

ان کا حادثہ وفات خود جامعہ مظاہر علوم کے لئے بھی باعث صد رنج والم ہے۔

کیونکہ وہ اسی ادارہ کے تعلیم یافتہ اور فارغ اور فاضل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات عالیہ بلند فرمائے اور اپنے قرب خاص سے ان کو نوازے۔ ان کی وفات پر جس انداز سے ملک وبیرون ملک کے اخبارات، دینی مجلات، اسلامی رسائل وجرائد نیز عالم عرب وعالم اسلام نے ان کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کی دعوتی خدمات کو سراہا اس سے ان کی عند الناس محبوبیت اور عند اللہ مقبولیت کا خوب خوب اندازہ ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

تجویز اجلاس ممبران شوریٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

منعقدہ ۱۸/۱۹/رجب ۱۴۳۵ھ/ ۱۸/۱۹/جون ۲۰۱۴ء

(۳۱) عالی مرتبت گرامی قدر حضرت اراکین شوری مرکز نظام الدین دہلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امیر تبلیغی جماعت حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی صاحبؒ کا سانحۂ ارتحال بلاشبہ مسلمانان عالم کے لئے ایک عظیم حادثہ ہے۔ عرصہ دراز پر محیط ان کی دعوتی وتبلیغی خدمات اور دین اسلام کی اشاعت کے حوالے سے عالمی پیمانے پر ان کی کوششیں فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ انہوں نے دعوت وتبلیغ کو اپنا مقصد حیات بنایا اور اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی تمام زندگی صرف کردی۔ وہ مجاہد داعی اسلام آج ہمارے درمیان رخصت ہوگیا ان کی رحلت پر برادران اسلام کی سوگواری اور ہر ایک کے ذہن میں اس خلاء کے پُر نہ ہونے کا خیال اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ کی گراں قدر دعوتی خدمات عند الناس تو مقبول تھی ہی عند اللہ بھی مقبول ہیں۔

داعی کبیر حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی صاحب کی وفات حسرت آیات پر میری جانب سے اور تمام اساتذہ، اراکین اور طلبہ دار العلوم وقف دیوبند کی جانب سے تعزیت قبول فرمائیں۔

اس عظیم حادثہ کی خبر ملی تو دل بےچین ہوگیا، ضعف وکمزوری مسلسل دامن گیر ہے اس

لئے آنے سے قاصر رہا۔ حضرت مرحوم کے درجات کی بلندی کے لئے فوری ایصال ثواب اور دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔

فرمانِ الٰہی ''ان المتقین فی جنت ونھر فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر'' پر یقین کامل کے ساتھ حضرت حق جل مجدہ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(مولانا) محمد سالم قاسمی مہتمم دار العلوم وقف دیوبند

ونائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

۱۸ / جمادی الاول ۱۴۳۵ھ /

(۳۴) ''داعی کی زندگی بھی دعوت اور موت بھی دعوت''

'مولانا جیسے جید علما کا دنیا سے اٹھ جانا خیر کے اٹھ جانے کے مترادف ہے'

مخدوم مکرم گرامی قدر حضرت اقدس مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری دامت الطافکم

شیخ زکریا کے علوم و معارف کے ترجمان وامین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔ الحمد للہ راقم الحروف بخیر ہے۔

تبلیغی جماعت کے تیسرے امیر حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے گوشہ جگر اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے نواسے حضرت جی مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کا سانحہ ارتحال ملت اسلامیہ کے لئے عظیم سانحہ ہے۔

حضرت کی دینی ودعوتی خدمات سے لبریز زندگی اور ان کی رحلت کے تعلق سے بس اتنا کہوں گا کہ ''داعی کی زندگی بھی دعوت اور موت بھی دعوت'' ہے۔ حضرت جی کے نام سے عالمی شہرت یافتہ عالم دین وامیر تبلیغی جماعت مولانا زبیر الحسن اپنے اسلاف بالخصوص دعوت وتبلیغ سے وابستہ علماء کرام اور دینی خدام کے سچے جانشین اور علمی وارث تھے۔ ان کی

طویل دینی ودعوتی خدمات کی وجہ سے ہی آج پوری دنیا میں تبلیغی جماعت سے وابستہ عقیدت مندوں میں شدید رنج وغم پایا جارہا ہے۔ اوران کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے سوگواروں کا ایک سیلاب امڈ آیا۔

مولانا زبیر الحسن کاندھلوی جامعہ مظاہر علوم کے امین عام حضرت مولانا محمد شاہد سہارنپوری کے خالہ زاد بھائی اور آخر میں سمدھی ہو گئے تھے اور الحمد للہ دونوں بزرگوار میں بڑی رفاقت تھی۔

مولانا مرحوم کو قرآن کریم کی تلاوت اور احادیث کے درس کا بہت شوق تھا۔ مولانا جیسے جید علماء کا دنیا سے اٹھ جانا خیر کے اٹھ جانے کے مترادف ہے۔ حضرت جی کے سانحہ ارتحال پر جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سوپول بہار میں ایک تعزیتی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں اساتذہ کرام نے مولانا کی دینی ودعوتی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کے بلندئ درجات کے لئے دعا کی۔

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی۔ بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ

۱۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ ۱۵؍اپریل ۲۰۱۴ء

(۴۳) مولانا ایک بڑے عالم اور داعی دین تھے۔ ان کی باتوں میں اللہ نے وزن اور اثر دیا تھا۔ ہزاروں لوگوں کو ان کی کوشش سے دین کی روشنی ملی اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو صحیح راہ پر چلنا نصیب ہوا۔ انہوں نے برسوں مدرسہ میں پڑھایا پھر اپنے آپ کو تبلیغ کی راہ میں لگایا اور پھر اسے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی کامیابی دی اور انہوں نے بہت جلد اپنی خدمات اور انابت کی وجہ سے عوام وخواص کے دلوں میں اپنی جگہ بنالی۔ انہوں نے تبلیغی نظام کو مستحکم کیا اور حضرت مولانا انعام الحسن نے جس نہج پر کاموں کو بڑھایا تھا اسے ترقی دی، وہ بزرگوں کی روایتوں کے امین تھے۔

(حضرت مولانا) ولی رحمانی سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر

(۳۴) مولانا کی رحلت سے عالم اسلام میں بہت بڑا خلاء پیدا ہوگیا ہے۔ تمام ہندوستانیوں کے لئے ان کے انتقال کی خبر باعث صدمہ ہے۔

محترمہ سونیا گاندھی صاحبہ صدر آل انڈیا کانگریس

(۳۵) یہ امر لائق افسوس ہے کہ مشہور عالم دین مجاہد ملت حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ حضرت مولانا بین الاقوامی شخصیت کے مالک تھے اور اسلامیات پر عالمی منظر کے شناخت بھی تھے۔ حضرت مولانا نے تبلیغی جماعت کے امیر کے طور پر جو بیش و بہا خدمات انجام دیں ان کے لئے تمام عالم اسلام قرض خواہ رہے گا۔ حضرت مولانا زبیر الحسن کی شخصیت نیک سیرت اور صبر و تحمل کا نمونہ تھی۔ انہوں نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ معاشرہ میں ضم ہوئی ان خامیوں کو ختم کرنے کی کوششیں کیں جن سے ایک بہتر اور صحت مند سماج کی تشکیل ہوتی ہے۔

حکومت ہریانہ حضرت مولانا زبیر الحسن کے سانحۂ ارتحال پر بے حد رنج و غم کا اظہار کرتی ہے اور موصوف کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتی ہے۔

(جناب) بھوپندر سنگھ ہڈا۔ وزیر اعلیٰ ہریانہ

(۳۶) تبلیغی جماعت کے امیر مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کی موت صرف تبلیغی جماعت کے لئے ہی نہیں بلکہ پورے ملک کے لئے ایک بڑا سانحہ ہے۔

(جناب) اروند کجریوال وزیر اعلیٰ دہلی

(۳۷) منجانب سعید ترلیس مزروعی، غانم فارس مزروعی، خالد سعید منصوری، خلفان سالم منصوری، سالم خلفان منصوری، بخیت مجوت منہالی اور تمام احباب ابوظبی کی طرف سے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نہایت رنج و افسوس کے ساتھ شیخ زبیر الحسن رحمہ اللہ کے وصال کی خبر سنی گئی۔ آپ کی وفات سے امت اسلامیہ نے ایک جلیل القدر عالم اور ایسے داعی الی اللہ کو کھو دیا ہے

جس نے اپنی پوری زندگی راہ خدا میں ختم کردی۔ ہم مرحوم کی رحلت پر تعزیت کرتے ہوئے خود بھی تعزیت کے بلکہ پوری امت مسلمہ تعزیت کی مستحق ہے۔ بروقت جنازے میں حاضر نہ ہوسکنے اور تعزیت میں شریک نہ ہوسکنے پر نہایت افسوس کے ساتھ معذرت خواہ ہیں۔

ہماری طرف سے تمام حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

جزاکم اللہ عنا وعن المسلمین خیرا۔ فقط

(۳۸) حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے صاحبزادے معروف عالم دین مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی حدیث کی تعلیم بھی دیتے تھے اور دنیا بھر کے تبلیغی اجتماعات میں شرکت بھی کرتے تھے۔ انہوں نے تبلیغ کے سلسلہ کو پوری دنیا میں جاری رکھا۔ وہ اپنے اکابر کے طریقہ پر مضبوطی سے قائم تھے۔ ان کا دنیائے فانی سے چلے جانا تبلیغ کے اپنے نظام کے لئے بڑا حادثہ ہے۔ کیونکہ یہ کام دنیا میں اتنا پھیلا ہوا ہے جس کو اصول وضوابط کے مطابق چلانے کے لئے بڑے تجربے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند

....

یہاں نمونہ کے طور پر اڑتیس منتخب خطوط اور پیغامات شائع کئے جارہے ہیں۔

ان کے علاوہ نامور علماء اور دانشوروں میں مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری، حافظ منظور علی خاں نائب صدر سوشل ڈیموکریٹک پارٹی آف انڈیا، ڈاکٹر محمد منظور عالم جنرل سکریٹری آل انڈیا ملی کونسل، مولانا سید محمد مکرم امام شاہی مسجد فتحپوری، مولانا عبدالکریم شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ عربیہ مسجد فتحپوری، مولانا مفتی محمد عیاض مظاہری مفتی ادارہ معارف القرآن شاستری پارک دہلی، مولانا وسیم احمد سنساپوری شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، مولانا قاری ولی اللہ خاں مہتمم جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد، مولانا بدرالدین اجمل قاسمی رکن پارلیمنٹ، ڈاکٹر ظفرالاسلام صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت، جناب عبدالوحید امیر

حلقہ دہلی و ہریانہ جماعت اسلامی، مولانا انیس احمد بلگرامی ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ سید المدارس چوہان بانگر، مولانا عطاء الرحمٰن وجدی امیر کل ہند تحریک وحدت اسلامی، پروفیسر اقتدار محمد خاں ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، مہتمم مدرسہ عربیہ اشرف الامداد کامیڈہ میوات، مہتمم مدرسہ ابی ابن کعب گھاسیڑہ ضلع میوات..................

نے اپنے رنج وقلق سے بھرپور تاثرات، خطوط اور اخبارات کے ذریعہ بھیجے۔

اسی طرح بہت سے اخبارات، جرائد اور دینی مجلات میں آپ پر جو مضامین اور مدارس اسلامیہ میں ہونے والی تعزیتی جلسوں کی رپورٹیں آئی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر یہاں ان کا صرف حوالہ دیا جاتا ہے۔

☆ اخبار انقلاب دہلی۔ ۲۰/ مارچ ۲۰۱۴ء/ ۱۸/ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ

☆ روزنامہ عزیز الہند دہلی۔ ۲۰/ اور ۲۲/ مارچ ۲۰۱۴ء/ ۱۸/ و ۲۰/ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ

☆ اخبار مشرق دہلی۔ ☆ اخبار جدید میل دہلی۔ ☆ روزنامہ ہندوستان ایکسپریس دہلی

☆ روزنامہ جدید خبر نئی دہلی۔ ☆ روزنامہ خبریں نئی دہلی۔ ☆ روزنامہ راشٹریہ سہارا دہلی۔

☆ پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ۔ ☆ ماہنامہ تحقیقات اسلامی کیرانہ ضلع شاملی۔

☆ ماہنامہ ارمغان ولی اللہ پھلت ضلع مظفر نگر۔ ☆ ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور

☆ ماہنامہ بانگ حرا لکھنؤ۔ ☆ ماہنامہ ردائے حرم حیدر آباد۔

Tablighi Jamaat Ameer dies, thousands turn up for his funeral procession at Nizamuddin

EXPRESS NEWS SERVICE
NEW DELHI, MARCH 18

THOUSANDS gathered in Nizamuddin, Southeast Delhi, to take part in the funeral procession of Tablighi Jamaat Ameer Maulana Zubair Ul Hasan who died on Tuesday.

Police estimated that nearly 20,000 people turned up at Nizamuddin to offer prayers for the late Ameer. The massive gathering triggered snarls in various parts of South and Southeast Delhi. At one point, police closed Mathura Road — from Nizamuddin till the Ashram flyover — and diverted traffic from all major points in the area.

Expecting thousands to turn up for the funeral, police had tweeted a traffic alert hours before. "Due to the burial of Maulana Zubair Ameer, a Dunia Saheb at Hazrat Nizamuddin and 50 thousand gathering from 7 pm to 10 pm, traffic will be affected at Mathura Road. Use Sarai Kale Road for Hazrat Nizamuddin railway station. Inconvenience is regretted."

Addl CP Anil Shukla (Traffic) said, "We have four teams of policemen at the spot. Each team has at least 10 officers, apart from zonal officers. All traffic inspectors have been deployed at the spot to re-route and manage traffic."

While the funeral was on at Nizamuddin, the traffic police regularly updated their Twitter account informing the public about the diversions.

The Ameer of the Tablighi Jamaat, Maulana Zubair Ul Hasan died on Tuesday, after a month-long illness, at the Tablighi Markaz, the organisation's international headquarters at Nizamuddin.

Sources said he was suffering from a liver ailment and also had trouble with his kidneys.

Under his leadership, and with the guidance of a council of scholars, the Tabligh had grown from a grassroot organisation to one with an international reputation known for spreading Islam's basic principles.

Born in Kandla in Muzaffarnagar in UP, Zubair ul Hasan was appointed the head of the Tabligh nearly two-and-a-half decades ago. His father was also an Ameer of the Tabligh for a long time.

An alumnus of Deoband-based Mazahir-e Uloom, Zubair ul Hasan graduated in 1971. He was also a follower of the much regarded Islamic scholar Maulana Zakaria.

Prominent Muslim leader and Chairman of the Waqf Board Mateen Ahmed said the leader's death was a loss to the community as he was engaged in spreading the Prophet's message to the people. "He has worked for the benefit of the community for many years. It's a loss for everyone," he said.

Shabi Imam Maulana Bukhari said the Ameer was an important Muslim leader who worked for the benefit of the community.

"He remained non-political throughout his life and only concerned himself with matters of religion," he said.

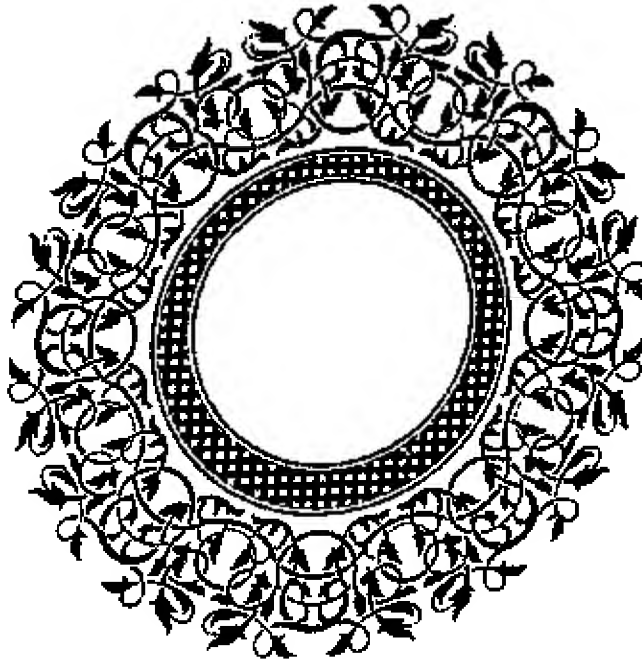
مرثیہ بروفات مولانا زبیر الحسن مرحوم

نتیجۂ فکر: جناب محمد اسلام انجم خوش نویس

یادگارِ سلف نازشِ انجمن ‏ پاسبانِ شریعت زبیر الحسن
حق ادا کرگئے خدمتِ دین کا ‏ جا چکے سوئے جنت زبیر الحسن
قوم وملت نے کھویا مسیحا کوئی ‏ سوگواری کی کیا بھر رہی ہے ہوا
محوِ حیرت ہے دنیا کی یہ کیا ہوا ‏ ہو چکے آہ! رخصت زبیر الحسن
حضرتِ شیخؒ کی تربیت کا اثر ‏ زندگی بھر نمایاں رہا آپ پر
تاجِ عظمت نہ کیوں سر پہ روشن رہے ‏ تھے خلف کی وراثت زبیر الحسن
ایسا چہرہ کہ جیسے فرشتہ کوئی ‏ واقعی لفظِ حضرت کے مصداق تھے
رخ پہ نورِ وجاہت کی جلوہ گری ‏ تھے اکابر کی صورت زبیر الحسن
خوبصورت امامت کا یہ سلسلہ ‏ مرحبا آپ تک خوب سے خوب تر
روزِ روشن کی صورت ہے سب پر عیاں ‏ یہ مسلّم حقیقت زبیر الحسن
حسنِ کردار سے نام روشن کیا ‏ خانوادہ کا اور اپنے اجداد کا
زندگی بھر مسیحائے ملت رہا ‏ یاد رکھے گی ملت زبیر الحسن
پارسائی وراثت میں جس کو ملی ‏ اور بے داغ جس کی جوانی رہی
عہدِ پیری کی ہے جن کی عالم گواہ ‏ بس وہی پاک طینت زبیر الحسن
رقت آمیز لہجہ بوقتِ دعاء ‏ ملتفت جس سے ہوتا ہے فضلِ خدا
ایسی الحاح وزاری سے روئے جہاں ‏ تھے وہی خوب سیرت زبیر الحسن
نذرِ حالات خود کو نہ ہونے دیا ‏ اپنے منصب کی رکھی صدا آبرو

آنچ آنے نہ دی مرکزِ نور پر | کم ہے کیا یہ کرامت زبیر الحسن
آہ! سو سو جتن سے بھی جاتا نہیں | جانے والے کی یادوں کا دل سے اثر
اور پھر وہ بھی ایسا اہم رہنما | جن کو کہتی تھی امت زبیر الحسن
جن کو کہتے تھے سب ہی دعا کے لئے | مغفرت کی دعائیں مبارک اسے
ہر کسی کی زباں پر ہے انجم دعا | پائیں انوارِ جنت زبیر الحسن





مصنف کی حضرت شیخ پر دیگر کتابیں

ایک عالمی و بین الاقوامی کتاب فضائل اعمال

یعنی کتب فضائل کا تعارف اور انکے تراجم کا مفصل جائزہ
اپنے موضوع پر تلاش وجستجو کا بہترین شاہکار

حیات شیخ

صفات وکمالات، احوال وواقعات کا جامع تذکرہ
یہ کتاب سیرت وسوانح کے عام طرز وروش یعنی ابواب
وعنوانات کے بجائے سنین کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے

مکتوبات شیخ

جس میں آپ کے دینی، اصلاحی، عرفانی اور احسانی
خطوط جمع کیے گئے ہیں

مکتوبات علمیہ

آپکے علمی افادات اور حدیث شریف نیز صحاح ستہ میں
موجود احادیث کی تحقیق وتشریح پر ایک بیش قیمت مجموعہ

معارف شیخ

آپ کے چھ مختلف مضامین اور افادات علمیہ
وتحقیقات قیمہ کا ایک وقیع مجموعہ

کتب فضائل پر اشکالات اور انکے جوابات

فضائل اعمال پر کئے جانے والے اشکالات کا محاسبہ اور
انکے خالص علمی وتحقیقی جوابات

تحفظ ختم نبوت اور تردید قادیانیت میں حضرت شیخ کا کردار

احتساب قادیانیت کے موضوع پر یہ مقالہ اجلاس
تحفظ ختم نبوت منعقدہ یکم دسمبر ۲۰۱۳ء بمقام
کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ پڑھا گیا۔

فہرست تالیفات شیخ

آپ کی ایک سو پانچ (۱۰۵) مختلف ومتنوع تصنیفات
وتالیفات کا بھرپور جائزہ
ہندوستان وپاکستان کے ۳۵ رجید علماء اور ۱۰ ارممتاز علمی
مجلات ورسائل نے اس کتاب پر تحسین وتبریک سے
بھرپور تاثرات وتبصرے لکھے ہیں۔

حضرت شیخ کے حیرت انگیز واقعات

آپ کی ملکوتی صفات طریقہ اصلاح وتربیت پر
مشتمل صدہا واقعات کا دلچسپ مجموعہ

حضرت شیخ کی مرحومہ صاحبزادیاں

آپ کی مرحومہ صاحبزادیوں کی دینی زندگی کے روشن پہلو
اور حضرت کی طرف سے انکی تربیت کے قابل قدر واقعات

MAKTABA YADGAR-E-SHAIKH

Mohalla Mufti, Saharanpur (U.P.) 247001 Mob. 9359950310
Email. jamiamazahir@gmail.com